بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیامِ اسلام

جالندھر شہر

جلد ۱۳	جنوری ۱۹۴۲ء - ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ	نمبر ۱

علمائے کرام کی خدمت میں ضروری التماس

آرائے نیرہ پر مخفی نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ اسلام کا ایسا اہم رکن ہے کہ اس کی ہیئت میں وہن و اختلال کا ایک ذرہ کا ظہور بھی نظام اسلام کی خرابی کا مورد ہو سکتا ہے۔ اور یہ حقیقت بھی پنہاں نہیں کہ آج اسلام پر جو غربت و کربت کی حالت طاری اور قوائے ملت میں جو ضعف و فتور کی علت ساری ہے اس کے عمل و دخل کا ایک بہت بڑا رخنہ یہی ہے کہ ملت کا نظام مالی جو اس کا عماد و قیام تھا زکوٰۃ کی بدحالی کی وجہ سے متزلزل ہو چکا ہے۔ بنابریں اس نازک دور میں اس رکن رکین کی اصلاح کے مسائل اور استواری کے وسائل بالخصوص آپ حضرات کی توجہات کے نیازمند ہیں۔ اس ضمن میں ذیل کا استفتا آپ کی خدمات میں اس التماس کے ساتھ حاضر کیا جاتا ہے کہ اس عقدۂ مشکل کی گرہ کشائی فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

استفتاء :-

حضرات علمائے دین اور حاملین شرع مبین کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ

ادائے زکوٰۃ کیلئے فقہائے احناف نے جزاہم اللہ خیر الجزاء شرط لگائی ہے کہ زکوٰۃ جس شخص کو دی جائے اسے مال زکوٰۃ کا پورا مالک قرار دیا جائے اور اسی لئے رفاہ عام کے کاروبار میں جو سرمایہ داخل کیا جاتا ہے اور مختلف ضرورتوں میں حسب مصلحت صرف کیا جاتا ہے وہاں مال زکوٰۃ دینے سے روکا جاتا ہے مثلاً خیراتی مدارس مذہبی میں جہاں نادار طلبا درس حاصل کرتے ہیں اور ان کے واسطے مدارس میں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے جو طلبا عاریۃً لیتے ہیں اور بعد فراغ مدرسہ میں واپس کر دیتے ہیں یا طلبا کی خوراک کے واسطے کوئی سرمایہ ہوتا ہے جس سے وہ بسر اوقات کرتے ہیں ایسے موقعوں پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کرتے۔ ایک اور مصرف انفاق فی سبیل اللہ ہے جس میں جہاد کیلئے آلات جنگ اور گھوڑے دیئے جاتے ہیں تو وہ بھی جس جس شخص کے تصرف میں دیا جاتا ہے اسے اس چیز کا مالک قرار دیتے ہیں اور گھوڑا یا ہتھیار لینے والا اختیار رکھتا ہے کہ وہ جہاد میں صرف کرے یا تجارت کے کاروبار میں استعمال کرے یا فروخت کر دے۔ اور ایسی صورتوں میں مال کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا فائدہ کم رہ جاتا ہے۔ اس کے بجائے اگر سامان جنگ خود اسلامی حکومت کی ملک قرار پائے اور اغراض جہاد میں صرف کرنے کیلئے اسے خزانہ میں محفوظ رکھیں تو زیادہ فائدہ پہنچ جائے۔ یہ شرط لگانے اور شرط کے ساتھ سختی سے اس کی پابندی کرنے کیلئے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس شرط کی بنا کس دلیل پر اور کب رکھی گئی۔

قرآن کریم میں زکوٰۃ کا ذکر بار بار اور تاکید سے ہے۔ اس کے مصارف بھی معین فرمائے گئے ہیں اور نبوت کے مبارک عہد میں اور خلفائے راشدین کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کے دیہات اور قریوں میں زکوٰۃ وصول کرنے والے دورہ کرتے تھے۔ وصول کرنے والوں کا بھی قرآن میں عاملین کے نام سے ذکر ہوا ہے۔ اور انہیں اسی سرمایہ زکوٰۃ میں سے اجرت دی جاتی تھی۔ وہ تمام قلمرو سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور دینے والے انہیں دے کر فریضۂ زکوٰۃ سے فارغ البال ہو جاتے تھے۔ مال عاملین زکوٰۃ باہر سے لا کر داخل خزانہ کرتے تھے تو کارکنان خزانہ بھی زکوٰۃ کے مالک قرار نہیں پاتے تھے۔ پھر حاکم یا اسکے مشیروں کے فیصلہ سے زکوٰۃ صرف ہوتی تھی اور ان میں سے کوئی بھی مالک قرار نہیں پاتا تھا مگر مفصلات کے زکوٰۃ دینے والے اپنے فریضہ سے انہی غیر مالکوں کو دے کر بری الذمہ ہو جاتے تھے اور جن لوگوں کی

ضرورتوں پر مال صرف ہوتا ہوگا انہیں مالک سمجھیں تو سمجھیں ورنہ حاکم وقت سے لیکر عاملین تک سب مالکوں کی طرف سے بطور وکیل کے تصرف کرتے تھے۔ پس یہ وکیل بننے کا اختیار جو حاکم وقت کو اور اس کے ماتحتوں کو دیا گیا ہے ایسا ہی اختیار مہتمان مدارس اور منتظمان جنگ وجہاد سے کس بنا پر روک لیا گیا ہے مہتمان مدارس خود مالک قرار نہ پائیں مگر سرمایہ کو مدرسہ کی ملکیت قرار دیں اسے اپنے ذاتی تصرف میں نہ لائیں اور کتب خانہ، خوراک طلبا اور تنخواہ مدرسین پر صرف کریں۔ اسی طرح منتظمان جنگ وجہاد حکومت اسلامیہ کو مالک تصور فرماکر اغراض جنگ کا سامان مہیا رکھیں اور کتابوں کو طلب کی ملکیت اور گھوڑوں کو سواروں کی ملکیت قرار دینے کی بجائے جسے وہ فروخت کرکے ضائع بھی کر سکتے ہیں ہمیشہ کیلئے مدرسہ اور حکومت کی ملکیت قرار دے کر رفاہ عام کا مدعا زیادہ استقلال سے اور دیر تک پورا کر سکیں۔

پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم صادر ہوتے ہی جس شکل سے اس کی تعمیل قرن اول میں ہوئی اور اسلامی حکومت کے تمام زمانہ قیام میں ہوتی رہی اس سے یہ شرط کب استنباط ہوتی ہے کہ لینے والے کو زکوٰۃ کا مالک قرار دینا ضروری ہے اور جس حدیث میں زکوٰۃ کی مصلحت بیان ہوئی ہے کہ اغنیا سے لی جائے اور فقراء کو دی جائے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔ جس صورت میں فائدہ زیادہ ہو وہی بہتر ہونی چاہیئے اور انتظام کرنے والوں کو اس میں مصلحت دیکھنے کا اختیار ہونا چاہیئے۔ پس استدعا ہے کہ حضرات علمائے اعلام اس عقدہ کو حل فرمانے کی زحمت برداشت کریں اور اس دشواری کو اسلامیوں کے دماغ سے دور کرنے کا ثواب لیکر رفاہ عام کے کام کو سہل اور مفید تر بنائیں۔

المستفتی:۔ عاجز محمود علی پنشنر، مدرس صغیر کالج۔ کپورتھلہ

خطبہ و تفسیر ۳

قٓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاکثر سورہ قٓ سے خطبہ دیتے تھے، یہانتک کہ بعض بیبیوں نے اس سورہ کو آنحضرتؐ کے خطبہ ہی سے سن سن کر یاد کر لیا تھا۔ اسلئے مناسب سمجھا گیا کہ اس سورۂ کریمہ کو مختصر تفسیر کے ساتھ خطبات پیام کے سلسلے میں شائع کردیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ

قسم ہے اس بہت بڑی شان والے قرآن کی۔

تفسیر یہ فیض الٰہی ہے جو اس سنگین مزاج عالم کے پُر قساوت قلوب کی جانب نزول فرما کر اپنی قوت سے ان کی سنگینی کو پاش پاش کرنیکے لئے قرآن کے اس سورہ کی صورت میں متوجہ ہوتا ہے، یہی قرآن، جو انسانی فردوں اور جماعتوں کی بہت بلند اصلاح "اور ارجمند ہدایت کا حامل ہونیکے سبب نہایت پُر عظمت کلام ہے۔ اور ایک ایسے اُمّی کے قلب پاک پر تنزیل ہوا ہے، جس نے کہیں سے حرف تک نہیں پڑھا تھا۔ اور اسکے اسلوب کی فصاحت اور معانی کی بلاغت نے علماء بلغاء کو عاجز کر رکھا ہے۔ اس مدعا پر دلیل صادق ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم، حشر و نشر اور دیگر مسائل کے بارے میں لائے ہیں، اس میں سر تا سر صادق اور راہین ہیں:-

بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ

ترجمہ:- بلکہ ان کو تعجب اس بات سے ہوا کہ ان کے پاس ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے آیا، اس پر ان کافروں (منکروں) نے کہا کہ یہ ایک اچنبے کی چیز ہے۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رسولؐ کی دعوت سے لوگوں کی روگردانی رسولؐ کو جھوٹا سمجھنے کی وجہ سے نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی تعلیم تو روزِ روشن کی طرح بیّن تھی، بلکہ ان کی روگردانی کا سبب اس بات کو بہت بڑا سمجھ لینا تھا۔ کہ خدا کا پیغام ایک بشر کے ہاتھ پر آیا ہے، جو ان کو ڈراتا ہے کہ اگر تم نے میری دعوت کو قبول نہ کیا، تو تم کو اللہ کے ہاں سے سزا ملے گی، اس پر انہوں نے کہا: یہ تو عجیب بات ہے کہ خدا کسی بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجے، کسی فرشتے کو اس خدمت کی بجا آوری کے لئے کیوں نہ بھیجدیا؟ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ط

کہہ دے: اگر ایسا ہوتا کہ اس زمین پر انسانوں کی بجائے، فرشتے مطمئن ہو کر چلتے پھرتے رہتے ہیں تو ہم آسمان سے کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر اتارا کرتے۔

ءَ إِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ج ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۵ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ ج وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۵

ترجمہ: کیا اس وقت کہ ہم مر کر مٹی ہو چکینگے! (پھر انسانی صورت میں واپس آجائینگے!) یہ واپسی بعید (از عقل) ہے۔ ہم کو معلوم ہی ہے کہ زمین ان میں سے کتنا گھٹاتی ہے۔ اور ہمارے پاس ایک نوشتہ ہے جو محفوظ ہے۔

تفسیر: جیسا کہ کافروں کو اس رسالت کے کسی بشر کے ہاتھ پر آنے سے تعجب ہوا۔ اسی طرح انہوں نے اس کو بھی بعید جانا کہ اللہ ان کو دوبارہ زندہ کرے گا جب وہ مر کر مٹی ہو چکے ہونگے۔ انہوں نے کہا: زندگی کی طرف ہمارا دوبارہ لوٹ کر آنا بعید از عقل ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسا ہوگا۔

"إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ"۔

"ہماری تو یہی ایک دنیوی زندگی ہے ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائینگے"۔ اللہ نے ان کی اس بات کو اس طرح رد کیا، کہ ان کا مر کر مٹی ہو جانا ان کے دوبارہ جی اٹھنے کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کو تو جو کچھ ان میں سے زمین میں مدفون ہوتا ہے معلوم ہے اور وہ اس کے پاس ایک محفوظ یا حافظ کتاب میں موجود ہے۔ اس لئے ان کو ان کے پہلے مادے سے دوبارہ پیدا کر دینا اسکو آسان ہے۔

یُحْیِیْهَا الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ هُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ۵

ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کر دیگا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر پیدائش کو جانتا ہے۔

بَلْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِیْۤ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۵

ترجمہ: اصل بات تو یہ ہے کہ حق جب ان کے پاس آیا تو اس کو جھٹلا کر اب یہ لوگ ایک طرح کی الجھن میں پڑ رہے ہیں۔

تفسیر: مطلب یہ کہ کفار نے جو مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے کو بعید کہا، تو اس کا کچھ یہ سبب نہ تھا کہ ان کے پاس اس کے نہ ممکن ہونے کی کچھ دلیلیں تھیں، بلکہ جونہی ان کو اس اٹل اور شک و شبہ سے برتر امر کی اطلاع دی گئی جھٹ پٹ جھٹلا دیا اور یہ نہ سوچا کہ دوبارہ زندگی دے کر اٹھا کھڑا کرنا بار اول کے پیدا کر دینے سے تو بہرحال آسان ہے، اور زمین پر عدالت قائم کرنے کے لئے اس کی ضرورت البتہ ہے اور نیکوکاروں کو ان کے احسن عمل کی بھرپور جزا دینے اور جن ستمگاروں کو دنیا میں مہلت دے دیگئی تھی ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے یہ از بس ضروری ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ تکذیب کرنے والے، حق و برہان کو چھوڑ کر، ہوا و ہوس کے ہاتھ میں اپنی باگ دے ڈالنے کے کارن دبدھا میں پڑ رہے ہیں۔ ان کے دل بےچین، خیالات پریشان ہیں، اور یہی حالت ہونی چاہئے ان لوگوں کی جو آیات بینات کو تیاگ کر خیالات کے پیچھے، دوڑے بھاگے پھریں۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۵ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ ۵ تَبْصِرَةً وَّ ذِکْرٰی لِکُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۵

ترجمہ: کیا انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی جو ان کے اوپر (ہی) ہے، کیسا ہم نے اس کو تعمیر کیا، اور اس کو آراستہ کیا، اور اس میں کوئی دراڑ نہیں ہیں۔ اور زمین، اس کو ہم نے پھیلایا اور اس میں لنگر ڈالے، اور اس میں ہر رونق دار جوڑا اگایا، ہر رجوع کرنیوالے بندے کے یاد دلانے اور سمجھانے کو۔

اللہ ان دوسری زندگی کے منکروں اور حق کے جھٹلانے والوں سے فرماتا ہے: اپنے اوپر آسمانوں کی
تفسیر: طرف دھیان نہیں کیا، کہ ہم نے ان کو عمارت کے طبقوں کی مانند کس طرح طبقہ بالائے طبقہ تعمیر کر کے
تاروں سے اس طرح مزین کیا جیسے برقی قمقموں سے مکانات کو آراستہ کیا جاتا ہے، اور آسمان میں کہیں دراڑ
رشگاف نہیں ہیں جو اس کی بناء کو عیبدار دکھائیں۔ زمین کو ایسا بچھایا کہ وہ رہنے سہنے، کاروبار کرنے اور
نفع اٹھانے کے قابل ہو گئی ہے۔ اور اس میں اٹل اور اچل پہاڑوں کے ایسے لنگر ڈال دئے ہیں کہ وہ تھرتھرانے
اور جھکجھولے کھانے سے محفوظ ہو گئی ہے۔ اور اس میں ہر قسم کے ہرے بھرے خوشنما پودے اور روکھ لگا دیئے
ہیں جو دیکھنے والوں کو اپنی بہار دکھا کر خوش کرتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم تم کو دکھائیں کہ ہم جو
چاہیں کر سکتے ہیں، اور اس لئے کہ تمہیں کچھ اپنی عظمت و شان یاد دلائیں، لیکن وہی دیدہ ور اس سے سوجھ بوجھ
حاصل کر سکتا ہے جو اللہ کی ان نرالی صنعتوں میں غور و فکر کرنے سے اس کی طرف لوٹتا، اور ان سے اس کی
قدرت کی بڑائی تک پہنچتا، اس پر ایمان لاتا، اس کی اطاعت کرتا، اور جان لیتا ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا
کر دینے کی بہ نسبت دوبارہ زندہ کرنا اسے زیادہ آسان ہے۔

اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ بَلٰی وَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ۵

ترجمہ: کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو خاص خاص انداز سے بنایا یہ نہیں کر سکتا کہ ان کی
مانند مخلوق پیدا کر دے، کیوں نہیں جبکہ وہ ایسا خلاق ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔

وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الۡحَصِیۡدِ ۵ وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِیۡدٌ ۵ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۵ وَ اَحۡیَیۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا ؕ كَذٰلِكَ الۡخُرُوۡجُ ۵

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے بہت بھلائیوں اور فائدوں والا پانی اتارا۔ پھر اس سے باغ اور کٹائی
ہونے والی فصلوں کے اناج اگائے ۵ اور اونچے اونچے کھجور کے درخت جن کا خوشہ تہ بر تہ ہوتا ہے ۵ تاکہ بندوں
کے لئے روزی ہوں، اور ہم نے اس سے ایک مرے دیس کو زندہ کر دیا۔ یہی کیفیت (روز نشور میں)

نکل کھڑے ہونے کی ہوگی۔

تفسیر: اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: ہم نے اونچائی پر چھائے ہوئے بادلوں سے بڑی بڑی لابھ اور بہت بہت فائدوں والا پانی برسایا، جس سے سب جاندار فیض پاتے اور نفع اٹھاتے ہیں، پھر اس سے ہم نے ایسے ایسے گھنے باغ اگائے جن کے اونچے اونچے روکھ اپنے پاس آنے والوں کو اپنی ٹھنڈی اور سہانی چھاؤں میں اتارتے اور اپنے میٹھے رسیلے پھلوں سے ان کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ اور اس سے ہم نے وہ قسم قسم کی کھیتیاں اگائیں جن کو کاٹ کر غلہ نکالا جاتا ہے، جو انسان کے کھانے کے کام آتا ہے جیسے گیہوں، جو، جوار، چنے اور بھانت بھانت کے اناج، اور اسی پانی سے ہم نے کھجور کے لمبے لمبے درخت اگائے جن کے شیریں اثمار پرت پرت ایک دوسرے کے اوپر گتھے ہوئے ہیں، یہ سب چیزیں ہم نے اسی پانی سے اگائی ہیں، تاکہ وہ بندوں کی خورش کے کام آئیں۔ تاکہ بعض کو غذا بنائیں، اور بعض سے لطف اٹھائیں۔ اور ہم نے اس پانی سے اس دیس کو جہاں انسان بستے تھے، اور زمین وہاں کی خشک و افسردہ تھی، سرسبز و شاداب اور باغ پر بہار بنا دیا۔

اور جیسا کہ ہم نے پانی کے ذریعے زمین مردہ سے زندہ نبات اگائی اسی طرح مردوں کو ان کے گل سڑ جانے کے بعد ان کی قبروں سے زندہ کر کے نکالینگے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۙ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ۝

ترجمہ: ان سے پہلے جھٹلا چکے نوح کے لوگ اور کنویں والے، اور ثمود ؕ اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی ؕ اور بن کے رہنے والے اور تبّع کی قوم ط ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا، یہ میرا سزا کا وعدہ ٹھیک ٹھیک پورا ہوا ۝

تفسیر: اللہ تعالےٰ اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے، اپنی قوم کی تکذیب سے دوچار ہونے پر، ان کو تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے: تیری قوم ہی پہلی قوم نہیں جس نے رسولوں کو جھٹلایا ہو۔ بلکہ بہت سی

تو ہیں اس سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلا چکی ہیں۔ نوحؑ کی قوم نے نوحؑ کو جھٹلایا، اصحاب الرّس نے اپنے نبی کو، جو شاید صالح یا شعیب تھے، ثمود نے صالح علیہ السلام کو، عاد نے ہود علیہ السلام کو، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو، اور اخوان لوط نے لوط علیہ السلام کو، بن باسیوں (اصحاب الایکہ) نے شعیب کو، تبع حمیری کی قوم نے اپنے نبی کو۔ ان سب نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ اور ان پیغمبروں کی ساری کوششیں محض اصلاح و ہدایت کے لئے تھیں۔ اس پر اللہ کی وعید ان پر ثابت ہوئی اور وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہو گئے اسی طرح تیری قوم بھی اگر جھٹلانے پر اڑی رہی تو خدا کا عذاب اس پر ٹوٹ پڑیگا۔

اَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۵

ترجمہ: تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک ہار گئے ہیں، (یہ نہیں) بلکہ وہ نئے بنانے سے گھتم ہیں۔

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم بار اول پیدا کرنے سے عاجز رہے یا اس پر قادر ہو گئے تھے؟ تمہیں ہمارے قادر ہونے کا اعتراف ہے، لیکن تم ہمارے نئی پیدائش پر قادر ہونے میں شک کر رہے ہو تو اس شک کی وجہ؟ حالانکہ نئی پیدائش پہلی بار کی پیدائش ہی کی ایک مثال ہے، بلکہ دوسری تو پہلی سے زیادہ آسان ہے اسلئے کہ نقل اتارنا اصل بنانے سے بہت آسان ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۵ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۵ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۵

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو خلق کیا ہے اور ہم جانتے ہیں جو کچھ اس کے دل میں آتا رہتا ہے (اور ہم دھڑکتی رگ سے زیادہ اس سے قریب ہیں ○ جب دونوں لینے والے لیتے جاتے ہیں ایک دائیں بیٹھا ہوا اور ایک بائیں بیٹھا ہوا ○ کوئی بات ایسی نہیں بولتا کہ اسکے پاس ایک نگاہ دار تیار نہ بیٹھا ہو ○

تفسیر اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ انسان کے ساتھ اپنی کاریگری کا تعلق اسکے ابتدائے کا اسے انتہا تک

بیان فرمائے ۔ اور یہ بھی بتائے کہ جس کی شان یہ ہو وہ اس کی بعث (یعنی جلا اٹھانے) سے عاجز نہیں رہ سکتا، پس فرمایا: ہم نے انسان کو ایک حسین صورت پر بعد ازیں کہ وہ کچھ چیز قابل ذکر نہ تھا، پیدا کیا، اور اس کے ظاہری عمل کا تو ذکر کیا، ہم اس کے جی کے وسوسوں اور دل کے خطروں کو جانتے ہیں، اور ہم اپنے احاطۂ علم اور نفاذ قدرت کی جہت سے اس کی ان رگوں سے زیادہ اسکے قریب ہیں جن میں وہ خون دوڑتا ہے جو اس کی زندگی کا منبع ہے، اور ایک جہت ہمارے اس پر محیط ہونے کی یہ ہے کہ ہم نے اس پر دو نگہبان نگار رکھے ہیں، جن میں سے ایک اسکے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں رہتا ہے، پس ان دونوں سے کوئی بات یا کوئی کام ان کا نہیں چھوٹتا، بلکہ جو بات وہ منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس نگران موجود رہتا ہے جو اس کی بات کو ضبط کر لیتا ہے۔

وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۵

ترجمہ: اور موت کی بیہوشی حقیقت کو لے آئی، یہی ہے جس سے تو کنارہ کش رہتا تھا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: موت کی شدت، جو عقل و ہوش کو، اس طرح دور کر دیتی ہے جیسے نیند کی گرانی اور شراب کا نشہ اس کو دور کر دیتا ہے، وہ تو آکر رہے گی اور اس کا آنا ہر وقت قریب ہے، اس وقت آخرت کی حقیقت نمودار ہو جائے گی اور جس بار دیگر جی اٹھنے کا تو منکر تھا اس کے آثار آشکارا ہو جائینگے۔ اور یہی حقیقت امور آخرت کی جس سے تو نفور کرتا، اور دور دور بھاگتا تھا، موت کے بعد ایسی واقعیت بن گئی، کہ اب اس میں کسی شک و شبہ اور بحث و جدال کی گنجائش ہی نہ رہی۔ اور اب تو ہے اور تیرے وہ بھلے برے اعمال جو زندگی میں تو نے کئے تھے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۵

ترجمہ: اور پھونکا گیا صور۔ یہ ہے دن وقوع عذاب کا۔

تفسیر جب اس دار ناپائدار کا اخیر وقت آئیگا تو فنائے عالم کا بگل ہو جائے گا، پھر دوسرا بگل، جزا کے لئے اسے دوسری زندگی کے میدان میں لا کھڑا کرنے کا ہوگا۔ اور یہ دن جس میں ایسا ہوگا وہی جزا کا دن ہے جس دن مجرم کو اللہ کے وعدۂ عذاب کا وقوع ثابت ہو جائے گا، اور عذاب

کا مزہ اچھی طرح چکھ لے گا۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝

ترجمہ: اور آئی ہر ایک جان، اور اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ، تو اس سے بیخبری میں رہا، اب ہم نے تیری اندھیری تجھ پر سے کھول دی سو آج نگاہ تیری تیز ہے۔

تفسیر اللہ فرماتا ہے: اس روز ہر شخص اپنے رب کے حضور حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے جو اس کو اس کے حضور ہانک کر لاتا ہے، اور ایک گواہ کہ جو نیک و بد اس نے دنیا میں کیا ہے اس کی اس پر گواہی دیتا ہے۔ اور اس وقت انسان سے کہا جائے گا، کہ اس روز کے جو حادثات اور واقعات اور جو اس کی سختیاں اور خطرات تو دیکھ رہا ہے ان سے تو غفلت میں رہا سو اب تیرا غفلت کا وہ پردہ ہم نے چاک کر دیا ہے۔ سو اب تیری بینائی کی قوت بہت تیز ہو گئی ہے جس سے تو تمام حقیقتوں کو صاف صاف دیکھ رہا ہے۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۝ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۝ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۝

ترجمہ: اور اس کے ساتھ والے نے کہا یہ ہے جو میرے پاس تیار ہے ۝ دونو جہنم رسید کر دو ہر ناسپاس خودرا کو ۝ جو نیکی سے سخت مانع، حد سے بڑھنے والا، اور شبہے ڈالنے والا ہے ۝ جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود بنا رکھا، سو اس کو سخت عذاب میں ۝

تفسیر اللہ فرماتا ہے: اور اس شیطان نے جو دنیا میں سائے کی طرح اس کے ہمراہ رہتا اور گمراہی کی راہیں اس کے لئے آراستہ کرتا اور ہدایت کے راستے [illegible] رہتا تھا، یہ کہا کہ: یہ ہے میرے پاس، جو میں نے اس کو بہکا بھٹکا کر عذاب کے لئے برساختہ اور آمادہ کر رکھا ہے اور دلیل اس پر کہ قرین (ساتھ والے) سے مراد شیطان ہے یہ آیت ہے: وَمَن يَعْشُ

ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَ
اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

یعنی جو رحمان کے ذکر سے آنکھ چرائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اور یہ شیطان ان کو روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں۔ اور قرین جب اپنی یہ بات جو اس کے خلاف ایک طرح کی شہادۃ ہے، کہہ لے گا، تو اللہ تعالیٰ ہانکنے والے اور گواہ کو کہے گا: تم ہر ایسے شخص کو جو خدا کی نعمتوں کا منکر، ناشکر گزار، حق کا مخالف، حق سے اجتناب کرنے والا، خلق خدا پر بھلائی کو روکنے والا، اپنے ہاتھ سے بھی اور غیروں کے ہاتھوں سے بھی، خواہ مال کی تشکل میں ہو یا معونت کی شکل میں، مخلوق پر اپنے دست و زبان سے تعدی کرنے والا، جو ان کے حقوق اور ان کے معاملات میں حق سے تجاوز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے معاملے میں شک کرنے والا، جس نے اللہ کے ساتھ جو ہر شے کا خالق ہے اس کی ایسی مخلوقات کو معبود ٹھہرایا جس کو اس کے نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں، اس کو اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں شریک گردانتا رہا، اور اپنی حاجات و مشکلات میں اپنے پروردگار سے استدعا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے بھی مانگتا اور ان کی بھی دہائی دیتا رہا، سو اس کو اس کی ان بد اخلاقیوں، اور مشرکانہ عقیدوں کی سزا پانے کے لئے دوزخ میں ڈال دو۔

قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَا اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۝
قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝ مَا
يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ يَوْمَ نَقُوْلُ
لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَـْٔتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝

ترجمہ: اوس ساتھ والے نے کہا: اس کو میں نے شرارت میں نہیں ڈالا، پر یہ دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ فرمایا: میرے سامنے جھگڑا نہ کرو، اور میں پہلے ہی وقوع عذاب کی خبر دے چکا ہوں بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں بندوں پر ستم پیشہ نہیں ہوں۔ جس دن ہم کہینگے دوزخ سے، تو بھر

بھی چکی؟ وہ کہیگی: ہے کچھ اور بھی؟

تفسیر جب شیطان نے اس مجرم کے حق میں کہا: "یہ ہے جو میرے پاس تیار ہے" اور خطرناک مقام پر جہاں وہ اس کی نصرت کا امید وار تھا اس نے اس کے خلاف اس کی گمراہی کی گواہی دی تو انسان نے کہا: اے میرے رب! اسی میرے ساتھی نے مجھے راہ حق سے بہکایا، اور بدی کا راستہ مجھے اچھا کر دکھایا۔ اس بیان سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ اپنے برے انجام کو شیطان کے سر منڈھ کر، اور در اپنی گمراہی کا عذر پیش کرکے، عذاب شدید سے بچ جائے۔ اس پر شیطان نے کہا: اے رب ہمارے! میں نے تو اسے کو سرکشی اور حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی میں نہیں ڈالا، مگر یہ خود ہی طریق حق سے نفور اور دور دور رہتا تھا تو میں نے بھی اس کو دعوت دے دی۔ اس نے میری طلب کو مان لیا، حالانکہ اگر یہ چاہتا تو میری طلب کو رد کر سکتا تھا، اور اگر میں اس کو طریق حق پر پاتا تو مجھے اس کی گمراہی کی طمع کہاں ہو سکتی تھی۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (ترجمہ) یقیناً جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کوئی تسلط نہیں بجز ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کریں وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ (ترجمہ) اور میرا تم پر بجز اس کے کوئی تسلط نہ تھا کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا بلاوا مان لیا۔ اب تم مجھے برا نہ کہو اپنے آپ کو برا کہو۔ جب انسان اور شیطان حساب عادل اور حکم فاصل کے مقام پر جھگڑنے لگے تو اللہ نے ان کو کہا: تم میرے پاس جھگڑا نہ کرو، اس کا کوئی فائدہ نہیں، میں تمہیں پہلے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان پر پیغام پہنچا چکا ہوں: کہ دوزخ اس شخص کی جزا ہے جو مجھ سے کفر اور نافرمانی کرے اور قرآن اور قرآنی کو اپنا امام نہ بنائے۔ تو اب تم نہ تو میرے عفو کی طمع رکھو کہ تم نے مجھ سے دشمنی رکھی ہے، اور نہ میری جنت کی اس لئے کہ تم نے میری نافرمانی کی ہے، پس میرا قول تمہارے لئے متغیر نہ ہوگا، اور میری قضا تمہارے لئے تبدیل نہ ہوگی کیونکہ یہ ایسی قضا ہے جس کی بنیاد عدل پر ہے۔ وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا اور ہر ایک کو بلحاظ ان اعمال کے جو انہوں نے کئے درجے ملینگے۔ اور میں اپنے بندوں کے حق میں ستمگار

نہیں ہوں کہ ان میں سے کسی کو بغیر کسی جرم کے سزا دوں، یا کسی دوسرے کے گناہ میں اسکو گرفتار کروں یا ان کے بدکاروں کو، نیکو کاروں کے، اور خبیثوں کو بھلے لوگوں کے برابر کر دوں۔ بلکہ میری جنت پرہیزگاروں کے لئے ہے، اور میری آگ گنہ گاروں کے لئے۔ بلا شک جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہو گی جس میں نہ وہ مرے گا نہ جیئے گا۔ اور جو کوئی اس کے پاس مومن ہو کر آئے گا اور اس نے بھلائی کے کام کئے ہونگے تو یہی ہیں جن کے لئے اونچے اونچے درجے ہونگے۔ پس قیامت کے دن تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا، جس دن وہ جہنم سے کہے گا کہ کیا تو جنوں اور انسانوں سے بھر چکی؟ جیسا کہ اس بارے میں میرا بول ہو چکا ہے، اور اسی کو میری حکمت اور عدالت چاہتی ہے اور جہنم کہے گی کہ مجھ میں زیادتی کے لئے بھی کوئی جگہ بچی ہے؟ میں اپنے سارے کناروں سے بھر چکی ہوں، اور میرے رب کا بول پورا ہو چکا ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر کر رہوں گا۔

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝

(ترجمہ) "اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی دور نہ رہے گی۔ یہ ہے جس کا تمہیں وعدہ ملا تھا۔ ہر یاد رکھنے والے، رجوع رہنے والے کے لئے۔ جو کوئی رحمٰن سے ان دیکھے ڈرا اور رجوع ہوتے والا دل لیکر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشگی کا دن ہے۔ ان کو جو کچھ وہ چاہینگے ملے گا، اور ہمارے پاس زیادہ بھی ہے۔"

تفسیر جس طرح وہ مجرم جن کے اوصاف بیان ہو چکے ہیں، جہنم میں ڈالے گئے تھے، اسی طرح جنت جو دار قیامت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے اور اپنے سچے ایمان اور نیک عملوں کو عذاب سے بچنے کے لئے اپنی ڈھال بناتے رہے، قریب کر دی جائے گی۔ سو جنت انکے بہت قریب کر دی جائے گی۔ ان کی پہلے بھیجی ہوئی نیکیوں کی مکافات کے لئے، اور ان سے کہا جائے گا، یہ

وہی جزا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ ہوا تھا۔ اب تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اس کا وعدہ ہر اللہ کی طرف رجوع لانے والے، گناہوں سے توبہ کرنے والے، اور قرآن پر قائم رہنے والے سے ہوا تھا، جو دنیا میں رحمٰن سے آن دیکھے ڈرتا رہا۔ اور اس کی مہربانی کی وسعت کے علم نے اس کو اس کی اطاعت میں سستی یا معصیت کے ارتکاب پر آمادہ نہ کیا۔ بلکہ اس رحمت کی وسعت کو جاننے کے باوجود وہ اس سے ڈرتا رہا اور ایسا دل اس کے پاس لاتا رہا جو گناہ پر نفس کو ملامت کرتا رہے اگر اس سے اس کا صدور ہو۔ اور نیکی پر اس کو ابھارتا رہے اگر وہ اس میں سستی کرے۔ یہ متقی لوگ جن کے اوصاف اللہ نے بیان فرمائے، جب جنت ان کے قریب لائی جائے گی اور وہ اس میں داخل ہونا چاہیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اس میں دنیا کے غموں، فکروں اور اس کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ یہ دن جس میں تم اس کے اندر داخل ہوتے ہو یہی ان نعمتوں میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے، جس کی کوئی حد نہایت نہیں۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِيْنَ اور ان کو جنت میں جو کچھ وہ چاہیں گے، اور جو چیز ان کے دلوں کو بھائے گی اور آنکھوں کو خوش آئے گی سب ان کو ملے گی۔ اور علاوہ اس کے جو وہ چاہیں گے اللہ کے پاس اور بھی انعامات ہونگے جن کو وہ نہیں جانتے ہونگے۔ جو اللہ تعالےٰ انہیں محض اپنے فضل سے عطا فرمائے گا۔ فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ اس میں ایسی ایسی چیزیں ہونگی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل پر ان کا خیال گزرا۔ اور ان کے لئے یہ نعمت کافی ہوگی کہ ان کے تر و تازہ چہرے اپنے پروردگار کے دیدار میں محو ہونگے۔ بارالٰہا! ہمیں اپنے متقی بندوں میں سے بنا لے جو تیری جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائیں گے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝

(ترجمہ) اور ہم نے کتنے ہی قوموں کے لوگ تباہ کر دیئے جن کی گرفت ان سے زیادہ شدید تھی پھر انہوں نے چھان مارے ملک، ہے کوئی بھاگنے کا ٹھکانا؟ بے شک اس میں چتاونی ہے اس کو جس کے پاس دل ہو یا وہ دل حاضر کر کے کان لگائے۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے یہ بیان کر دینے کے بعد کہ اس نے ضدی کافروں کے لئے وعید کے دن کیا کیا۔ دردناک عذاب تیار کر رکھے ہیں، یہ بیان فرمایا کہ یہ لوگ حیات دنیا میں بھی سزا سے بچے نہیں رہ سکتے جیسا کہ اس نے ان قوموں کو سزا دی تھی جنھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا، پس فرمایا: تم سے پہلے بہت سی رفتہ و گزشتہ امتیں ایسی تھیں جن کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا، اور وہ قوت و سطوت میں بھی تم سے بڑھی چڑھی ہوئی تھیں، وہ بہت ملکوں میں گئیں، اور ان کو فتح بھی کر لیا، اور ان میں ان کا بول بالا رہا۔ پھر دیکھو جب اللہ کا قہر ان پر ٹوٹا تو ان کی یہ عالمگیری اور کشور کشائی ان کے کس کام آئی؟ اور ان کو اللہ کے قہر سے بھاگ کر جان چھپانے کی کونسی جگہ ملی؟ انہیں کوئی ایسا ٹھکانا دستیاب نہ ہوا جہاں چھپ کر عذاب الٰہی سے محفوظ ہو سکیں۔ اگر تمہاری قوم اسی طرح غلط روی میں کھنچتی چلی گئی اور اپنی تکذیب سے باز نہ آئی تو یہی روز بد ان کے سامنے ہے، پھر فرمایا: جو حالات متقی اور مجرم لوگوں کے قیامت کے دن پیش آنے والے ہم نے ذکر کئے ہیں اور جھٹلانے والوں کو تباہ و ہلاک کرنے کے متعلق جو قانون ان سے بیان فرمایا اس میں ایسے شخص کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو پند پذیر دل اور عاقبت اندیش عقل رکھتا ہو یا ان واقعات کو ہوشمندی اور دل کی حاضری کے ساتھ سنے اور جو کچھ سنے اس کو سہو و غفلت سے الگ ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۵

(ترجمہ) اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور ہم کو کچھ تکان نہ چھوئی۔

وابستہ ہیں۔ اور ہم نے سات آسمانوں کو اور ستاروں کو جو ان کے سلسلے میں

تفسیر | اور زمین کو اور اس کی معدنیات کو اور زمین و آسمان کے مابین جو حیوانات
ات، دریا، سمندر، بادل، ہوائیں اور دوسرے لاتعداد عوالم ہیں، ان سب کو چھ دن کی
دار میں بنایا اور ہم کو کسی قسم کی کمزوری اور تھکان دامن گیر نہ ہوئی، تو کیا ہم انسان کو
بارہ پیدا کرنے سے عاجز رہ جائینگے؟

اَوَ لَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰى
نْ يُّحْيِىَ الْمَوْتٰى ۔ بَلٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا،
اور ان کے پیدا کرنے میں نہ تھکا، اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے، کیوں نہیں؟
وہ تو ہر شے پر قادر ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ
الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۞ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۞

(ترجمہ) سو تو جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کے مقابل جما رہ، اور اپنے رب کی ستائش آمیز پاکی
طلوع آفتاب کے پہلے اور غروب کے پہلے پکارتا رہ، اور رات کے ایک حصے میں اسکی پاکی
بولا کر اور سجدے کے پیچھے بھی۔

تفسیر | جب یہ واضح ہوچکا، اے محمدؐ! کہ یہ جو کفار کا کہنا ہے: هٰذَا شَىْءٌ عَجِيْبٌ،
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۔ قول باطل ہے جس کی
پشت پر کوئی دلیل نہیں، یہ تو ان کی طبیعت کا عناد اور نیت کا فساد ہے جس نے انکو اس
یاوہ گوئی پر آمادہ کیا ہے، تو تم کو چاہیئے ان کی اس گفتار ناہنجار پر صبر کرو، اور اللہ کی تسبیح
و تقدیس میں مشتغل، اور اس کی نعمت عظمٰی پر جو مرحمت ہوئی ہے ثنا گو اور شکر گزار رہو۔ اور
یہ بھی منجملہ اس کی تسبیح و تنزیہ کے ہے: کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر پڑھا کرو، اور سورج
چھپنے سے پہلے ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیا کرو، اور اول شب میں نماز شام و عشا کی اقامت

کرتے رہو، اور نمازوں کے پیچھے اور سجدوں کے درمیان بھی اس کی تسبیح کیا کرو۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝

(ترجمہ) اور کان لگا کر سن، جس دن ندا کرنے والا قریب جگہ سے ندا کرے گا، جس دن سنیں گے چنگھاڑ درحقیقت، وہ ہے نکل پڑنے کا دن۔

تفسیر: اللہ فرماتا ہے: اور قیامت کی خبریں سن، جس دن پکارنے والا ایک قریب مکان پر مردوں کو ان کی قبروں سے پکارے گا جہاں سے اس کی پکار انہیں پہنچ سکے گی، اور وہ بہت بلند آواز اپنے مرقدوں سے سنیں گے۔ وہ دن ہوگا جلانے، اٹھانے اور قبروں سے نکال کر کھڑا کرنے کا۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۙ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝

(ترجمہ) ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں، اور ہم تک ہی سب کو پہنچنا ہے ۝ جس دن پھٹ جائے گی زمین ان پر سے جھٹ پٹ، یہ اکٹھا کرنا ہم پر آسان ہے ۝

تفسیر: اللہ فرماتا ہے: ہمیں مردوں کو زندہ کرتے اور زندوں کو موت دیتے ہیں اور ہر پھر کر ان کو ہمارے ہی پاس قیامت کے دن حاضر ہونا ہے، جس دن زمین ان پر سے کھل جائے گی تو وہ اپنی قبروں سے تیزی کے ساتھ موقف حساب کی طرف دوڑ پڑیں گے، اس موقف میں تمام اولین و آخرین کو جمع کرنا ہم پر بہت سہل ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

(ترجمہ) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تو ان پر زبردستی کرنے والا نہیں ہے سو تو قرآن سے اس کو جو میرے ڈرانے سے ڈرے نصیحت کرتا رہ۔

اللہ فرماتا ہے: ہم خبر ہی جانتے جو جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، جیسے اللہ کی آدمیوں کو.

تفسیر: جھٹلانا، بشر کے ہاتھ پر رسالت کے آنے کو نرالا سمجھنا، دوبارہ زندگی کو بعید از عقل کہنا، تو کوئی ان پر قہرمان نہیں ہے کہ ان کے کذب و افترا کی سزا دے تو تو بشیر و منذر ہے اور تو تو محض مرشد و مذکر ہے۔

بس تیرے ذمے ہے پہنچا دینا اور ہمارے ذمے ہے حساب لینا۔ تو بس تو قرآن کا وعظ سنا، کہ قرآن روحوں کی غذا اور دلوں کی شفا ہے۔ تو اس کو قرآن سے نصیحت کر جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے جس سے اس نے اپنے عاصیوں کو ڈرایا ہے اور اس کی وعید یہی دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ہے، لیکن جو اپنے رب سے نہیں ڈرتا اس کو سمجھانا سود مند نہیں ہے

اے واعظین امت! آپ نے اللہ کا حکم سنا کہ وہ ہمیں قرآن کے ذریعے وعظ کرنے کا ارشاد کرتا ہے، آپ سے یہی متوقع ہونا چاہیئے کہ آپ کتاب اللہ کو اپنا ہمداستاں اور اپنے وعظوں کی بنیاد، درسوں کا مادہ اور خطبوں کا منبع بنائینگے۔

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۲۰)

عَنْ عَائِشَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ، فَلْيَرْقُدْ، حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّهٗ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ +

ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اونگھے تم میں سے کوئی اور وہ نماز پڑھ رہا ہو، تو اسے سو جانا چاہئے، یہانتک کہ جاتی رہے اس سے نیند۔ اس لئے کہ کوئی تمھارا جب نماز پڑھتا ہو اور اونگھ رہا ہو تو اس کو اس کی سدھ نہ رہیگی کہ شاید گناہوں کی معافی چاہتا چاہتا اپنے آپ کو گالیاں دینے لگ جائے +

تشریحات نَعَسَ يَنْعَسُ وَيَنْعُسُ نَعْسَةً وَاحِدَةً فَهُوَ نَاعِسٌ۔ نُعَاس (اسم) اُونگھ۔ جمع نُعَّسٌ جیسے رَاكِعٌ کی جمع رُكَّعٌ۔ وَالْمَرْءَةُ نَاعِسَةٌ وَالْجَمْعُ نَوَاعِسُ۔ وربما يُقَالُ نَعْسَانُ وَنَعْسٰى حَمْلًا عَلٰى وَسْنَانَ وَوَسْنٰى. وَكَثِيْرًا مَا يُحْمَلُ الشَّيْءُ عَلٰى نَظِيْرِهٖ۔

نُعَاس، نَوْم سے ہلکی ہوتی ہے، اس کی علامت ہے حاضرین کی بات چیت سنا اگرچہ اس کو سمجھ نہ سکے۔

وَهُوَ يُصَلِّيْ: جملہ اسمیہ حالیہ، واو اور ضمیر سے پیوستہ۔ ذوالحال اَحَدُ۔ وَهُوَ قَيْدٌ فِيْ

فِیْ نَعَسَ ۔ اَیْ نَعَسَ بِقَیْدِ کَوْنِہٖ یُصَلِّیْ کیونکہ حال قید ہوتا ہے اپنے عامل کی، اور وصف ہوتا ہے ذوالحال کا ۔

فَلْیَرْقُدْ : اَیْ فَلْیَنَمْ : (تو سو جائے) یعنی جب ایسا ہو کہ کوئی نمازی نماز پڑھتے پڑھتے اونگھنے لگ جائے تو اس کو اپنی نماز سلام کے ساتھ پوری کرنے کے بعد سو جانا چاہیئے، نہ یہ کہ اس کو قطع کردے ۔ خلافاً للمھلّب ۔

مُہَلَّب نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو نماز توڑ دینے کا حکم ہوا ہے، ہاں یہ حکم اس حالت میں بجا ہے کہ نیند اتنا غلبہ کرلے کہ نمازی جو کچھ پڑھے اسکو سمجھ نہ سکے اس حالت میں نماز توڑ لینی چاہیئے، اسی طرح نماز نفل بھی توڑ دینی چاہیئے ۔ اور سو جانے کا حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ نمازی اپنے لئے بھلائی مانگتے مانگتے بیہوشی اور بے خبری میں برائی مانگنے لگ جائے ۔

حَتّٰی یَذْھَبَ : غایۃ ہے فَلْیَرْقُدْ کی ۔ اور فَاِنَّ اَحَدَکُمْ علت ہے فَلْیَرْقُدْ کی

وَھُوَ نَاعِسٌ : جملۂ اسمیۂ حالیہ، پیوستہ واؤ اور ضمیر سے ۔ اور صاحب الحال ضمیر ہے، جو صلّٰی میں مستتر ہے ۔

سوال: اولاً لفظ ماضی (نَعَسَ) اور ثانیاً لفظ اسم فاعل (نَاعِسٌ) کیوں لایا گیا ؟

جواب: اس لئے کہ اس میں بات کی زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے ۔ اس صیغے سے اس پر مُتَنَبِّہ کرنا مراد ہے ۔ لہٰذا نِی درجہ کی اونگھ کا طاری ہو کر جاتے رہنا مقصود نہیں بلکہ اسکا اس حد تک ثبوت مراد ہے کہ نمازی جو کہے اس کو سمجھ نہ سکے، اور جو پڑھے اس کو جان نہ سکے

لَایَدْرِیْ : لَایَعْلَمُ وہ نہ جانے کہ منہ سے کیا نکلتا ہے ۔

لَعَلَّہٗ : معلق ہے لَایَدْرِیْ کے ساتھ ۔ اور ضمیر اس کی عائد ہے مصلّی پر ۔ یعنی شاید کرے تو استغفار، یعنی ہو تو اللہ سے مغفرت کا امیدوار ۔ اور اس کو معلوم نہ ہو سکے کہ وہ استغفار کر رہا ہے یا بجائے استغفار کے اپنے حق میں بددعا کر رہا ہے ۔

فَيَسُبُّ نَفْسَهُ : یعنی اپنے آپ کو بد دعا دے - یَسُبُّ بالرفع ، عطف ہے یَسْتَغْفِرُ پر ، اور بالنصب منصوب ہے اَنْ مضمرہ سے - اس فا کے بعد جو ترجی کے جواب میں واقع ہوتی ہے بطورِ وجوب - ان دونوں وجہوں کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے : لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى - تنفع کی قرأت عاصم نے نصب سے اور باقیوں نے رفع سے کی ہے -

مسائل :- اس میں اختلاف ہے کہ نیند بذاتِ خود وضو شکن ہے یا شکستِ وضو کے گمان کا سبب ہے -

ابن المنذر نے بعض صحابہ اور تابعین سے نقل کیا ہے - اور یہی اسحٰق ، حسن ، مزنی وغیرہم کا قول ہے کہ نیند خود بخود بہر حال اور بہر صورت وضو توڑ دیتی ہے - پھر آگے چل کر ان کے دو گروہ ہو جاتے ہیں - زہری ، مالک اور احمد اپنی ایک روایت میں اس طرف گئے ہیں کہ تھوڑی نیند وضو نہیں توڑتی - اور بعض کہتے ہیں کہ نیند مطلقاً وضو توڑ دیتی ہے ، اِلّا اس شخص کی نیند جو اپنی جگہ پر جم کر بیٹھا ہو - اور یہ امام شافعیؒ اور ابی حنیفہؒ کا مذہب ہے - اور ابو موسیٰ اشعریؓ ، ابن عمرؓ اور مکحولؒ کا یہ مذہب ہے کہ نیند کسی حال میں بھی وضو شکن نہیں ہے - دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اِنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا يَنَامُوْنَ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ - صحابہ رضی اللہ عنہم سوتے تھے پھر نماز پڑھ لیتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے -

(۲۱)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً اَوْ بُقَعًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى بُقَعًا بُقَعًا -

ترجمہ | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ منی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھیں۔ پھر اس کو دیکھتیں دھبے یا دھبوں کی صورت میں اور ایک اور روایت میں ہے: دھبے دھبے۔

تشریحات | بُقَعًا جمع بُقْعَۃٌ : داغ دھبہ۔

مسائل | اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب نجاست کو پانی سے دھویا جائے اور اس کا جرم دور ہو جائے اور رنگ باقی رہ جائے تو نجاست رفع ہو جاتی ہے اور یہ بات امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کے مذہب پر ہے جو نجاست منی کے قائل ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں جو اس کی طہارت کے قائل ہیں یہ دھونا اس گھناؤنی چیز سے صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے ہوگا۔ واجب ہونے کے سبب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل اس کا دھونا امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے خواہ تر ہو یا خشک ہو۔ امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک اگر خشک ہو تو اس کا رگڑنا اور چھیل ڈالنا واجب ہے اور اگر تر ہو تو دھونا اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نہ تو اس کا دھونا واجب ہے اور نہ رگڑنا اور چھیل ڈالنا مطلقاً۔ ...... بخاریؒ نے اس حدیث کا ذکر اِذَا غَسَلَ الْجَنَابَۃَ اَوْ غَیْرَهَا فَلَمْ یَذْهَبْ اَثَرُہٗ کے باب میں کیا ہے۔

(۲۲)

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَتْ اِحْدٰنَا تَحِیْضُ ثُمَّ تَقْرُصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُہٗ وَتَنْضَحُ عَلٰی سَائِرِہٖ ثُمَّ تُصَلِّیْ فِیْہِ۔

ترجمہ | ہم میں کسی کو پھول آتے تھے، تو وہ قطع کرتی تھی خون کو اپنے کپڑے سے اپنے طہر کے وقت۔ پھر اس کو دھو ڈالتی اور اس کے باقی حصے پر پانی چھڑکتی، پھر اس

تشریحات

تَقْرِصُ: قطع کرتی ہے۔ ایک روایت میں تَقْتَرِصُ بروزن تَفْتَعِلُ آیا ہے یعنی اکھاڑتی ہے اپنے ناخونوں یا انگلیوں سے +

قَالَ فِی الْمِصْبَاحِ: قَرَصْتُ الشَّیْءَ قَرْصًا مِنْ بَابِ قَتَلَ لَوَیْتُ عَلَیْہِ بِاِصْبَعَیْنِ: میں نے اسے دو انگلیوں سے مروڑا۔ قَالَ الزَّمَخْشَرِی قَرَصَہٗ بِظُفُرَیْنِ: میں نے اس کی چٹکی لی۔ اور حدیث میں آیا ہے حُتِّیْہِ ثُمَّ اُقْرُصِیْہِ: اس کو چھیل، پھر اُسے انگلیوں سے مل۔ تو قَرْص کے معنے ہوئے اَلْاَخْذُ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ: انگلیوں کے سروں سے پکڑنا۔

وَقَالَ الْجَوْہَرِیُّ: انگلیوں کے سروں سے دھونا ہے اور وہ اکھاڑنا ہے ناخنوں وغیرہ سے۔ وَقَالَ فِی الْمُخْتَارِ: قرص القرصُ بِالْاَظْفَارِ وَبَابُہٗ: نَصَرَ یَنْصُرُ وفی الحدیث: اِنَّ امْرَاَۃً سَاَلَتْہُ عَنْ دَمِ الْحَیْضِ فَقَالَ اقْرُصِیْہِ بِمَاءٍ۔ وَیُرْوٰی: قَرِّصِیْہِ: ایک عورت نے آنحضرتؐ سے خونِ حیض کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا اسے پانی کے ساتھ اپنی انگلیوں کے سروں سے مل کر دھو اور ایک روایت میں قَرِّصِیْہِ آیا ہے۔ قَالَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ قَطِّعِیْہِ بِہٖ +

فَتَغْسِلُہٗ: عَطْفٌ عَلٰی تَقْرِصُ: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نجاست دور کرنے میں پانی کا استعمال ضروری ہے۔ اور جو عائشہؓ نے روایت کیا ہے وہ اس کی تفسیر ہے جو اسماء نے نَضْحِ مَاء کی روایت کی۔ سو مراد نَضْح (چھڑکنا) سے غسل یعنی دھونا ہے۔ اور نضحها علی سائرہٖ میں مذکور ہے۔ اس سے باقی کپڑے پر، جس میں خون نہیں لگا ہے، چھڑکنا ہی مراد ہے، دھونا مراد نہیں اور اس نے ایسا اپنے طیب نفس کے لئے کیا۔

وَتَنْضَحُ عَلٰی سَائِرِہٖ: باقی کپڑے پر جس پر خون نہیں وسواس دور کرنے کیلئے پانی چھڑک لے۔ و ھٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب غسل دم الحیض +

(۲۳)

عَنْ عَائِشَةَ : اَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم : يَارَسُوْلَ اللهِ ! كَيْفَ اَغْتَسِلُ مِنَ الْحَيْضِ ؟ قَالَ خُذِیْ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِیْ بِهَا ـ ثُمَّ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيَا فَاَعْرَضَ بِوَجْهِهٖ اَوْ قَالَ تَوَضَّئِیْ بِهَا ـ فَجَذَبْتُهَا فَاَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم ـ

ترجمہ | عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے : کہ انصار کی ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا : اے اللہ کے پیغمبر ! میں غسلِ حیض کس طرح کروں ؟ فرمایا : ایک چیتھڑا لے جس پر مشک لگا ہوا ہو پھر اس سے صاف کر تین بار ـ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیا کی ، پس اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا (یا فرمایا : اس سے صاف کر) ـ تو میں نے اسے کھینچ لیا ، پھر میں نے اس کو بتلایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بتلانا) چاہتے تھے ـ

تشریحات :-

اَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ : کہ قبیلہ انصار میں سے ایک عورت (نے) ـ اور یہ اسماء دختر یزید پسر سکن خَطِيْبَةُ النِّسَاءِ یعنی عورتوں کی واعظہ تھیں ـ

كَيْفَ اَغْتَسِلُ ؟ غسلِ حیض کی کیفیت سمجھنا چاہتی ہیں ـ

خُذِیْ : لے ـ اپنے جسم اور بالوں پر پانی پہنچانے کے بعد ـ

فِرْصَةً : خرقہ کہ زنِ حائض خود را بدان پاک کند ـ کپڑے کی دھجی ـ روئی کی پھریری ـ

مُمَسَّكَةً : مطلية بالمسك و هو الطيب المعروف ـ مشک اندود ـ کستوری سے لپا ہوا ـ

فَتَوَضَّئِیْ : وضو کے لغوی معنے تنظیف یعنی پاک و صاف کرنا ہے ـ

ثالثاً: قَالَ سے متعلق ہے یا قَالَتْ سے متعلق ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے جو بخاری میں عائشہؓ سے مروی ہے:

اَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الحَيْضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ. قَالَ: خُذِي فِرْصَةً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا، قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا. قَالَ سُبْحَانَ اللهِ! تَطَهَّرِي بِهَا. قَالَتْ عَائِشَةُ رضؓ فَجَذَبْتُهَا، فَقُلْتُ لَهَا: تتبعی بِهَا اَثَرَ الدَّمِ۔ اھ

ترجمہ: کہ ایک عورت نے حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسلِ حیض کے متعلق سوال کیا: تو آپ نے اسے فرمایا کہ کس طرح اس کو غسل کرنا چاہیئے۔ فرمایا: ایک لتہ کستوری والا لے۔ پھر اس کے ساتھ پاک ہو۔ اس نے کہا: میں اسکے ساتھ کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: سبحان اللہ! تو اس کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر۔ عائشہؓ نے کہا: مینے اس کو کھینچ لیا اور کہا: اسکو خون کے نشان پر چلا اھ۔

فَالعَامِلُ فِي ثلاثاً قَالَ اَوْ قَالَتْ عَلَى التَّنَازع،

فَاَخْبَرْتُهَا: پھر مینے اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا کہ بدبو دُور کرنے کے لئے اس قسم کے لتّے سے خون پونچھے اور یہ مندوب ہے، خواہ حائض بیاہی ہو یا بن بیاہی۔ اگر وہ سوگ میں ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو تو ایسا لتّہ استعمال نہ کرے۔

اس حدیث سے نکلتا ہے: کہ

(۱) عالم پوشیدہ امور کا جواب کنایہ میں دے۔

(۲) اور عورت کو اپنے دین کا معاملہ پوچھ لینا چاہیئے۔

(۳) اور سائل کو سمجھانے کے لئے جواب کا دہرانا مناسب ہے۔

(۴) حاذق طالب کو شیخ کی موجودگی میں حسب ضرورت قولِ شیخ کی تفہیم جائز ہے۔

اور اس میں دلیل ہے آنحضرت علیہ السلام کے حسنِ خُلق، کمال بردباری اور حیاداری پر۔

(۲۴)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم قَالَ: اِنَّ اللهَ تَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ : يَا رَبِّ : نُطْفَةٌ ! يَا رَبِّ عَلَقَةٌ !۔ يَا رَبِّ، مُضْغَةٌ ! فَاِذَا اَرَادَ اللهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ : اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى ؟ اَشَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ ؟ فَمَا الرِّزْقُ؟ فَمَا الْاَجَلُ ؟ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ۔

ترجمہ انس بن مالک سے روایت ہے، انھوں نے روایت کیا حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا: اللہ نے موکل کیا ہے رحم پر ایک فرشتہ، وہ کہتا ہے ۔ اے میرے رب! (یہ) نطفہ (ہے) ۔ اے میرے رب (یہ) خون بستہ (ہے) ۔ اے میرے رب! (یہ) لوتھڑا (ہے)۔ پھر جب اللہ تعالٰے چاہتا ہے کہ اسکی بناوٹ پوری کرے، (فرشتہ) کہتا ہے: نر یا مادہ ؟ بدبخت یا خوش نصیب ؟ پھر روزی کیا ہوگی ؟ پھر عمر کیا ہوگی؟ پس لکھتا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں ۔

تشریحات :۔

وَكَّلَ : ابن حجر کہتے ہیں : ہماری روایت میں بالتخفیف ہے : وَكَلَهٗ بِكَذَا: اس کو سپرد کر دیا۔

رَحِم : زہدان، بچہ دان ۔

يَقُوْلُ : عِنْدَ وقوعِ النطفة برائے التماسِ اِتمامِ خلقت و دعاءِ افاضہ صورت کاملہ بر آن۔ وهو على نحو قوله تعالےٰ : قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰى ، قالته تحسرًا او تحزّنًا۔

یَا رَبِّ : بحذفِ یائے متکلم، کیونکہ اصل اس کی یَا رَبِّیْ ہے اور جائز ہے اس میں : یَا رَبَّا و یَا رَبَّ و یَا رَبُّ و یَا رَبَّاہْ !

نُطْفَۃً : بالنصب (بروایت قابسی و ابن عساکر) اور وہ مفعول ہے فعلِ محذوف کا : اَیْ خَلَقْتَ نُطْفَۃً اور بالرفع خبر ہے مبتدا محذوف کی ھٰذِہٖ نُطْفَۃٌ .

لغوی معنے الماء القلیل : تھوڑا پانی ۔

عَلَقَۃٌ : قِطْعَۃُ دَمٍ جَامِدٍ ، لہو کی پھٹکی ۔

مُضْغَۃٌ : قِطْعَۃُ لَحْمٍ بِقَدَرِ مَا یُمْضَغُ : پارہ گوشت لوتھڑا ۔ بوٹی ۔

فَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَقْضِیَ : اَیْ یُتِمَّ ۔

قَضَا : تتمیم ۔ پورا کرنا ۔ وَیُطْلَقُ عَلَی الْاِرَادَۃِ الْاَزَلِیَّۃِ المتعلقۃ بالاشیاء علی ماھی علیہ ازلا (عند الماتریدیۃ) ماتریدیہ کے نزدیک قضا : ازلی ارادہ ہے جو اشیا سے متعلق ہوتا ہے جس طور پر وہ ازل سے ہے اور

قدرۃ : وہ اشیا کا ایجاد کرنا ہے قدرِ مخصوص پر تقدیر کے ساتھ جو انکی ذوات کے بارے میں ارادہ کے موافق معین ہے (عند الاشاعرہ) ۔ پر ماتریدیہ کے نزدیک قدر کے معنی اللہ کا اشیا کو علم کے مطابق ایجاد کرنا ہے ۔

اَذَکَرٌ اَمْ اُنْثٰی : خبر مبتدا محذوف لے اَھُوَ ذَکَرٌ اَوْ اُنْثٰی . وَیَصِحُّ اَنْ یَکُوْنَ مُبْتَدَاءً وَ المُسَوِّغُ لِلْاِبْتِدَاءِ بِالنکرۃ التخصیص باحَدِ الاَمْرَیْنِ اِذِ السوال فیہ التعیین ۔ و للاصیلی ذَکَرًا بالنصب بتقدیر : اَتُرِیْدُ او اَتَخْلُقُ ذَکَرًا او اَتَجْعَلُ ذَکَرًا او اُنْثٰی و کذا : شَقِیٌّ و سَعِیْدٌ .

شَقِیٌّ : اَیْ اَعَاصٍ لک ھُوَ : یعنی تیرا نافرمان ۔

اَمْ سَعِیْدٌ : یا مُطِیع

ما الرِّزقُ : تو کیا ہے رزق اس کا ؟ ای الذی ینتفع به حلالاً اوحراما قلیلا او کثیرا - الرزق : ہر وہ چیز جو اللہ جانداروں کو پہنچاتا ہے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کریں - اس میں علم بھی شامل ہے -

ا الاَجَلُ : وقت مقرر - مدتِ حیات موت تک -

کتُبُ : پس وہ (اللہ تعالیٰ یا فرشتہ) لکھتا ہے یا فَیُکْتَبُ : پس لکھا جاتا ہے -

بَطْنِ اُمِّہٖ : اَیْ فی حال کَوْنِہٖ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ : اس کے شکم مادر میں ہونے کی حالت میں -

ذکرہ البخاری فی باب قول اللہ تعالیٰ : مُخَلَّقَةٍ او غیر مُخَلَّقَہ

(۲۵)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اَبِیْ سَعِیْدٍ صَلَّیَا فِی السَّفِیْنَۃِ قَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّیْ قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلٰی اَصْحَابِكَ تَدُوْرُ مَعَهَا وَ اِلَّا قَاعِدًا -

رجمہ جابرؓ، عبداللہ کے بیٹے اور ابو سعیدؓ سے مروی ہے : ان دونوں نے کشتی میں نماز پڑھی - اور کہا حسنؒ (بصری) نے، تو نماز پڑھ کھڑا ہو کر جب تک شاق نہ ہو (تجھ پر اور) تیرے ساتھیوں پر (کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) کہ تو گھومے ساتھ کشتی کے، ورنہ بیٹھ کر (اگر تجھے اور تیرے ساتھیوں کو دوران سر یا خوف غرق کے سبب مشقت حاصل ہو) نماز پڑھ لے -

سائل : اس اثر کو اور اس سے پہلے اثر کو باب الصلوٰۃ علی الحصیر میں ذکر کیا ہے اور یہ مرفوع نہیں ہے مذکور کیا قسطلانی نے کہ جو کچھ کیا جابرؓ اور ابو سعیدؓ نے وصل کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے

سند صحیح کے ساتھ، اور یہی حسن کا قول ہے۔ اگر ان دونو کو اثر بھی مان لیا جائے تو بھی اس میں شک نہیں کہ جابرؓ اور ابو سعیدؓ دونو صحابی ہیں، سوائے حسن بصریؒ کے، کہ وہ تابعی ہیں۔ اور صحابہ کی انکے اقوال وافعال میں اسلئے پیروی کی جاتی ہے کہ وہ کوئی عمل بغیر شارع علیہ السلام کی توقیف کے بجا نہیں لاتے۔ لہٰذا صحابہ کا فعل وقول حجت ہے۔ یہی مذہب ہے مالکؒ، ابو حنیفہؒ اور احمدؒ کا اور امام شافعیؒ کا قدیم میں، مگر انھوں نے جدید میں مخالفت کی ہے جیسا کہ امام الحرمین نے ورقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے: صحابہ میں ایک کا قول قولِ جدید پر حجت نہیں، اور قدیم کے متعلق حجت ہے، لیکن جب صحابی کا قول یا فعل رائ کی وجہ سے ہو تو اسکو حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر وہ از روئے رائ نہ ہو تو حجت قرار دیا جا سکتا ہے مثلاً ابن عمرو و ابن عباس چار برید کی مسافت میں قصر وافطار کیا کرتے تھے اور صحابہ کا اُمِرْنَا اور نُهِيْنَا کہنا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ابن عمر اور ابن عباس بغیر نبی کریمؐ کی توقیف وتعلیم کے ایسا نہ کرتے تھے۔

(۳۶)

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِيْ مَكَانِ السُّجُوْدِ۔

ترجمہ: مالک کے بیٹے انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تو رکھ لیتا ہم میں سے کوئی کوئی کپڑے کا کنارا گرمی کی شدت کے باعث سجدے کی جگہ میں۔

مسائل:

اس حدیث سے حجت پکڑی ہے امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ اور اسحٰقؒ نے گرمی وسردی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کے جائز ہونے پر اور یہی عمر بن الخطابؓ وغیرہ کا قول ہے +

دُرُوْسُ الْعَرَبِيَّةِ

عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ

(۱)

دَلْتَ يَا عُمَرُ! فَأَمِنْتَ، فَنِمْتَ
أَرْسَلَ قَيْصَرُ الرُّوْمِ رَسُوْلًا إِلَى
رَ بْنِ الْخَطَّابِ لِيَنْظُرَ أَحْوَالَهُ
يُشَاهِدَ أَفْعَالَهُ. فَلَمَّا
خَلَ الرَّسُوْلُ الْمَدِيْنَةَ
سَأَلَ أَهْلَهَا وَقَالَ: أَيْنَ
لِكُكُمْ؟ فَقَالُوْا مَا لَنَا
لِكٌ بَلْ لَنَا أَمِيْرٌ، قَدْ
رَجَ إِلَى ظَاهِرِ الْمَدِيْنَةِ. فَخَرَجَ
الرَّسُوْلُ فِي طَلَبِهِ، فَرَآهُ نَائِمًا
الشَّمْسِ عَلَى الْأَرْضِ، فَوْقَ
الرَّمْلِ الْحَارِّ، وَقَدْ وَضَعَ دُرَّاعَتَهُ
كَالْوِسَادَةِ، وَالْعَرَقُ يَسْقُطُ
مِنْ جَبِيْنِهِ إِلَى أَنْ بَلَّ الْأَرْضَ
فَلَمَّا رَآهُ عَلَى هٰذِهِ الْحَالَةِ

اے عمر! تو نے عدل کیا تو نڈر ہو کر سویا

روم کے بادشاہ نے اپنا کوئی ایلچی عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیجا کہ (جاکر) ان کے حالات کو دیکھے اور ان کے کاموں کا معائنہ کرے۔ سو جب ایلچی مدینہ میں داخل ہوا، تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا "تمہارا بادشاہ کہاں ہے"؟ لوگوں نے کہا: "ہمارا بادشاہ تو کوئی، ایک امیر ہمارا ضرور ہے جو مدینہ کے باہر گیا ہوا ہے"۔ یہ سن کر ایلچی ان کی تلاش میں نکلا، اور (وہاں پہنچ کر) ان کو دیکھا کہ (فرش) زمین پر گرم ریت کے اوپر دھوپ میں سو رہے ہیں، اپنا چوغہ تکیے کی طرح (سر تلے) رکھا ہوا ہے، اور پسینے نے ماتھے کے کنارے سے ٹپک ٹپک کر زمین کو تر کر رکھا ہے۔ جب اس نے ان کو اس

وَقَعَ الْخُشُوْعُ فِیْ قَلْبِهٖ وَقَالَ :	حالت میں دیکھا تو اس کا دل بھر آیا، اور اور بول اٹھا:
رَجُلٌ يَكُوْنُ جَمِيْعُ الْمُلُوْكِ لَا يَقِرُّ لَهُمْ قَرَارٌ فِيْ هَيْبَتِهٖ وَتَكُوْنُ هٰذِهٖ حَالُهٗ ! وَلٰكِنَّكَ يَا عُمَرُ ! عَدَلْتَ، فَاَمِنْتَ فَنِمْتَ۔ وَمَلِكُنَا يَجُوْرُ فَلَاجَرَمَ اِنَّهٗ لَا يَزَالُ خَائِفًا	عمر! تو نے عدل کیا تو نڈر ہو کر سویا۔ اور ہمارا بادشاہ بے انصافی کرتا ہے، خواہ مخواہ اسے ڈرتے رہنا پڑتا ہے۔

تشریح الکلمات :

ظَاهِرُ الْمَدِيْنَةِ : خَارِجُ الْمَدِيْنَةِ + اَلدُّرَّاعَةُ: جُبَّةٌ مَشْقُوْقَةُ المقدم، صوف کا چغہ + اَلْوِسَادَةُ: اَلْمِخَدَّةُ، تکیہ + اَلْخُشُوْعُ : السکون + لَا يَقِرُّ لَهُمْ قَرَارٌ: لا يثبت لهم مكان او لا يثبتون فی مكان۔

اسئلة عن المعانی : (۱) مَنْ اَرْسَلَ رَسُوْلًا ؟ (۲) اِلٰى مَنْ اَرْسَلَ ؟ (۳) لِمَاذَا اَرْسَلَ ؟ (۴) ای بلدة دخلها الرَّسُوْلُ ؟ (۵) مَا سَاَلَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ؟ (۶) مَاذَا قَالُوْا لَهٗ (۷) فَمَا فَعَلَ الرَّسُوْلُ وَمَا رَاٰى ؟ وَمَا صَارَ بِهٖ لَمَّا رَاٰهُ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ ؟

تمارین صرفیہ نحویہ : (۱) افصل الاسماء المبدوءة بحرفٍ شَمْسِيٍّ عَنِ الَّتِیْ اَوَّلُهَا حَرْفٌ قَمَرِيٌّ۔

تنبیہات : اوپر کے سوال کا جواب لکھنے کے لئے آپکو معلوم ہونا چاہئے: کہ کلمہ کیا ہوتا ہے ؛ لفظ کیا ہوتا ہے ؟ یہ تو آپ نے پیام اسلام مئی ۱۹۴۱ء کے صلا پر پڑھ لیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں :۔

سوال: مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَتَرَكَّبُ الْكَلِمَاتُ ؟ کلمات کس شئے کے جوڑ میل سے بنتے ہیں ؟

جواب: كُلُّ كَلِمَةٍ تَتَرَكَّبُ مِنْ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ : ہر کلمہ حروف ہجا کے جوڑ سے بنتا ہے ۔

(ب) مَا هِيَ الْحُرُوْفُ الْهِجَاءِ ؟ حروف ہجا کیا کیا ہیں ؟
حُرُوْفُ الْهِجَاءِ هِيَ : اَلْهَمْزَةُ وَالْبَاءُ وَ التَّاءُ وَ الثَّاءُ وَ الْجِيْمُ وَ الْحَاءُ وَ الْخَاءُ وَالدَّالُ وَ الذَّالُ وَ الرَّاءُ وَ الزَّاءُ وَ السِّيْنُ وَالشِّيْنُ وَ الصَّادُ وَ الضَّادُ وَالطَّاءُ وَ الظَّاءُ وَالْعَيْنُ وَالْغَيْنُ وَ الْفَاءُ وَالْقَافُ وَ الْكَافُ وَ اللَّامُ وَ الْمِيْمُ والنُّوْنُ والواوُ وَ الهَاءُ و الياء ۔

سوال : كَمْ عَدَدًا حُرُوفُ الْهِجَاءِ ۔ حروف ہجا گنتی میں کتنے ہیں ؟
جواب : عَدَدُهَا ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُوْنَ حَرْفًا ۔ وہ گنتی میں اٹھائیس حروف ہیں ۔

الحروف الشَّمْسِيَّةُ : مَا هِيَ الْحُرُوْفُ الشَّمْسِيَّةُ ؟ حروف شمسیہ کیا کیا ہیں ؟
الْحُرُوفُ الشَّمْسِيَّةُ هِيَ ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن + حروف شمسیہ یہ ہیں: ت ث د ذ الخ۔
وَعَدَدُهَا اربعة عشر حرفًا ۔

مَا هِيَ الحروف الْقَمَرِيَّةُ ؟ حروف قمریہ کون کون سے ہیں ؟
هِيَ : ا ب ح ج خ ع غ ف ق ك م و ہ ی + وَ عَدَدُهَا اربعة عشر حرفًا ۔

اوپر کے بیان کا خلاصہ

یہ تو سمجھا گیا کہ ہجا کے حروف اٹھائیس ہیں، اور اٹھائیس میں سے آدھے شمسی ہیں اور آدھے قمری ہیں ۔ اس کے بعد اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ ان اٹھائیس حرفوں میں چودہ کا نام شمسی اور چودہ کا نام قمری کیوں رکھا گیا ؟

سنئے ! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ شمس عربی بولی ... اور قمر چاند کو ... ستارے آسمان پر رات کو بھی ہوتے ہیں اور دن کو بھی رہتے ہیں ... چاند کی روشنی ہو ... اس میں دکھائی دیتے رہتے ہیں، مگر سورج کی تیز روشنی میں ان کی ماند ماند سی ہوتی ہے ... ہستی گم ہو کر رہ جاتی ہے ۔ اس حقیقت کو اپنے ذہن میں رکھکر اب ان حروف کی طرف توجہ فرمائیے :-

آپ نے پڑھ لیا کہ انہیں حروف سے ہر قسم کے کلمے بنتے ہیں، بعض کلموں کے شروع میں اَلْ بھی داخل ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ ... اَلْبَقَرَةُ + اَلتَّحِيَّاتُ وَ الثَّنَاءُ وَ ...

جن کلمات پر یہ اَلْ داخل ہوتا ہے، وہ یا تو ایسے کلمے ہیں جن کے شروع کا حرف پہلے چودہ حرفوں میں سے ہے اور یا ایسے جن کے شروع کا حرف دوسرے چودہ حرفوں میں سے ہوگا۔

پہلی قسم کے کلموں پر جب اَلْ داخل ہوتا ہے، تو اس اَلْ کا لام نہیں بولتا۔ اور اگر ان اَلْ والے کلموں کے پہلے آکر کوئی اور کلمہ ان سے آن ملے تو یہ اَلْ کا اَلِف (ہمزہ) بھی چپ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّيِّبَاتُ ۔
دیکھئے اَلتحیات میں تو الف بولا، کیونکہ شروع میں آکر ملنے والا کوئی دوسرا کلمہ موجود نہیں۔ لیکن الصّلوات اور الطّیبات سے پہلے وَاوْ جو آگئی ہے تو الف بھی ساکت (بلکہ فعلاً ساقط ہی) ہو گیا ہے۔
اسی طرح یہ اَلِف تو دوسری قسم کے کلموں کے پہلے بھی کوئی لفظ آملنے سے خاموش ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن ان پر لَام بہر حال بولتا رہتا ہے جیسے اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ میں۔
اب آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ ان دونوں قسم کے حرفوں کے ساتھ اَلْ کے لَام کی وہی نسبت ہے جو ستارے کی چاند اور سورج کے ساتھ، سو جیسے ستارہ قمر کے ساتھ اپنا اثر قائم رکھتا ہے اور شمس کے ساتھ گم کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ ل پہلی قسم کے حرفوں کے ساتھ اپنی ہستی عملاً کھو دیتا ہے اور دوسری قسم کے حرفوں کے ساتھ ثابت رکھتا ہے، اس لئے پہلی قسم کے حروف کو حروف شمسیہ اور دوسری قسم کے حروف کو حروف قمریہ کہتے ہیں۔ اب آپ اوپر لکھی ہوئی حکایت میں جو اسماء آئے ہیں، ان میں سے جن کے پہلے حروف شمسیہ آئے ہیں ان کو الگ، اور جو حروف قمریہ سے شروع ہوتے ہیں انکو الگ لکھ سکتے ہیں۔

عُمَرُ بْنُ الخَطَّاب

(۲)

نَمْ أَنْتَ

تُو سو جا

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ:
دَعَانِي عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ذَاتَ لَيْلَةٍ
وَقَالَ: قَدْ نَزَلَ بِبَابِ المَدِيْنَةِ
قَافِلَةٌ، وَأَخَافُ عَلَيْهِمْ إِذَا نَامُوْا
أَنْ يُسْرَقَ شَيْءٌ مِنْ مَتَاعِهِمْ.
فَمَضَيْتُ مَعَهُ، فَلَمَّا وَصَلْنَا
قَالَ لِي: نَمْ أَنْتَ. ثُمَّ إِنَّهُ جَعَلَ
يَحْرُسُ القَافِلَةَ طُوْلَ لَيْلَتِهِ۔

عوف کے بیٹے عبدالرحمن نے کہا:
ایک رات خطاب کے بیٹے عمرؓ نے مجھے بلاکر
کہا، مدینہ کے دروازے پر ایک قافلہ اترا
ہے، اور مجھے ان پر خطرہ ہے کہ
جب وہ سو جائینگے تو ان کا کچھ اسباب چرا
لیا جائیگا. سو میں انکے ساتھ چل پڑا، پھر جب ہم
وہاں پہنچے تو مجھ کو کہا: تو سو جا. پھر وہ
ساری رات قافلے کی نگہبانی کرتے رہے۔

الکلمات: القَافِلَةُ: مُؤَنَّثُ القَافِلِ، وَهِيَ الرُّفْقَةُ الرَّاجِعَةُ مِنَ السَّفَرِ أَوِ المُبْتَدِئَةُ بِهِ تَفَاؤُلًا بِالرُّجُوْعِ۔
مَتَاعُهُمْ: حَوَائِجُهُمْ۔

عُمَرُ بْنُ الخَطَّاب (۳)

رُوَيْدًا رُوَيْدًا بَنِيَّ! قَلِيْلًا
وَيَنْضَجُ الطَّعَامُ فَتَأْكُلُوْنَ۔

ٹھہرو ٹھہرو، میرے بچو! تھوڑی ہی دیر میں
کھانا پک جائے گا تو کھا لوگے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ:
خَرَجْتُ لَيْلَةً قَاصِدًا دَارَ أَمِيْرِ
المُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عبداللہ بن عباس نے کہا، میں ایک شب
امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ کے گھر کا قصد کر
کے نکلا، ابھی آدھی راہ تک ہی

فَمَا وَصَلْتُ إِلَى نِصْفِ الطَّرِيقِ إِلَّا
وَرَأَيْتُ شَيْخًا أَعْرَابِيًّا جَذَبَنِي
بِثَوْبِي وَقَالَ اَلْزَمْنِي يَا عَبَّاسُ!
فَتَأَمَّلْتُ الْأَعْرَابِيَّ فَإِذَا هُوَ أَمِيرُ
الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ وَهُوَ مُتَنَكِّرٌ
فَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهِ وَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
وَقُلْتُ لَهُ: إِلَى أَيْنَ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ أُرِيدُ جَوْلَةً
بَيْنَ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فِي هٰذَا اللَّيْلِ
الدَّامِسِ وَكَانَتْ لَيْلَةَ قَرٍّ.
فَتَبِعْتُهُ، فَسَارَ وَأَنَا وَرَاءَهُ،
وَجَعَلَ يَجُولُ بَيْنَ خِيَامِ الْأَعْرَابِ
وَبُيُوتِهِمْ وَيَتَأَمَّلُهَا، إِلَى أَنْ
أَتَيْنَا عَلَى جَمِيعِهَا، وَأَوْشَكْنَا
أَنْ نَخْرُجَ مِنْهَا. فَنَظَرْنَا وَإِذَا
هُنَالِكَ خَيْمَةٌ فِيهَا امْرَأَةٌ عَجُوزٌ
وَحَوْلَهَا صِبْيَةٌ يُعَوِّلُونَ عَلَيْهَا
وَيَبْكُونَ، وَأَمَامَهَا أَثَافِيُّ عَلَيْهَا
قِدْرٌ، وَتَحْتَهَا النَّارُ تَشْتَعِلُ،
وَهِيَ تَقُولُ لِلصِّبْيَةِ: رُوَيْدًا
رُوَيْدًا بَنِيَّ! قَلِيلًا وَيَنْضَجُ

پہنچا تھا کہ میں نے دیکھا ایک بدوی
شیخ نے میرے کپڑے سے مجھے کھینچ کر کہا:
عباس! میرے ساتھ ساتھ رہو میں
نے جو غور سے دیکھا تو وہ امیرالمومنین
عمرؓ نکلے، بھیس بدل رکھا تھا میں نے
آگے بڑھ کر اسلام علیکم کہا اور پوچھا:
امیرالمومنین! کدھر (کے ارادے ہیں)؟
فرمایا: اس تاریک رات میں عرب قبائل
کے بیچ چکر کاٹنا چاہتا ہوں۔ رات جاڑے
کی تھی، میں بھی ساتھ ہو لیا وہ چلے اور
میں انکے پیچھے رہا۔ وہ عرب کے خیموں
اور گھروں کے بیچ گھومنے اور انکا دھیان
کرنے لگے، یہانتک کہ ہم سب پر آگئے
اور ان سے نکل جانے ہی کو تھے کہ
یکایک ایک خیمہ دکھائی دیا جس
میں ایک بوڑھی عورت ہے۔ اور
اسکے اردگرد کچھ بچے ہیں جو اسی کے سہارے
ہیں اور رو رہے ہیں سامنے اسکے چولھا ہے
جس پر ایک ہنڈیا ہے، اور نیچے اسکے آگ جل
رہی ہے، اور وہ بچوں سے کہہ رہی ہے "ٹھہرو
ٹھہرو میرے بچو! تھوڑی ہی دیر میں کھانا پک جائیگا تو

طَّعَامُ فَنَأْكُلُوْنَ فَوَقَفْنَا بَعِيْدًا
مِنْ هُنَاكَ، وَجَعَلَ عُمَرُ يَتَأَمَّلُ
الْعَجُوْزَ تَارَةً، وَيَنْظُرُ إِلَى
الْأَوْلَادِ أُخْرٰى، فَطَالَ الْوُقُوْفُ
فَقُلْتُ لَهٗ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ!
مَا الَّذِيْ يُوْقِفُكَ؟ سِرْ بِنَا فَقَالَ:
وَاللّٰهِ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَرَاهَا
قَدْ صَبَّتْ لِلصِّبْيَةِ فَأَكَلُوْا
وَاكْتَفَوْا فَوَقَفْنَا وَقَدْ طَالَ
وُقُوْفُنَا جِدًّا. وَمَلِلْنَا الْمَكَانَ
خَوْفًا مِنْ أَنْ تَسْتَرِيْبَ بِنَا
الْعُيُوْنُ وَالصِّبْيَةُ لَا يَزَالُوْنَ
يَصْرُخُوْنَ وَيَبْكُوْنَ، وَالْعَجُوْزُ
تَقُوْلُ لَهُمْ: رُوَيْدًا رُوَيْدًا بَنِيَّ!
قَلِيْلًا وَيَنْضُجُ الطَّعَامُ فَتَأْكُلُوْنَ۔

کھاؤ گے"۔ ہم وہاں سے دور کھڑے رہے اور
عمرؓ کبھی تو بڑھیا کے حال پر غور کرنے لگتے اور
کبھی بچوں کو دیکھنے لگ جاتے اسی طرح
کھڑے کھڑے دیر ہو گئی تو میں نے کہا،
امیرالمومنین! کس بات نے آپ
کو ٹھہرا رکھا ہے؟ آؤ چل دیں، کہا،
قسم ہے اللہ کی، جب تک بڑھیا کو بچوں
کیلئے کھانا ڈالتے اور ان کو کھا کر سیر ہوتے
نہ دیکھ لوں نہیں ٹلوں گا۔ تو بس ہم کھڑے
رہے اور ہمارا قیام بہت دراز ہو گیا اور ہم اس
جگہ سے یہ اندیشہ کر کے اکتا گئے کہ دیکھنے والوں کو
ہم پر شبہ نہ ہونے لگے۔ اور ادھر بچے روتے چلاتے
چلے جاتے تھے اور ادھر بڑھیا انہیں کہتی جا
رہی تھی ٹھہرو ٹھہرو! بیٹا تھوڑی دیر میں
کھانا پک جائیگا تو کھا لینا"۔

اَلْزِمْنِيْ: اِتَّبِعْنِيْ وَلَا تُفَارِقْنِيْ + جَالَ جَوْلَةً: طَافَ +
اَلدَّامِسُ: شَدِيْدُ الظَّلَامِ + قُرٌّ: بَرْدٌ + أَوْشَكَ: كَادَ +
يُعَوِّلُوْنَ: يصرخون و يبكون + أَثَافِيُّ: وَاحِدَتُهَا أُثْفِيَّةٌ، وَهِيَ
الْحَجَرُ تُوْضَعُ عَلَيْهَا الْقِدْرُ + رُوَيْدًا: مَهْلًا + تَسْتَرِيْبُ: تَشُكُّ،
تَتَّهِمُ +

تمارین صرفیه و نحویه :-

(۱) مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَرَکَّبَتْ هٰذِهِ السُّطُوْرُ ؟
هٰذِهِ السُّطُوْرُ تَرَکَّبَتْ مِنَ الْکَلِمَاتِ
یہ سطریں کن چیزوں سے مل کر بنی ہیں؟ یہ سطریں کلمات سے مل کر بنی ہیں۔

(۲) هَلْ کُلُّ الْکَلِمَاتِ فِیْهَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ ؟
لَا ۔ اِنَّهَا مِنْ اَنْوَاعٍ مُخْتَلِفَةٍ
کیا ان میں سب کلمے ایک ہی قسم کے ہیں؟ نہیں وہ مختلف قسموں کے ہیں۔

(۳) کَمْ نَوْعًا الْکَلِمَةُ ؟ کلمے کی کتنی قسمیں ہیں؟
اَلْکَلِمَةُ ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ ۔ کلمے کی تین قسمیں ہیں۔

(۴) اُذْکُرِ اسْمَ کُلِّ نَوْعٍ مِنْهَا ؟ ان میں سے ہر نوع کا نام لو؟
اِسْمٌ وَ فِعْلٌ وَ حَرْفٌ ۔

(۵) مَا هُوَ الْفِعْلُ ؟ فعل کیا ہے؟
اَلْفِعْلُ کَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی مُقْتَرِنٍ بِزَمَنٍ ۔
فعل ایسا کلمہ ہے جس کے معنے سے کسی زمانے کا تعلق ہو۔
تشریح: فعل ہماری زبان میں کام کو کہتے ہیں اور کام کے کرنے یا ہونے کے ساتھ کسی نہ کسی وقت یا زمانے کا تعلق ضرور ہوتا ہے۔ جیسے:۔
قَرَءَ ۔ یَقْرَءُ ۔ اِقْرَءْ ۔ اس نے پڑھا۔ وہ پڑھتا ہے۔ تو پڑھ۔

(۶) مَا هُوَ الْاِسْمُ ؟ اسم کیا ہے؟
اَلْاِسْمُ کَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی غَیْرِ مُقْتَرِنٍ بِزَمَنٍ ۔ اسم ایسا کلمہ ہے جو کسی ایسے مطلب کو ظاہر کرتا ہے جس سے کسی زمانہ کا تعلق نہ ہو۔
اسم: نام کو کہتے ہیں جو الفاظ مخصوص چیزوں، جگہوں وغیرہ کے نام ہوتے ہیں انکا نام اسم ہوتا ہے۔
جیسے، وَلَدٌ ۔ بِنْتٌ ۔ قَلَمٌ ۔ کِتَابٌ ۔ بَلْدَةٌ ۔ مَسْجِدٌ ۔

(۷) مَا هُوَ الْحَرْفُ ؟ اَلْحَرْفُ کَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی بِوَاسِطَةِ الْفِعْلِ اَوِ الْاِسْمِ ۔

حرف ایک کلمہ ہے جو فعل و اسم کے ذریعے کسی معنی کو ظاہر کرتا ہے جیسے گھر (سے) مدرسے (تک) م

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ یَتَرَکَّبُ الکَلَامُ ؟ کس شے سے کلام مرکب ہوتا ہے۔

یَتَرَکَّبُ الکَلَامُ مِنَ الکَلِمَاتِ المُفْرَدَۃِ التِی هِیَ : اَلْفِعْلُ وَالْاِسْمُ وَالحَرْفُ،

کلام ان مفرد کلمات یعنی کلموں سے مرکب ہوتا ہے، جو فعل اسم اور حرف ہیں۔

...لۃ عن المعانی :۔

...مَنْ هُوَ رَاوِی هٰذِهِ الْقِصَّۃَ ؟ (۲) لِاَیِّ شَیْءٍ خَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ

...مَا رَاٰی اِذْ وَصَلَ اِلٰی نِصْفِ الطَّرِیْقِ ؟ مَنْ کَانَ المُتَنَکِّرُ، مَاذَا

...فِی الخَیْمَۃِ ؟ (۵) مَاذَا کَانَتِ العَجُوْزُ تَقُوْلُ لِلصِّبْیَۃِ ؟

عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ

(۴)

رُوَیْدًا رُوَیْدًا الخ

فَقَالَ لِیْ عُمَرُ : اُدْخُلْ بِنَا	پھر عمرؓ نے مجھ سے کہا: آؤ ہم اس کے پاس
...هَا لِنَسْاَلَهَا . فَدَخَلَ وَ	اندر جاکر اس سے پوچھیں، پس وہ اندر گئے
...لْتُ وَرَاءَہٗ ، فَقَالَ لَهَا العُمَرُ :	اور میں (بھی) ان کے پیچھے پیچھے اندر گیا پس
...لَامُ عَلَیْكِ یَا خَالَۃُ ! فَرَدَّتْ	عمرؓ نے اس سے کہا خالہ! اسلام علیکم تجھ پر
...هِ السَّلَامَ اَحْسَنَ رَدٍّ . فَقَالَ	سلامتی ہو! اس نے ان کو سلام کا بہتر جواب
...مَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الصِّبْیَۃِ	دیا تب عمرؓ نے اس سے کہا، کیا بات ہے کہ یہ
...صْرُخُوْنَ وَ یَبْکُوْنَ ؟ فَقَالَتْ	بچے چیختے اور روتے ہیں، اس نے ان سے کہا۔
: لِمَا فِیْهِمْ مِنَ الجُوْعِ . فَقَالَ	اسلئے کہ انکو بھوک لگ رہی ہے، عمرؓ نے اس
: لِمَ لَا تُطْعِمِیْهِمْ مِمَّا فِی	سے کہا۔ انکو ہنڈیا میں سے کھانا کیوں نہیں
...دْرِ ؟ فَقَالَتْ لَهٗ : وَ مَاذَا فِی	دیتیں؟ اس نے ان سے کہا۔ ہنڈیا میں

الْقِدْرِ لِأُطْعِمَهُمْ! لَيْسَ هُوَ إِلَّا عُلَالَةً فَقَطْ إِلَى أَنْ يَضْجَرُوا مِنَ الْعَوِيْلِ، فَيَغْلِبُهُمُ النَّوْمُ وَ لَيْسَ لِي شَيْءٌ لِأُطْعِمَهُمْ فَتَقَدَّمَ عُمَرُ إِلَى الْقِدْرِ وَ نَظَرَهَا، فَإِذَا فِيْهَا حَصْبَاءُ وَ عَلَيْهَا الْمَاءُ يَغْلِي فَتَعَجَّبَ مِنْ ذٰلِكَ وَ قَالَ لَهَا: مَا الْمُرَادُ بِذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ أُوْهِمُهُمْ أَنَّ فِيْهَا شَيْئًا يُطْبَخُ فَيُؤْكَلُ فَأُعَلِّلُهُمْ بِهٖ حَتّٰى إِذَا ضَجِرُوْا وَ غَلَبَ عَلَيْهِمُ النَّوْمُ عُيُوْنَهُمْ نَامُوْا. فَقَالَ لَهَا عُمَرُ: وَ لِمَاذَا أَنْتِ هٰكَذَا؟ فَقَالَتْ لَهٗ أَنَا مَقْطُوْعَةٌ، لَا أَخٌ لِي وَ لَا أَبٌ، وَ لَا زَوْجٌ وَ لَا قَرَابَةٌ. فَقَالَ لَهَا لِمَ لَمْ تُعْرِضِي أَمْرَكِ عَلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَيَجْعَلَ لَكِ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ الْمَالِ؟ فَقَالَتْ لَهٗ: لَا حَيَّا اللّٰهُ عُمَرَ، وَ نَكَّسَ اللّٰهُ أَعْلَامَهٗ، وَ اللّٰهِ إِنَّهٗ ظَلَمَنِيْ. فَلَمَّا سَمِعَ عُمَرُ مَقَالَتَهَا ارْتَاعَ مِنْ ذٰلِكَ وَ قَالَ لَهَا: يَا خَالَةُ بِمَاذَا ظَلَمَكِ

کیا دھرا ہے کہ میں ان کو کھلا دوں؟ وہ تو محض بہلاوا ہے تا وقتیکہ وہ رونے چلانے سے تنگ آ جائیں اور نیند ان پر غالب آ جائے اور میرے پاس انکو کھلانے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے۔ عمرؓ نے آگے بڑھ کر ہنڈیا کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں پتھر کے ٹکڑے ہیں جن پر پانی اُبل رہا ہے۔ عمرؓ نے متعجب ہو کر پوچھا اسکا کیا مطلب ہے؟ بولی میں انہیں پرچا رہی ہوں کہ اس میں کچھ کھانے کی چیز ہے جو پک لیگی تو کھائی جائیگی انہیں اس سے اس وقت تک بہلاتی رہونگی کہ یہ اکتا جائیں اور نیند آنکی آنکھوں پر غلبہ پالے تو سو جائیں عمرؓ نے کہا تیری یہ حالت کسوجہ سے ہے؟ کہا میں بیکس ہوں نہ تو میرا بھائی ہے نہ باپ ہے، نہ شوہر ہے، اور نہ کوئی قرابتدار ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر تو نے اپنا معاملہ امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں کیوں پیش نہیں کیا کہ تیرے واسطے کچھ بیت المال سے مقرر کر دیتے۔ کہنے لگی اللہ عمرؓ کو جیتا نہ رکھے! اللہ اسکے علم کو نگونسار کرے، خدا کی قسم! اسنے تو مجھ پر ستم کیا ہے۔ جب عمرؓ نے اسکی بات سنی تو اس سے ڈرے اور کہا: خالہ عمرؓ نے تم پر کیا ستم کیا ہے؟ اس نے کہا:

عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ ؟ قَالَتْ لَهُ: وَ اللّٰهِ اِنَّهُ ظَلَمَنِیْ، اِنَّ الرَّاعِیَ عَلَیْهِ اَنْ یُفَتِّشَ عَنْ حَالِ كُلٍّ مِنَ الرَّعِیَّةِ، لَعَلَّهُ یُوْجَدُ فِیْهَا مَنْ هُوَ مِثْلِیْ ضَیِّقُ الْیَدِ، كَثِیْرُ الصِّبْیَةِ، وَلَا مُعِیْنَ وَ لَا مُسَاعِدَ لَهُ فَیَتَوَلّٰی لَوَازِمَهُ، وَ یَسْمَحُ لَهُ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ بِمَا یَقُوْتُهُ وَعِیَالَهُ اَوْصِبْیَتَهُ ۔	خدا کی قسم اس نے تو ظلم کیا ہے۔ چوپان کا کام ہوتا ہے کہ رعیت کے ہر فرد کا حال تلاش کرتا رہے، شاید ان میں اسکو کوئی ایسا شخص ملجائے جو میری طرح تنگ دست اور بہت بال بچوں والا ہو، اور اسکا کوئی یار و مددگار نہ ہو جو اس کی ضروریات کا کفیل ہو سکے اور بیت المال میں سے اس کو اتنا دلادے جس سے اسکا اور اسکے کُنبہ کا یا بچوں کا کھانا پینا چل سکے۔

تشریح الکلمات :-

اَلْعُلَالَةُ : مَا یُتَعَلَّلُ بِهٖ : بہلاؤ۔ بہلانے کا ذریعہ + اَلْحَصْبَاءُ : الحصی، سنگریزے
نَكَسَ : قَلَّبَ : اوندھا کیا + اِرْتَاعَ : خَافَ : ڈرا +

تمارین صرفیہ نحویہ :-

(۱) اُكْتُبْ علی حدۃٍ الافعالَ ثُمَّ الاَسْمَاءَ ثُمَّ الحُرُوْفَ ۔
(۲) اِفْصَلِ الاَسْمَاءَ المَبْدُوْءَةَ بِحَرْفٍ شَمْسِیٍّ عَنِ الَّتِیْ اولها حرفٌ قَمَرِیٌّ ۔ (۳) اَفْرِقُوْا بَیْنَ الفِعْلِ وَ الاِسْمِ و الحَرْفِ فِی الكَلِمَاتِ الاٰتِیَةِ بِوَضْعِ رقم ۱ علی الاوّل و ۲ علی الثانی و ۳ علی الثالث :
بَابٌ ۔ نَزَلَ ۔ وَ ۔ لَا ۔ یَحْرُسُ ۔ شَیْءٌ ۔ سِرْ ۔ قُلْتُ

اسئلۃ عن المعانی :

(۱) مَاذَا قَالَ عُمَرُ لِاِبْنِ عَبَّاسٍ ؟ (۲) مَاذَا قَالَ عُمَرُ لِلْعَجُوْزِ بَعْدَ اَنْ سَلَّمَ عَلَیْهَا وَ رَدَّتْ عَلَیْهِ السَّلَامَ اَحْسَنَ رَدٍّ ؟ (۳) فَمَا قَالَتْ لَهُ ؟

(۵) مَاذَا اَجَابَتْهُ عَنْ قَوْلِهٖ لَهَا: بِمَا ظَلَمَكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

(۵)

رُوَیْدًا رُوَیْدًا . . . . . .

فَقَالَ لَهَا عُمَرُ: وَمِنْ اَیْنَ یَعْلَمُ عُمَرُ بِحَالِكِ وَمَا اَنْتِ بِهٖ مِنَ الْفَاقَةِ مَعَ كَثْرَةِ الصِّبْیَةِ؟ كَانَ یَجِبُ عَلَیْكِ اَنْ تَتَقَدَّمِیْ وَتُعْلِمِیْهِ بِاَمْرِكِ۔ فَقَالَتْ: لَا۔ وَاللّٰهِ اِنَّ الرَّاعِیَ الْحُرَّ یَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ یُّفَتِّشَ عَنْ اِحْتِیَاجَاتِ رَعِیَّتِهٖ خُصُوْصًا وَعُمُوْمًا، فَلَعَلَّ ذَالِكَ الشَّخْصَ الْفَقِیْرَ الْحَالِ، الضَّیِّقَ الْیَدِ، غَلَبَهٗ حَیَاءُهٗ وَمَنَعَهٗ مِنَ التَّقَدُّمِ اِلٰی رَاعِیْهِ لِیُعْلِمَهٗ بِحَالِهٖ۔ فَعَلٰی عُمَرَ السُّؤَالُ عَنْ حَالِ الْفُقَرَاءِ فِیْ رَعِیَّتِهٖ اَكْثَرَ مِنْ تَقَدُّمِ الْفَقِیْرِ اِلٰی مَوْلَاهُ لِاِعْلَامِهٖ بِحَالِهٖ وَالرَّاعِیْ الْحُرُّ اِذَا اَهْمَلَ ذَالِكَ كَانَ ظُلْمًا مِّنْهُ وَهٰذِهٖ سُنَّةُ اللّٰهِ وَمَنْ تَعَدَّاهَا

عمرؓ نے اس سے کہا: عمرؓ کو کہاں سے تیری حالت، اور بچوں کی کثرت کے ساتھ تیرے فاقے کی کیفیت معلوم ہو؟ یہ تو تیرا فرض تھا، کہ تو جاتی اور اس کو اپنا حال بتاتی۔ اس نے کہا: نہیں۔ بخدا، یہ تو شریف راعی کا فرض ہے، کہ اپنی رعیت کی ضرورتوں کی خاص و عام طور پر ٹوہ لگاتا رہے۔ اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس محتاج تنگدست پر حیا غالب آئے اور اسکو اپنا حال سنانے کیلئے اپنے راعی کے پاس جانے سے روک دے۔ بنا بریں، رعیت کے غریبوں کا حال پوچھنا غریب کے عرض حال کیلئے اپنے آقا کے پاس جانے سے زیادہ عمرؓ پر فرض ہے. اور شریف راعی جب یہ کام چھوڑ دیتا ہے تو یہ اسکی ستمگاری ہوتی ہے اور یہ اللہ کا ضابطہ ہے

فَقَدْ ظَلَمَ ۔ فَعِنْدَ ذَالِكَ قَالَ لَهَا
عُمَرُ : صَدَقْتِ يَا خَالَةُ ! وَلٰكِنْ
عَلِّلِي الصِّبْيَةَ وَ السَّاعَةَ اٰتِيْكِ ۔
ثُمَّ خَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ وَ
كَانَ قَدْ بَقِيَ مِنَ اللَّيْلِ ثُلُثُهُ
الْاٰخِرُ ۔ فَمَشَيْنَا وَ الْكِلَابُ تَنْبَحُنَا
وَ اَنَا اَطْرُدُهَا وَ اَدْفَعُهَا عَنِّيْ وَ
عَنْهُ، اِلٰى اَنْ اِنْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ
الذَّخِيْرَةِ ۔ فَفَتَحَهُ وَحْدَهُ وَدَخَلَ
وَ اَمَرَنِيْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ ، فَنَظَرَ
يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَعَمَدَ اِلٰى كِيْسٍ
مِنَ الدَّقِيْقِ يَحْتَوِيْ عَلٰى عِشْرِيْنَ
رَطْلًا ۔ فَقَالَ لِيْ : يَا عَبَّاسُ اَحْوِّلْ
عَلٰى كَتِفِيْ ۔ فَحَمَلْتُهُ اِيَّاهُ، ثُمَّ قَالَ
لِيْ : اِحْمِلْ اَنْتَ هَاتِيْكَ جَرَّةَ
السَّمْنِ وَ اَشَارَ اِلٰى جَرَّةٍ هُنَاكَ،
فَحَمَلْتُهَا وَخَرَجْنَا وَ اَقْفَلَ الْبَابَ
وَ سِرْنَا ، وَقَدِ انْهَارَ مِنَ
الدَّقِيْقِ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَعَيْنَيْهِ وَ
جَبِيْنِهٖ ۔

جو اس سے تجاوز کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ اس پر عمرؓ
نے اس سے کہا، خالہ! تو سچ کہتی ہے پر اب تو
بچوں کو بہلا، میں اسی گھڑی تیرے پاس آتا ہوں
پھر وہ نکلے اور میں انکے ساتھ نکلا اور
رات کی پچھلی تہائی رہ گئی تھی، ہم چل
پڑے اور کتے ہمیں بھونکتے تھے اور
میں انہیں دھتکارتا اور اپنے سے اور
ان سے ہٹاتا جاتا تھا، یہانتک کہ ہم ذخیرہ
خانے تک آپہنچے، انہوں نے اسکو اکیلے کھولا،
اندر گئے اور مجھے فرمایا تو میں بھی انکے پاس اندر
چلا گیا وہاں دائیں بائیں دیکھکر ایک بوری کی
طرف ہو لیے جس میں بیس رطل آٹا تھا۔
مجھ کو فرمایا، عباس! اٹھوا کر میرے کاندھے
پر رکھوادو میں نے وہ ان پر لاد دی پھر مجھ
سے کہا، تم وہ گھی کا گھڑا اٹھالو۔ اور
ایک گھڑے کیطرف جو وہاں تھا اشارہ کیا،
میں نے اسے اٹھالیا، ہم باہر نکلے، انہوں نے
دروازے کو قفل لگایا، اور ہم چل پڑے۔ اور
آٹا انکی داڑھی پر، آنکھوں پر، ماتھے پر
گرتا جاتا تھا۔

شرح الالفاظ :۔ (۱) الفاقہ : الفقر : ناداری ۔

(۲) اِنْتَهَيْنَا : وَصَلْنَا : ہم پہنچے + (۳) عَمَدَ : قَصَدَ + اِنْهَارَ : سَقَطَ +

اَسْئِلَةٌ عَنِ الْمَعَانِي :-

(۱) مَاذَا اَجَابَتِ الْعَجُوْزُ عَلٰى قَوْلِ عُمَرَ : كَانَ يَجِبُ عَلَيْكِ اَنْ تَتَقَدَّمِي وَتُعْلِمِيْهِ بِاَمْرِكِ ؟

(۲) مَاذَا فَعَلَ عُمَرُ بَعْدَ دُخُوْلِهٖ بَيْتَ الذَّخِيْرَةِ ؟

تمارین صرفیہ نحویہ :-

اَفْرِقُوْا بَيْنَ الْمَاضِي وَالْمُضَارِعِ وَالْاَمْرِ مِنَ الْاَفْعَالِ الَّتِيْ عَرَفْتُمُوْهَا فِيْ دَرْسِكَ هٰذَا -

اس سبق میں جو جو افعال ماضی، مضارع، امر اور نہی آپ نے پہچانے ہیں ان کو الگ الگ کرو -

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل سطور کا مطالعہ فرمائیے :-

آپ پہلے فعل (کام) کی یہ تعریف پڑھ چکے ہیں کہ فعل ایسے کلمے کا نام ہے جس کے معنوں سے کسی زمانے کا تعلق ہو - زمانے تین مانے گئے ہیں - ایک جو جا چکا، ایک جو چل رہا ہے، اور ایک جو آئیگا - کوئی کام جہان کا ان تین زمانوں سے باہر نہیں رہ سکتا - کیونکہ جو کام بھی تم اپنے ذہن میں لاؤگے یا تو وہ ہو چکا ہوگا - یا ہو رہا ہوگا - یا ہونیوالا ہوگا - تو اس سے ثابت ہوا کہ سارے جہان کے کام ان تینوں زمانوں کے اندر ہی رہتے ہیں، ان تین کے باہر کوئی کام نہیں -

گذرے ہوئے زمانے کو **ماضی** کہتے ہیں -

جو زمانہ حاضر ہے اس کو **حال** کہتے ہیں -

جو زمانہ آنے والا ہے اس کو **مستقبل** کہتے ہیں

جب تم اپنے یا پرائے کسی فعل (کام) کا جس کا لگاؤ گزرے ہوئے زمانے سے ہے اپنے منہ سے ذکر کروگے تو جو لفظ اس کے لئے زبان سے نکالوگے یا قلم سے لکھوگے اس لفظ یا کلمے کو **فعلِ ماضی** کہیں گے -

اگر اس فعل (کام) کا لگاؤ حال کے زمانے سے ہوگا تو اس کے لئے جو لفظ استعمال
، اس لفظ کا نام **فعل حال** ہوگا۔

اگر تم آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا ہونے کا تذکرہ کروگے تو جس لفظ سے
ہ کروگے اس کو **فعل مستقبل** کہینگے۔

مثلاً کھانا، پینا، لکھنا، پڑھنا (أَكْل - شُرْب - كِتَابَة - قِرَاءَة) وغیرہ
، فعلوں کے نام ہیں۔ تم مختلف زمانوں میں اسمٰعیل کا ان فعلوں کو کرنا بیان کرنا چاہتے
تو حسب ذیل صورت میں بیان کروگے۔

ماضی	حال	مستقبل
كَلَ اِسْمٰعِيْلُ	يَأْكُلُ اِسْمٰعِيْلُ	يَأْكُلُ اِسْمٰعِيْلُ
اسمٰعیل نے کھایا)	(اسمٰعیل کھاتا ہے)	(اسمٰعیل کھائے گا)
شَرِبَ اِسْمٰعِيْلُ	يَشْرَبُ اِسْمٰعِيْلُ	يَشْرَبُ اِسْمٰعِيْلُ
اسمٰعیل نے پیا)	(اسمٰعیل پیتا ہے)	(اسمٰعیل پئے گا)
كَتَبَ اِسْمٰعِيْلُ	يَكْتُبُ اِسْمٰعِيْلُ	يَكْتُبُ اِسْمٰعِيْلُ
(اسمٰعیل نے لکھا)	(اسمٰعیل لکھتا ہے)	(اسمٰعیل لکھے گا)
قَرَءَ اِسْمٰعِيْلُ	يَقْرَءُ اِسْمٰعِيْلُ	يَقْرَءُ اِسْمٰعِيْلُ
(اسمٰعیل نے پڑھا)	(وہ پڑھتا ہے)	(وہ پڑھے گا)

ان مثالوں میں دیکھا جاتا ہے کہ لفظِ فعل کی شکل ہر زمانے کے تعلق سے
ردو میں کچھ بدل جاتی ہے۔ لیکن عربی فعل کی صورت حال اور مستقبل میں یکساں رہتی
ہے۔ دوسرے لفظوں میں حال اور مستقبل کے معنے حسب موقع بیان کرنے کے لئے
یک ہی لفظ فعل ہے۔ چونکہ یہ ایک ہی لفظ دو زمانوں کے معنوں سے مشابہت
رکھتا ہے۔ اس لئے اس کو فعل مضارع (مشابہ) کہتے ہیں،

یہ تو سمجھا گیا کہ عربی کا ایک فعل، ماضی ہے، دوسرا مضارع جو حال و مستقبل کے معنے دیتا ہے۔ اب اتنی بات باقی رہ گئی ہے کہ ایک قسم لفظ فعل کی اور ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا چاہا جاتا ہے، اس کو **فعل امر** کہتے ہیں۔ مثلاً

ماضی	مضارع	امر
ضَرَبَ (اس نے پیٹا)	یَضْرِبُ (وہ پیٹتا ہے، پیٹیگا)	اِضْرِبْ (تو پیٹ)
قَتَلَ (اس نے مار ڈالا)	یَقْتُلُ (وہ مار ڈالتا ہے یا مار ڈالیگا)	اُقْتُلْ (تو مار ڈال)
کَتَبَ (اس نے لکھا)	یَکْتُبُ (وہ لکھتا ہے یا لکھیگا)	اُکْتُبْ (تو لکھ)

الامثال

Proverbs : کہاوتیں

(۱) اِذَا اَرَادَ، قَضَی الْمُرَادَ :

جب من کی ہو منظوری، مراد کرے پوری + مَن مانے، گھر جانے + کام کرنے کی سو راہیں ہیں، نہ کرنے کی ایک نہیں +

Where's a will there's a way.

(۲) اَللَّبِیْبُ مِنَ الْاِشَارَۃِ یَفْهَمُ :

اشارے سے سمجھ لیتا ہے عاقل +

اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَۃُ :

عقلمند کو اشارہ کافی ہے +

A word to the wise is sufficient.

(۳) کُلُّ شَیْءٍ بِمَشِیْئَۃِ اللّٰهِ : ہر شے خدا کی مرضی پر ہے +

Everything is by the will of God.

) اَلسَّعِیْدُ مَنِ اتَّعَظَ (اِعْتَبَرَ) بِغَیْرِہٖ :
خوش قسمت وہ ہے جو اپنے غیر سے عبرت حاصل کرتا ہے +

The fortunate man is he who takes warning by others.

) اَلشَّقِیُّ مَنِ اعْتَبَرَ بِہٖ غَیْرُہٗ : بدبخت وہ ہے جس سے عبرت پذیر ہو غیر اس کا +

The unfortunate man is he by whom others take warning.

٦) اَلْعَمَلُ ابْنُ الْاِحْتِیَاجِ وَ اُمُّ الصِّحَّتِ :
کام بیٹا ہے ضرورت کا اور ماں ہے تندرستی کی +

Labour is the offspring of want & the mother of health

تبصرہ

معارفِ قرآنیہ : مؤلف کتاب، مولانا مشتاق احمد خاں افغان، فاضل دیوبند، مولوی فاضل، منشی فاضل ہیں۔ تقطیع ۲۰x۲۷/۸، صفحات ۲۸۰، قیمت عہ

ملنے کا پتہ :- دفتر جمعیت المسلمین، لیہ، ضلع مظفر گڑھ، پنجاب۔

موضوع : اس کتاب میں کیا لکھا ہے ؟ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اس میں قرآن حکیم کے معارف و لطائف اور نفائس و حقائق ہیں۔ قرآن حکیم میں تدبر کی تفصیل و تسہیل ہے۔ کلماتِ ربانیہ اور مفردات قرآنیہ کے صحیح معنوں کی آیات بیّنات کی شہادتوں سے تحقیق و تعیین کی گئی ہے، اور غلط فہمیوں کا بڑی تفتیش و تدقیق کے ساتھ ازالہ کیا گیا۔ دورِ حاضر کی مسلمانی کی تعلیم قرآنی کی روشنی میں ہر جہت سے پڑتال کی گئی ہے۔

مقصدِ تالیف: مسلمانوں کی حقیقی اصلاح ہے، خدائے پاک حضرت مصنف کو جزائے خیر دے +

نہایت مفید اور مقبول کتابیں

کتاب	قیمت
اشاعت اسلام: یعنی دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا اور کن خوبیوں کی وجہ سے اس کی اشاعت ہوئی مؤلفہ حضرت علامہ حبیب الرحمٰن	۳ ۱۰ر
تعلیمات اسلام	۱۰ر
فلسفۂ بعثت	۶ر
ابوذر غفاریؓ	عہ
مجاہدین مراکش (بانصویر)	عہ
اخلاق محمدی کامل	عہ
سیرت ختم الانبیاءؐ	۱۰ر
نشر الطیب (سیرۃ النبیؐ)	عہ
شمائل شریف مترجم مولوی عاشق الٰہی	۵

تصانیف حضرۃ مولانا محمد قاسمؒ

کتاب	قیمت
الدلیل المحکم	۲ر
تقریر دلپذیر	عہ
حجۃ الاسلام	۸ر
انتصار الاسلام	۶ر
جمال قاسمی	ار
اللؤلؤ المکنون ترجمہ اردو احادیث قدسیہ مع متن	۲ر

تفاسیر قرآن حکیم اردو

کتاب	قیمت
فتح المقتدر (تفسیر سورۃ المدثر)	۱۰ر
الناموس المفصل (تفسیر سورۃ المزمل)	۴ر
نور الحق (تفسیر سورۃ العلق)	۲ر
ذکریٰ (پارہ عم کی تفسیر)	۲ع
عبرت (سورہ یوسف کی تفسیر)	۱۲ر مجلد عہ
برہان (سورہ نور " ")	۱۲ر مجلد عہ
حبل السلام (اٹھائیسویں پارے کی تفسیر)	۱۲ر
بصائر	۸ر
سبیل الرشاد (تفسیر سورۂ حجرات)	۱۰ر
بیان (تفسیر سورہ آل عمران)	۱۲ر
صراط مستقیم (سورۂ انفال و توبہ)	۲ع
تفسیر غنی	عہ
تاریخ الامم الاسلامیہ عباسیہ (عربی) للخضری (مولوی فاضل کے کورس میں ہے)	لعہ
الشہاب الثاقب فی صناعۃ الکاتب (عربی)	۳ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ علمیہ شہر جالندھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیامِ اسلام
جالندھر شہر

جلد ۱۳ | فروری ۱۹۴۲ء محرم ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲

خُطبہ
فی آدابِ استماعِ القرآن
(قرآن سننے کے آداب پر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ
الْقُرْاٰنَ هُدًی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةً،
وَاَتَمَّ بِهٖ عَلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلَ نِعْمَةٍ، سُبْحَانَهٗ
اَنْزَلَهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ
لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ، تَنْزِیْلٌ مِّنْ
حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ، وَاَشْهَدُ

سب ستائش اس اللہ کے لئے جس نے قرآن
کو مومنوں کے واسطے ہدایت و رحمت (بناکر) آتارا
اور اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر سب سے
بڑھیا نعمت پوری کی۔ پاک ہے وہ ذات برحق جس
نے اسکو بلا کج و خم، عربی قرآن آتارا، باطل نہ تو اسکے
سامنے سے اسکے پاس آسکتا ہے، نہ اسکے پیچھے سے آنے کی
راہ پا سکتا ہے، سراہے ہوئے پختہ کار کا نازل کر[دہ]
میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ سوا اس علیم
کوئی معبود نہیں ہے ؛ اور میں گواہ[ی]

اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ	کہ ہمارے سردار حضرت محمدؐ اللہ کے پیغمبر اور ان سب
خَیْرُ مَنْ تَاَدَّبَ بِاٰدَابِ	سے بہتر ہیں جو قرآن کریم کے آداب سے متأدب ہوئے
الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ	اے اللہ! درود وسلام اور برکت بھیج ہمارے
وَ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ	سردار محمدؐ اور اس کے آل واصحاب
عَلٰۤی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ سَلَكَ	پر اور ان پر جو اس کی سیدھی راہ پر
صِرَاطَہُ الْمُسْتَقِیْمَ ۵	چلے۔
قَالَ تَعَالٰی وَھُوَ اَصْدَقُ	کہا اللہ تعالےٰ نے، اور وہ سب کہنے والوں سے
الْقَائِلِیْنَ: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ	زیادہ راست گو ہے: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس
فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ	کو دھیان دے کر سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم رحم کئے جاؤ
تُرْحَمُوْنَ ۵ وَقَالَ عَزَّ شَاْنُہٗ:	اور فرمایا خدائے عزیز الشان نے: ایمان والے تو وہی ہیں کہ
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ	جب اللہ کو ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں اور
اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا	جب ان پر اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو ان کا
تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ	ایمان بڑھ جائے، اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا
اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۵	رکھتے ہیں۔
عِبَادَ اللّٰہِ! اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْنَا	بندگانِ خدا! اللہ نے قرآن کو ہماری طرف رہنما
الْقُرْاٰنَ ھَادِیًا، یُخْرِجُ النَّاسَ	بنا کر نازل کیا ہے، وہ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ وَدَوَاءً	طرف نکالتا ہے۔ اور دوا بنا کر اتارا، اس کی
فِیْ اٰیَاتِہٖ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔	آیتوں میں دلوں کے امراض کی شفا ہے۔ اور قانون
وَ قَانُوْنًا یُحِقُّ الْحَقَّ، وَ یُبْطِلُ	بنا کر اتارا، جو حق کو ثابت اور باطل کو نابود کرتا ہے
الْبَاطِلَ، یَرْدَعُ الظَّالِمَ وَیَقْطَعُ	ظالم کو دفع اور جور وستم کا قلع قمع کرتا ہے
ظَالِمَ، اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ وَّ	وہ تو نصیحت اور قرآن روشن بیان ہے

قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ - لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔

تاکہ جو کوئی زندہ ہو اس کو ڈرائے اور کافروں پر وعدۂ عذاب پورا ہو جائے۔

اَنْزَلَهٗ لِنَتَدَبَّرَ فِيْ حِكَمِهٖ وَمَعَانِيْهِ، وَنَعْمَلَ عَلٰى اِمْتِثَالِ اَوَامِرِهٖ، وَاجْتِنَابِ نَوَاهِيْهِ، وَنَعْتَبِرَ بِعِظَاتِهِ الْبَالِغَةِ، وَنَسْتَمْسِكَ بِآدَابِهِ الْفَاضِلَةِ "كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔"

اسکو اسلئے نازل کیا ہے، کہ ہم اس کے بھیدوں اور معنوں میں دھیان کریں۔ اور اسکے حکموں کو بجا لانے اور اسکی مناہیوں سے کنارہ کش رہنے پر کاربند رہیں اور اسکی بلیغ نصیحتوں سے عبرت حاصل کریں، اور اس کے عمدہ آداب کو مضبوط پکڑیں"۔ ایک نوشتہ ہے جو ہم نے اسلئے تیری طرف اتارا ہے کہ وہ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور عقلمند سوجھ حاصل کریں"

هٰذَا الْقُرْاٰنُ الْكَرِيْمُ الَّذِيْ سَمِعَهٗ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ يَهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا) وَسَمِعَهٗ بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ فَخَرُّوْا لِبَلَاغَتِهٖ سُجَّدًا، وَهُوَ اَفْضَلُ مُعْجِزَةٍ اَيَّدَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهٗ مُحَمَّدًا، اَحْكَمَ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ، وَاَبْدَعَ لَفْظَهٗ، وَيَسَّرَهٗ لِلذِّكْرِ وَضَمِنَ حِفْظَهٗ: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ٥"

یہ وہ قرآن کریم ہے جس کو جنات کے کچھ اشخاص نے سنا تو کہنے لگے ہم نے ایک نرالا قرآن سنا جو راست روی کی راہ دکھاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے) اور اس کو کچھ مشرکوں نے سنا تو اس کی بلاغت کے آگے سجدے میں گر پڑے، اور وہ عمدہ ترین معجزہ ہے، جس سے اللہ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی، اللہ نے اسکی آیتوں کو محکم، اس کے لفظوں کو بدیع، اور اس کو ذکر کے لئے آسان کیا، اور اس کی حفاظت کا ذمہ لیا: ہمیں نے اس ذکر کو اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِذَا تُلِيَتْ

مومنین کی یہ حالت تھی کہ جب ان پر اس کی

عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ عُيُوْنُهُمْ، وَ تَمْتَلِئُ بِالْخَوْفِ مِنَ اللّٰهِ قُلُوْبُهُمْ، فَيَزْدَادُوْنَ اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ وَ يَقِيْنًا عَلٰى يَقِيْنِهِمْ: يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۵

آیتیں تلاوت ہوتیں تو ان کے چشمہائے چشم سے سیلاب اشک بہ نکلتا، اور ان کے دل خوف سے بھر جاتے، اور ان کا ایمان پر ایمان اور یقین پر یقین بڑھنے لگتا: وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر پڑتے، اور ان کی فروتنی میں افزونی ہوتی جاتی۔

مَا بَالُنَا ضَيَّعْنَا حُرْمَةَ مَجَالِسِهٖ وَ اَهْمَلْنَا فِيْ وَاجِبَاتِهٖ، فَلَمْ نُحْسِنِ الْاِسْتِمَاعَ لَهٗ وَلَا الْاِنْصَاتَ لِاٰيَاتِهٖ وَ حَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ شَانُهٗ: مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۵

اب کیا ہوا کہ ہم نے مجالس قرآن کی حرمت ضائع کر دی، اور اس کے واجبات کو ہم ترک کر بیٹھے سو ہم نے اس کی آیتوں کی طرف کان لگانا اور دھیان دینا چھوڑ دیا، اور ہم پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول ثابت ہو گیا: کہ ان کے پاس جو بھی ذکر ان کے رب کے پاس سے نیا آتا ہے وہ اس کو کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔

مَا بَالُنَا اتَّخَذْنَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَ لَعِبًا وَ مَلْهًى وَ سَمَرًا، نَشْتَغِلُ عَنْ سَمَاعِهٖ بِلَغْوِ الْكَلَامِ، وَ نَجْلِسُ فِيْ مَجْلِسِهٖ بِغَيْرِ احْتِشَامٍ، وَ نَضْحَكُ وَ اٰيَاتُ الْقُرْاٰنِ تُتْلٰى، وَ لَا تَتْرُكُ الْعِظَاتُ فِيْ قُلُوْبِنَا اَثَرًا، لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَرَاَيْتَهٗ

اور کیا بات ہے کہ ہم نے اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا کھیل، تماشا اور کہانی بنا رکھا ہے، ہم اس سے ہٹ کر فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں اور قرآن کی مجلس میں بے باک ہو کر بیٹھتے ہیں، قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور ہم ہنستے ہیں اور قرآن کے وعظ ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں چھوڑتے، اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو تو اس پہاڑ کو دیکھتا

اشِعًا مُنْصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
هِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا
نَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

کہ اللہ کی ہیبت سے دبا جاتا ہے اور پاش پاش ہو رہا ہے۔ یہ کہاوتیں ہم لوگوں سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ وہ سوچیں سمجھیں۔

اَصْبَحْنَا نُقْبِلُ عَلَى اسْتِمَاعِ
وْرَةٍ وَ نُعْرِضُ عَنِ اسْتِمَاعِ
رٰى، اَلَمْ نَاْخُذْ مِنْ اٰيِ
ذِّكْرِ الْحَكِيْمِ عِبْرَةً وَّلَا ذِكْرٰى،
نَتَفَكَّهُ بِالْاَقَاصِيْصِ وَ فِيْهَا
نْ سِيَرِ الْاَوَّلِيْنَ مَوْعِظَةٌ
غَافِلِيْنَ، وَ نَحْسَبُهَا لَهْوًا وَهِيَ
شَدُّ نَذِيْرٍ لِلظَّالِمِيْنَ: وَ مَا
انَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ
اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○

اب ہم ایسے ہوگئے ہیں کہ ایک سورۃ سننے پر توجہ کرتے اور دوسری کے سننے سے منہ پھیرتے ہیں اور ذکر حکیم کی آیتوں سے عبرت گیر اور پند پذیر نہیں ہوتے، ہم قصوں سے دل بہلاتے ہیں حالانکہ ان میں پہلے لوگوں کے حالات غافلوں کی نصیحت کے لئے ہیں۔ اور ہم ان کو شغل سمجھتے ہیں، اور وہ ظالموں کے لئے سخت تنبیہ کرنے والے ہیں: اور تیرے رب کی شان نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے تباہ کردے اور ان کے باشندے شایستہ ہوں۔

يَا عِبَادَ اللهِ! احْذَرُوْا اَنْ
ضَبَ اللهُ لِكِتَابِهٖ، فَيُصِيْبَكُمْ
ذَابِهٖ. اِسْتَحْضِرُوْا عَظَمَةَ
لهِ وَ اَنْتُمْ تَسْتَمِعُوْنَ اٰيَاتِهٖ،

بندگان خدا! اس سے حذر کرو کہ اللہ اپنی کتاب کی خاطر غضب میں آئے تو تم کو عذاب پہنچ جائے۔ جب تم اللہ کی آیتیں سنو تو اس کی عظمت کا تصور کرو۔

شَعُوْا لِصَوْتِ الْحَقِّ: وَاذْكُرُوْا
عْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ مَا اَنْزَلَ
لَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَ الْحِكْمَةِ
ظُكُمْ بِهٖ، وَ اتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْا

حق کی آواز کے آگے فروتن ہو جاؤ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو یاد کرو اور اس کو جو اس نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی جس سے تم کو وعظ کرتا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ

أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۵

ہر چیز کو جانتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَ ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا فرمایا: جمع نہیں ہوتے کچھ ایسے لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کا درس تدریس کرتے ہوں مگر ان پر تسلی نازل ہوتی، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان سے جو اس کے پاس ہیں ان کا ذکر کرتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَنِ اسْتَمَعَ إِلٰى اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا +

اور ابن عباس رضے سے روایت ہے فرمایا: جو کوئی کلام اللہ کی کسی آیت کی طرف کان لگاتا ہے وہ اس کے لئے روشنی بنجاتی ہے۔

تفسیرِ سورۃ النحل

(از حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب)

مقدمہ

ہر بحث میں ایک موضوع ہوتا ہے جسکے احوال ذاتیہ اس بحث کا مرجع اور غایت متصور ہوتے ہیں اور انھی کو اس بحث کا اصل اصول کہا جاتا ہے۔ بیش ازیں جو کچھ بھی اس بحث میں مذکور ہوتا ہے وہ از قبیل مبادی یا توابع ہوتا ہے۔ اسی ضابطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بحثِ قرآنی میں چار امور مرجع و غایت بحث اور اصل اصول نظر آتے ہیں:۔

اوّل مسئلہ اِلٰھیّات: یعنی واجب تعالیٰ کی ہستی اور توحید ذاتی وصفاتی اور قدرت کاملہ۔

دوسرے نبوّت: یعنی ارسال رُسل کا سلسلہ تخلیق آدم سے لیکر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

تیسرے معاد: یعنی بعث و قیامت اور جزاو سزا۔

چوتھے: بندوں کے عقائد و افعال کی اصلاح۔

قرآن کریم نے ان چاروں اصولوں کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے اور مخالفین و منکرین کے شبہات کو دلائل و شواہد سے رد کیا۔ بعد اس مقدمہ ممہدہ کے سورہ نحل کی تفسیر بالاستیعاب شروع کی جاتی ہے۔ ترتیب تفسیر حسب ذیل ہے:۔

اوّل آیت کا ترجمہ تحت اللفظ۔ ثانیًا تراکیب مشکلہ کا حل نحوی۔ ثالثًا حل لغات مشکلہ۔ رابعًا فوائد غریبہ بزیر عنوان (ف)۔

سورہ نحل

قولہٗ تعالیٰ: | اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ |
| آیا حکم اللہ کا پس مت جلدی کرو اس کو |

حلِ نحوی: اَتٰی: صیغہ ماضی بمعنے مستقبل ہے۔ مستقبل قریب الوقوع اور قطعی امر کو ماضی سے تعبیر کرنا فصحا بلغا کا محاورہ ہے تاکہ قربِ وقوع اور قطعیت پر لفظ ہی سے اشارہ ہو جائے۔ باقی ترکیب واضح ہے۔

حلِ لغات: اَتٰی: ماضی۔ معنے آیا۔ مصدر: اِتْیَانًا۔ و اَتْیًا۔ و اِتْیَانَۃً۔ و مَأْتَاۃً۔ از باب ضرب + لَا تَسْتَعْجِلُوْہُ: نہی حاضر از استفعال۔ مجرد عَجِلَ یَعْجَلُ عَجَلًا و عَجَلَۃً۔ عَجِلَ زَیْدٌ = زید نے جلدی کی۔ از عَلِمَ +

حلِ مفہوم آیۃ: اس مقام پر اصل مدعٰی اثباتِ توحید ہے جو آیت آیندہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ آیت اس کی تمہید ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب کو دنیوی و اخروی عذاب خداوندی سے ڈرایا کرتے تھے کہ وہ عنقریب آنے والا ہے۔ منکرین بطور طعنہ کہتے تھے کہ اب تک تو آیا نہیں۔ اگر سچے ہو تو جلدی بھیج دکھاؤ۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں ان کی اس دلیری اور جلد بازی کا جواب آیا کہ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ یعنی عذابِ الٰہی عالم غیب میں تم پر ثابت اور مقرر ہو چکا ہے۔ گو ظہور اس کا کسی حکمت و رحمت سے وقت معین پر ہو گا۔ پھر کس لئے جلدی کر رہے ہو۔

کبھی یہ کہہ دیتے تھے کہ ہم بالفرض مان بھی لیں کہ ہمارے افعال اس قابل ہیں کہ ان پر دنیا اور آخرت میں عذاب ہو سکتا ہے تو بھی ہم جن کی پرستش کر رہے ہیں (یعنی چاند۔ سورج۔ ستارے۔ مورتیں وغیرہ جن کو وہ پوجتے تھے) ہم کو چھڑا لینگے اور عذاب نہ ہونے دینگے کیونکہ یہ خدائی مقدرات کے مختار کل اور شریک کار ہیں۔ اسکے جواب میں فرماتا ہے: سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ: کہ جن کو تم اسکا شریک بناتے ہو اور اسکے مقدورات میں کار مختار تصور کرتے ہو وہ ان سے بری اور پاک ہے۔ اسکے

کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا ۔ قولہ تعالیٰ

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ
اتارتا ہے فرشتوں کو ساتھ وحی کے حکم اپنے سے اوپر جسکے چاہتا ہے
مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۵
بندوں اپنے سے یہ کہ ڈراؤ اس بات سے کہ نہیں کوئی معبود مگر میں پس مجھ سے ڈرو ۔

حل ترکیب نحوی :-

بِالرُّوْحِ : ظرف مستقر منصوب محلاً حال ہے مَلٰٓئِكَة سے ۔ مِنْ اَمْرِهٖ : ظرف منصوب محلاً حال ہے روح سے ۔ اَنَّهٗ الخ : بتاویل مصدر ہو کر مفعول بہ ہے اَنْذِرُوْا کا ۔

حل لغات : مَلٰٓئِكَة جمع ہے مَلَكٌ کی ۔ معنے فرشتہ ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت میں ملٰئکۃ سے صرف جبرئیل فرشتہ مراد ہے ۔ تعظیماً لفظ جمع لایا گیا اور واحد کے لئے لفظ جمع کا استعمال تعظیماً محاورات میں کثیر الوقوع ہے ۔ اور ابن عباس رضؓ ہی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں روح سے مراد وحی اور قران پاک ہے ۔ قرآن مجید میں کئی ایک موقعوں میں روح کا لفظ وحی پر بولا گیا ہے ازانجملہ یہ آیت ہے : كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۔ (ترجمہ) اے نبی کریم اسی طرح ہم نے آپکی طرف اپنے امر کی وحی بھیجی ۔

قرآن کو روح کہنے کی پہلی حکمت : روح وہ نور لطیف ہے جس سے حیات النفوس ہے ۔ جسم ایک کثیف اور ظلمانی چیز ہے خدا تعالیٰ نے جب اس میں روح انسانی ڈالی تو نور کے آثار اسکے حواس خمسہ میں ظاہر ہوئے مگر اس میں بھی کسی قدر تیرگی تھی تو عقل کے ساتھ اسکو منور کیا ۔ لیکن عقل بمنزلہ آنکھ کے ہے ۔ اور آنکھ جب تک کہ آفتاب یا کوئی اور روشنی نہ ہو ہرگز نہیں دیکھ سکتی ۔ اس لئے اس عقل کی ظلمت کو آفتاب وحی سے دور کیا ، پس قرآن مجید ایک ایسا نور ہے جس سے حیات ابدی حاصل ہوتی ہے تو قرآن کریم اور روح ہر دونوں باعث حیات

ہیں۔ قرآن کریم حیاتِ جاوید   کا باعث ہوا اور روح حیات دنیوی کا باعث ہوا پس اسی مشاکلت اور مناسبت سے قرآن کریم کو روح کہا گیا۔

دوسری حکمت: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن اور وحی سے مستفید نہیں۔ وہ نہ صرف گمراہی کے اندھیرے میں گرفتار ہیں بلکہ حیات ابدی سے بھی محروم ہیں۔

حل مفہوم آیہ: اب اصلی مطلب اس آیت سے شروع ہوتا ہے یعنی اثبات توحید بدلیل نقلی کیا جاتا ہے۔

مشرکین یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہمارے کردار اور افعال خدا کو ناپسند ہیں تو ہمکو خود فرشتہ کے ذریعہ کیوں نہیں مطلع کر دیتا اے محمدؐ تجھ میں کیا خصوصیت ہے کہ تیرے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے اس کا جواب دیتا ہے۔ یُنَزِّلُ الملئکۃ الآیہ۔ کہ یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جس کو نبوت اور وحی کے قابل دیکھتا ہے اسی کے پاس فرشتوں کو وحی دے کر بھیجتا ہے کہ لوگوں کو مطلع کر دے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میری ہی عبادت کرو۔ مجھ ہی سے ڈرو۔ اس آیہ میں صاف اور سادہ طور پر توحید کو ثابت فرمایا۔ آگے دلائل عقلیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

ف: باری تعالیٰ نے انسان کی نجات وسعادت کے دو ہی بازو پیدا کئے ہیں جن سے اڑکر منزل مقصود تک جا سکتا ہے۔ اول قوتِ نظریہ یعنی عقائد اور علمی حصہ۔ دوسرے قوتِ عملیہ حضرات انبیا علیہم السلام اور شرائع و ادیان ان ہی دو قوتوں کی اصلاح وتہذیب کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا میں تکمیل قوت نظریہ اور فَاتَّقُوْنِ میں تکمیل قوت عملیہ کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ انسان ان دونوں قوتوں کی تکمیل سے سعادت دارین حاصل کرکے اپنے مقصود تک رسائی کر سکے۔

قولہ تعالیٰ: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی
پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حکمت کے بلند ہے
عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں)

ترکیب : خَلَقَ میں (هُوَ) مستتر، اسکا فاعل۔ اَلسَّمٰوٰتِ: مفعول۔ وَالْاَرْضَ معطوف۔ بِالْحَقِّ: جار مجرور ظرف متعلق خلق۔ یہ اپنے فاعل و مفعول و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ماضویہ۔ تَعٰلٰی میں (هُوَ) مستتر اسکا فاعل۔ عَنْ: جار۔ مَا: موصولہ۔ یُشْرِکُوْنَ: فعل بافاعل جملہ۔ صلہ موصول صلہ سے ملکر مجرور محلاً۔ جار مجرور ظرف متعلق تعالٰی۔ یہ اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ منصوب محلاً حال فاعل خلق سے۔

حل لغات : الخلق : اندازہ بمقدار مخصوص۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ الخ : زمین اور آسمانوں کو ایک ٹھیک اندازہ پر پیدا فرمایا۔

توضیح المطلب : پہلی دلیل عقلی اپنی خدائی و یکتائی پر : آسمانوں اور زمین کا ایک ٹھیک اندازے پر پیدا کرنا بآواز بلند اسکی یکتائی پر گواہی دے رہا ہے اور زمین و آسمان کا ہر ہر جزو بآواز بلند یہی کہہ رہا ہے تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ یعنی پاک ہے انکے شریک ٹھہرانے سے۔

ف : اس آیت میں جس طرح اسکی یکتائی و بے ہمتائی کی دلیل ہے اسی طرح اس میں اسکے بیحد لطف و انعام کا بھی ثبوت ہے۔ جس سے ایک دانشمند و ہوشیار کا دل اپنے مولی منعم حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ آگے دوسری دلیل عقلی شروع ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ:	خَلَقَ	الْاِنْسَانَ	مِنْ نُّطْفَةٍ	فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۵
	پیدا کیا	انسان کو	نطفہ سے	پس ناگہاں وہ جھگڑنے والا ہے کھلم کھلا۔

ترکیب : فَ: فصیحیہ۔ اِذَا: مفاجاتی، معنے ناگہاں۔ یہ جزا نہیں چاہتا بخلاف اِذَا شرطیہ کے کہ وہ چاہتا ہے۔ هُوَ: مبتدا۔ خَصِيْمٌ: خبر اول۔ مُبِيْنٌ: ثانی۔ یا صفت برائے خَصِيْمٌ۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

حل لغات : النُّطْفَة : صاف ستھرا پانی تھوڑا ہو یا بہت۔ آدمی یا عورت کی منی۔ نَطَفَ الْمَاءُ۔ نطفًا و تنطافًا و نطفانًا و نَطَافَةً۔ پانی کا تھوڑا تھوڑا بہنا۔ باب نصر و علم۔ اَلْخَصِيْمُ فعیل بمعنے فاعل یعنی جھگڑالو خَصِمَهٗ خَصْمًا۔ وہ اسپر

جھگڑے میں غالب آیا۔ باب ضرب۔

توضیح مطلب: انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ اوّل بدن۔ دوم نفس۔ اب اس کی دونوں چیزوں سے استدلال کرتا ہے۔ اول سے یوں کہ انسان کے بدن کی بنیا و نطفہ یعنی چند قطرہائے آب ہیں (بتحقیق اطبار یونان) غذا کو اول ہضم معدہ میں حاصل ہوتا ہے۔ دوم جگر میں۔ سوم عروق میں۔ چہارم اعضار رئیسہ میں پہنچکر۔ بعد ازیں اجزا رغذائیہ کا اثر کچھ کچھ ہڈیوں، پٹھوں اور عروق تک پہنچکر تمام تحلیل ہو جاتا ہے۔ پھر ہیجان خواہش اور بدن کی حرارت کے غلبہ سے تمام اعضا سے ایک جھاگ کی شکل کا خُلص اور جوہر پیدا ہوتا ہے۔ وہی مادۂ تولید انسانی ہے

سبحان اللہ کیا کمالِ قدرت ہے کہ یہی مادۂ حقیر بچہ دان میں خون، پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اور مختلف اعضا اس میں نمودار ہوتے ہیں۔ دیکھو ایک یکساں مادے سے کیسی کیسی حکیمانہ موزون و متناسب صورتیں ڈھل کر تیار ہوتی رہتی ہیں۔

یہ کس کا کام ہے؟ بجز اس صانع بے ہمتا کے اور کون پانی پر ایسی صورتگری کر سکتا ہے۔

دوسرے جزو سے استدلال:۔

حضرت انسان کو دیکھیئے کہ پیدا ہونے کے بعد مرغی کے بچے کے برابر ہوشیاری نہیں رکھتا وہ تو انڈے سے نکلتے ہی دوست دشمن کو پہچاننے لگتا ہے۔ بلی، چیل سے بھاگتا ماں کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ برخلاف انسان کے کہ اسکو پیدا ہونے کے بعد مدت تک کچھ خبر نہیں ہوتی۔

پھر وہ کون ذات ہے جس نے اسکو چالاک اور صاحبِ ادراک کر دیا یہانتک کہ اپنا ثانی کسی کو سمجھتا ہی نہیں۔ زمین آسمان کے قلابے ملانے لگتا ہے۔

دنیا میں ہزاروں صنعتیں اور سینکڑوں کلیں تو اسنے ایجاد کی ہی تھیں۔ اب پیغمبروں کا مقابلہ قیامت کا انکار غرضکہ تمام خداوندی احکام میں اسکی حالت یہ ہوگئی کہ **فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ**۔ یعنی پھر وہ یکایک کھلم کھلا (خدا ہی کی ذات و صفات اور اسکے احکام میں) جھگڑنے لگا۔

ف: بشیر ابن جحاش رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تھوکا۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھے کس طرح عاجز سمجھتا ہے اور حال یہ ہے کہ میں نے تجھے اس تھوک جتنی چیز سے پیدا کیا۔ یہانتک کہ جب ٹھیک کیا تجھکو برابر کیا۔

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرہ

(۲۷)

عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَةً فِی الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهَا بِیَدِهٖ، وَرُؤِیَ مِنْهُ كَرَاهِیَةٌ، اَوْ رُؤِیَ كَرَاهِیَتُهٗ لِذٰلِكَ وَشِدَّتُهٗ عَلَیْهِ، وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ یُصَلِّی فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّهٗ۔ اَوْ۔ رَبُّهٗ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا یَبْزُقَنَّ فِی قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ، فَبَزَقَ فِیْهِ، وَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ، وَقَالَ: اَوْ یَفْعَلُ هٰكَذَا۔

ترجمہ:۔

انسؓ سے مروی ہے: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ میں کھنکار دیکھا، تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچا، اور دیکھی گئی اُن سے ناپسندیدگی، یا اُس کے لئے انکی ناپسندیدگی اور اس پر ان کی شدت دیکھی گئی اور فرمایا: بیشک تم میں سے ایک جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ

اپنے پروردگار سے مناجات (رازگزاری) ہی کرتاہے یا اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتاہے۔ سو اسے اپنے قبلے میں کبھی نہ تھوکنا چاہئے، لیکن اپنے بائیں یا اپنے قدم کے نیچے، پھر آنحضرتؐ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا، سو اس میں تھوکا، اور اس کا ایک حصہ دوسرے پر اُلٹا، اور فرمایا: یا ایسا کرے۔

تشریحات:-

رَأٰی : اَبْصَرَ۔ اس نے دیکھا۔

نُخَامَہ : هِيَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الصَّدْرِ۔ جو سینے سے نکلتاہے کھنکار۔ وَ قِيْلَ: النُّخَاعَةُ مِنَ الصَّدْرِ (کھنکار) وَ النُّخَامَةُ مِنَ الرَّأْسِ (رینٹ) قَالَہٗ ابن حجر) وقال فی المختار: النُّخَامَةُ بِالضَّمِّ النُّخَاعَة وَقَدْ تَنَخَّمَ ای تَنَخَّعَ اھ

فِي الْقِبْلَةِ : فِي جِهَةِ الْقِبْلَةِ۔ ای الحائط الّتی تکون جهة القبلة یعنی قبلہ کی طرف، دیوار قبلہ پر۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں موجودہ زمانے کی طرح محراب نہ ہوتے تھے بلکہ دیوار ہوتی جس میں پول نہ ہوتا۔

حَكَّهَا : فَحَكَّ النُّخَامَةَ = پس آپ نے کھنکار کھرچ ڈالا۔

رُؤِيَ : دیکھی گئی + مِنْهُ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

كَرَاهِيَةَ : بغض۔ ناپسندیدگی۔

الشِّدَّةَ : مراد شدّت سے غضب ہے (سختی)۔ فَهُوَ مِنْ قبيل عطف التفسير ای شِدَّةِ المُصطفٰی وغَضَبِهٖ۔

عَلَيْهِ : ای عَلٰی ذَالِكَ الأمْرِ المذكور من جَعْلِ النُّخَامَةِ فِي حَائِطِ الْقِبْلَةِ۔ یعنی دیوار قبلہ پر تھوک ڈالنے کے سبب۔

يُنَاجِي رَبَّهٗ : يُنَاجِي ماخوذ ہے مُنَاجات سے جس کے معنی باہم راز کی باتیں کرناہے۔

یعنی وہ تو اپنے رب کے حضور راز گزارش کرتا ہے، لہٰذا اس حالت میں اسکو دیوار مسجد پر نہیں تھوکنا چاہیئے بلکہ اخلاص نیت اور حضور قلب کے کا ملتر اور بہترین حالات پر رہنا، اور دل کو اللہ کی یاد کے لئے فارغ کر لینا چاہیئے۔

اَوْ رَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ : یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلے کے درمیان ہوتا ہے۔

یہ راوی کی طرف سے شک کا اظہار ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهٗ فرمایا یا فَاِنَّمَا رَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فرمایا۔

سوال : رب کا بندے کے اور اسکے قبلے کے درمیان ہونا تو محال ہے اس لئے کہ اس کی ذات مکان سے منزہ ہے ؟

جواب : بندے اور قبلے کے درمیان اللہ کی بَيْنِيَّتْ سے مراد اللہ کی اطلاع ہے اس پر جو مُصلّی اور قبلے کے درمیان ہے۔

سوال : اللہ کی اطلاع تو ہر شے کے لئے عام ہے !

جواب : اطلاع خاص مراد ہے جس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ سو مُصلّی کو اپنے قبلے کا اکرام واجب ہے۔

فَلَا يَبْزُقَنَّ : 'ز' سے ، اور 'س' سے اور 'ص' سے : پس ہرگز نہ تھوکے۔

وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ : لیکن (تھوکے) اپنے بائیں سے، جب مسجد میں فرش نہ ہو لیکن اگر مسجد میں پکا فرش ہو تو تھوکنا جائز نہیں۔

تَتِمَّه :۔

قال فی المدخل : لوگوں کو مسجد میں بیٹھکر دنیوی معاملات کی باتیں کرنے سے منع کیا جائے۔ اور وارد ہوا ہے کہ : مسجد میں بغیر اللہ کے ذکر کے بات کرنا نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ جب آدمی مسجد میں آ کر بہت بات چیت کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی خاموش ہو جا۔ پھر اگر اور بات کرے

تو کہتے ہیں اے خدا دشمن (باخاموش) - پھر اگر اور بولے تو کہتے چپ رہ، تجھ پر خدا کی پھٹکار!

فائدہ : مدخل میں یہ بھی لکھا ہے: جو کوئی کلام ترک کرے اور ذکر کرنے لگے تو اس کو اِن دونوں پر اجر ملیگا، اور جو صرف ترکِ کلام کرے اسکو اس کا اجر ملیگا، خلاف اہل عراق، جن کا قول یہ ہے کہ ترکِ کلام کا اجر نہیں ملتا، بلکہ فکر کا۔

وَھٰذَا الحَدِیث ذکرہ البخاری فی باب "اذا بددہ البُزاق" ای غَلَبہٗ۔

(۲۸)

عَنْ عَائِشَۃَ، قَالَتْ : کَانَ النَّبِیُّ (صلی اللہ علیہ وسلم) یُحِبُّ التَّیَامُنَ مَا اسْتَطَاعَ فِی شَأْنِہٖ کُلِّہٖ فِی طُھُوْرِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَتَنَعُّلِہٖ۔

ترجمہ : عائشہؓ سے مروی ہے: کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سارے کاموں میں جہانتک ہوسکتا دائیں سے شروع کرنے کو پسند فرماتے، اپنے پاک کرنے، کنگھی کرنے اور جوتا پہننے میں۔

تشریحات :-

مَا اسْتَطَاعَ : مُدَّۃَ اِسْتَطَاعَتِہٖ = جب تک کر سکتے۔

اس میں احتراز ہے ان کاموں سے جن میں تَیَمُّنْ نہیں ہوسکتا ہے۔

فِی شَأْنِہٖ کُلِّہٖ : اپنے سب کاموں میں - یہ معلوم ہے کہ تَیَمُّنْ ان کے سوا کچھ اور کاموں میں بھی مشروع ہے، اور کچھ اور کاموں میں مشروع نہیں ہے۔ پس فِی شَأْنِہٖ کُلِّہٖ اپنے عموم پر نہیں ہے۔ فیخص بما ھُوَ من باب التکریم فیدخلُ فیہ نحو لبسُ الثوب والسراویلَ وَ الخُفِّ وَ دخولہُ المسجدَ والصلوٰۃ علیٰ یمینِ الامام والاکلُ والشربُ والاکتحال وتقلیم الاظفار وَقصُّ الشَّعْرِ، و تَنْظِیفُ الاِبِطِ وحَلْقُ الرَّأْسِ وَ الخُرُوْجُ مِنَ الخَلَاءِ

وغیر ذالِكَ مِمَّا فِی مَعْنَاہ ۔ پس یہ ان کاموں سے مخصوص ہے جو از باب تکریم ہیں. پس اس میں داخل ہونگے ایسے کام جیسے کپڑا، قمیص اور موزہ پہننا، مسجد میں داخل ہونا، نماز امام کے دائیں پڑھنا، کھانا، پینا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، بال کاٹنا، بغلیں صاف کرنا، سر مونڈنا، بیت الخلا سے نکلنا اور دیگر اسی قسم کے کام۔ لیکن جو کام باب اہانت سے ہوں تو بائیں سے، جیسے بیت الخلا میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک سنکنا، استنجا کرنا، کپڑے اتارنا وغیرہ ۔

فِی طُهُورِہٖ بضم طا یعنی طہارت اصغر و اکبر میں ۔ سو غسل میں دائیں طرف سے شروع کرتے اور وضو میں دائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں سے ۔ وضو کو بائیں سے شروع کرنا مکروہ ہے مگر وضو درست ہوگا ۔ اور دونوں ہاتھ اور رخسار بیک دفعہ دھوئے جاتے ہیں اور سنن ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت آئی ہے: اِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَؤُا بِمَيَامِنِكُمْ اور جب تم وضو کرو تو اپنی دائیں طرفوں سے شروع کرو ۔ اور جو مذکور ہوا ہے کہ طُهُور بضم بمعنی تطہیر ہے وہ اسکے خلاف ہے جو ابن عصفور نے ذکر کیا ہے کہ پانچ مصدر فَعُول بالفتح کے وزن پر ہیں اور وہ قَبول، وقود، وَلوع، طہور، اور وضوء ہیں ۔ ابن ہشام نے اس پر اتنا زیادہ کیا ہے کہ جو ان کے سوا ہیں وہ بالضم ہیں، جیسے دُخُول، خُرُوج وغیرہ ۔ اور قیاس یہی ہے کہ طہور بالضم ہے ۔ اور نووی نے شرح مسلم میں جو لکھا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ جو کلمات غیر قیاس پر وارد ہوئے ہیں ان کو قیاس کے مطابق بولنا جائز ہے ۔ اس بنا پر پانچوں مذکورہ مصدروں کو پہلے حرف کے ضمہ سے بولنا جائز ہے ۔

وَتَرَجُّلِہٖ : ای تسریحہ الشَّعْرَ مِنَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ ۔ یعنی آپ کا کنگھی کرنا سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو ۔ سو ان میں داہنی طرف کو مقدم کرنا مستحب ہے ۔

وَتَنَعُّلِہٖ : ای لُبْسِہِ النَّعْلَ ۔ یعنی آپ کا جوتا پہننا ۔ ان کاموں کو خاصکر اسلئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ کثرت سے واقع ہوتے ہیں ۔ وَهٰذَا الحديث ذَكَرَهُ البخاری فی

باب التیمن فی دخول المسجد ۔

(۲۹)

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَصَلَّى فِيهِ

أي رُوِيَ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ۔ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاءَ من سفرهٖ بَدَأَ بِالدُّخُولِ لِلْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ (رَكْعَتَيْنِ)۔

ترجمہ: کعبؓ پسر مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں داخل ہوتے، پھر اس میں نماز پڑھتے (دو رکعتیں جو سفر سے آنے پر سنت ہیں)۔

تشریحات :۔

كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : انصاری ہیں، یہ ان تین میں سے ہیں جن سے متعلق اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا: وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۵ (التوبہ)

(ترجمہ) پھر ان تین پر (مہربان ہوا) جن کو پیچھے رکھا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں، اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف، پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں بیشک اللہ ہی مہربان رحم والا ہے۔

ان تین میں باقی دو حضرات ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع تھے۔

قَدِمَ : قَدِمَ يَقْدُمُ قُدُومًا وَمَقْدَمًا ۔ وَقَدِمَ يَقْدَمُ قَدُومًا وَمَقْدَمًا

بَدۡءٌ بِالْمَسْجِدِ: پہلے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس میں کچھ حکمتیں ہیں (۱) رب کے حق کو مقدم رکھنا (۲) اپنے رب کے گھر کی طرف رجوع۔ اور یہ اشارہ ہے اللہ کے قول وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى کا (اور بیشک تیرے رب ہی کے پاس آخر پہنچنا ہے۔ (۳) اس کا شائع ہونا کہ فلاں شخص آگیا ہے، یہ خبر بیوی کو ملے تو وہ اس کے لئے گھر کو اور اپنے آپ کو تیار کرلے۔

(۳۰)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْمَلَائِکَةَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَا لَمْ یُحْدِثْ، تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ! اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔ اَیِ الْمَلٰئِکَةُ (الْحَفَظَةُ اَوِ السَّفَرَةُ) تَدْعُوْا لِاَحَدِکُمْ مُدَّةَ دَوَامِهٖ فِیْ مَحَلِّ سُجُوْدِهٖ وَرُکُوْعِهٖ (وَقَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ فِی الْمَسْجِدِ بِتَمَامِهٖ) مَا لَمْ یَنْتَقِضْ وَضُوْءُهٗ۔

ترجمہ اردو: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ایک کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس مسجد میں رہتا ہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے، جب تک بے وضو نہ ہو، کہتے ہیں: اے اللہ اس کی مغفرت کر! اے اللہ اس پر رحم فرما!

اور ایک اور حدیث اس طرح آئی ہے:۔

مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَخَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَا یَخْطُوْا خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ بِهٖ دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ۔ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ

مَا دَامَ فِي الصَّلٰوةِ تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ! اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ!

ترجمہ : جو کوئی وضو کرے اور بہتر وضو کرے اور نکلے مسجد کو اور اس کو نماز کے سوا کوئی اور غرض نہ نکالے، تو وہ نہیں چلے گا کوئی قدم کہ اسکے سبب اسکا کوئی درجہ بلند نہ ہو اور اس پر سے کوئی خطا نہ اتاری جائے۔ پھر جب نماز پڑھے تو فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں، جبتک وہ نماز میں رہتا ہے کہتے ہیں : اے اللہ! اس پر اپنی خاص رحمت بھیج! اس پر مہربانی فرما!

(۳۱)

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ، (قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَ سَمَّاهَا اَبُوْهُرَيْرَةَ وَ لٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا) قَالَ : فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا، كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ، وَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ، وَ وَضَعَ خَدَّهٗ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوْا اَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ، وَ فِي الْقَوْمِ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ، فَهَابَاهُ اَنْ يُكَلِّمَاهُ وَ فِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ، يُقَالُ لَهٗ ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَ لَمْ تُقْصَرْ۔ فَقَالَ : اَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوْا نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ وَ صَلّٰى مَا تَرَكَ،

ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ، ثُمَّ سَلَّمَ. فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ +

ترجمہ اردو : ابوہریرہ سے روایت ہے، کہا : رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بعد زوال کی دو نمازوں میں سے ایک پڑھائی {ابن سیرین نے (جو اس حدیث کے ابی ہریرہؓ سے راوی ہیں) کہا : ابوہریرہؓ نے تو اس نماز کا نام لیا تھا مگر میں بھول گیا ہوں} کہا : دو رکعتیں ہمیں پڑھائیں، پھر سلام پھیر دیا، پھر آپ ایک لکڑی کے پاس جو مسجد میں عرضاً پڑی تھی جا کھڑے ہوتے اور اس پر ٹیک لگا لی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ غضب کی حالت میں ہیں، اور اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں اور اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا، اور دوڑے جلدی کرنے والے مسجد کے دروازوں سے اور کہا : کیا قصر ہو گیا نماز میں، اور لوگوں میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے، وہ بھی آنحضرتؐ سے بات کرتے ڈرے، قوم میں ایک شخص تھا جس کے ہاتھوں میں درازی تھی، اسکو ہاتھوں والا کہتے تھے۔ اس نے کہا : اے پیغمبر خدا ! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز ہی قصر ہو گئی ہے۔ فرمایا : نہ تو بھولا ہوں اور نہ نماز ہی کوتاہ ہوئی ہے، پھر فرمایا : کیا یونہی ہے جیسے ذوالیدین کہتا ہے ؟ لوگوں نے کہا جی ہاں ! اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ہو کر جو نماز چھوڑی تھی پڑھائی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا مثل اپنے (پہلے) سجدے کے یا اس سے دراز تر۔ پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے سجدہ کرنے کی مانند یا اس سے دراز تر، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی (اور پھر شاید لوگوں نے ابن سیرین سے پوچھا (تحقیق کے طور پر کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سجدہ کرنے کے بعد دوبارہ سلام پھیرا کہا) پھر سلام پھیرا۔ پس ابن سیرین کہتے ہیں : مجھے بتلایا گیا ہے کہ عمران بن حصین نے کہا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔

تشریحات :-

ابن سیرین : اس حدیث کے ابی ہریرہؓ سے روایت کرنے والے ہیں۔ نام ان کا محمدؒ ہے۔ یہ تابعی ہیں۔

مَعْرُوضَةٌ : اَیْ مُلْقَاةٌ عَلَى الْاَرْضِ بِالْعَرْضِ لَاقَائِمَةٌ كَالْعُمُوْدِ فَهِيَ مَطْرُوحَةٌ فِي نَاحِيَةٍ مِنْ نَوَاحِي الْمَسْجِدِ۔

السَّرَعَان، والسَّرَعَان، وَالسُّرْعَان معنى الثلاثة۔ المُسْرِعُون (الذين يخرجون بمجرد سلام الامام)

(۳۲)

عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ، قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُوْلُ : اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ عَنِ النَّاسِ، فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔

ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جب کوئی تم میں سے کسی شے کی طرف "جو اسے لوگوں سے چھپا رہی ہو" نماز پڑھے، اور کوئی شخص اس کے آگے سے گزرنا چاہے، تو اسے ہٹائے، پھر اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کہ وہ تو شیطان ہی ہے۔

تشریحات :-

ابو سعید نے جمعہ کے دن کسی چیز کی اوٹ میں نماز پڑھی ایک جوان نے بنو ابی معیط میں سے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا۔ ابو سعیدؓ نے اسکے سینے پر ہاتھ مار کر اسے پیچھے ہٹایا مگر وہ باز نہ آیا اور دوبارہ آگے سے گزرنے لگا، ابو سعیدؓ نے پہلے سے زیادہ زور سے اسکو

پیچھے دھکیل دیا، اس نے ابوسعیدؓ کو گالی دی اور مروان کے پاس جاکر شکایت کی۔ ابوسعیدؓ بھی اسکے پیچھے مروان کے پاس جا داخل ہوئے۔ مروان نے کہا: ابوسعید! تمھارا اپنے برادرزادے کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ ابوسعید نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے.....

اِلٰی شَیْءٍ: کوئی شے ہو، دیوار ہو، ستون ہو، لاٹھی ہو یا کوئی دیگر شے ہو۔ لکیر مالکیہ کے نزدیک مشروع نہیں ہے۔ مُدوّنہ میں مذکور ہے الخطُّ باطِل۔

اَنْ یَجْتَازَ: اَلِاجْتِیَازُ: المرور۔

فَلْیَدْفَعْهُ: ای دَفْعًا غَیْرَ قَوِیٍّ۔ قرطبی نے کہا: اشارے سے ہٹائے اور نرم طور پہ منع کرے اور یہ ہٹانا مستحب ہے۔ و قال النووی: فقہا میں سے میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس ہٹانے کو واجب کہا ہو۔ ہاں ظاہر یہ اسکے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ اور ہٹانا.... بطور مندوب بھی، اسوقت واجب ہے جب سامنے سترہ ہو۔ اگر سترہ نہ ہو تو اگر سامنے سے گذرے [illegible] مندوب نہیں۔ ایسی حالت میں آگے سے گزرنا مکروہ یا خلاف اَولیٰ ہے اور سُترہ کی طرف نماز ادا کرنا سنت ہے۔ اندریں حال اگر نماز پڑھنے والے اور سُترہ کے بیچ میں گزر یا اس سے کم فاصلہ ہو تو بیچ سے گزرنا حرام ہے ورنہ نہ تو مرور حرام اور نہ دفع سنت۔

فَاِنْ اَبٰی: ای اِمْتَنَعَ مِن عَدَمِ المرور او امْتَنَعَ من کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا المرور۔

فَلْیُقَاتِلْهُ: بیہقی نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے، کہ مقاتلہ سے مراد پہلی بار کے ہٹانے سے زیادہ سخت ہٹانا ہے۔ ہمارے اصحاب کا قول ہے، پہلے بہت سہل طور پر رد کرے، پھر سختی سے یہانتک کہ نوبت قتل تک پہنچ جائے۔ پھر اگر قتل کر دے تو اس پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ شارع نے اس سے مقاتلہ مباح فرما دیا ہے اور مباح میں ضمان (کفالت) نہیں ہوتی اور مقاتلہ سے مراد ہتھیار سے کر لڑنا نہیں ہے اور نہ چل کر گزرنے والے کے پاس جانا۔ مصلی اپنی جگہ پر قائم ہاتھ سے مدافعت کرے اور مدافعہ عمل کثیر تک نہ پہنچے۔

فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ: یعنی مانند شیطان۔ یا بایں معنی کہ شیطان اسکو اس حرکت پر آمادہ کرتا ہے یا یہ کہ وہ حقیقتاً شیطان ہے۔ اسلئے کہ جن و انس میں سے ہر سرکش خبیث کو شیطان کہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے :

اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر اس فعل کا کتنا گناہ ہوتا ہے تو اس کو چالیس فصلیں کھڑے رہنا اسکے آگے سے گزرنے سے بہتر متصور ہو۔

اَلدُّرُوسُ العَرَبِیَّۃ

عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ

(متسلسل)

رُوَیْدًا رُوَیْدًا . . . .

فَمَشَیْنَا اِلٰی اَنْ اَنْصَفْنَا وَ قَدْ اَتْعَبَہُ الحِمْلُ لِاَنَّ المَکَانَ کَانَ بَعِیْدَ المَسَافَۃِ فَعَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلَیْہِ وَ قُلْتُ لَہٗ : بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ یَا اَمِیْرَ المُؤْمِنِیْنَ حَوِّلِ الکِیْسَ عَنْکَ وَ دَعْنِیْ اَحْمِلُہٗ۔ فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ اَنْتَ لَا تَحْمِلُ عَنِّیْ جَرَائِمِیْ وَظُلْمِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ وَاعْلَمْ یَا عَبَّاسُ! اَنَّ حَمْلَ جِبَالِ الحَدِیْدِ وَ ثِقْلَھَا خَیْرٌ

پھر ہم نے چلتے چلتے آدھا راستہ طے کر لیا اور بوجھ نے ان کو تھکا رکھا تھا، اسلئے کہ راستہ دُور فاصلے کا تھا۔ سو میں نے اپنے آپ کو پیش کر کے کہا : امیر المومنین! میرے ماں باپ قربان! بوری اپنے اوپر سے اتار دیجئے اور مجھے اٹھانے کی اجازت بخشئے۔ فرمایا، نہیں! بخدا تو قیامت کے دن میرے جرم اور ظلم نہیں اُٹھائیگا۔ اور اے عباس! لوہے کے پہاڑوں اور ان کے بوجھ کو اٹھا لینا، کسی بے انصافی

مِنْ حَمْلِ ظُلَامَةٍ كَبُرَتْ اَوْ صَغُرَتْ، وَلَا سِيَّمَا هٰذِهِ الْعَجُوْزَ تُعَلِّلُ اَوْلَادَهَا بِالْحَصٰى يَا لَهٗ مِنْ ذَنْبٍ عَظِيْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ رَبِّنَا۔ وَ اَسْرِعْ۔ وَاَنَا مَعَهٗ وَهُوَ يَلْهَثُ لَهْثَ الثَّوْرِ مِنَ التَّعَبِ اِلٰى اَنْ وَصَلْنَا خَيْمَةَ الْعَجُوْزِ۔

فَعِنْدَ ذَالِكَ حَوَّلَ كِيْسَ الدَّقِيْقِ عَنْ كَتِفِهٖ، وَوَضَعْتُ جَرَّةَ السَّمَنِ اَمَامَهٗ، فَتَقَدَّمَ هُوَ بِذَاتِهٖ وَاَخَذَ الْقِدْرَ وَكَبَّ مَا فِيْهَا، وَوَضَعَ السَّمَنَ وَجَعَلَ بِجَانِبِهِ الدَّقِيْقَ، ثُمَّ نَظَرَ فَاِذَا النَّارُ قَدْ كَادَتْ تُطْفَأُ فَقَالَ لِلْعَجُوْزِ: اَعِنْدَكِ حَطَبٌ؟ قَالَتْ: نَعَمْ يَا ابْنِيْ! وَ اَشَارَتْ لَهٗ اِلَيْهِ، فَقَامَ وَجَاءَ بِقَلِيْلٍ مِنْهُ۔ وَكَانَ الْحَطَبُ اَخْضَرَ، فَوَضَعَ مِنْهُ فِي النَّارِ، وَوَضَعَ الْقِدْرَ عَلَى الْاَثَافِيِّ، وَجَعَلَ يُنَكِّسُ رَأْسَهٗ اِلَى الْاَرْضِ وَيَنْفُخُ بِفَمِهٖ تَحْتَ الْقِدْرِ۔ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ رَأَيْتُ دُخَانَ

کے، چھوٹی ہو یا بڑی، اٹھانے سے بہتر ہے، خاص کر یہ بڑھیا جو اپنی اولاد کو سنگریزوں سے بہلا رہی ہے۔ اُف! یہ اللہ کے نزدیک کتنا بڑا گناہ ہے۔ چلو چلو! جلدی کرو اور میں ان کے ساتھ تھا اور وہ تکان سے بیل کی طرح ہانپ رہے تھے، یہاں تک کہ ہم بڑھیا کے خیمے تک جا پہنچے۔

اب انہوں نے آٹے کی بوری اپنے کاندھے سے اتاری، اور میں نے گھی کا گھڑا ان کے سامنے رکھا۔ پھر وہ بذات خود آگے بڑھے اور ہنڈیا کو لے کر جو کچھ اس میں تھا الٹا دیا۔ اور گھی ڈالا اور اس کے ایک طرف آٹا ڈال دیا۔ پھر دیکھا تو آگ بجھ چلی تھی۔ پھر بڑھیا سے فرمایا: کیا تمہارے پاس کچھ ایندھن ہے؟ فرمایا، ہاں بیٹا! اور ایندھن کی طرف اشارہ کیا۔ پس وہ اٹھ کر اس میں سے تھوڑا سا لے آئے اور ایندھن گیلا تھا تو انہوں نے اس میں سے کچھ آگ میں رکھا، اور ہنڈیا چولھے پر دھری اور لگے اپنا سر زمین پر جھکا جھکا کر اپنے منہ سے ہنڈیا کے نیچے پھونکیں مارنے خدا کی قسم میں نے ایندھن کے دھوئیں

الْحَطَبِ يَخْرُجُ مِنْ خِلَلِ لِحْيَتِهٖ وَقَدْ كَنَسَ بِهَا الْأَرْضَ، إِذْ كَانَ يُطَاطِئُ رَأْسَهٗ لِيَتَمَكَّنَ مِنَ النَّفْخِ وَلَمْ يَزَلْ هٰكَذَا حَتّٰى اشْتَعَلَتِ النَّارُ وَذَابَ السَّمْنُ وَابْتَدَأَ غَلْيَانُهٗ فَجَعَلَ يُحَرِّكُ السَّمْنَ بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهِ الْوَاحِدَةِ، وَيَخْلِطُ مِنَ الدَّقِيْقِ مَعَ السَّمْنِ فِيْ يَدِهِ الْأُخْرٰى، إِلٰى أَنْ أَنْضَجَ، وَالصِّبْيَةُ حَوْلَهٗ يَتَصَارَخُوْنَ. فَلَمَّا طَابَ الطَّعَامُ طَلَبَ مِنَ الْعَجُوْزِ إِنَاءً فَأَتَتْهُ بِهٖ فَجَعَلَ يَصُبُّ الطَّبِيْخَ فِي الْإِنَاءِ وَيَنْفُخُهٗ بِفَمِهٖ لِيُبَرِّدَهٗ وَيُلْقِمُ الصِّغَارَ، وَلَمْ يَزَلْ يَفْعَلُ هٰكَذَا مَعَهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ حَتّٰى أَتٰى جَمِيْعَهُمْ وَشَبِعُوْا وَاكْتَفَوْا وَقَامُوْا يَلْعَبُوْنَ يَضْحَكُوْنَ مَعَ بَعْضِهِمْ إِلٰى أَنْ غَلَبَ عَلَيْهِمُ النَّوْمُ فَنَامُوْا فَالْتَفَتَ عُمَرُ عِنْدَ ذَالِكَ إِلَى الْعَجُوْزِ وَقَالَ لَهَا:

کو ان کی داڑھی کے بیچ سے نکلتے دیکھا، اور وہ داڑھی سے زمین پر جھاڑو دیتے، اسلئے کہ انہیں پھونک مارنے کے لئے سر نیچے کرنا پڑتا تھا، اور یونہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ آگ جل پڑی اور گھی پگھل کر جوش کھانے لگا تب وہ لکڑی سے جو ان کے ایک ہاتھ میں تھی گھی کو ہلانے اور دوسرے ہاتھ کی لکڑی سے آٹا گھی کے ساتھ ملانے لگے، یہاں تک کہ وہ پک گیا، اور بچے آپ کے اردگرد چیخ رہے تھے۔ جب کھانا طیار ہو گیا، بڑھیا سے باسن مانگا، جس کو وہ لے آئی تو وہ پکے ہوئے سالن کو باسن میں ڈالنے اور ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کو اپنے منہ سے پھونکنے اور بچوں کے منہ میں ڈالنے لگے، اور ان کے ساتھ یکے بعد دیگرے یونہی کرتے رہے یہانتک کہ سب کو کھلا دیا، اور وہ پورے پورے سیر ہو گئے اور اٹھ کر ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنے اور کھیلنے لگے، یہاں تک کہ نیند ان پر غالب آگئی تو سو گئے۔ پھر عمر نے اس وقت بڑھیا کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

يَا خَالَةُ! أَنَا مِنْ قَرَابَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ وَ سَأَذْكُرُ لَهُ حَالَكِ، فَأْتِينِي صَبَاحًا فِي دَارِ الْإِمَارَةِ فَتَجِدِينِي هُنَاكَ فَارْجِي خَيْرًا۔ ثُمَّ وَدَّعَهَا عُمَرُ وَخَرَجَ وَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَقَالَ لِي: يَا عَبَّاسُ! وَاللهِ إِنِّي حِينَ رَأَيْتُ الْعَجُوزَ تُعَلِّلُ صِبْيَتَهَا بِحَصًى حَسِبْتُ أَنَّ الْجِبَالَ قَدْ زُلْزِلَتْ وَاسْتَقَرَّتْ عَلَى ظَهْرِي، حَتَّى إِذَا جِئْتُ بِمَا جِئْتُ وَأَطْعَمْتُهُمْ مَا طَبَخْتُهُ لَهُمْ، وَاكْتَفَوْا وَجَلَسُوا يَلْعَبُونَ وَيَضْحَكُونَ، حِينَئِذٍ شَعَرْتُ أَنَّ تِلْكَ الْجِبَالَ قَدْ سَقَطَتْ عَنْ ظَهْرِي ثُمَّ أَتَى عُمَرُ دَارَهُ، وَأَمَرَنِي وَدَخَلْتُ مَعَهُ وَبِتْنَا لَيْلَتَنَا وَلَمَّا كَانَ الصَّبَاحُ أَتَتِ الْعَجُوزُ فَاسْتَغْفَرَهَا وَجَعَلَ لَهَا وَلِصِبْيَتِهَا رَاتِبًا مِنْ بَيْتِ الْمَالِ تَسْتَوْفِيهِ شَهْرًا فَشَهْرًا۔

خالہ! میں امیر المومنین عمر کا قریبی ہوں اور میں ان کے پاس تیرا حال بیان کرونگا، تم صبح دارالخلافہ میں میرے پاس آنا، تم مجھے وہاں پاؤگی، اور بھلائی کی امید رکھو پھر اس کو عمر نے وداع کیا اور باہر آگئے اور میں بھی ان کے ساتھ باہر آگیا۔ پھر مجھے فرمایا: عباس! خدا کی قسم میں نے جب بڑھیا کو دیکھا کہ اپنے بچوں کو سنگریزوں سے بہلاتی ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ پہاڑ ہل ہل کر میری پشت پر آٹھہرے ہیں۔ یہانتک کہ جب میں لے آیا جو کچھ کہ لایا جو کچھ پکایا تھا ان کو کھلایا اور وہ سیر ہوگئے اور بیٹھ کر ہنسنے کھیلنے لگ گئے۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ پہاڑ میری پشت پر سے گر پڑے ہیں۔ پھر عمر اپنے گھر آئے اور مجھے فرمایا تو میں بھی ان کے ساتھ داخل ہوگیا، اور ہم نے اپنی رات گزار دی اور جب صبح ہوئی تو بڑھیا آئی انہوں نے اس سے معافی مانگی۔ اور اسکے اور اس کے بچوں کیلئے بیت المال سے روزینہ لگادیا جو وہ ماہ بماہ وصول کرتی رہی۔

دروس العربیہ
(مبتدیوں کے لئے)
(۱)

(۱) جَاعَ عِیْدٌ۔ (۲) مَا جَاعَ عِیْد۔
(۳) غَابَ عِیْدٌ۔ (۴) نُوْرٌ تَأْکُلُ خُبْزً
(۵) ھُوَ یَأْکُلُ خُبْز مَعْ جُبْن۔
(۶) عِیْدٌ مَا جَاعَ مِثْلَ نُوْرٍ حِیْنَ غَابَ
لَوْ کَانَ جَاعَ ، کَانَ یَأْکُلُ خُبْز مَعْ جُبْن۔
(۷) نُوْرٌ اُخْتُ عِیْدٍ۔ (۸) ھِیَ تَأْکُلُ خُبْز مِثْلَ عِیْد۔
(۹) نُوْرٌ لَا تَأْکُلُ شَیْئً مِنْ دُوْنِ خُبْز۔
(۱۰) عِیْدٌ جَاعَ قَبْلَ ھِنْدٍ (۱۱) ھُوَ جَاعَ یَوْمَ اَمْسِ۔
(۱۲) حِیْنَ جَاعَ صَارَ یَأْکُلُ جُبْنَ مَعَ خُبْز۔

ترجمہ

(۱) عید بھوکا ہوا۔ (۲) عید نہیں بھوکا ہوا۔ (۳) عید غیر حاضر ہوا۔ (۴) نور روٹی کھاتی ہے۔ (۵) وہ پنیر کے ساتھ روٹی کھاتا ہے۔ (۶) عید بھوکا نہیں ہوا نور کی مانند جب غیر حاضر ہوا۔ اگر وہ بھوکا ہوا ہوتا کھاتا روٹی پنیر سے۔ (۷) نور عید کی بہن ہے۔ (۸) وہ عید کی طرح روٹی کھاتی ہے۔ (۹) نور کچھ نہیں کھاتی سوا روٹی کے۔ (۱۰) عید بھوکا ہوا ہند سے پہلے۔ (۱۱) وہ بھوکا ہوا کل۔ (۱۲) جب بھوکا ہوا کھانے لگا پنیر روٹی سے +

(۲)

(۱) لَوْ كَانَ عِيْدٌ فِي بَيْتِ نُوْرٍ مَعَ ذِيْبٍ
كَانَ يَأْكُلُ جُبْنَ مَعَ لَحْمٍ مِنْ دُوْنِ خُبْزٍ -

(۲) قُمْ يَا نَصْرُ هَاتِ صَحْنَ دِبْسٍ مَعَ خُبْزٍ
ضَعْ صَحْنَ دِبْسٍ كَيْ يَأْكُلَ عِيْدٌ مَعَ هِنْدٍ -

(۳) هِنْدٌ لَا تَأْكُلُ جُبْنًا مِنْ صَحْنِ عِيْدٍ
هِيَ تَأْكُلُ دِبْسًا مَعْ جُبْنٍ مِنْ صَحْنِ عِيْدٍ -

(۴) حِيْنَ جَاعَ عِيْدٌ صَارَ يَأْكُلُ رَأْسَ لِفْتٍ
لَوْ كَانَ عِنْدَ عِيْدٍ جُبْنٌ مَا كَانَ يَأْكُلُ لِفْتًا -

(۵) هَلْ جَاعَ عِيْدٌ ؟ إِنْ كَانَ عِيْدٌ جَاعَ
كَانَ يَأْكُلُ خُبْزًا مَعْ رَأْسِ لِفْتٍ مِنْ هِنْدٍ -

ترجمہ (۲)

(۱) اگر ہوتا عید نور کے گھر میں ذیب کے ساتھ، کھاتا پنیر گوشت کے ساتھ بغیر روٹی کے۔
(۲) اٹھ اے نصر لا صحنک انگور کے رس (دِبس) کی روٹی کے ساتھ رکھ صحنک انگور کے شیرہ کی کھائے عید ہند کے ساتھ۔
(۳) ہند نہ کھائیگی پنیر عید کی صحنک سے وہ کھائیگی شیرۂ انگور پنیر کے ساتھ عید کی طشتری سے۔
(۴) جس وقت بھوک لگی عید کو کھانے لگا شلجم کا سر اگر ہوتا عید کے پاس پنیر نہ کھاتا شلجم۔
(۵) کیا بھوک لگی عید کو؟ اگر لگی ہوتی عید کو بھوک کھاتا روٹی شلجم کے سر کے ساتھ ہند سے۔

(۳)

(۱) عِيْدٌ لَيْسَ خَالَ نُوْرٍ
(۲) مَنْ كَانَ مِثْلَ نُوْرٍ لَوْ كَانَ لَهَا خَالٌ أَوْ أَخٌ -

(۳) كَيْفَ كَانَ حَالُ عِيْدٍ حِيْنَ كَانَ مَعْ هِنْدٍ ؟

(٤) هَلْ تَأْكُلُ هِنْدٌ تِيْنًا مَعْ جَوْزٍ -

ترجمہ

(۱) عید نور کا خالو نہیں ہے۔ (۲) کون ہوتا نور کی مانند اگر اس کا خالو یا بھائی ہوتا۔

(۳) کیسا تھا حال عید کا جس وقت تھا ہند کے ساتھ۔

(۴) کیا کھاتی ہے ہند انجیر اخروٹ کے ساتھ۔

(۴)

(۱) لَوْ كَانَ عِيْدٌ مَعْ هِنْدٍ كَانَ يَأْكُلُ جَوْزًا مَعْ تِيْنٍ -

(۲) بَيْتُ هِنْدٍ قُرْبَ بَيْتِ عِيْدٍ - (۳) لَيْسَ فِي دَارِ عِيْدٍ جَوْزٌ (٤) كُلُّ مَنْ رَاحَ مَعَ نُوْرٍ يَأْكُلُ دِبْسًا مَعْ جُبْنٍ -

ترجمہ

(۱) عید ہند کے ساتھ ہوتا کھاتا اخروٹ انجیر کے ساتھ۔ (۲) ہند کا گھر عید کے گھر کے نزدیک ہے۔ (۳) عید کے گھر میں اخروٹ نہیں ہے۔ (۴) جو کوئی نور کے ساتھ جائے گا پنیر کے ساتھ شیرۂ انگور کھائے گا۔

(۵)

(۱) صَحْنُ عِيْدٍ فِيْهِ دِبْسٌ - (۲) آه! لَوْ كَانَ مَعَهُ جَوْزٌ -

(۳) هَلْ طَابَ لِفْتُ عِيْدٍ كَانَ يَأْكُلُ رَأْسًا -

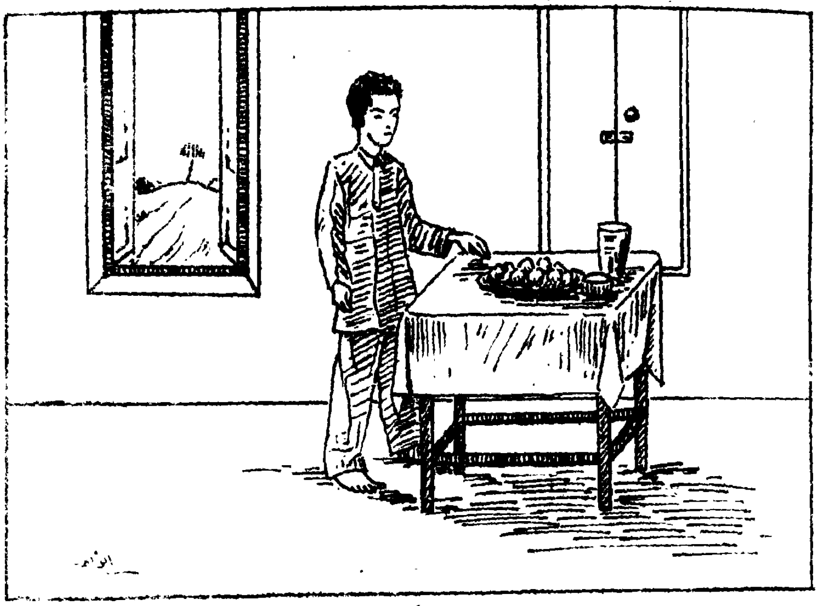
(٤) هِنْدٌ تَأْكُلُ نِصْفَ رَأْسِ لِفْتٍ لَا غَيْرُ -

ترجمہ

(۱) عید کی صحنک اس میں شیرۂ انگور ہے۔ (۲) آہ! کاش اس کے ساتھ اخروٹ ہوتے۔

(۳) کیا عید کا شلجم اچھا تھا وہ کھاتا تھا اس کو سر سے۔

(۴) ہند کھاتی ہے آدھا سر شلجم کا، اس کے سوا اور نہیں۔



(۷)

(۱) عَصَرَ أَمْسِ جَاعَ صَعْب قَبْلَ سَعْد (۲) حِيْنَ جَاعَ صَارَ يَأْكُلُ جَوْز مَعْ تِيْن (۳) أُخْتُ صَعْب مَا تَأْكُلُ خَوْخ عِنْدَ عَصْر (٤) تَأْكُلُ جُبْن مَعْ خُبْز۔

ترجمہ

(۱) کل کی عصر بھوکا ہوا صعب پہلے سعد کے۔ (۲) جب بھوکا ہوا لگا کھانے اخروٹ ساتھ انجیر کے۔ (۳) صعب کی بہن نہیں کھاتی آڑو عصر کے وقت۔
(۴) کھاتی ہے پنیر روٹی کے ساتھ۔

(۸)

(۱) أُخْتُ سَعْد عَكْسَ أُخْتِ صَعْبٍ (۲) أُخْتُ سَعْد تَأْكُلُ خَوْخ عِنْدَ عَصْر (۳) مَنْ هِيَ أُخْتُ سَعْد (٤) أُخْتُ سَعْد هِنْد (۵) هِنْد لَا تَأْكُلُ دِبْس (٦) هَاتِ صِحْنَ دِبْس

حُلْو (۷) قُمْ يَا صَعْبُ كُلْ دِبْس۔

ترجمہ

(۱) سعد کی بہن صعب کی بہن کے اُلٹ ہے۔ (۲) سعد کی بہن عصر کے وقت آڑو کھاتی ہے۔ (۳) سعد کی بہن کون ہے۔ (۴) سعد کی بہن ہند ہے۔ (۵) ہند شیرہ انگور نہیں کھاتی۔ (۶) میٹھے شیرۂ انگور کی صحنک لا۔ (۷) اے صعب اٹھ شیرۂ انگور کھا۔

(۹)

(۱) صَعْبٌ لَيْسَ عَمَّ هِنْد (۲) هِنْد لَيْسَ لَهَا عَمٌّ۔ (۳) مَنْ كَانَ مِثْلَ هِنْد لَوْ كَانَ لَهَا عَمٌّ (۴) دَارُ هِنْد قُرْبَ دَارِ بَدْر (۵) كَيْفَ حَالُ بَدْر مَعْ هِنْد (۶) بَيْتُ بَدْر لَهٗ سُوْرٌ عَالٍ (۷) بَيْتُ هِنْد دُوْنَ سُوْر (۸) فِي بَيْتِ بَدْر فَار اِذْ لَيْسَ عِنْدَ بَدْر هِرٌّ۔

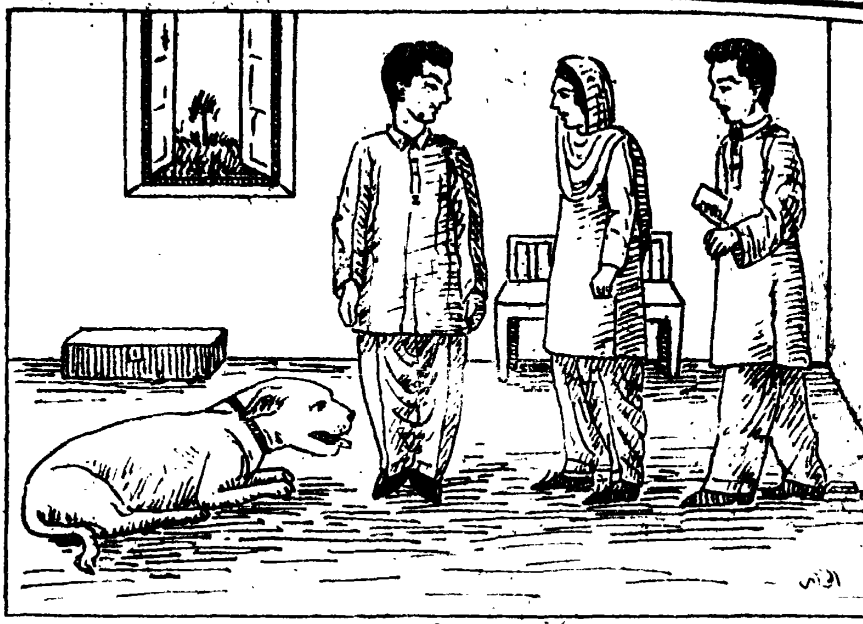
عَمٌّ: چچا + سُوْرٌ عَالٍ: اونچی چار دیواری + دُوْنَ سُوْر: چار دیواری کے بغیر + فَار: چوہا + هِرٌّ: بلی +

(۱۰)

(۱) هَلْ جُعْتَ يَا سَعْد (۲) اِنْ كُنْتَ جُعْتَ قُمْ كُلْ خَوْخ۔ (۳) بَدْر هَلْ تَأْكُلُ خَوْخ (۴) بَدْر لَا تَأْكُلُ غَيْرَ لَحْم۔

ترجمہ

(۱) کیا تجھے بھوک لگی اے سعد۔ (۲) اگر ہے تجھے بھوک لگی اٹھ کھا آڑو۔ (۳) بدر کیا کھاتی ہے آڑو۔ (۴) بدر نہیں کھاتی سوا گوشت کے۔



هٰذَا بَيْتُ بَدْرٍ

(۱)

(۱) بَيْتُ بَدْرٍ (۲) بَيْتُ هِنْدٍ (۳) مِثْلُ بَدْرٍ (۴) مِثْلُ هِنْدٍ (۵) مِثْلُ بَيْتٍ (۶) فِي بَيْتِ بَدْرٍ (۷) فِي بَيْتِ هِنْدٍ عِنْدَ سَعْدٍ (۹) عِنْدَ نُوْرٍ (۱۰) غَيْرُ نُوْرٍ (۱۱) مَعَ نُوْرٍ ۔ (۱۲) أُخْتُ بَدْرٍ (۱۳) زَارَ

ترجمہ

(۱) بدر کا گھر۔ (۲) ہند کا گھر۔ (۳) بدر کی مانند۔ (۴) ہند کی مانند۔ (۵) گھر کی مانند (۶) بدر کے گھر میں۔ (۷) ہند کے گھر میں۔ (۸) سعد کے پاس۔ (۹) نور کے پاس۔ (۱۰) نور کے سوا۔ (۱۱) نور کے ساتھ۔ (۱۲) بدر کی بہن۔ (۱۳) ملنے گیا۔

(۲)

(۱) بَيْتُ بَدْرٍ مِثْلُ بَيْتِ هِنْدٍ أُخْتِ سَعْدٍ (۲) صَعْبُ زَارَ سَعْدٌ فِي بَيْتِ هِنْدٍ (۳) فِي بَيْتِ هِنْدٍ كَلْبٌ ۔

(٤) مَا خَافَ سَعْدٌ مِنْ كَلْبِ هِنْدٍ (٥) مَنْ كَانَ عِنْدَ هِنْدٍ غَيْرَ سَعْدٍ حِيْنَ جَاءَ صَعْبٌ (٦) كَيْفَ حَالُ هِنْدٍ مَعَ صَعْبٍ۔

ترجمہ

(۱) بدر کا گھر ہند، سعد کی بہن کے گھر کی مانند ہے۔ (۲) صعب سعد کو ملنے گیا ہند کے گھر۔ (۳) ہند کے گھر میں کتا ہے۔ (۴) صعب نے ہند کے کتے سے خوف نہ کیا۔ (۵) کون تھا ہند کے پاس سعد کے سوا جب صعب آیا؟ (۶) کیسا ہے ہند کا حال سعد کے ساتھ

(۴)

(۱) فِيْ حَوْشٍ : باڑے میں (۲) فِيْ بَيْتٍ : گھر میں (۳) حَوْشُ بَيْتٍ : انگن (۴) حَطَّ : اترا (۵) قُنٌّ : ڈربا +

---

(٦) فِيْ حَوْشِ بَيْتِ بَدْرٍ دِيْكٌ (٧) طَارَ دِيْكُ بَدْرٍ۔ (٨) صَاحَ دِيْكُ بَدْرٍ حِيْنَ طَارَ (٩) مَنْ كَانَ فِيْ بَيْتِ بَدْرٍ حِيْنَ طَارَ دِيْكُ بَدْرٍ؟ (١٠) حَطَّ دِيْكُ بَدْرٍ مِنْ بَعْدِ اَنْ طَارَ (١١) دِيْكُ بَدْرٍ يَأْكُلُ حَبًّا (١٢) اَيْنَ بَاتَ دِيْكُ بَدْرٍ (١٣) بَاتَ فِيْ قُنٍّ +

ترجمہ

(۶) بدر کے آنگن میں مرغا ہے۔ (۷) بدر کا مرغا اڑا۔ (۸) بدر کے مرغے نے بانگ دی جب وہ اڑا۔ (۹) کون تھا بدر کے گھر میں جب بدر کا مرغا اڑا؟ (۱۰) بدر کا مرغا اترا بعد اس کے کہ اڑا۔ (۱۱) بدر کا مرغا دانے کھاتا ہے۔ (۱۲) بدر کا مرغا رات کو کہاں رہا؟ (۱۳) رات کو ڈربے میں رہا۔

---

(۴)

(۱) فِی بَیْتِ بَدْرٍ دُودُ قَزٍّ (۲) اَیَّ شَیْءٍ یَأْکُلُ دُودُ قَزٍّ؟
(۳) یَأْکُلُ تُوْتَ لَا غَیْرُ (۴) بَیْتُ بَدْرٍ عَالٍ (۵) بَیْتُ
بَدْرٍ لَہٗ غَالٌ (۶) دَرْبُ بَیْتِ بَدْرٍ قُرْبَ بَیْتِ سَعْدٍ۔
(۷) کَیْفَ ضَاعَ سَعْدٌ عَنْ بَیْتِ بَدْرٍ (۸) لَوْ کَانَ دَارُہٗ
مِنْ عِنْدِ بَیْتِ بَدْرٍ مَا کَانَ ضَاعَ۔

ترجمہ

(۱) بدر کے گھر ریشم کا کیڑا ہے۔ (۲) کیا چیز کھاتا ہے ریشم کا کیڑا؟ (۳) توت کھاتا ہے اور کچھ نہیں۔ (۴) بدر کا گھر اونچا ہے۔ (۵) بدر کے گھر کو قفل ہے۔ (۶) بدر کے گھر کا بڑا دروازہ سعد کے گھر کے پاس ہے۔ (۷) سعد کیسے گم ہوا بدر کے گھر سے۔ (۸) اگر ہند کے گھر کے پاس گھر ہوتا تو گم نہ ہوتا۔

(۵)

(۱) بَدْرٌ بِنْتٌ ذَاتُ عِلْمٍ مَعَ لُطْفٍ مَعَ عَقْلٍ

بدر ایک لڑکی علم والی خوش اخلاقی کے ساتھ عقل کے ساتھ

(۲) اَخُ بَدْرٍ دِیبٌ (۳) دِیبٌ عَکْسُ بَدْرٍ دُونَ عِلْمٍ دُونَ عَقْلٍ

بدر کا بھائی دیب ہے۔ دیب بدر کے الٹ بے علم بے عقل ہے

(۴) لَوْ کَانَ دِیبَ ذَا عَقْلٍ مَا کَانَ دُوْنَ شُغْلٍ

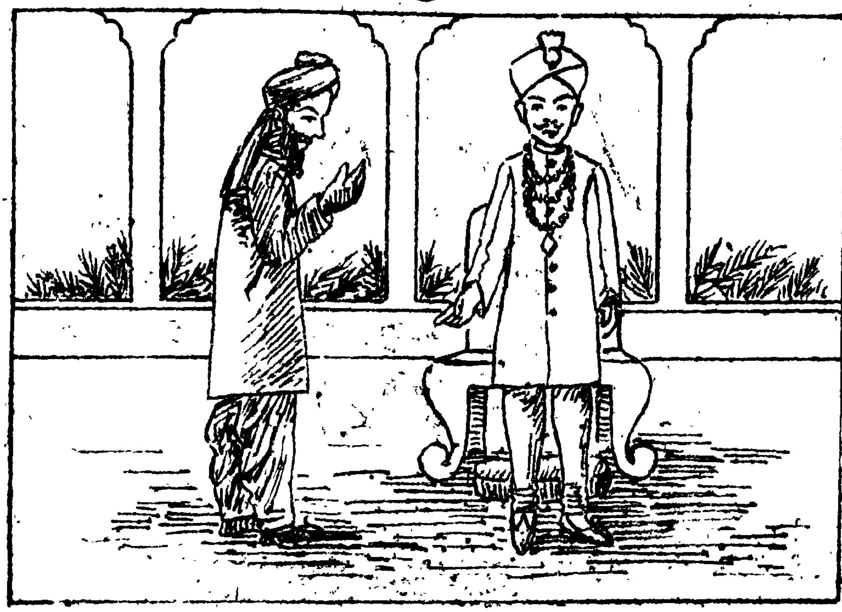
اگر ہوتا دیب عقل والا نہ ہوتا بے کار

(۵) کُلُّ وَلَدٍ دُوْنَ شُغْلٍ ھُوَ دُوْنَ عَقْلٍ

ہر ایک لڑکا (جو) بے کار ہے وہ بے عقل ہے

اَلعَالِمُ وَالمَلِكُ

عالم اور بادشاہ



(۱) دَخَلَ عَالِمٌ عَلٰی مَلِكٍ طَاغٍ مُسْتَبِدٍّ بِاَحْكَامِهٖ فَذَكَرَ لَهُ العَالِمُ خُرُوْجَهٗ عَنِ الْحَقِّ۔ فَغَضِبَ وَ اَمَرَ بِحَبْسِهٖ فَسُجِنَ۔ وَ بَعْدَ سَبْعِ سَنَوَاتٍ جَلَسَ المَلِكُ يَوْمًا لِلْمَظَالِمِ وَ ذَكَرَ كَلِمَةَ العَالِمِ۔ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُحْضِرَ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

(۱) ایک عالم ایک سرکش مطلق العنان بادشاہ کے پاس آیا اور اسے اس کا حق سے تجاوز کرنا بتایا، اس پر اس کو غصہ آیا اور اسکے قید کرنے کا حکم دے دیا سو وہ قید کردیا گیا۔ سات سال کے بعد ایک روز بادشاہ ظلموں کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھا اور اس کو اس عالم کی بات یاد آگئی تو حکم دے کر اس کو اپنے سامنے حاضر کیا۔

(۲) فَقَالَ لَهُ المَلِكُ قَدْ رَكِبْتَ مَعِی مَرْكَبَ الْخَطَرِ حِيْنَ كَلَّمْتَنِیْ بِكَلَامٍ غَلِيْظٍ۔

(۲) بادشاہ نے اس سے کہا: کہ تو مجھ سے سختی کے ساتھ بات کرنے کی وجہ سے ایک خطرناک فعل کا مرتکب ہوا ہے۔

(۳) قَالَ اَنَا طَبِيْبٌ اِذَا دَخَلْتُ عَلٰى مَرِيْضٍ اَنْصَحُهٗ ـ

(۳) اس نے کہا: میں طبیب ہوں جب مریض کے پاس جاتا ہوں تو اسکی خیرخواہی کرتا ہوں۔

(٤) فَقَالَ وَ مَنْ اَمَرَكَ اَنْ تَقُوْلَ لِيْ ذَالِكَ ؟

(۴) بادشاہ نے کہا کہ تجھے مجھ کو ایسا کہنے کا کس نے حکم دیا؟

(٥) قَالَ وَ اَنْتَ مَنْ اَمَرَكَ اَنْ تَجْلِسَ عَلٰى هٰذِهِ الْمَنَصَّةِ لِلْقَضَاءِ ؟

(۵) اس نے کہا: تجھ کو فیصلے کے لئے اس کرسی پر بیٹھنے کا کس نے حکم دیا؟

(٦) فَقَالَ اَمَرَنِيْ اَمِيْرُ الْبِلَادِ ـ

(۶) اس بادشاہ نے کہا: مجھے حکم دیا فرمانروا بلاد نے۔

(٧) قَالَ وَ اَنَا اَمَرَنِيْ رَبُّ الْعِبَادِ ـ

(۷) اس نے کہا: تو مجھے حکم دیا ہے پروردگار عباد نے۔

(٨) فَقَالَ الْمَلِكُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مَنْ تَجَرَّءَ عَلَى السُّلْطَانِ فَقَدْ عَرَّضَ نَفْسَهٗ لِلْهَلَاكِ ـ

(۸) بادشاہ نے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ جو کوئی سلطان کے حضور جرأت کرتا ہے اپنے آپ کو ہلاکت کے آگے دھرتا ہے۔

(٩) قَالَ وَ اَنْتَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مَنْ تَجَرَّءَ عَلَى الرَّحْمٰنِ يُلْقٰى فِي النِّيْرَانِ ؟

(۹) اس نے کہا: کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جو کوئی رحمٰن کے سامنے جرأت کرتا ہے وہ اپنے تئیں دوزخ میں ڈالتا ہے۔

(١٠) فَقَالَ لَمْ تَقُلِ الْعُلَمَاءُ مِثْلَ قَوْلِكَ هٰذَا ـ

(۱۰) بادشاہ نے کہا: تیری بات جیسی بات علما نے کبھی نہیں۔

(١١) قَالَ يَخَافُوْنَ مِنْ سَجْنِ سَبْعِ سَنَوَاتٍ ـ وَ اَنَا مِنْ اَوْلَادِ يُوْسُفَ ـ اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنِ

(۱۱) کہا: وہ سات برس کی قید سے ڈرتے ہیں۔ اور میں ہوں یوسفؑ کی اولاد میں سے۔ اور مجھے تیری رضا طلبی اور بلاترسی

اِبْتِغَاءِ رِضَاكَ اَوِ اخْتِشَاءِ بَلَائِكَ. لِاَنَّ القَسَّامَ لَا يَغْلَطُ فِي القِسْمَةِ.

سے بندی خانہ زیادہ پسند ہے۔ اسلئے کہ بانٹنے والا بانٹ میں غلطی نہیں کرتا۔

(۱۲) فَطَابَ قَلْبُ المَلِكِ وَقَالَ لِلْعَالِمِ اُطْلُبْ مِنِّي مَا تُرِيْدُ.

(۱۲) بادشاہ کا دل اس بات سے خوش ہوا۔ عالم سے کہا: مانگ کیا مانگتا ہے۔

(۱۳) قَالَ اَنَا شَيْخٌ رُدَّ عَلَيَّ شَبَابِي. قَالَ لَا اَقْدِرُ عَلٰى ذَالِكَ.

(۱۳) عالم نے کہا: میں بوڑھا ہوں میری جوانی لوٹا دے۔ بادشاہ نے کہا: میں یہ نہیں کرسکتا۔

(۱۴) قَالَ نَجِّنِي مِنَ المَوْتِ. قَالَ لَيْسَ لِي ذَالِكَ.

(۱۴) اس نے کہا: مجھے موت ہی سے بچا لے!

(۱۵) قَالَ اَنَا عَلٰى بَابِ مَنْ يَقْدِرُ عَلٰى ذَالِكَ كُلِّهِ.

(۱۵) میں اسکے دروازے پر ہوں جو یہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

(۱۶) فَقَالَ المَلِكُ سَأَلْتُكَ اَنْ لَا تَبْرَحَ مَالَمْ تَطْلُبْ مِنِّي شَيْئًا.

(۱۶) بادشاہ نے کہا: میں نے تجھ سے یہ چاہا ہے کہ تو جب تک مجھ سے کچھ مانگ نہ لے یہاں سے نہ ہٹے۔

(۱۷) فَالْتَفَتَ العَالِمُ فَاَبْصَرَ عَبْدًا ذَمِيْمَ الخَلْقِ. فَقَالَ اِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَاِنِّي اَطْلُبُ مِنْ عَبْدِكَ هٰذَا.

(۱۷) عالم نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو ایک بدصورت غلام دیکھا۔ کہا: اگر یہ ناگزیر ہی ہو تو میں تیرے اس غلام سے طلب کرتا ہوں۔

(۱۸) فَقَالَ هٰذَا جَهْلٌ مِنْكَ. اَتَتْرُكُنِي وَ تَطْلُبُ مِنْ اَقَلِّ عَبْدٍ لِي؟

(۱۸) بادشاہ نے کہا: یہ تیری جہالت ہے تو مجھے چھوڑ کر میرے ایک کمترین غلام سے طلب کرتا ہے؟

(۱۹) قَالَ غَضِبْتَ حِيْنَ قُلْتَ اَطْلُبُ مِنْ عَبْدِكَ هٰذَا. وَ اَنَا

(۱۹) عالم نے کہا: کہ تو خفا ہوا جب میں نے تیرے اس غلام سے مانگا۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ

خَافُ اَنْ يَّغْضَبَ عَلَيَّ مَوْلَايَ وَ يَقُوْلُ تَتْرُكُنِيْ وَ تَطْلُبُ مِنْ اَقَلِّ عَبْدٍ لِيْ ۔

میرا مولا مجھ سے ناراض ہوگا اور فرمائے گا کہ تو مجھ کو چھوڑتا ہے اور میرے کمترین غلام سے مانگتا ہے ۔

(۲۰) فَقَالَ لَا تَبْرَحْ مَكَانَكَ مَا لَمْ تَطْلُبْ مِنِّيْ شَيْئًا ۔

(۲۰) بادشاہ نے کہا: تو یہاں سے مت ٹل جب تک مجھ سے کچھ مانگ نہ لے ۔

(۲۱) قَالَ احْمِلْ لِيْ ثَلَاثَةَ اَكْيَالِ حِنْطَةٍ عَلٰى ظَهْرِكَ

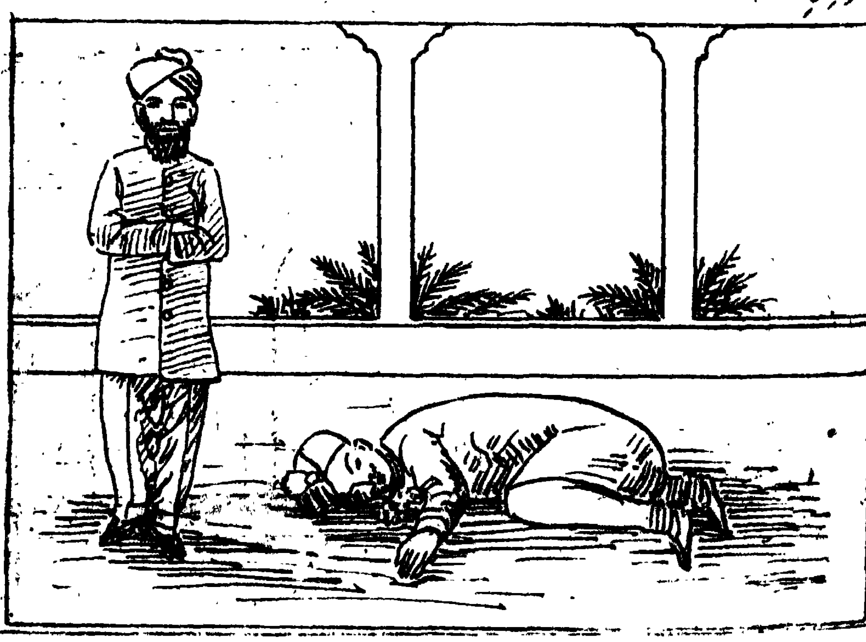
(۲۱) عالم نے کہا: میرے لئے تین پیمانے گیہوں اپنی پیٹھ پر اٹھا لے ۔

(۲۲) فَقَالَ لَوْ قَدِرْتُ لَفَعَلْتُ ۔

(۲۲) بادشاہ نے کہا: میں کرسکتا تو کر لیتا ۔

(۲۳) قَالَ اِنْ كُنْتَ لَا تَقْدِرُ عَلٰى حَمْلِ ثَلَاثَةِ اَكْيَالِ حِنْطَةٍ عَلٰى ظَهْرِكَ فَكَيْفَ تَقْدِرُ عَلٰى حَمْلِ اَوْزَارِ النَّاسِ وَ مَظَالِمِهِمْ ؟

(۲۳) عالم نے کہا: اگر تو تین پیمانے گیہوں اپنی پشت پر اٹھا نہیں سکتا تو لوگوں پر جو بے انصافیاں کی ہیں، ان کے گناہوں کو کیسے اُٹھا سکیگا ۔

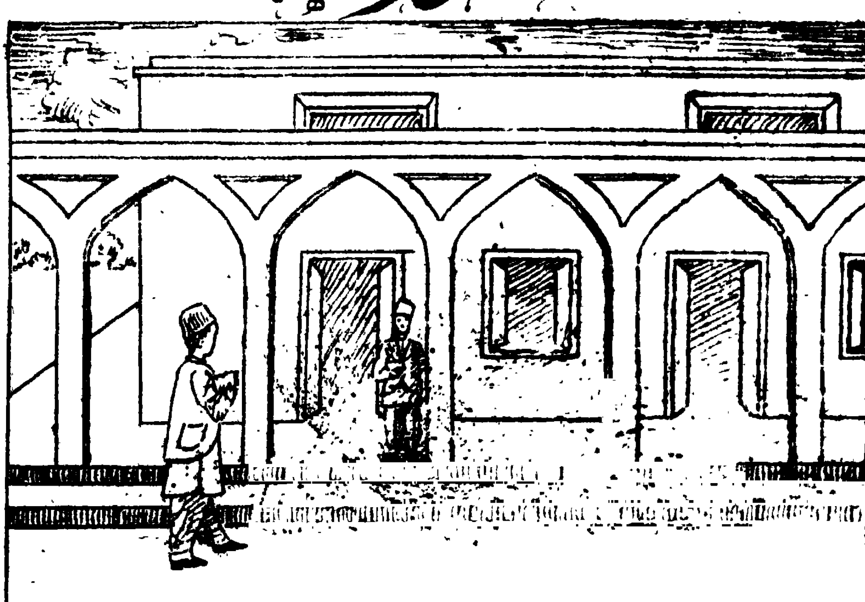


(۲۷) فَغَشِيَ عَلَى الْمَلِكِ وَسَقَطَ عَنْ مَنِصَّتِهِ ـ وَ لَمَّا اسْتَفَاقَ اَعْتَقَ عَبِيْدَهُ وَ تَصَدَّقَ عَلَى الْفُقَرَاءِ بِجَمِيْعِ مَالِهِ وَخَافَ اللهَ۔

(۲۴) بادشاہ کو غش آگیا اور اپنے تخت پر سے گر پڑا اور جب افاقہ ہوا تو اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا اور اپنا سب مال فقیروں کو خیرات کر دیا اور اللہ سے ڈرا۔



المدرسة



(۱)

هٰذِهٖ مَدْرَسَةٌ لِلصِّغَارِ — یہ مدرسہ ہے بچوں کے لئے
تُعَلِّمُ الْقِرَاءَةَ وَ الْكِتَابَةَ — سکھاتا ہے پڑھنا، لکھنا، حساب،
وَ الْحِسَابَ وَ الصَّرْفَ وَ النَّحْوَ — صرف، نحو اور نیک چلنی۔
وَ حُسْنَ السُّلُوْكِ۔

(۲)

مَا اَحْسَنَ هٰذَا الْبِنَاءَ وَ — یہ کیسی خوشنما اور (کتنی) بڑی عمارت
اَكْبَرَهُ۔ كَمْ غُرْفَةً فِيْهِ؟ — ہے۔ اس میں کتنے کمرے ہیں؟ اس
يُوْجَدُ فِيْهِ غُرْفَةٌ وَاسِعَةٌ — میں (ایک) بہت فراخ کمرا ہے۔
جِدًّا۔ فِيْهَا مَقَاعِدُ لِجُلُوْسِ — اس میں بچوں کے بیٹھنے کے لئے
الْاَوْلَادِ۔ كُلُّ صَفٍّ وَحْدَهٗ۔ — بنچیں ہیں۔ ہر جماعت اکیلی ہے۔ اور
وَ الْمُعَلِّمُ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ — استاد جماعت کے سامنے کرسی پر
اَمَامَ الصَّفِّ۔ — بیٹھا ہے۔

(۳)

مَتٰى حَفِظَ الصَّفُّ اَلِفْبَاءِ — جب جماعت (کتاب) الفباء
عَرَبِيْ يَنْتَقِلُ حَالًا اِلٰى دُرُوْسِ — عربی یاد کر لیتی فوراً دروس العربیہ
الْعَرَبِيَّةِ۔ وَ الْوَلَدُ الْاَحْسَنُ — شروع کر دیتی ہے۔ جماعت میں سب
فِي الصَّفِّ يَأْخُذُ جَائِزَةً ظَرِيْفَةً — سے اچھا لڑکا استاد سے خوبصورت
مِنَ الْمُعَلِّمِ۔ — انعام پاتا ہے۔

(۴)

ثُمَّ يَبْدَأُ الصَّفُّ بِالْحِسَابِ — پھر جماعت حساب شروع کرتی ہے

وَ يَدْرُسُ العَدَدَ: وَاحِدٌ. اِثْنَانِ　اور گننا سیکھتی ہے: ایک۔ دو۔
ثَلَاثَةٌ. اَرْبَعَةٌ. خَمْسَةٌ. سِتَّةٌ　تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔
سَبْعَةٌ. ثَمَانِيَةٌ. تِسْعَةٌ.　آٹھ۔ نو۔

ثُمَّ يَتَعَلَّمُ الجَمْعَ هٰكَذَا:-　پھر جمع اس طرح سیکھتی ہے:
اِثْنَانِ وَ ثَلَاثَةٌ تُسَاوِی خَمْسَةٍ وَ　دو اور تین برابر ہیں پانچ کے۔ اور
مَتٰی حَفِظَ الجَمْعَ يَنْقُلُ اِلَى الطَّرْحِ　جب جمع یاد کر لیتی ہے تو تفریق کو
ثُمَّ اِلَى الضَّرْبِ وَ القِسْمَةِ وَالكَسْرِ　لگتی ہے، پھر ضرب، تقسیم اور کسر کو۔

(۲) حُجْرَةُ الدَّرْسِ　سبق کا کمرہ

س ۱: مَا مَعْنَى الحُجْرَةِ؟　حجرہ کے کیا معنی ہیں؟
ج ۱: اَلحُجْرَةُ الغُرْفَةُ۔　حجرہ (کا معنی) غُرفہ (کمرہ) ہے۔
س ۲: مَا مَعْنَى الشُّبَّاكِ؟　شُبّاک کے کیا معنی ہیں؟
ج ۲: اَلشُّبَّاكُ: مَنْفَذُ الهَوَاءِ اِلَى الحُجْرَةِ　شُبّاک (کا معنی) ہوا کی گزرگاہ حجرے کی طرف
س ۳: مَا مَعْنٰى فَسِيحَةٍ؟　فَسِیحہ کے کیا معنی ہیں؟
ج ۳: مَعْنٰى فَسِيحَةٍ: وَاسِعَةٌ　فَسِیحہ کے معنی وَاسِعَہ (فراخ) ہیں۔
س ۴: مَا مَعْنَى الهَوَاءِ؟　ہوا کے کیا معنی ہیں؟
ج ۴: مَعْنَى الهَوَاءِ: اَلرِّيحُ　ہوا کے معنی ریح (باد) ہیں۔
س ۵: مَا مَعْنَى الفَاسِدِ؟　فاسد کے کیا معنی ہیں؟
ج ۵: اَلفَاسِدُ غَيْرُ النَّقِيِّ۔　فاسد کے معنی ناصاف ہیں۔

۱۔ س: عَلٰى اَیِّ شَیْءٍ تَحْتَوِی غُرْفَةٌ　پڑھائی کا کمرہ کن کن پر مشتمل ہوتا ہے

الدِّرَاسَةِ ؟
یعنی پڑھائی کے کمرے میں کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں

ج : غُرْفَةُ الدِّرَاسَةِ تَحْتَوِی عَلٰی شَبَابِیْكَ اَبْوَابٍ وَ مَكَاتِبَ وَ سَبُّوْرَةٍ ـ
پڑھائی کے کمرے میں دریچے، دروازے ڈیسک اور تختہ سیاہ ہوتا ہے ـ

۲ـس : كَیْفَ وُضِعَتْ مَقَاعِدُ التَّلَامِیْذِ ـ
شاگردوں کے بنچ کیسے رکھے ہوئے ہیں ـ

ج : مَقَاعِدُ التَّلَامِیْذِ مَرْصُوْصَةٌ بِنِظَامٍ ـ
شاگردوں کے بنچ کیسے ترتیب سے لگے ہوئے ہیں ـ

۳ـس : مَا فَائِدَةُ الشَّبَابِیْكِ ؟
روشندانوں کا کیا فائدہ ہے ؟

ج : اَلشَّبَابِیْكُ لِلنُّوْرِ وَ تَجْدِیْدِ الْهَوَاءِ الْفَاسِدِ ـ
روشندان روشنی اور خراب ہوا کو تازہ کرنے کے لئے ہیں ـ

۴ـس : لِمَ جُعِلَتِ الْاَبْوَابُ ؟
دروازے کیوں بنے ہیں ؟

ج : اَلْاَبْوَابُ لِمُرُوْرِ التَّلَامِیْذِ وَ الْاَسَاتِذَةِ ـ
دروازے شاگردوں اور استادوں کے آنے جانے کے لئے ہیں ـ

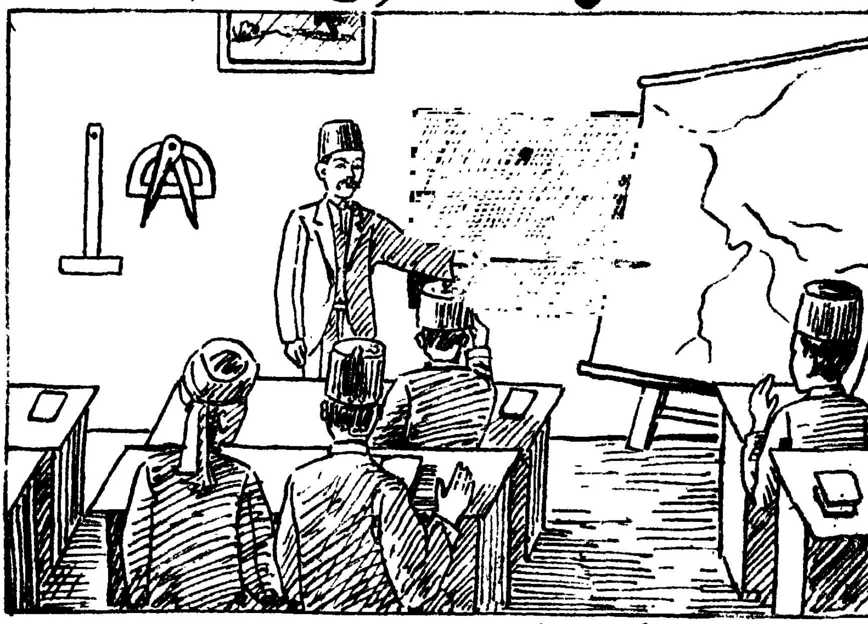
۵ـس : لِمَاذَا اتُّخِذَتِ الْمَكَاتِبُ ؟
ڈیسک کاہے کے لئے بنے ہیں ؟

ج : اَلْمَكَاتِبُ لِلْكِتَابَةِ وَ وَضْعِ الْمَحَافِظِ عَلَیْهَا ـ
ڈیسک لکھنے اور ان پر بستے رکھنے کے لئے ہیں ـ

۶ـس : لِاَیِّ شَیْءٍ اُعِدَّتِ السَّبُّوْرَةُ ؟
تختہ سیاہ کس کام کے لئے تیار ہوتا ہے

ج : اَلسَّبُّوْرَةُ لِلْكِتَابَةِ وَ الرَّسْمِ ـ
تختہ سیاہ لکھنے اور نقاشی کرنے کے لئے ہوتا ہے ـ

(۳) حُجرَۃُ الدَّرسِ وَمَا فِیھَا



۱- ھٰذِہِ الحُجرَۃُ الَّتِی یَتَعَلَّمُ فِیھَا التَّلَامِیذُ۔	یہ وہ کمرہ ہے جس میں طالبانِ علم، علم حاصل کرتے ہیں۔
۲- ھِیَ حُجرَۃٌ وَاسِعَۃٌ، نَظِیفَۃٌ، بَعِیدَۃٌ عَنِ الاَصوَاتِ المُزعِجَۃِ، یَنفُذُ اِلَیھَا الضَّوءُ وَ الھَوَاءُ، اللَّازِمَانِ لِلحَیَاۃِ۔	یہ کشادہ، پاک صاف بے آرام کرنے والی آوازوں سے دُور کمرہ ہے۔ روشنی اور ہوا جو زندگی کے لئے لازم ہیں، اس میں گزرتی ہیں۔
۳- تَرٰی فِیھَا الاَدرَاجَ مَرصُوصَۃً بِنِظَامٍ حَسَنٍ، وَ السَّبُّورَۃَ مُعَلَّقَۃً عَلَی الحَائِطِ، اَمَامَ التَّلَامِیذِ، وَ بِجَانِبِھَا صُندُوقُ الطَّبَاشِیرِ وَ فِیہِ الطَّلَّاسَۃُ	ہم اس میں خوشنما ترتیب کے ساتھ ڈسک لگے ہوئے اور تختۂ سیاہ کو طالبانِ علم کے سامنے دیوار پر آویزاں دیکھتے ہیں، اور اس کے ایک طرف چاک کا ڈبہ ہے، اور اسی میں طلّاسہ (جھاڑن) ہے

الَّتِي تُمْحٰى بِهَا الْكِتَابَةُ وَ بِجَانِبِهَا الْآخَرِ أَدَوَاتُ الرَّسْمِ وَهِيَ : اَلْمِسْطَرَةُ، وَ الْمُثَلَّثُ، وَ الْبِرْكَارُ، وَ نِصْفُ الدَّائِرَةِ، وَ بِالْقُرْبِ مِنْهَا مَكْتَبُ الْمُعَلِّمِ عَلَيْهِ أَدَوَاتُهُ، وَكُرْسِيُّهُ الَّذِي يَجْلِسُ عَلَيْهِ أَحْيَانًا، وَ تَرَى عَلَى حِيْطَانِ الْحُجْرَةِ مُصَوَّرَاتٍ جُغْرَافِيَّةً، وَصُوَرًا، وَ رُسُومًا كَثِيْرَةً۔

جس سے لکھا ہوا مٹایا جاتا ہے اور اور اس کے دوسری طرف نقشہ کے آلات ہیں۔ اور وہ یہ ہیں : مسطر، مثلث، پرکار، اور نصف دائرہ، اور اسکے قریب استاد کا ڈسک ہے، جس پر اس کا سامان ہے اور اس کی کرسی ہے جس پر وہ کبھی کبھی بیٹھتا ہے، اور اور تم کمرے کی دیواروں پر جغرافی نقشے، تصویریں اور بہت سے چارٹ دیکھوگے۔

٤۔ هٰؤُلَاءِ التَّلَامِيْذُ مُؤَدَّبُوْنَ لِأَنَّهُمْ يُصْغُوْنَ إِلٰى مُعَلِّمِهِمْ، وَيُحِبُّوْنَهُ، وَ إِذَا دَخَلَ الْحُجْرَةَ أَوْخَرَجَ مِنْهَا وَقَفُوْا، وَرَدُّوْا تَحِيَّتَهُ فِي خُشُوْعٍ وَ أَدَبٍ۔

یہ طالبانِ علم با ادب ہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنے معلم کی بات کان لگا کر سنتے ہیں، اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور جب وہ کمرے میں آتا، یا اس سے باہر جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسکے سلام کا جواب فروتنی اور ادب سے دیتے ہیں۔

أَجِبْ عَنْ هٰذِهِ الْأَسْئِلَةِ بِجُمَلٍ تَامَّةٍ:-

(جواب دو ان سوالوں کا پورے جملوں میں)۔

(١) أَيُّ حُجْرَةٍ هٰذِهِ ؟ — یہ کونسا کمرہ ہے ؟

(٢) أَهِيَ حُجْرَةٌ صِحِّيَّةٌ ؟ — کیا یہ کمرہ مبنی بر صحت ہے ؟

(٣) لِمَاذَا ؟ — کیوں ؟

(٤) كَيْفَ وُضِعَتْ فِيْهَا أَدْرَاجُ التَّلَامِيْذِ؟ — اسمیں طالبعلموں کے ڈسک کیسے رکھے ہوئے ہیں؟

(۵) اَیْنَ السَّبُّوْرَةُ ؟ — تختہ سیاہ کہاں ہے ؟

(۶) مَا فَائِدَتُهَا ؟ — اس کا کیا فائدہ ہے ؟

(۷) مَا الَّذِی عَلٰی جَانِبِهَا ؟ — اس کے ایک جانب کیا ہے ؟

(۸) اَیْنَ مَکْتَبُ المُعَلِّمِ ؟ — استاد کا ڈسک کہاں ہے ؟

(۹) مَا الَّذِیْ عَلَیْهِ ؟ — اس پر کیا ہے ؟

(۱۰) مَاذَا عَلٰی حِیْطَانِ الحُجْرَةِ ؟ — کمرے کی دیواروں پر کیا ہے ؟

(۱۱) اَهٰؤُلَاءِ التَّلَامِیْذُ مُؤَدَّبُوْنَ ؟ — کیا یہ شاگرد با ادب ہیں ؟

(۱۲) لِمَاذَا ؟ — کیوں ؟

(۱۳) کَیْفَ یُحَیُّوْنَ المُعَلِّمَ ؟ — معلم کو کیسے سلام کرتے ہیں ؟

اَلْاَمْثَال

Proverbs : کہاوتیں

(۷) هَلْ جَزَاءُ الاِحْسَانِ اِلَّا الاِحْسَانُ ۔

نہیں احساں کا بدلا غیرِ احساں + کر بھلا ہو بھلا + انت بھلے کا بھلا ۔

One good turn deserves another.

(۸) تَوَکَّلْ عَلَی العَزِیْزِ الرَّحِیْمِ :

بھروسہ کر خدائے مہربان پر ۔

Put your trust on him,
who is the Mighty, the Merciful.

(۹) اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا : ساتھ دشواری کے آسانی بھی ہے ۔

Then verily, with trouble there will be ease.

۱۰) مَنْ شَبَّ عَلٰی شَیْءٍ شَابَ عَلَیْهِ

جس رنگ پر ہوا جوان، اسی ڈھنگ پر ہوگا بوڑھا

Train your child in way he should go, + when he grows old he will not depart from it.

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ + نشود خشک جز بہ آتش راست

۱۱) رَبُّكَ رَبُّ العَطَا يُعْطِي البَرْدَ عَلٰی قَدَرِ الغِطَا۔

تیرا رب ہے بخشش والا + دیکھ رضائی بخشے پالا

God tempers the wind to the shorn lamb,

۱۲) اَلصَّدَقَةُ لِقَرِيْبٍ مِسْكِيْنٍ لَهَا تَاثِيْرٌ عَظِيْمٌ بَيْنَ النَّاسِ

اوّل خویش بعد درویش، یہی بھاوے خلقت کو بیش -

Kindness to a poor relation tells well in the world.

۱۳) مَنْ كَثُرَ كَلَامُهُ قَلَّ فِعْلُهُ۔

کرنی خاک کی بات لاکھ کی -

Great talkers are the least doers.

(۱۴) كُلٌّ وَاحِدٍ عَلٰی كَيْفِهِ ۔
كُلُّ امْرِءٍ حُرٌّ فِي مَا يَفْعَلُ۔

ہر شخص اپنے کام میں آزاد ہے -

Every one has his full swing.

نہایت مفید اور مقبول کتابیں

کتاب	قیمت
اشاعت اسلام: یعنی دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا اور کن خوبیوں کی وجہ سے اس کی اشاعت ہوئی۔ مؤلفہ حضرت علامہ حبیب الرحمٰن	۳ روپے ۱ر
تعلیمات اسلام	۱۰ر
فلسفۂ بعثت	۶ر
ابوذر غفاری رض	عہ۱
مجاہدین مراکش (باتصویر)	عہ۸ر
اخلاق محمدی کامل	عہ۸ر
سیرت ختم الانبیاء	۱۰ر
نشر الطیب (سیرۃ النبی)	عہ۸ر
شمائل شریف مترجم مولوی عاشق الٰہی	۵ہ
اللؤلؤ المکنون ترجمہ اردو احادیث قدسیہ مع متن	۶ر

تصانیف حضرت مولانا محمد قاسم رح

کتاب	قیمت
الدلیل المحکم	۲ر
تقریر دلپذیر	عہ۴ر
حجۃ الاسلام	۸ر
انتصار الاسلام	۶ر
جمال قاسمی	۱ر

تفاسیر قرآن حکیم اردو

کتاب	قیمت
فتح المقتدر (تفسیر سورہ المدثر)	۱۲ر
الناموس المفصل (تفسیر سورۃ المزمل)	۶ر
نور الحق (تفسیر سورۃ العلق)	۳ر
ذکریٰ (پارہ عم کی تفسیر)	۶
عبرت (سورہ یوسف کی تفسیر)	۱۲ر مجلد عہ۱
برہان (" نور ")	۱۲ر مجلد عہ۱
سُبُل السلام (اٹھائیسویں پارے کی تفسیر)	۱۲ر
بصائر	۸ر
سبیل الرشاد (تفسیر سورہ حجرات)	۱۰ر
بیان (تفسیر سورہ آل عمران)	عہ۱۲ر
صراط مستقیم (سورۂ انفال و توبہ)	۲
تفسیر غنی	عہ۸ر
تاریخ الامم الاسلامیہ عباسیہ (عربی)	
اللخضری (مولوی فاضل کے کورس میں ہے)	لعہ۹
الشہاب الثاقب فی صناعۃ الکاتب (عربی)	۳ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ علمیہ شہر جالندھر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیام اسلام
جالندھر شہر

جلد ۱۳ | اپریل ۱۹۴۲ء ۔ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ | نمبر ۳

استفتاء مطبوعہ پیام اسلام کی نسبت مزید غور

یکم جنوری ۱۹۴۲ء کے پرچہ پیام اسلام شہر جالندھر میں جو استفتاء شائع ہوا ہے وہ ہندوستان کے اندر علوم دین کے متعدد مرکزوں میں جواب کی غرض سے ارسال کیا گیا اور مختلف اوقات میں مراکز ذیل سے اس کا جواب موصول ہوا (۱) مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۲) دارالافتاء چوکی حسن خاں مراد آباد (۳) جامع فتحپوری دہلی (۴) دارالمصنفین اعظم گڈھ (۵) انجمن حزب الاحناف لاہور (۶) مدرسہ امینیہ دہلی (۷) دارالعلوم دیوبند۔ استفتاء اس شرط کی نسبت تھا جو زکوٰۃ میں فقہ حنفیہ کی رو سے مانی گئی ہے کہ مال زکوٰۃ لینے والے کی تملیک کردینا چاہیئے، اس شرط کی سند پوچھی گئی تھی اور کچھ شکوک کا ازالہ طلب کیا گیا تھا۔ جیسا کہ خیال تھا ان تمام جوابوں میں تملیک کی ضرورت مانی گئی ہے۔ البتہ مولٰنا سید سلیمان صاحب نے یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ ائمہ فقہ حنفیہ میں سے قاضی ابو یوسف تملیک کو شرط قرار نہیں دیتے اور آنجناب کی کتاب الخراج کا حوالہ دیا ہے اور یہ کہ بعض علمائے اہلحدیث بھی تملیک کو ضروری تصور نہیں فرماتے اور دوسرے مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں :۔

"حنفی فقہ میں تملیک کی شرط کیوں لگائی گئی - انصاف کی بات یہ ہے کہ اس کی پختہ دلیل میری سمجھ میں ابتک نہیں آئی ہے لیکن فقہ حنفی کی رو سے فتوے دینے میں یہ مجبوری ہے کہ اس کے خلاف فتویٰ نہیں دیا جا سکتا - ہاں دیگر ائمہ کے یہاں تملیک شرط نہیں ہے تو انکے مذہب کے موافق امور خیر اور ضروریات دینیہ میں زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے۔"

شرط تملیک کی سند مظاہر العلوم کے مفتی صاحب لفظ ایتار اور لام کو، دیوبند کے مفتی صاحب لفظ صدقہ اور ایتار کو - مراد آباد کے مفتی صاحب صرف لفظ ایتار کو - فتحپوری کے بزرگوار صرف لفظ صدقہ کو اور اعظم گڈھ والے حضرت صرف لام کو قرار دیتے ہیں - باقی دو بزرگوار سند کے ذکر سے ساکت ہیں زکوٰۃ کی رقم کسی کو دے کر اسے صرف کرنے کا اختیار دینا یعنی وکیل بنانا چار مفتی جائز قرار دیتے ہیں فتحپوری اور حزب الاحناف کے مفتی اس ذکر سے ساکت ہیں - دیوبند والے توکیل کے خلاف ہیں - جواب سب نے مختصر دیا ہے - صرف دیوبند کے مفتی صاحب نے تمام شکوک کا جواب بہت شرح و بسط سے اور ہمدردانہ لہجہ میں عنایت فرمایا ہے اور وفور التفات سے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس جواب سے جو خیال پیدا کرو اس سے اطلاع دو - چنانچہ شکرگزار مستفتی نے اس حوصلہ افزائی سے دلیر ہو کر دوبارہ کچھ گذارش کی ہے اور مزید گستاخی سے جواب کی التجا بھی کی ہے - دو ہفتہ سے زائد گزر گئے ہیں دوبارہ جواب کا ہنوز انتظار ہے - یہ سب فتاوے دفتر اشاعت اسلام میں محفوظ ہیں - پیام اسلام کے ایڈیٹر صاحب گنجائش پائینگے تو شائع کر سکینگے - مستفتی اور اس کے سب رفقا جو استفتاء کے محرک ہوئے ہیں بفضل خدا حنفی المسلک ہیں - احکام فقہیہ کا دل سے احترام کرتے ہیں - البتہ تسکین چاہتے ہیں اسلئے شکوک پیش کرنے پر مجبور ہیں۔

ایتار کے لفظ سے تملیک کو ثابت کرنا سمجھ میں نہیں آیا - یہ لفظ دینے کے معنے رکھتا ہے - قرآن کریم میں زن و شوہر کے طبعی میلان کا جو شرک کی جانب ہے حکایت کے طور پر ذکر ہوا ہے تو فرمایا گیا ہے

لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ اگر تیری جناب ہم کو بیٹا دیگی تو ہم شکرگزار

مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا جَعَلَا — ہونگے۔ جب انکو دیا تو ماں باپ نے شرک
لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا ۔ — کا ارتکاب کیا اس بیٹے کی نسبت جو انھیں دیا تھا

تین بار ایتاء کا لفظ بیٹا دینے کے بیان میں استعمال ہوا حالانکہ بیٹا انسان کا یعنی ماں باپ کا مملوک نہیں ہوتا اور ایک اور مقام پر ارشاد ہے

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۔ — جو کچھ تمکو رسول علیہ السلام دیں اسے لو۔

یہاں بھی احکام خدا و رسول اُمت کے مملوک نہیں ہیں اگر مملوک ہوتے تو

لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا — میری آیات کو تھوڑی قیمت پر فروخت نہ کرو

یہ فرماکر آیات کو تھوڑے دام پر فروخت کرنے سے منع نہ کیا جاتا کیونکہ آدمی اپنی مملوکہ چیز کو گراں اور ارزاں فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے ۔

تملیک کے لئے دوسری سند لام کو سمجھا گیا ہے مگر لام بھی ہمیشہ تملیک کے معنے نہیں دیتا۔ فرمایا گیا ہے

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا ۔ — اسکے قدرت کے نشان ہیں کہ اس نے تمہارے لئے تمھاری جنس کی بیویاں پیدا کیں ۔

یہی الفاظ اور جگہ استعمال ہوئے ہیں

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا — خدا نے تمھارے لئے تمھاری جنس کی بیویاں بنائیں

حالانکہ بیوی شوہر کی مملوکہ نہیں ہے رفیقۂ حیات اور مشیرہ ہے ۔

ایک اور مقام پر فرمایا ہے

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ — وہی خدا ہے جس نے تمھارے لئے پیدا کیا ہے جو کچھ زمین میں ہے سب ۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ — آسمان و زمین کی سب ملکیت خدائے برتر کیلئے ہے

اور ہمارا ایمان ہے کہ حقیقی مالک آسمان اور زمین کا خدائے برتر ہے۔ ہاں دنیا میں ہم لوگ بھی کسی کسی چیز پر اور زمین کے کسی حصہ پر کسی استحقاق سے تصرف کر لیتے ہیں تو مالک ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں مگر صرف اسی وقت جبکہ وراثت سے یا قیمت دیکر کوئی چیز خرید لیتے ہیں محض ہمارے لئے پیدا ہونے کے سبب سے بغیر مزید استحقاق کے ہم مجازی مالک ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتے تو کیونکر سمجھیں کہ لام کا لفظ استعمال ہونے سے ہماری ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

ہاں قرآن کریم میں زکوٰۃ کو صدقہ کے لفظ سے یاد فرمایا گیا ہے اور جامع فتحپوری اور دیوبند کے فتوے میں صدقہ کے لفظ سے استناد کیا گیا ہے۔ صدقہ بیشک جب دیا جاتا ہے تو لینے والے کو مالک تصور کرتے ہیں۔ یہ دلیل زیادہ زبردست ہے۔ مگر مستفتی کو ایک شبہ اسکی نسبت بھی ہے۔ فرض کیجے کوئی شخص ایک رقم کی کتابیں خرید کر کسی دینی مدرسہ میں رکھواتا ہے اور کہتا ہے کہ کتابیں ہمیشہ مدرسہ میں رہیں اور طلبہ کو پڑھنے کے لئے دی جائیں۔ ہر طالبعلم پڑھنے سے فارغ ہو کر کتاب مدرسہ میں واپس کر دے اور آیندہ طلبہ کے کام آتی رہیں۔ رقم چھوٹی ہو یا بڑی خرچ کرنے والے نے ایک کار خیر میں خرچ کی ہے۔ بیت المال شرعی کی چہار گانہ رقموں میں سے یہ رقم نہ خراج اور عُشر ہے۔ نہ لاوارث مال ہے نہ دفینہ ہے کار ثواب کیلئے دی گئی ہے۔ اس کا کیا نام رکھیں اور اسے صدقہ کیوں نہ کہیں۔ اس عمل سے یقیناً دینے والے کو ثواب ہوگا۔ پھر اسے قربت سمجھیں تو صدقہ کیوں نہ سمجھیں اور کیوں نہ فرض کریں کہ یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے جو اگر ملکیت ہے تو مدرسہ کی ہے کسی شخص واحد کی ملکیت نہیں۔ پس صدقہ کا لفظ بھی ملکیت ثابت کرنے کیلئے نص نہ ٹھہرا اور ہمکو ماننا پڑا کہ زکوٰۃ کے اندر ملکیت کی شرط ائمہ فقہا نے اپنے قیاس سے قائم کی ہے اسکے لئے نص قطعی کوئی نہیں۔ کتابیں خریدنے کیلئے اگر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی گئی ہے تو کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا کرنا فقہی قیاس کے خلاف ہے مگر حکم قرآنی اٰتوا الزکوٰۃ کی تعمیل ہو گئی ہے۔ اس شخص پر کیا فتوے صادر ہو سکتا ہے۔ بس اتنا سوال ہے۔

مسجد کی تعمیر پر زر زکوٰۃ صرف کرنے سے اگر فقہی روایت کا علم نہ ہو جب بھی مسلمان کو اجتناب کرنا واجب ہوگا کیونکہ جس مقام پر مسجد کی ضرورت ہو وہاں مسجد بنانے کی تاکید قرآن میں بھی ہے۔ اِنَّمَا

یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ۔ حدیث میں بھی مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا اور جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز عمل بھی ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد کو سب دینی ضرورتوں سے اول قرار دیا ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور محلہ قبا میں فروکش ہوئے تو اگرچہ وہاں عارضی قیام تھا۔ کوئی سرمایہ اور سامان بھی موجود نہیں تھا نہ نظام حکومت قائم ہوا تھا مگر آنحضرتؐ نے قدم رنجہ فرماتے ہی مسجد کی تعمیر کی۔ پھر مدینہ منورہ کی خاص آبادی میں تشریف لیگئے تو وہاں بھی پہلا کام مسجد کی تعمیر کا ہوا۔ یہ سب واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ضرورت کے مقام پر تعمیر مسجد کا فریضہ منجملہ فرائض اسلام کے ہے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ایک فریضہ ہے۔ اب کوئی شخص مسجد بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنی زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرتا ہے تو ایک فریضہ کو دوسرے فریضہ میں مخلوط کر دیتا ہے اور ایک رقم ادا کرنے سے چاہتا ہے کہ تعمیر مسجد کے ثواب اور اسکی جواب دہی سے اور ادائے زکوٰۃ کے ثواب اور اسکی جواب دہی سے دو دو فرائض سے ایک رقم خرچ کرکے سبکدوش ہو جائے، اُس پر خوئے بدرا بہانہ بسیار کا الزام عائد ہوگا۔ مذہبی کتابوں کا خریدنا اور طلبہ کی تعلیم پر وقف کرنا فرض نہیں ہے کار ثواب بیشک ہے اسمیں مال زکوٰۃ کو صرف کرنے سے جب قرآن و حدیث کے کسی حکم سے بصراحت ممانعت ثابت نہیں ہوتی تو اس فعل سے اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کی تعمیل کیوں نہ ہوگی۔ اور ان پر بلکہ غریب مدرسین پر بھی جیسا کہ مولانا سید سلیمان صاحب تحریر فرماتے ہیں، یہ آیت بالکل منطبق ہے

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ	ان غربا کو مدد دو جو خدا کے رستہ میں یعنی کار خیر میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي	مصروف رکھے گئے ہیں۔ سفر یا آمد رفت نہیں کرسکتے
الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ	انھیں نادان لوگ ان کے بے سوال ہونے سے
مِنَ التَّعَفُّفِ ؕ (بقرہ پارہ ۳ ع ۳۷)	دولتمند سمجھتے ہیں۔

مدارس دینیہ کے طلبہ اور مدرسین صرف خوشنودی خدا حاصل کرنے اور علوم دینیہ پڑھنے پڑھانے کیلئے ایک جگہ مقید ہیں۔ سائلوں کی طرح در در نہیں پھرتے اور جہلاء ان کی قدر نہیں کرتے اور حق تعالیٰ نے اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (پاکیزہ رزق جو کماؤ خدا کی راہ میں خرچ کرو) کی تمہید سے دور

تک خیرات کی تاکید کرنے کے بعد اس کا مصرف ایسے غربا کو قرار دیا ہے، تو ایسے علمی مشغلہ میں مصروف رہنے والوں سے زیادہ مال زکوٰۃ کا کون مستحق ہو سکتا ہے اور کتابوں کا بسہولت حاصل ہو جانا ان لوگوں کا ضروری اور سب سے بڑا مقصد ہے۔

اس موقع پر یہ گذارش کرنا بھی مناسب ہے کہ مستفتی یعنی ہیچکارہ محمود علی نہ کسی مدرسہ کا بانی ہے نہ کسی مدرسہ کا مہتمم ہے۔ "غم نداری بز بخر" جیسے کسی فکر میں مبتلا نہیں ہے۔ نہ کبھی زکوٰۃ دینے کا موقع پایا ہے نہ مال زکوٰۃ لینا چاہتا ہے۔ ایک مسجد میں جمعہ کے دن امام نے انفاق فی سبیل اللہ کا وعظ کہا۔ لوگوں پر اثر ہوا۔ زکوٰۃ دینے والے مسلمان اب کہاں نظر آتے ہیں۔ اتفاق سے اُس جماعت میں دو چار دیندار بندے ایسے موجود تھے جنھوں نے نماز کے بعد سلسلہ گفتگو شروع کیا کہ زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ بہت سے پیشہ ور گدا ہیں۔ وہ اپنی حالت زار کو فصاحت اور رسائی کے ساتھ بیان کرنے میں مشاق ہوتے ہیں۔ وہ ایسے مالداروں کو بھانپ کر عرض حال کرتے ہیں تو سننے والوں کا دل موم کر لیتے ہیں۔ زکوٰۃ دینے والے اپنی مصروفیت اور کاروبار میں اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ سائلوں کی حقیقت واقعیہ دریافت کریں۔ وہ زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دیدیتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے تو افسوس کرتے ہیں کہ غیر مستحق لے گئے۔ کیوں نہ کوئی جماعت ہو جسے زکوٰۃ سپرد کرکے دینے والے فراغت پائیں اور جماعت کے ارکان اہل استحقاق کو سمجھ کر پہنچاتے رہیں۔ اس پر مسئلہ ملکیت کا ذکر آیا۔ میری زبان سے نکلا کہ بھئی فتوے لو یہ کیا بات ہے اور کیا ہونا چاہئے۔ مجھی کو استفتاء لکھنے کے لئے انتخاب کیا گیا۔ مجھے سرسری طور پر اس مسئلہ کا علم تھا میں نے استفتاء لکھا اور یہ اندیشہ ضرور رہا کہ حضرات علما بھی کہیں اس سرسری جواب کو بیان فرما کر ٹال نہ دیں۔ ہوا یونہی مگر شکر ہے کہ مولانا سید سلیمان صاحب اور مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، کے ذہن رسا نے پتہ کی بات کا بھی کھوج نکالا۔ حنفیت کے غلبہ نے انھیں بھی مجھ جیسا گستاخ بننے نہیں دیا۔ مگر دونوں صاحبوں کے بیان نے مدد بہت کی اور مجھے یہ خیال کرنے کی جرأت ہوئی کہ اگر ایک امام کی رائے ایک طرف ہو اور باقی سب اسکے خلاف متفق پائے جائیں تو ایک مسئلہ میں سبکی تقلید میں ایک کے خلاف عمل کرنا کیوں گناہ ہے۔ آدمی مفقود الخبر ہو تو اسکی زوجہ کا نکاح ثانی

چار سال کے بعد صرف ایک امام مالکؒ کے فتوے سے سب نہیں تو اکثر حنفی علماء جائز سمجھتے ہیں۔ ہماری نمازیں اکثر حضور قلب سے خالی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ قرأت سری ہو اور امام قیام کے تمام وقت میں خاموش رہے تو مقتدی خاموش رہ کر دنیوی خیالات میں مصروف رہینگے۔ انکی نماز کیا ہوئی۔ نہ دل خدا کی جانب نہ زبان سے خدا کے نام کا ورد کریں۔ نہ کان سے خدا کا کلام سنیں۔ وہ جہری قرأت میں امام کی آواز سنتے ہیں اور کان کو مصروف عمل رکھتے ہیں۔ سری قرأت میں امام مالک کے قیاس کے مطابق خود فاتحہ پڑھا کریں۔ دونو موقعوں پر ان کا کان یا زبان ایک عضو تو نماز کے کام میں مصروف ہے۔ یہ کیوں نہ بہتر ہوگا۔ ہاں جو حضور قلب کو ہر حالت میں قائم رکھ سکتے ہیں اور توجہ الی اللہ سے خالی نہیں رہتے وہ بیشک بہر حال نماز میں مشغول ہیں۔ کچھ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ زکوٰۃ کے بارہ میں ایک نہیں سب ہی قابل تعظیم مجتہد سوائے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے ہر قسم کے حاجتمندوں کی ہر گونہ امداد کو مصرف قرار دیتے ہیں، تو مسلمان بندے سب سے بڑے مشغلہ تعلیم و تعلم میں مصروف رہنے والوں کی مدد کرنے سے کیوں نہ شرف قبول حاصل کرینگے۔

ایک مفتی صاحب نے جو فقہی روایت فقرا کو کھانا کھلانے کی نسبت تحریر فرمائی ہے کہ انھیں صبح اور شام بلا کر اور بٹھا کر کھلانا جائز نہیں۔ زکوٰۃ کا کھانا اٹھا کر دیدینا چاہئے۔ میں اسکی لِم بھی نہیں سمجھا کھلانے سے زیادہ مِلک قرار دینے کی دلیل کیا ہوسکتی ہے۔ انھیں بلایا۔ تواضع سے بٹھایا۔ ہاتھ دھلوائے پینے کا پانی مہیا کیا۔ تو کیا انھیں سب کام میں ہاتھ پر کھانا رکھ دینے سے زیادہ خدمت نہ ہوئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جیسا خیراتی دعوتوں میں ہوتا ہے کہ ایک رقم خرچ کرتے ہیں۔ کھانا پکا کر خود بھی کھاتے ہیں۔ محتاجوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ اگر وہ رقم زکوٰۃ کی ہے تو اس سے خود نہ کھائیں نہ دوستوں کو کھلائیں محض محتاجوں کو کھلائیں اور جسقدر بچ رہے وہ بھی اور محتاجوں پر صرف کردیں۔

اس عاجز نے جو فقہی روایات کی زیارت کرنے اور سمجھنے کے بعد انکے خلاف ایسی جرأت کی ہے تو اسلئے کہ میں ائمہ فقہا اور دیگر علمائے کرام کو اپنے سے بمراتب افضل اور اعلیٰ سمجھتا ہوں مگر معصوم نہیں کہہ سکتا جبکہ مجھے خود انھی کے ارشاد سے علم ہوا ہے کہ اَلْمُجْتَهِدُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ (مجتہد غلطی بھی کرتا، صحیح

رائے بھی قائم کرسکتا ہے / بے چون وچرا اور بے تامل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مان سکتے ہیں اور کسی کا نہیں۔ بلکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول بھی بُعد ہوجانے کی وجہ سے متواتر مشہور اور خبر واحد کے مختلف درجات پیدا کرلیتا ہے۔ جو خوش نصیب حضرت کی مبارک صحبت سے فیضیاب تھے۔ وہ حدیث بھی حضرت کی زبان مبارک سے سنتے تھے اور قرآن بھی۔ انکے یقین میں کوئی تفاوت نہوسکتا تھا۔ مجتہد کی نسبت ہمیں خطا کا علم بھی ہو جائے اور پھر بھی اس کی تعمیل فرض ہو میں اس نکتہ کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔

اب ایک گذارش باقی ہے کہ منتظمان مدارس کا وکیل بننا اکثر اہل فتوےٰ نے جائز قرار دیا ہے صرف ایک مفتی صاحب نے اس سے اختلاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مدرسہ کا منتظم آج ایک جماعت طلبا کا وکیل بنتا ہے کل وہ جماعت مرخص ہو جاتی ہے اور دوسری جماعت آجاتی ہے اور دوسرے یہ فرمایا ہے کہ منتظمین مدارس حکومت وقت جیسی مدافعت اور حمایت کی قوت نہیں رکھتے۔ اسکی نسبت گذارش ہے کہ توکیل کا معاملہ طلبہ سے نہیں ہوتا۔ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ دینے والوں سے معاملہ کرتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے اپنا اختیار مہتمم کو سپرد کرتے ہیں کہ جسے مستحق سمجھو یہ زکوٰۃ کا مال دیدو۔ چنانچہ وہ ہمیشہ آنے والے طلبہ میں سے اہل استحقاق کو دیکھکر تقسیم کرتا رہتا ہے۔ یہ توکیل کیوں نہ جائز ہوگی اور قوت حمایت و مدافعت اگر حکومت منتظم ہو تو خواہ نامسلم برسر حکومت ہوں ہر شخص کو حاصل ہوتی ہے اور جس شخص پر کوئی ظلم کرے یا کوئی چیز اس سے غصب کرے وہ عدالت میں چارہ جوئی کرسکتا اور انصاف پاسکتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام اقوام عالم کے خیرات خانے اور مدارس لاکھوں کی تعداد میں سرمایہ رکھتے ہیں اور بخوبی حفاظت کرتے اور دیکھنے والوں کو کوڑی کوڑی کا حساب دیتے رہتے ہیں۔ ہندوستان کے اسلامی مدارس گو زکوٰۃ کا مال وصول نہ کرتے ہوں پھر بھی گرانقدر سرمایہ اہلِ ہمت کی طرف سے وصول کرتے ہیں اور منتظمین کی تحویل میں دیتے ہیں۔ یہ سب کام توکیل کی بنا پر ہو رہا ہے۔ فقط۔

راقم محمود علی جالندھر

تفسیر سورۃ النحل

(پیوستہ بگذشتہ)

(از جناب مولنا عزیز الرحمٰن صاحب)

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا
اور چارپائے پیدا کیا ان کو واسطے تمہارے بیچ انکے جاڑے کا سامان ہے اور فائدے ہیں اور ان میں سے
تَاْكُلُوْنَ (۵) وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ
کھاتے ہو۔(۵) اور واسطے تمہارے بیچ انکے زینت ہے جسوقت شام کو چرا کر لاتے ہو اور جس وقت چرانے
تَسْرَحُوْنَ (۶) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ
کو نکالتے ہو۔(۶) اور اُٹھالے جاتے ہیں بوجھ تمہارے طرف کسی شہر کے کہ نہ تھے تم پہنچنے والے اس کو
اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۷)
مگر ساتھ جانکاہی کے تحقیق پروردگار تمہارا البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔(۷)۔

ترکیب:۔

وَالْاَنْعَامَ: مفعول از قبیل ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر۔

خَلَقَ:۔ فعل۔ فاعل ضمیر مستتر + ھَا: راجع بطرف الْاَنْعَام۔ فعل با فاعل ومفعول ملکر جملہ مفسرہ

لَكُمْ: ظرف مستقر خبر مقدم + فِيْهَا: اسکے متعلق + دِفْءٌ: مبتدا مؤخر + مَنَافِعُ: اس پر معطوف۔

حل لغات: الدِفْءُ: تپش۔ گرمی۔ مجازاً وہ چیز جو سامان گرمی ہو۔ یہاں

تُرِيْحُوْنَ: يُقَالُ فلانٌ اَرَاحَ الْمَاشِيَةَ جبکہ شام کو مویشیوں کو تھان پر وا

٦١

تَسْرَحُوْنَ : یُقَالُ فلاں سَرَحَ الْمَاشِیَۃَ اِلَی الْمَرْعٰی جبکہ صبح کے وقت مویشیوں کو چراگاہ میں لے جاتا ہے۔

اَلْاَنْعَام : استعمال میں بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ گائے کو ہی کہتے ہیں۔

تفسیر : خداوند کریم اس آیت میں چارپایوں کو پیدا کرنے اور ان سے انسان کیلئے فوائد حاصل ہونے سے اپنی ہستی اور قدرت کاملہ پر استدلال فرماتا ہے۔ یعنی بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ گائے بھینس کی پیدائش میں غور کیجئے کہ ہر ایک کو اسکے مناسب حال پر بنایا۔ پھر جو انسان کو ان سے فائدے پہنچتے ہیں ان میں فکر کیجئے۔ انکے بالوں سے کپڑے تیار کئے جاتے ہیں جس سے سردی کا بچاؤ ہوتا ہے اور بعض چارپائے کھائے جاتے ہیں اور انکے علاوہ اور فائدے بھی ہیں جنکو ولکم فیہا الآیۃ سے بتایا کہ جب وہ شام کو جنگلوں سے چرکر اور پیٹ بھر کر گھروں میں آتے ہیں۔ اور انکے مالک ان گلوں اور ریوڑوں کے انتظار میں گاؤں کے کنارے نکل کر بیٹھتے ہیں۔ تو پھر اسوقت ان کو جو کچھ رونق اور زینت نظر آتی ہے انہی کے دل سے اسکی کیفیت پوچھنی چاہیئے۔ اسی طرح جب صبح چرنے کو جاتے ہوئے غل اور شور مچاتے جاتے ہیں تو وہ بھی عجیب سماں ہوتا ہے۔ یہ بھی خدا کا کام ہے کہ ان جانوروں کو تمھارے قابو میں کردیا۔ ورنہ زور و طاقت میں وہ بھی کچھ کم نہیں۔ اسکے سوا ان پر بوجھ لادکر ایسے دور دراز شہروں میں لے جاتے ہو کہ اگر خود اٹھا کر لے جاتے تو حقیقت معلوم ہوجاتی۔ یہ سب باتیں اسی کی رحمت سے ہیں۔ اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ جو اسکی ہستی اور کمال قدرت پر بیّن براہان ہیں۔

وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً ط وَیَخْلُقُ
اور (پیدا کئے) گھوڑے اور خچریں اور گدھے تاکہ چڑھو ان پر اور واسطے زینت کے اور پیدا کرتا ہے
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۸) وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْھَا جَآئِرٌ ط
جو کچھ نہیں جانتے تم۔ (۸) اور اوپر اللہ کے پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضے ان میں سے ٹیڑھے بھی ہیں
وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ (۹)
اور اگر چاہتا اللہ البتہ ہدایت دیتا تم سب کو۔ (۹)۔

ترکیب :- اَلْخَیْلَ اپنے دونوں معطوفوں سے ملکر اَلْبِغَالَ پر معطوف ہے + لِتَرْکَبُوْا: بذکر لام خَلَقَ کا مفعول لہٗ ہے + زِیْنَۃً اسکے محل پر عطف ہے + مَا بعد سے ملکر مفعول بہ یَخْلُقُ۔ عَلَی اللّٰہِ: خبر مقدم + قَصْدُ الخ مبتدا موخر۔ علیٰ ہٰذا القیاس ترکیب وَمِنْهَا الخ قَصْدُ السَّبِیْلِ ازقبیل اضافۃ الصفت الی الموصوف ہے۔ قصد بتاویل مقصود بمعنی مستقیم ہے۔ تقدیر یوں ہوجائیگی اَلسَّبِیْلُ الْمُسْتَقِیْمُ۔ سیدھی راہ۔

حل لغات :-

اَلْخَیْلَ: گھوڑا۔ خُیَلَاءً بمعنے تکبر سے لیا گیا۔ گھوڑا بھی بوقت رفتار تکبر دکھاتا ہے۔

اَلْبِغَالُ: خچر۔ یُقَالُ بَغَلَهُمْ بَغْلاً بجہت کمینگی پدر اولاد کو عیب دار کیا۔ یہ محاورہ اسی سے لیا گیا۔

حَمِیْرَ: اَحْمِرَۃٌ۔ حُمُرٌ۔ حُمُوْرٌ تمام جمع ہیں۔ مفرد حِمَارٌ۔ معنے گدھا۔ مونث حِمَارَۃٌ (ج) حَمَائِرُ۔

تفسیر :- اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور قدرت کاملہ پر چارپایوں میں سے اُن کے ساتھ استدلال فرماتا ہے جو خصوصیت کے ساتھ سواری کے کام آتے ہیں اور زینت کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ یہ چند چیزیں جو ترجمہ سے معلوم ہوچکی ہیں اُن کو شمار فرماکر (وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ) اجمالاً ان چیزوں کی طرف بھی اشارہ فرماتا ہے جو اس وقت ظہور میں نہیں آئی تھیں یعنی ریل گاڑی۔ ہوائی جہاز۔ بحری جہاز، موٹریں وغیرہ اشیاء جو اسوقت سواری کے کام آرہی ہیں یا تا اختتام دنیا ایجاد ہوتی رہینگی۔

اب دلائل توحید کے بعد اپنے قول وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ میں ظاہر فرماتا ہے کہ وہ اپنی رحمت خاصہ سے تمکو سیدھا راستہ بذریعہ انبیاء و دلائل عقلیہ و نقلیہ بتلاتا ہے۔ اور آگاہ کردیا کہ راستے ٹیڑھے بھی ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔

قولہ تعالےٰ

هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ

وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے پانی واسطے تمھارے اسمیں سے پینا ہے اور

مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ (۱۰)

اس میں سے درخت ہیں کہ بیچ اسکے چراتے ہو۔ (۱۰)۔

ترکیب:-

لَکُمْ: صفت۔ مَاءً: تقدیر۔ مَاءً کَائِنَۃً لَّکُمْ۔ مِنْهُ خبر۔ شَرَابٌ مبتدأ۔ جملہ مستانفہ۔ یا صفت مَاءٌ۔ یہی ترکیب جملہ بعد کی ہے۔

حل لغات:- اَلشَّرَاب جو چیز پی جاتی ہے۔ اسجگہ مینہ کا پانی مراد ہے۔

شَجَرٌ: تنادار پودے۔ مجازاً ہر نبات جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔

تُسِیْمُوْنَ: اَسَامَ الْمَاشِیَۃَ: مواشیوں کو چراگاہ میں چھوڑا۔

تفسیر: سابق میں حیوانوں کے عجائب حالات بیان فرما کر اپنا قادر مختار ہونا ثابت کیا۔ اب نباتات کے عجائب حالات سے ثابت فرماتا ہے۔ چونکہ نباتات کے پیدا ہونے کا سبب مینہ ہے۔ اسلئے پہلے مینہ کے فائدے بیان فرماتا ہے۔ پہلا فائدہ هُوَ الَّذِیْ سے شروع فرمایا ※ پیتے ہو اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں، نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے۔ برسات نہ ہو تو کنوؤں اور نہروں کا پانی بھی خشک ہو جاوے۔ دوسرا فائدہ مِنْهُ شَجَرٌ الخ سے بیان فرمایا ہے کہ اس سے گھاس اُگتی ہے جس سے تمھارے چارپایوں کی زندگی ہے۔ تیسرا فائدہ جو نہایت مفید ترین چیزوں کے متعلق ہے اسکو حسب ذیل آیت میں بیان فرماتا ہے

یُنْۢبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ

اُگاتا ہے واسطے تمھارے ساتھ اسکے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور

وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۱۱)

اور سارے میووں کو تحقیق بیچ اسکے البتہ ایک نشانی ہے واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتے ہیں (۱۱)

یعنی تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس پانی سے تمہارے فائدہ کے لئے کھیتی (جو غذا انسانی و حیوانی کیلئے اشد ضروری ہے) اور زیتون (جو بہت کارآمد چیز ہے) اور کھجور اور انگور (جو میووں میں اسلئے فائق ہیں کہ صرف انھی کو کھا کر انسان زندگی بسر کرسکتا ہے) اور ہر قسم کے پھل زمین سے پیدا کرتا ہے۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے۔ مگر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ یعنی ان نشانیوں پر غور و فکر کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کوتاہ بین تو ہر چیز کے سبب ظاہری ہی پر نظر کرتے ہیں۔

اَلْقُرْاٰنُ الْحَكِیْمُ

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ:

از جناب اعلی الحق

آدم کی لغزش قصور کا اقرار اور توبہ کا قبول ہونا

فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا	فَ اَزَلَّ هُمَا اَلْ شَیْطَانُ عَنْ هَا
پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا	پس لغزش دی انکو شیطان نے سے وہاں
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا	فَ اَخْرَجَ هُمَا مِنْ مَا كَانَا
اور جس (آرام و راحت) میں تھے۔ اس سے اُن کو نکلوا	پس نکال دیا ان کو سے جو (جہاں) وہ تھے
فِیْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا	فِیْ هِ وَ قُلْنَا اِهْبِطُوْا
دیا اور ہم نے کہا تم اترو	اس میں اور ہم نے کہا تم اُترو
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ	بَعْضُ كُمْ لِ بَعْضٍ
تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔	ایک تمہارا کا دوسرے

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ	وَ لَ كُمْ فِي الْ اَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
اور تمہارے لئے زمین میں ایک مقرر وقت تک	اور تمہارے لئے میں زمین ٹھکانا (جائے قرار)
وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۳۶) فَتَلَقّٰى	وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ - فَ تَلَقّٰى
ٹھکانا ہے اور سامان زندگی ہے - پھر آدم نے	اور سامان زندگی تک وقت (مقررہ) - پس حاصل کئے
اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ	اٰدَمُ مِنْ رَبِّ هٖ كَلِمَاتٍ فَ تَابَ
اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں پھر (اللہ) اس	آدم نے سے رب اپنے کچھ کلمے پھر وہ متوجہ ہوا
عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۳۷)	عَلَيْهِ اِنَّ هٗ هُوَ الْ تَوَّابُ الْ رَحِيْمُ
کی طرف متوجہ ہوا یقیناً وہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے	اسکی طرف بیشک وہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان

تشریح :-

آدمؑ جنت میں مقیم تھے۔ وہ اطمینان سے وقت گذار رہے تھے لیکن ضرورت تھی کہ ان کی مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لئے انھیں کشمکشِ حیات سے روشناس کرایا جائے۔ زندگی نام ہے عمل اور جدوجہد کا۔ اور عمل کی تحریک اسی وقت ہوتی ہے۔ جب بقاء و قیام کے لئے مقابلہ درپیش ہو۔ مخالف قوتوں سے زورآزمائی ہو اور سب سے بڑھکر حصول کمال کی ایک نہ مٹنے والی خواہش دل میں امنگیں پیدا کر رہی ہو ورنہ ؎

زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش

شیطان کا بہکانا اسی لئے تھا اور آدم علیہ السلام کی تربیت کے بعد توبہ کے قبول ہوجانے اور رحمتِ حق کے فیضان کی حکمت بھی یہی تھی کہ وہ آیندہ اس قسم کے حملوں سے محفوظ ہوجائیں۔ انکو منصبِ خلافت کی ذمہ داریاں بےچین نہ کردیں اور ہر حال میں رحمتِ خداوندی کا سایہ ان کا پاسبان رہے +

حل لغات :-

(۱۳۷) فَاَزَلَّهُمَا : واحد مذکر غائب، ماضی باب افعال مضاعف ثلاثی۔ مادہ زَلَّ اصل اَزْلَلَ بروزن اَكْرَمَ تھا ایک جنس کے دو حرف صحیح کلمۂ واحد میں جمع ہوئے پہلے کو ساکن کرکے دوسرے

میں مدغم کیا۔ زَلَّةٌ کے معنی ہیں (۱) اِسْتِرْسَالُ الرِّجْلِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ یعنی بلا ارادہ پاؤں کا ڈگمگا جانا۔ اسلئے زَلَّةٌ اُس قصور کو کہا جاتا ہے جو بلا ارادہ سرزد ہو۔ پس اَزَلَّهُمَا کے معنی ہوئے بغیر ارادہ کے آدم اور اسکی بیوی سے قصور ہو گیا (راغب) (۲) کبھی زَالَ کے معنی ذَهَبَ (گیا) کے آتے ہیں۔ اس صورت میں اَزَلَّهُمَا کے معنی اَذْهَبَهُمَا کے ہوں گے یعنی شیطان انھیں جنت سے نکال لے گیا اور اس سے دُور کر دیا۔

آدمؑ سے جو کچھ ہوا۔ بلا قصد ہوا۔ اسکی تائید قرآن عزیز کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طٰہٰ ۲۰ : ۱۱۵) ترجمہ: آدم بھول گیا اور اسکا ارادہ نہ تھا۔

(۳۸) اِهْبِطُوْا :۔ هُبُوْط سے امر ہے (صیغہ جمع مذکر مخاطب)۔ (۱) هَبَطَ بمعنی نَزَلَ ہے (تاج) یعنی اترا۔ (۲) اوپر سے نیچے گرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثال:۔ یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (البقرۃ ۲ : ۷۲) وہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں (۳) کسی مقام میں اترنا : اِهْبِطُوْا مِصْرًا : شہر میں اترو (البقرۃ ۲ : ۶۱)

ھبوط اور نزول میں فرق یہ ہے کہ ہبوط استخفاف (ذلت) کے رنگ میں ہوتا ہے اور نزول اکرام (عزت) کے رنگ میں (راغب)

(۴) نقل مکانی کے علاوہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نکل جانا۔ حدیث شریف میں دعا یوں مرقوم ہے : اَللّٰهُمَّ غَبْطًا لَا هَبْطًا : اے اللہ ہم تجھ سے اچھی حالت کی التجا کرتے ہیں اور ذلت وانحطاط سے تیری پناہ چاہتے ہیں (ابن اثیر)۔ (۵) هَبَطَ کے معنی نقصان یا مرتبہ کا گر جانا بھی آتے ہیں۔ جیسے هَبَطَ الْقَوْمُ کے معنی ہونگے "قوم پستی میں گر گئی (روح المعانی)۔ (۶) شہر سے باہر نکلنا اور شہر میں داخل ہونا۔ دونوں معنی بھی مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ وَقَالَ الْمُفَضَّلُ هُوَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْبَلَدِ وَالدُّخُوْلُ فِیْهَا مِنَ الْاَضْدَادِ

یعنی ہبوط کے معنی شہر سے نکلنے اور شہر میں داخل ہونے کے بھی ہیں (تفسیر روح المعانی)

جمع کا صیغہ (اِهْبِطُوْا) اسلئے ہے کہ خطاب آدم اور اسکی ذریت سب سے ہے اور ہبوط آدم

کا حکم دے کر حالتِ نقصان کو ظاہر کیا گیا ہے۔

(۱۳۹) تَلَقّٰی:- مادہ لَقِیَ، لقاء کے معنی ہیں کسی چیز کا سامنے آجانا اور اسے پالینا (راغب)
تَلَقَّی الشَّیْءَ کے معنی ہونگے لَقِیَہٗ (اسکو ملا)۔ یہاں کلمات کو لے لینا۔ ان کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا مراد ہے۔

(۱۴۰) کَلِمَاتٌ:- کَلِمَۃٌ کی جمع ہے۔ مشہور معنی ـــ مفرد اور بامعنی لفظ ہیں لیکن کبھی کلام بھی مراد ہوتا ہے ـــ کَبُرَتْ کَلِمَۃً ـــ (بڑی بات) الکھف ۱۸ : ۵ -

کلم اصل میں وہ تاثیر ہے جو دو حاسوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جائے یعنی شنوائی کے حاسہ سے کلام یا بات اور بینائی کے حاسہ میں کَلْمٌ زخم (راغب)

(۱۴۱) اَلتَّوَّاب:- مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مادہ توب ہے جسکے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ بندہ کا توبہ کرنا یہ ہے کہ اس نے بارگاہِ حق کی طرف رجوع کیا اور لوٹ آیا ـــ ضروری نہیں کہ پہلی حالت بری ہو بلکہ ایک اچھی حالت سے بہتر حالت کی طرف رجوع کرنا بھی توبہ ہے۔

ایک خدا پرست جب خدا کے سامنے اور زیادہ فرمانبرداری سے جھکتا ہے تو وہ اسکی توبہ ہے انسانی توبہ کے لئے یہ لفظ اِلٰی (حرف جار) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے: تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ ـــ اللہ کے لئے عَلٰی (حرف جار) کے ساتھ: فَتَابَ عَلَیْہِ ـــ اس صورت میں توبہ یہ ہے کہ اللہ نے بندے کی طرف مغفرت کے ساتھ رجوع کیا۔

تَوَّاب: اللہ کا صفاتی نام ہے (تاج)۔

انسانی سعادت و شقاوت کا قانون

اتباعِ ہدایت میں کامیابی ہے اور تکذیبِ حق میں دائمی عذاب

قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا	قُلْنَا اِھْبِطُوْا مِنْ ھَا جَمِیْعًا
ہم نے کہا (اب) تم سب یہاں سے نکل جاؤ	ہم نے کہا نیچے اترو سے اس سب کے سب

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى
(اور یاد رکھو کہ اب قانون حیات یہ ہوگا کہ) میری طرف سے تمہارے پاس
فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ
ضرور ہدایت آتی رہیگی تو پھر جس نے میری ہدایت کی پیروی کی
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۳۸)
اس کیلئے نہ خوف ہے اور نہ (ایسے لوگ) غمگین ہونگے۔
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اور کافر (منکرین حق) جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ
وہ دوزخی گروہ میں سے ہونگے اور دوزخ ہی ہمیشہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۳۹) ع
کے لئے ان کا ٹھکانا ہوگا۔

وَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى
پھر اگر کبھی آئے تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت
فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ وَ لَا خَوْفٌ
پس جو کوئی اتباع کرے میری ہدایت کا تو نہیں خوف
عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔
ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ
وہی لوگ آگ والے ہیں وہی
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔
اس میں ہمیشہ رہینگے۔

تشریح:-

جب آدم علیہ السلام پر وحی کے نزول کا ذکر کیا۔ تو نسل انسانی کیلئے قانونِ ہدایت کی تشریح بھی کر دی اور اعلان کر دیا کہ اللہ کی ہدایت وقتاً فوقتاً آتی رہیگی۔ ہادیان دین قوانین الٰہی سمجھاتے رہینگے۔ اب جو لوگ قانونِ حق کے پابند رہ کر صلاح و ارتقا کی راہ پر گامزن ہونگے۔ وہ غم اور خوف سے دوچار نہ ہونگے بلکہ راحت و شادمانی انکا حصہ ہوگا۔ لیکن وہ مجرم جو دنیاوی اکڑفوں میں آیاتِ الٰہی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اسلام کی ترقی کو دیکھکر حسد و بغض کی آگ میں جلتے ہیں۔ اپنی اس جلن کو دوزخ کی آگ میں تبدیل ہوتا ہوا دیکھ لینگے۔ ان کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ ہلاکت بھی ایسی جس میں نجات کی کوئی راہ نہ ہوگی

حل لغات:-

(۱۴۲) حُزْن وخَوْف:- آنے والے خطرات کا موہوم یا تیقن کھٹکا (مکروہ امر کی توقع) اس کے

مقابلہ کا لفظ رجاء ہے جو کسی محبوب امر کی توقع ہوتی ہے۔ خَوْف اَمن کی ضد ہے۔
حُزْن اور حَزَن اصل میں زمین میں خشونت یعنی سختی کا ہونا ہے۔ پھر غم سے جو نفس میں خشونت (سختی) پیدا ہوتی ہے اس پر بولا گیا ہے (راغب)

— کَذَّبَ :۔ کسی کی طرف جھوٹ منسوب کرنا یعنی یہ کہنا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے (راغب)۔

(۱۴۳) اٰیَات :۔ اٰیَۃٌ کی جمع ہے اور یہ تَاَیّیْ سے ہے۔ تَاَیّیْ کے معنی ہیں کسی بات پر ثابت قدم رہنا۔ آیت کے معنی (۱) ظاہر نشان ہیں (۲) بلند عمارت کو بھی آیت کہتے ہیں اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَۃً (ترجمہ) کیا تم ہر جگہ بے ضرورت یادگاریں بناتے ہو (الشعراء)۔
(۳) آیت پیغام الٰہی کو بھی کہتے ہیں۔ (۴) یہ لفظ دلیل اور معجزہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے (تاج)۔ (۵) اٰیات سے کتب منزلہ بھی مراد ہوتی ہیں (روح المعانی)۔
(۶) قرآن عزیز کے ہر ایک جملہ کو جو کسی حکم پر دلالت کرتا ہے آیت کہا جاتا ہے خواہ وہ ایک سورت ہو یا اس کے لئے فصلیں ہوں یا ایک فصل ہو (۷) آیت قرآن کو آیت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت کے معنی جماعت ہیں اور ہر آیت میں الفاظ و حروف کی ایک جماعت ہوتی ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ آیت کے معنی نشان بھی ہیں اور کلام الٰہی کی آیات نشان معجزہ ہیں۔

— اَصْحَابٌ : صاحب کی جمع۔ صاحب کے معنی ہیں کسی شے کے ساتھ لگ جانے والا (ملازم) مصاحبت یا تو جسم سے ہوتی ہے یا عنایت و ہمت سے۔

— خٰلِدُوْنَ : دیکھو نمبر (۱۰۳)

تذکیر بایام اللہ —— (بنی اسرائیل کی تاریخی شہادات اور تذکیر نعمت)

کتاب حیات (قرآن عزیز) کو بطور قانون پیش کرتے ہوئے توحید۔ نبوت اور معاد کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو مختلف پیرایوں میں سمجھانے کیلئے نائب حق کی — تاریخ اور اسکے حریف کی داستان کو بیان کر دیا گیا ہے۔ اطاعت و سرکشی کے

نتائج اور سعادت و شقاوت کے ہمہ گیر قوانین کو پیش کر دیا گیا ہے۔ اب بنی اسرائیل (جو کتاب اللہ کے سب سے بڑے حامل سمجھے جاتے تھے) کا قصہ بیان ہو گا۔ اس قصہ کو جس طرح موجودہ (محرف) بائیبل نے پیش کیا ہے۔ اس میں واقعات کے الٹ پلٹ کے علاوہ بعض ایسی دُور از کار باتیں بھی بیان کی گئی ہیں جو نہ صرف سلیم الفطرت انسان کے دماغ پر شاق گزرتی ہیں بلکہ ناقابل قبول بھی ہیں، (ملاحظہ ہو کتاب پیدائیش باب دوم۔ سوم۔ چہارم)۔

قرآن عزیز میں (جو تمام کتب سابقہ کا مُصدِق اور انکی غلطیوں کی اصلاح کرنیوالا ہے) اس قصہ کا مختلف عنوان سے آٹھ سورتوں میں بیان ہوا ہے۔ کہیں اجمال سے اور کہیں تفصیل سے: البقرہ۔ آل عمران۔ اعراف۔ حجر۔ کہف۔ بنی اسرائیل۔ طٰہٰ۔ صٓ۔

عذاب و انعام کے عام قوانین و اصول بیان کرنے کے بعد اب پانچویں رکوع میں ایک خاص خاندان کے حالات بیان ہونگے۔ یہ خاندان نبوت سب پر فائق تھا۔ اور اسکو تذکیر کے سلسلہ میں بہترین طریق پر بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے +

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ	يَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جس سے تمھیں	اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا	اَلَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَوْفُوْا
سرفراز کیا تھا (اور نبی موعود محمدؐ کی تصدیق کرکے) میرے	وہ جو میں نے انعام کی تم پر اور ایفا کرو
بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَ	بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِ عَهْدِ كُمْ وَ
عہد کو پورا کرو میں بھی (سعادت و کامرانی سے بامراد رکھنے کا)	میرا عہد میں ایفاء کرونگا کو عہد تمہارے اور
اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (۴۰)	اِيَّايَ فَ ارْهَبُوْنِ +
تمھارے عہد کو پورا کرونگا، دیکھو! میرے سوا کسی سے نہ ڈرو۔	خاص مجھ سے پس ڈرو۔

تشریح:۔

بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ اس قوم کے دل میں دُنیوی جاہ و ریاست کی

ہوس پیوست ہوچکی تھی۔ اس لئے اللہ نے اپنی نعمتیں یاد دلاکر اُن کے دل کو نرم کیا اور پھر ایفائے عہد اور اسکے ثمرہ کی طرف توجہ دلائی اس نرمی کے ساتھ۔ اخیر میں ذرا چشم نمائی بھی کردی کہ ڈرو مجھی سے ورنہ میں یوں بھی سیدھا کردیا کرتا ہوں۔

حل لغات :۔

(۱۴۴) یٰبَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ : یَا حرفِ ندا۔ بَنِیْ منادا مضاف۔ اِسْرَآئِیْلَ مضاف الیہ (اُذْکُرُوْا) فعل بَنِیْنَ۔ بَنُوْنَ۔ اَبْنَاء، اِبْن کی جمع ہے اور یہ لفظ بناء سے مشتق ہے جس کے معنی بنائی ہوئی چیز ہیں یا مصدر "بنانا" کے معنی ہیں۔ ملاحظہ ہو الذاریات [51] : ۴۷۔ التوبہ [9] : ۱۱۰۔ الصّٰفّٰت [37] : ۹۷۔ الصف [61] : ۴

بیٹے کو ابن اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وجود باپ سے ہوا۔ پھر ہر چیز کو جو کسی شے کی جہت سے یا اسکی تربیت سے یا اس کے تعاہد سے یا کثرتِ خدمت سے یا اس کے قیام امر سے حاصل ہو۔ اس کا ابن کہا جاتا ہے ابن الحرب۔ ابن العلم وغیرہ ابن السبیل مسافر ہے (راغب)

اِسْرَآئِیْل (عبرانی) :۔ (اَسْرَ + اِیْل)۔ اَسْر بمعنی عبد ہے۔ عربی میں اَسْر کے معنی قید کرنا ہیں۔ اَسیر اسی سے ہے (جمع اُسَارٰی اور اَسْرٰی) اِیل اللہ کا نام ہے۔ مسیح کے یہ الفاظ بائیبل میں موجود ہیں ایلی ایلی لما سبقتنی (میرے اللہ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) اسرائیل کے معنی ہوئے "اللہ کا بندہ" عبداللہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو سریانی میں اسرائیل کہتے ہیں۔ اسلئے بنی اسرائیل سے مراد یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے۔

(۱۴۵) اَوْفُوْا : صیغہ جمع مذکر امر حاضر باب افعال۔ مثال وناقص یائی۔ مادہ وَفْیٌ اصل میں اَوْفِیُوْا تھا۔ یاء پر ضمہ ثقیل تھا۔ اس لئے ماقبل کو دیا۔ دو ساکنوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔

—— اُوْفِ :۔ واحد متکلم کا صیغہ اسی باب سے ہے مگر جوابِ امر ہونے کی وجہ سے آخر سے یاء حذف ہوگئی۔

(۴۶) عَھْدٌ : عہد باہمی قرارداد کو کہتے ہیں۔ بائبل میں اللہ تعالیٰ کا وہ عہد بھی مذکور ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے ہوا (پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۴) ان کے بعد بنو اسحاق میں سے بنو اسرائیل کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ نیا عہد باندھا گیا۔ یہ بیسیوں جگہ مذکور ہے (خروج ۲۰ استثناء ۵ : ۱۸، ۱۹ آیت

استثناء ۵ : ۳۳ خروج ۲۰ : ۱۹ استثناء ۱۱۱ : ۱۵) پہلے نبیوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کر دیں۔ اور اپنی امتوں کے لئے لازمی قرار دیا کہ وہ ان پر ایمان لائیں (یسعیا ۶۰ : ۱۲ استثناء ۱۸ : ۱۹)۔

قرآن عزیز نے دعوے کیا ہے کہ کتب سابقہ کے نبی موعود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (سورہ آل عمران ۸۲ : ۸۳)۔ مسلمانوں سے بھی اللہ نے یہ عہد لیا ہے : اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (التوبہ : ۱۱۱) (اللہ نے مومنوں سے ان کے مالوں اور ان کی جانوں کو خرید لیا ہے (بیشک) اس کا معاوضہ جنت ہے۔

(۴۷) فَارْھَبُوْنِ : ۔صیغہ جمع مذکر امر حاضر (باب فَتَحَ صحیح) مادہ رَھْب۔ اصل میں فَارْھَبُوْنِیْ تھا۔ فواصلِ آیات کے لحاظ سے ی حذف ہو گئی۔ اور وزن امر صحیح قائم رکھنے کی وجہ سے جو نون زیادہ کیا گیا تھا۔ اسے یائے محذوفہ پر دلالت کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

رَھْب کے معنی ایسا خوف ہے جس میں احتیاط ملی ہوئی ہو اور اضطراب بھی ہو (راغب) امثلہ :۔ لَاَ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَھْبَۃً الخ (وہ تم سے زیادہ خائف ہیں)۔ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ (الانفال ۶۰) (تاکہ اس سے اللہ کے دشمنوں کو خائف رکھو)۔ اسی سے تَرَھَّبُ (تَفَعُّلٌ) بمعنی عبادت اور رھبانیّہ عبادت میں غلو کا نام ہے۔ اِیَّایَ حصر کے لئے بڑھا دیا یعنی اور کسی کا ایسا خوف نہ ہو ❖

پہلے منکر نہ ہو اور دین کے نام پر دنیا نہ کماؤ

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا

اور جو کتاب میں نے (اپنے رسول محمدؐ پر) نازل کی ہے

لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ

اور جو تمھاری کتاب (توراۃ) کو سچا کہتی ہے اسی پر ایمان لاؤ

كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ

اور اس سے منکر اول نہ ہو۔ اور میری آیتوں میں (تحریف کرکے)

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ (۴۱)

انکے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل نہ کرو اور مجھی سے خوف رکھو

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اور سچ

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۴۲)

کو جان بوجھ کر مت چھپاؤ

وَ اٰمِنُوْا بِ مَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا	
اور تم ایمان لاؤ پر جو میں نے نازل کیا تصدیق کرنیوالا	
لِ مَا مَعَ كُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ	
کی جو ساتھ تمھارے اور نہ ہو جاؤ پہلے	
كَافِرٍ بِهٖ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِ اٰيٰتِيْ	
کافر اسکے اور نہ خریدو عوض میری آیتوں کے	
ثَمَنًا قَلِيْلًا وَ اِيَّايَ فَ اتَّقُوْنِ	
مول تھوڑا اور خاص مجھ سے پس بچتے رہو۔	
وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِ الْبَاطِلِ	
اور نہ ملاؤ راستی کو ناراستی	
وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	
اور چھپاؤ راستی اور تم جانتے ہو	

تشریح :-

بنی اسماعیل پہلے سے ملک عرب میں آباد ہوئے۔ اسی نسل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کوئی ڈیڑھ سو سال کنعان میں رہ کر حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں مصر میں چلے گئے۔ کوئی ۴۰۰ برس وہاں رہ کر حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ارض مقدس میں واپس آئے۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ کے ماتحت ارض مقدس فتح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے کئی سو سال قبل کئی یہودی قبائل عرب میں آکر آباد ہوئے۔ ان میں سے تین قومیں خاص مدینہ میں آباد تھیں (بنو نضیر۔ بنو قریظہ اور بنو قینقاع) خیبر میں بھی یہودی آباد تھے اور وہاں ان کی حکومت تھی۔

آیات بالا میں بنی اسرائیل کو توجہ دلائی کہ تم کتب سابقہ کی بشارتیں دیکھ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان کیا کرتے تھے اور انتظار میں چشم براہ تھے۔ اب ظہور قدسی پر تم اغراض دنیوی اور رشک خاندانی کی بنا پر حسد نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ اور نہ حق کو چھپاؤ۔ تمھاری یہ گمراہی ہزاروں ان پڑھ لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

حل لغات :-

(۱۴۸) مُصَدِّقًا :- (صَدَّقَ يُصَدِّقُ تَصْدِيقًا فَهُوَ مُصَدِّقٌ)۔ مادہ صدق ۔ صَدَّقْتُ فُلَانًا کے معنی ہیں (میں نے اسے صدق کی طرف منسوب کیا) (راغب)

تصدیق کے معنی ہیں کسی کو سچا قرار دینا۔ مُصَدِّق کے بعد لام لانے سے یہ غرض ہے کہ یہ تصدیق اسکے فائدہ کے لئے ہے جسکی تصدیق کی گئی ہے۔

قرآن عزیز صرف کتب بنی اسرائیل کا ہی مُصَدِّق نہیں بلکہ تمام کتب منزلہ کا مُصَدِّق ہے مثیل موسیٰ نبی کا انتظار بائیبل میں موجود ہے (استثنا ۸ : ۱۸۔ یوحنا : ۲۱)۔

یہودی تین نبیوں کے منتظر تھے۔ حضرت یحییٰ کو الیاس کی آمد کا مصداق خود حضرت عیسیٰ نے قرار دیا اور مسیح ہونے کا خود دعوے کیا —— اب مثیل موسیٰ نبی امی تھے۔ قرآن عزیز نے كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا (المزمل) کا اعلان کرکے مثیل موسیٰ نبی ہونے کی حجت پوری کردی۔

(۱۴۹) ثَمَن قلیل :- تھوڑی قیمت مراد دنیوی زندگی اور اسکے فائدے ہیں اور اکثر ان کی وجہ سے ہی انسان "حق" کو قبول نہیں کرتا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قلیل (النساء : ۷۷) کہہ دے کہ متاع دنیا قلیل ہے۔

(۱۵۰) لَا تَلْبِسُوا : فعل نہی جمع مذکر مخاطب (لَبَسَ يَلْبِسُ)۔ مادہ لَبْسٌ معنی ہیں ڈھانکنا۔ کپڑا پہننا، یا اس سے اپنے آپ کو چھپا لینا۔ لباس وہ ہے جو انسان کے قبیح امر کو ڈھانک دے (راغب)۔ لَبَسْتُ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ کے معنی ہیں میں نے اس کا امر اس پر مخفی کردیا (راغب)

یہاں مراد باطل کو حق کے پردے میں چھپا دینا ہے یہی تلبیس ہے۔

(۱۵۱) اَلْحَقُّ :۔ حق اصل میں حقق تھا۔ ق کو ق میں مدغم کیا۔ اسکے اصل معنی (۱) عیاں یا واضح ہونے کے ہیں۔ (۲) یا مطابقت اور موافقت کے ہیں۔ (۱) حق کو حق اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور (۲) یا اسلئے کہ وہ اقتضائے حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اَلْحَقّ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اشیاء کو اقتضائے حکمت کے مطابق وجود میں لاتا ہے۔ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (الانعام : ۶۲) (پھر خدا کی طرف جو کارساز حقیقی ہے بلائے جاتے ہیں)۔

ہر قول یا فعل اس وقت "حق" ہوگا جب کہ وہ (۱) مناسب وقت (۲) مناسب انداز (۳) اور موزوں طریق پر ہو (راغب) +

حق کے معنی صدق (سچائی) کے بھی ہیں۔ یہ لفظ نقیض باطل ہے۔ اور باطل ہر وہ چیز ہے کہ جس کی تحقیق کی جائے تو اسے کوئی ثبات نہ ہو۔

(۱۵۲) تَكْتُمُوْا :۔ حکم نہی کے تحت ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور حالت جزم میں نون اعرابی حذف ہو جاتا ہے یا اَنْ مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور نصبی حالت میں نون کا حذف ہونا ظاہر ہے + (اَتٰى يَاْتِىْ)

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۴۱)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ رَبِّهٖ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ، اِجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَخْفٰی لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا ذَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ ؎

ترجمہ: ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے، انھوں نے روایت کیا حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: سات ہیں، جن کو اللہ اپنے سائے میں جگہ دیگا، جس دن بنا اسکے سائے کے کوئی سایہ نہ ہوگا: امام عدل کرنے والا، اور وہ جوان جو اپنے رب کی بندگی میں پروان چڑھا ہو، اور وہ مرد جس کا دل مسجدوں سے علاقہ مند رہے (جب وہ ان سے نکلے تاوقتیکہ ان کی طرف لوٹے)، اور وہ دو شخص جو آپس میں اللہ کے لئے دوستی رکھیں، اسی پر اکٹھے ہوں اور اسی پر جدا ہوں، اور وہ مرد جس کو منصبدار صاحب جمال عورت نے طلب کیا ہو اور اس نے کہا ہو میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، اور وہ مرد

جس نے صدقہ اتنا چھپا کر دیا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔ اور وہ مرد جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا ہو تو اس کی آنکھیں بہ پڑی ہوں۔

تشریحات :-

سَبْعَةٌ : سات۔ اس عدد کا کوئی مفہوم نہیں، کیونکہ اور بھی ایسی خصلتیں ہیں جن کے رکھنے والوں کے لئے سایہ گستری کا وعدہ روایات میں آیا ہے۔ ابن حجر نے اپنے امالی میں ان کو جمع کیا ہے۔ اور پھر ایک مستقل کتاب بنام مَعْرِفَةُ الخِصَالِ الموصلة اِلَی الظِّلَالِ تالیف کی ہے۔ پھر اسکے بعد سخاوی نے اس باب میں ایک کتاب تصنیف کی اور ایسی ساری خصلتیں ۹۰ شمار کی گئی ہیں۔ اور سَبْعَةٌ مبتدا ہے اور خبر اس مبتدا کی یُظِلُّهُمُ اللهُ فِی ظِلِّهٖ ہے: یعنی ان کو اللہ اپنے سایۂ رحمت میں داخل فرمائیگا۔ اور اضافت ظل کی اللہ کی طرف اضافت تشریف ہے، جیسے اضافت ناقہ کی اللہ کی طرف نَاقَةُ اللهِ میں ورنہ وہ ذات پاک ظل (سایہ) سے پاک ہے کیونکہ ظل اجسام کی خاصیتوں میں سے ہے۔

یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ : یعنی جس دن کوئی رحمت اسکی رحمت کے سوا نہ ہو گی اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اور ان میں سے ایک اِمَامٌ یعنی سُلطانٌ (عادل) ہے۔

عَادِلٌ یعنی اللہ کے حکموں پر چلنے والا یا تین کمالوں حکمت، شجاعت اور عفت کا جامع جو تین قوتوں یعنی عقلیہ، غضبیہ اور شہویہ کے اوساط ہیں اور اسکو مقدم کیا اسکے نفع کی عمومیت کے سبب اور دوسرا ان سات میں سے :

شَابٌّ : (جوان) ہے۔ جوان کو اس لئے مخصوص کیا کہ اس پر شہوت کے اور ایسی قوت کے غلبے کا گمان ہو سکتا ہے جو ہوائے نفس کی متابعت کا باعث ہو۔ اور باوجود اسکے عبادت میں لگے رہنا زیادہ پر مشقت اور تقویٰ کے غلبے پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے (جو پروان چڑھا ہو اللہ کی عبادت میں)۔ وَ : اور تیسرا :

رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ : وہ شخص جس کا دل مُعَلَّق (آویزاں) اور ایک روایت میں مُتَعَلِّق ہے

بِالْمَسَاجِدِ: مسجدوں میں اور ایک روایت میں (بِالْمَسْجِدِ) ہے۔ اور ایک روایت میں (فِی الْمَسَاجِدِ) ہے وَحروف الجرّ ینُوبُ بَعْضُھَا عَنْ بَعْضٍ۔ اور سلمان نے مِنْ حُبّھَا زیادہ کیا ہے، یعنی ان کی محبت کی وجہ سے، اشارہ ہے دل کی طویل چسپیدگی کی طرف اگرچہ بدن خارج ہو پس تشبیہ دی ایسی شے سے جو مساجد میں معلق ہو جیسے قندیل (اِذَا خَرَجَ مِنْہُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ) جب نکلے اس سے یہانتک کہ لوٹے اس کی طرف۔ کنایہ ہے تمام نماز کے وقتوں میں مسجد میں آنے جانے کا، جو نماز پڑھے مسجد ہی میں پڑھے اور اس سے نکلے تو اسی دھن میں رہے کہ پھر اس میں جا کر نماز پڑھے۔ اس طرح وہ اپنے دل سے ہمیشہ مسجدوں میں رہتا ہے۔ اس کا ہمیشہ مسجدوں میں بیٹھے رہنا مراد نہیں۔ وَ (اور) چوتھا:

رَجُلَانِ تَحَابَّا: دو آدمی جن کی آپس میں دوستی ہو، تَحَابَّا اصل میں تَحَابَبَا تھا اَیْ اَحَبَّ کُلٌّ مِنْھُمَا صَاحِبَہٗ۔

فِی اللہِ: اَیْ فِیْ طَلَبِ رِضَی اللہِ یعنی اللہ کی خوشنودی کی طلب میں، یا اللہ کے لئے کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں۔

فَاجْتَمَعَا عَلٰی ذَالِکَ: پس جمع ہوں تو اسی محبت پر۔

وَافْتَرَقَا عَلَیْہِ: اور جدا ہوں تو اسی محبت پر جو خالص اللہ کے لئے ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ خَالِصًا لِوَجہِ اللہ محبت پر برقرار رہیں اور انکی اس باہمی محبت کو کوئی دنیوی عارضہ قطع نہ کر سکے۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حُبّ فِی اللہ کی حضور وغیبت میں حفاظت رکھتے ہیں۔ اور یہ خصلت واحد شمار کی گئی ہے باوجودیکہ اس کا تعامل کرنے والے دو ہیں، اس لئے کہ محبت ان دونوں کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ وَ: اور پانچواں:

رَجُلٌ ذَکَرَ اللہَ: وہ مرد جو اللہ کی یاد کرے بحالیکہ

خَالِیًا: تنہا ہو = لوگوں سے یا غیر خدا کی طرف التفات کرنے سے اگرچہ وہ جلوت میں ہو۔

فَفَاضَتْ (سَالَتْ) عَیْنَاہُ: ای الدموع مِنْ عَیْنَیْہِ یعنی پس بہیں آنسو اسکی

آنکھوں سے فَھُوَ مُجَاسِ لَجَرَی الْمِیزَات اور زیادہ کیا بیہقی نے مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہ یعنی
خوفِ خدا سے ۔ اور رونا اس کا اللہ کے خوف سے ہو یا شوق سے یا محبت سے ۔ وَ : اور چھٹا :
رَجُلٌ طَلَبَتْہُ اور ایک روایت میں دَعَتْہُ آیا ہے ۔
اِمْرَاَۃٌ : وہ شخص کہ بلائے اسکو کوئی عورت (زنا کی طرف) ۔
ذَاتَ مَنْصِبٍ : یعنی اصل، شرف، حسب یا مال والی
وَجَمَالٍ : زیادہ حُسن والی ۔
فَقَالَ : پس وہ کہے (اپنی زبان سے ڈانٹتے ہوئے فاحشہ سے یا اپنے دل سے اپنے آپ کو زجر کرنے کیلئے
اِنِّی اَخَافُ اللّٰہَ : کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں ۔ وفی روایۃ (رَبَّ العالمین) ÷ وَ : اور ساتواں
رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ : وہ شخص جو کوئی صدقہ زنافلہ دے اسلئے کہ زکوٰۃ کا اظہار مسنون ہے
فَاَخْفَاھَا : پھر چھپائے (اسکو) لوگوں سے ۔
حَتّٰی لَا تَعْلَمَ : بالرفع نحو مَرِضَ فلانٌ حَتّٰی لَا یَرْجُوْنَہٗ ، وَ بالنصب نحو سرت
حَتّٰی لَا تغیب الشمسُ (شِمَالُہٗ) یعنی جو شخص اسکے بائیں ہے ۔
مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ : جو خرچ کرے داہنا ہاتھ اس کا ۔ اس طرح چھپانے میں مبالغے کا اظہار کیا ہے
بایں طور کہ اگر اس کا بائیں ہاتھ آدمی ہوتا تو اسکو جان نہ سکتا ۔

اور ذکر رجل (مرد) کا اول اور ثالث کے سوا میں وصفِ طردی ہے ۔ فالمرأۃ والخنثیٰ مثلہٗ ۔ پس مراد سات اشخاص ہیں، اور تخصیص سات کی اسلئے ہے کہ طاعت ہوتی ہے بندے کے اور اللہ کے درمیاں، اور بندے کے اور مخلوق کے درمیان، اور اول یا تو زبان سے ہوتی ہے یا دل سے اور یا سارے بدن سے ۔ اور دوسری یا تو عام ہوتی ہے اور وہ عدل ہے اور یا خاص ۔ اور یہ یا تو نفس کی جہت سے ہوتی ہے اور وہ تحابّ (باہمی دوستی) ہے اور یا بدن کی جہت سے
تنبیہ : قال القونوی : آدمی کے ایک تو ظاہر راست وچپ ہیں، اور یہ ہیں اسکے بدنی دونو ہاتھ ۔ اور اسکے دو باطن راست وچپ ہیں اور وہ دونو اسکی روحانیت اور طبیعت ہیں اور شرع

نے اس کا اعتبار کیا ہے اور اسی کی طرف اس آیہ میں اشارہ ہے : وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ : اور زمین ساری اسکے قبضے میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان لپیٹے ہوئے ہونگے اسکے دست راست میں ۔ اس قرار پر راز حدیث یہ ہوا کہ اسکو صدقہ پر باعث، باعثِ روحانی ربانی ہو جو یکسر احکامِ طبیعت سے خالی ہو اور یہ بہت دشوار ہے اور یہ اس لئے کہ انسان صفاتِ روحانیہ اور صفاتِ طبیعیہ کا مجموعہ ہے اور ان دو نو صفات کے درمیان آمیزش واقع ہے ۔ پھر جس شخص کی روحانیت اس حد تک قوی ہو جائے کہ اسکی تمام طبیعی قوتیں اور صفتیں اسکی روحانیت میں یہانتک محو ہو جائیں کہ اسکی روح ایسا تصرف کر سکے جسمیں طبیعت کو دخل نہ ہو، تو وہ شخص نہایت قوت و شدت میں ہوگا بلکہ بہت سے فرشتوں سے اسکا پلّہ بھاری ہوگا ، اسلئے کہ فرشتوں کے افعال کی پیدائش صفاتِ طبیعیہ سے ہوتی ہے تو اس میں کوئی ندرت و عظمت نہیں پائی جاتی اس لئے کہ فرشتے کا کوئی منازع (جھگڑالو) موجود نہیں اور ادھر نزاع موجود ہے اور طبیعۃ کا غلبہ بہت قوی ہے ، اسلئے روح اور اس کی ان صفات کا تسلط جو معنوی انسان کی ذات سے منسوب ہیں اسکے مزاج طبیعی کے تسلط پر جسکو جہتِ حیث حاصل ہے اس طرح غالب نہیں آسکتا کہ اسکے تمام روحانی کام طبیعت کی ملاوٹ اور اسکے احکام سے بالکل پاک بھی ہو جائیں اور صفات روحانیہ اور طبیعیہ کے مابین پیوستگی اور آمیزش بھی قائم رہے اِلّا بتائیدِ ربانی، وقوت بزرگ ۔

(۴۲)

عَنْ عَائِشَۃَ ــــ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ :

اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَ اُقِیْمَتِ الصَّلوٰۃُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ ٭

ترجمہ : عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے : انھوں نے حضرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روایت کیا کہ فرمایا : جب رکھا جائے شام کا کھانا اور قائم کی جائے نماز تو شروع کرو کھانا ۔

(۴۳)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُ) يَقُوْلُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّ لَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَانَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهُ +

ترجمہ: انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، کہتے ہیں: مینے کبھی کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی اور پوری نماز پڑھنے والا ہو، اور ایسا ہوتا کہ بچے کا رونا سن پاتے تو نماز ہلکی کردیتے اس اندیشے سے کہ اسکی ماں فتنے میں پڑ جائیگی +

تشریحات:-

اَخَفَّ: امام کی صفت ہے۔ مجرور بالفتحہ نیابۃً عن الکسرہ، لمنعہ من الصرف، للوصفیۃ و وزن الفعل۔

صَلٰوةً: افعل التفضیل (اخف) کی تمییز ہونے کے سبب منصوب ہے۔

وَاِنْ كَانَ: اِنْ مخففہ ہے ثقیلہ سے اور اسم اس کا ضمیر شان ہے، اور جملہ کَانَ محل نصب میں اسکی خبر۔

فَيُخَفِّفُ: مطلب یہ کہ چھوٹی سورۃ، یا تھوڑی آیتیں پڑھ لیتے۔

اَنْ تُفْتَنَ: مبنی للمجہول۔ اور اُمُّهُ: نائب فاعل۔ اور تُفْتَنَ سے یہ مطلب ہے کہ اس کا دل نماز سے ہٹ کر بچے کے رونے میں لگ جائے۔

ذکرہُ البخاری: فی باب من اَخَفَّ الصَّلٰوۃ عند بکاء الطفل۔

(۴۴)

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ +

ترجمہ:۔

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں ایک حجرہ بنایا۔ کہا: میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے کہا چٹائی کا۔ پھر اس میں نماز پڑھی کچھ راتیں، تو ان کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے بھی ان کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی، جب آنحضرتؐ کو ان کا حال معلوم ہوا تو بیٹھنے لگے، پھر ان کی طرف نکلے، تو فرمایا: میں نے جان لیا جو دیکھا تمہارا عمل۔ پس اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو۔ کہ فرض کو چھوڑ کر افضل نماز آدمی کی، نماز ہے اپنے گھر میں +

تشریحات:۔

حُجْرَةً: ایک روایت میں حَاجِزًا ہے یعنی اوٹ۔

قَالَ: کہا زید سے روایت کرنے والے نے اور وہ بسر بن سعید ہے۔

حَسِبْتُ اَنَّهٗ: میں نے ظن کیا کہ زید نے کہا۔

فَصَلّٰى فِيْهَا: پس نماز پڑھی حجرے میں۔

لَيَالِيَ: تین راتیں، چوتھی رات نہیں نکلے۔ اور یہ تین راتیں پے در پے نہیں تھیں، آنحضرتؐ نکلے تھے تئیسویں رات، پچیسویں رات اور ستائیسویں رات میں۔

عائشہؓ سے وارد ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات میں نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی تو لوگ صبح اس کا چرچا کرنے لگے تو ان

میں سے اکثر اکٹھے ہوگئے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوسری شب باہر آئے تو ان کی نماز کے ساتھ نماز بجالائے۔ پھر اس کا ذکر کرنے لگے اور تیسری رات بہت سے اہلِ مسجد آگئے اور آنحضرتؐ نکلے تو انھوں نے ان کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اب آنحضرتؐ باہر نہ آئے یہانتک کہ نماز فجر کے لئے باہر آئے۔ اور نماز پڑھکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا: اما بعد: مجھ پر تمھارا رات کا کام پوشیدہ نہیں تھا لیکن میں اس سے ڈرا کہ تم پر رات کی نماز فرض ہوجائے تو تم اس سے عاجز رہ جاؤ۔

جَعَلَ يَقْعُدُ: وہ بیٹھ رہنے لگے باہر آنے سے۔

قَدْ عَرَفْتُ صَنِيْعَكُمْ: میں نے جان لی تمھاری نماز تراویح کی حرص یہانتک کہ تم نے اپنی آوازیں بلند کیں بلکہ تم میں سے بعض نے یہ سمجھ کر کہ میں سو گیا ہوں دروازہ بھی کھٹکھٹایا۔

(۴۵)

عَنْ اَبِي بَكْرَةَ اَنَّهُ انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ اِلَى الصَّفِّ، فَذَكَرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ ؛

ترجمہ:۔ ابوبکرہ رضؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جبکہ وہ رکوع کئے ہوتے تھے پہنچے تو صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر دیا، پھر (ابوبکرہ نے) اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا، اللہ تیری حرص (نیکی پر) زیادہ کرے، پھر ایسا نہ کرنا۔

(۴۶)

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ النَّبِيُّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، ثَلَاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ، فَعَلِّمْنِي، قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا ÷

ترجمہ :-

مروی ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مسجد میں داخل ہوئے، پھر ایک مرد داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی، پھر وہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا: لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی* تین بار (ایسا ہوا) - پھر اس (شخص) نے کہا: قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے، مجھے اس کے سوا اور (نماز) اچھی طرح پڑھنی نہیں آتی - آپ مجھے سکھا دیجئے - فرمایا: جب تو نماز کو کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، پھر پڑھ قرآن میں سے جو تیرے پاس ہے جو کچھ میسّر ہو، پھر رکوع کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جائے راکع ہونے کی حالت میں، پھر اونچا ہو یہاں تک کہ تو ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے - پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جائے سجدے میں پڑے ہوئے - پھر سر اٹھا یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جائے بیٹھے ہوئے،

* تو اس نے نماز پڑھی، پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا - تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی

پھر سجدہ کر یہانتک کہ تو مطمئن ہو جائے ساجد ہونے کی حالت میں، پھر ایسا ہی کر اپنی ساری نمازیں +

(۴۷)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ +

ترجمہ :- ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب کہے امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ اس کی سنتا ہے جو اس کی تعریف کرتا ہے) تو تم کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب تیرے ہی لئے ستائش ہے) پھر جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو جائے، جو اسکے پہلے گناہ ہو چکے وہ اس کے لئے مغفور ہو جائینگے۔

ضروری التماس

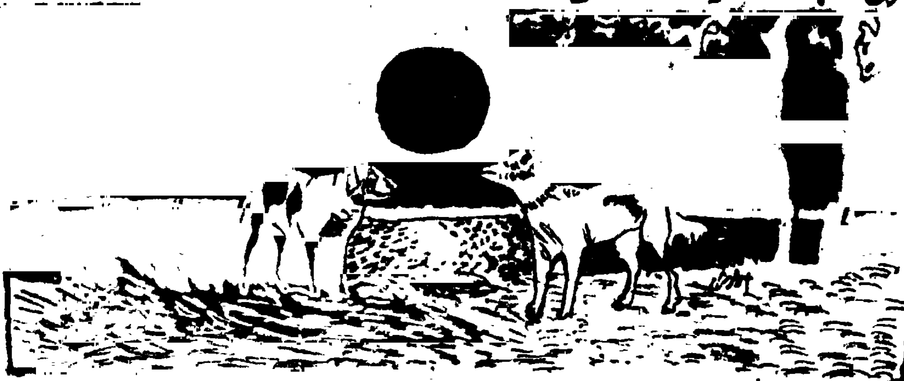
◯ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ رسالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیجئے۔ بصورت عدم قبولیت اخلاقی فرض ہوگا کہ دفتر ہذا میں اطلاع دی جائے۔ خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

"منیجر"

اَلدُّرُوسُ العَرَبِیَّۃ

اَلْحُرِّیَّۃُ

خَرَجَ ذِئْبٌ جَائِعٌ، فِی لَیْلَۃٍ مُقْمِرَۃٍ، یَبْحَثُ عَنْ طَعَامِہٖ، فَلَقِیَ کَلْبًا سَمِیْنًا، فَقَالَ لَہٗ :-



اِنَّنِیْ اَسْعیٰ نَہَارِیْ وَ لَیْلِیْ وَرَاءَ العَیْشِ، وَ لَا اَزَالُ عَلیٰ ھٰذَا نَحِیْفًا ھَزِیْلًا۔ اَمَّا اَنْتَ فَجِسْمُکَ مُمْتَلِیٌٔ، وَ صِحَّتُکَ مَوْفُوْرَۃٌ، فَمِنْ اَیْنَ لَکَ ذَالِکَ ؟!

آزادی

ترجمہ :-

ایک بھوکا بھیڑیا ایک چاندرات میں اپنے کھانے کی تلاش کرتا نکلا، سو ایک موٹے تازے کتے سے ملا اور اس سے کہا :-

میں دن رات روٹی کے پیچھے تگ و دو کرتا، اور اس پر بھی دُبلا پتلا رہتا ہوں۔ پر تُو ہے کہ جسم تیرا بھرا ہوا ہے، اور صحت تیری بہت خوب ہے، تجھے یہ بات کہاں سے میسر ہوئی؟

فَقَالَ لَهُ الْكَلْبُ:

(یہ سن کر) کتے نے اس سے کہا:

اِنَّنِیْ اَخْدِمُ صَاحِبِیْ بِالْاِخْلَاصِ، وَ اَحْرُسُ دَارَهُ وَ صِغَارَهُ مِنَ اللُّصُوصِ، وَ هُوَ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ يُطْعِمُنِیْ وَ يُكْرِمُنِیْ. فَاِذَا اَرَدْتَ اَنْ تُقَاسِمَنِیْ مَا اَنَا فِيْهِ، فَتَعَالَ نَحْرُسِ الدَّارَ مَعًا، وَ سَتَلْقَى مِثْلَ مَا اَلْقٰى.

میں اپنے مالک کی سچے دل سے خدمت کرتا ہوں، اور اسکے گھر کی اور بچوں کی چوروں سے حفاظت کرتا ہوں، وہ اس کی وجہ سے مجھ کو کھانا دیتا ہے اور میری عزت کرتا ہے، پھر اگر تم جس (عیش) میں میں ہوں اس کا حصہ بٹانا چاہتے ہو تو آؤ ہم مل کر اس گھر کی رکھوالی کریں اور تم کو بھی وہی مل جائے جو مجھ کو ملتا ہے۔

فَقَالَ الذِّئْبُ: اِنَّنِیْ اُسَرُّ بِهٰذِهِ الْمُشَارَكَةِ، وَ اَتَمَنَّاهَا مِنْ كُلِّ قَلْبِیْ،

بھیڑیئے نے کہا: میں اس حصہ داری پر مسرور (خوش) اور اپنے پورے دل سے اس کا آرزومند ہوں۔

ثُمَّ سَارَ مَعَ الْكَلْبِ جَنْبًا اِلٰى جَنْبٍ، فَلَحَظَ فِیْ رَقَبَتِهٖ اَثَرَ حَزٍّ، فَسَأَلَهُ عَنْ سَبَبِهٖ۔

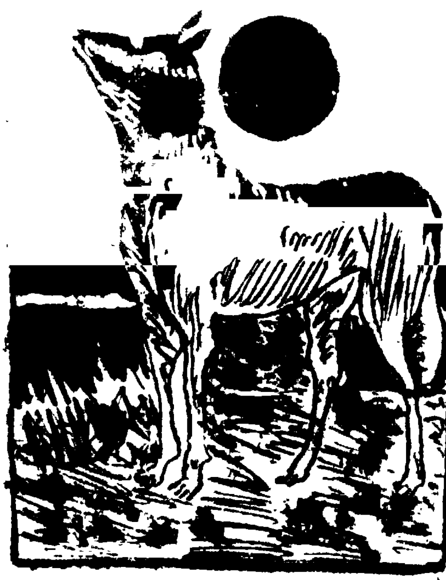
پھر وہ کتے کے ساتھ پہلو بہ پہلو چل پڑا، پھر اس نے اسکی گردن میں کچھ کاٹ (رگڑ) کا نشان دیکھا۔ اس سے اسکا سبب پوچھا۔



فَاَجَابَ الْكَلْبُ خَجِلًا اِنَّهُ مِنْ اَثَرِ السِّلْسِلَةِ الَّتِیْ يُطَوِّقُ بِهَا صَاحِبِیْ عُنُقِیْ فِی النَّهَارِ كَفًّا لِیْ عَنْ اَذَى النَّاسِ. اَمَّا فِیْ

کتے نے شرمندہ ہوکر جواب دیا: یہ اس زنجیر کا نشان ہے جو میرا مالک دن کو مجھے لوگوں کو ستانے سے روکنے کیلئے میری گردن میں ڈالدیتا ہے۔ پر رات کے

اللَّيْلِ فَإِنِّيْ أَبْقَى حُرًّا طَلِيْقًا　　وقت میں بالکل آزاد رہتا ہوں۔



فَلَمَّا عَلِمَ الذِّئْبُ　　جب بھیڑئیے کو یہ حال
ذَالِكَ، قَالَ مِنْ　　معلوم تو فوراً بول
فَوْرِهٖ :-　　اٹھا :-
لَا. لَا يَا أَخِيْ !　　نہیں نہیں، بھائی! میں تیری
لَا أَكُوْنُ مَعَكَ فِيْمَا　　اس نعمت میں تیرے ساتھ
أَنْتَ فِيْهِ- وَإِنِّيْ　　نہیں رہ سکتا۔ اور میں اپنی
أُفَضِّلُ أَنْ أَعِيْشَ　　ساری عمر بھوکا رہنے کو اس
عُمْرِيْ جَائِعًا عَلٰى　　سے افضل سمجھتا ہوں کہ
أَنْ أُطَوَّقَ أَوْ أُقَيَّدَ،　　مجھے طوق یا زنجیر پہنائی جائے
فَأَفْقِدُ حُرِّيَّتِيْ وَلَوْ فَتْرَةً وَجِيْزَةً　　اور میں اپنی آزادی کو کھو بیٹھوں اگرچہ وہ وقت
مِنَ الزَّمَانِ۔　　کے ایک تھوڑے توڑے کیلئے ہو۔
ثُمَّ تَرَكَهٗ وَانْصَرَفَ، رَاضِيًا　　پھر وہ آزاد و بے قید رہنے کی خاطر جس بھوک
بِالْجُوْعِ الَّذِيْ هُوَ فِيْهِ عَلٰى أَنْ　　کی حالت میں تھا اسی پر راضی رہ کر اسے
يَظَلَّ حُرًّا طَلِيْقًا ۔　　چھوڑ کر چل دیا۔

بہ دست آہک تفتہ کردن خمیر
بہ از دست بر سینہ پیش امیر

دُرُوسُ العَرَبِيَّة (للمبتدئین)



(۱) مَا هٰذِهٖ ؟ هٰذِهٖ بِرْكَةٌ ۔
(۲) لِمَنْ هٰذِهِ البِرْكَةُ ؟ هٰذِهٖ بِرْكَةُ اَحْمَدْ ۔
(۳) مَاذَا يَسْبَحُ فِي بِرْكَةِ اَحْمَدْ ؟ يَسْبَحُ فِيهَا سَمَكٌ ۔
(٤) اُنْظُرْ ! كَيْفَ يَذْهَبُ وَ يَأْتِيْ ؟ يَذْهَبُ وَيَأْتِي فِيْ سُرْعَةٍ عَجِيبَةٍ ۔
(۵) هَلْ تَعْرِفُ تَسْبَحُ يَا رَفِيقُ ؟ اَنَا مَا اَعْرِفُ اَسْبَحُ ، عِصْمَتْ يَعْرِفُ يَسْبَحُ ۔

ترجمہ :- (۱) یہ کیا ہے ؟ یہ حوض ہے ۔
(۲) یہ کس کا حوض ہے ؟ یہ احمد کا حوض ہے ۔
(۳) احمد کے حوض میں کیا تیرتا ہے ؟ اس میں مچھلیاں تیرتی ہیں ۔
(۴) دیکھ کیسے وہ آتی جاتی ہیں ؟ وہ عجیب تیزی میں آتی جاتی ہیں ۔
(۵) رفیق ! تو تیرنا جانتا ہے ؟ میں تیرنا نہیں جانتا ہوں ۔ عصمت تیرنا جانتا ہے ۔

(۲)

(۱) هَلْ تَصِيدُ سَمَكْ يَا رَفِيقْ مِنْ بِرْكَةِ اَحْمَدْ ؟
لَا ، اَنَا لَا اُصِيدُ سَمَكْ ۔

(۲) لِمَ لَا تَصِيدُ سَمَكً؟ اَنَا لَا اَصِيدُ حَيْثُ لَيْسَ عِنْدِى قَصَبَةٌ۔
(۳) هَلْ كُنْتَ تَصِيدُ لَوْ كَانَ عِنْدَكَ قَصَبَه؟
نَعَمْ، لَوْ كَانَ عِنْدِى قَصَبَةٌ كُنْتُ اَصِيدُ۔

ترجمہ:۔(۱) اے رفیق! کیا تو مچھلی شکار کرتا ہے احمد کے حوض سے؟
نہیں! میں مچھلی نہیں شکار کرتا ہوں۔
(۲) تو کیوں مچھلی کا شکار نہیں کرتا ہے؟ میں مچھلی کا شکار اسلئے نہیں کرتا کہ میرے پاس کانٹا نہیں ہے
(۳) کیا تو مچھلی کا شکار کرتا اگر تیرے پاس کانٹا ہوتا؟
ہاں! اگر میرے پاس کانٹا ہوتا تو میں مچھلی کا شکار کرتا۔

(۳)

(۱) مَا لَوْنُ هٰذَا السَّمَكِ؟ هٰذَا سَمَكٌ اَحْمَرُ۔
(۲) هَلْ يُوجَدُ سَمَكٌ اٰخَرُ؟ نَعَمْ! يُوجَدُ اَيْضًا سَمَكٌ اَبْرَشُ وَهُوَ اَكْثَرُ۔
(۳) مِنْ اَيِّ سَمَكٍ تَاكُلُ؟ اٰكُلُ سَمَكً اَبْرَشَ۔
(۴) لِمَ لَا تَاكُلُ سَمَكً اَحْمَرَ؟ لَا اٰكُلُ حَيْثُ هُوَ غَيْرُ طَيِّبٍ۔
(۵) هَلْ تَاكُلُ لَحْمَ طَيْرٍ؟ نَعَمْ، اٰكُلُ لَحْمَ طَيْرٍ مَعْ سَمَكٍ۔
(۶) هَلْ تَاكُلُ كُلَّ يَوْمٍ لَحْمَ طَيْرٍ مَعْ سَمَكٍ؟
لَا اَنَا اٰكُلُ كُلَّ يَوْمِ اَحَدٍ لَحْمَ طَيْرٍ مَعْ سَمَكٍ۔
(۷) فِى اَيِّ وَقْتٍ تَاكُلُ؟ فِى ظُهْرِ يَوْمِ الْاَحَدِ۔

ترجمہ:۔ (۱) اس مچھلی کا رنگ کیا ہے؟ یہ سرخ مچھلی ہے۔
(۲) کیا اور بھی مچھلی ملتی ہے؟ ہاں! سفید دھبوں والی مچھلی بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ زیادہ تر ہوتی ہے۔
(۳) تو کونسی مچھلی کھاتا ہے؟ میں سفید دھبوں والی مچھلی کھاتا ہوں۔

(۴) سرخ مچھلی کیوں نہیں کھاتے؟ میں اسلئے نہیں کھاتا کہ وہ اچھی نہیں ہوتی -

(۵) کیا تم پرند کا گوشت کھاتے ہو؟ ہاں پرندے کا گوشت مچھلی کے ساتھ کھاتا ہوں -

(۶) کیا تم ہر روز پرندے کا گوشت مچھلی کے ساتھ کھاتے ہو؟

نہیں - میں ہر ایتوار کو پرندے کا گوشت مچھلی کے ساتھ کھاتا ہوں -

(۷) کس وقت کھاتے ہو؟ ہر ایتوار کی ظہر کو -

(۷)

(۱) هَلْ هَاذِی بِرْكَةٌ عَمِيقَةٌ ؟ نَعَمْ ! هٰذِی بِرْكَةٌ عَمِيقَةٌ -

(۲) هَلْ تَنْزِلُ فِيهَا ؟ لَا - اَنَا لَا اَنْزِلُ فِيهَا -

(۳) لِمَ لَا تَنْزِلُ فِيهَا ؟ لِاَنِّی لَا اَعْرِفُ اَسْبَحُ -

وَ مَنْ يَنْزِلُ فِيهَا وَ هُوَ لَا يَعْرِفُ يَسْبَحُ يَغْرَقُ -

(۴) اِحْذَرْ اَنْ تَنْزِلَ اِذْنْ -

(۵) مِنْ اَيْنَ يَأْتِيهَا مَاء ؟ يَأْتِی مِنْ عَيْنٍ قَرِيْبَةٍ -

(۶) هَلْ تَشْرَبُ مَاء ؟ نَعَمْ اَشْرَبُ -

(۷) قَدْ عَطِشْتُ . اِشْرَبْ اِنْ شِئْتَ .

ترجمہ:- (۱) کیا یہ گہرا تالاب ہے؟ ہاں! یہ گہرا تالاب ہے -

(۲) کیا تو اتریگا اس میں؟ نہیں میں اس میں نہیں اترونگا -

(۳) کیوں نہیں اتروگے اسمیں؟ اسلئے کہ میں تیرنا نہیں جانتا -

اور جو اسمیں اتریگا اور وہ تیرنا نہ جانتا ہوگا، ڈوب جائیگا -

(۴) بچو اُترنے سے تب تو -

(۵) کہاں سے اس میں آتا ہے پانی؟ آتا ہے پاس کے چشمے سے -

(۶) کیا تم پیوگے پانی؟ ہاں پیونگا - (۷) مجھے پیاس لگ گئی ہے - پی لو اگر چاہو -

اَلطُّعَامُ

(۱) هَلْ تَقْدِرُ تَعِيْشُ بِلَا اَكْلٍ ؟ لَا اَقْدِرُ اَعِيْشُ بِلَا اَكْلٍ -

(۲) كَمْ مَرَّةً يَلْزَمُ اَنْ نَاْكُلَ ؟

كُلَّ يَوْمٍ يَلْزَمُ اَنْ نَاْكُلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -

(۳) مَاذَا يَاْكُلُ يُوْسُفُ فِي الصُّبْحِ ؟

يُوْسُفُ يَاْكُلُ فِي الصُّبْحِ خُبْزًا وَ لَبَنًا -

(٤) اُنْظُرْ كَمْ هٰذِهِ الْبِنْتُ سَمِيْنَةٌ !

نَعَمْ هِيَ تَاْكُلُ كُلَّ يَوْمٍ بَيْضَةً جَدِيْدَةً -

(۵) هَلْ اَنْتِ تُحِبِّيْنَ بَيْضَ الدَّجَاجِ ؟

اَنَا اُحِبُّ الْفَوَاكِهَ اَكْثَرَ مِنْ بَيْضِ الدَّجَاجِ -

(٦) اَيَّ الْاَثْمَارِ تُحِبِّيْنَ ؟ اَنَا اُحِبُّ الْعِنَبَ وَ التِّيْنَ -

(۷) اَيَّةُ ثَمَرَةٍ مِنْ ثَمَرَاتٍ تُحِبُّ مَرْيَمُ ؟

(۸) مَرْيَمُ تُحِبُّ خَوْخَ وَ بِطِّيْخَ وَ تُفَّاحَ -

(۹) خَالِدُ يُحِبُّ الْجَوْزَ وَ الْمَوْزَ - فَضْلُ يَاْكُلُ لَوْزًا كُلَّ يَوْمٍ - وَ فِي الشِّتَاءِ يَاْكُلُ تِيْنًا مَعَ الْجَوْزِ +

ترجمہ :-

(۱) کیا تو جی سکتا ہے بن کھائے ؟ نہیں میں کھائے بغیر نہیں جی سکتا -

(۲) کتنی مرتبہ ہمیں کھانا چاہئے ؟ ہر روز ہمیں تین مرتبہ کھانا چاہئے -

(۳) کیا کھاتا ہے یوسف صبح کو ؟ یوسف صبح کو روٹی اور دودھ کھاتا ہے -

(۴) دیکھو! کتنی یہ لڑکی موٹی ہے ؟ ہاں وہ کھاتی ہے ہر روز انڈہ تازہ -

(۵) کیا تو مرغیوں کے انڈوں کو پسند کرتی ہے ؟ میں میووں کو مرغیوں کے انڈوں سے زیادہ پسند کرتی ہوں ۔

(۶) کونسے پھل تم پسند کرتے ہو ؟ میں انگور اور انجیر پسند کرتی ہوں ۔

(۷) مریم پھلوں میں کونسا پھل پسند کرتی ہے؟ (۸) مریم آڑو، خربوزہ اور سیب پسند کرتی ہے ۔

(۹) خالد اخروٹ اور کیلا پسند کرتا ہے ۔ فضل ہر روز بادام کھاتا ہے اور سردی کے موسم میں انجیر اخروٹ کے ساتھ کھاتا ہے ۔

عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) سلیم گوشت کھانا پسند نہیں کرتا، بلکہ مچھلی کو پسند کرتا ہے ۔

(۲) جب ہر روز مچھلی ملے تو وہ پھولا نہیں سماتا ۔

(۳) لیکن مچھلی کم ہے ہر روز نہیں ملتی ۔

(۴) کتنی قسم کی مچھلی سمندر میں ملتی ہے ؟

(۵) ہزار سے زیادہ قسم کی پائی جاتی ہے ۔

(۶) کوئی ان میں بہت بڑی ہے اور کوئی ان میں بہت چھوٹی ۔

ترجمہ عربی :- (۱) سَلِیْمٌ لَا یُحِبُّ اَکْلَ اللَّحْمِ بَلْ یُحِبُّ السَّمَكَ ۔

(۲) إِذَا وُجِدَ سَمَكٌ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ یَفْرَحُ ۔

(۳) لٰکِنِ السَّمَكُ قَلِیْلٌ ۔ لَا یُوْجَدُ کُلَّ یَوْمٍ ۔

(٤) کَمْ نَوْعًا یُوْجَدُ مِنَ السَّمَكِ فِی الْبَحْرِ ؟

(٥) یُوْجَدُ اَکْثَرَ مِنْ اَلْفِ نَوْعٍ ۔

(٦) مِنْهَا مَا هُوَ کَبِیْرٌ جِدًّا وَ مِنْهَا مَا هُوَ صَغِیْرٌ جِدًّا ۔



(۱) اَلسَّمَكُ يَقْتَاتُ (يَتَّخِذُ قُوْتَهُ) مِنَ الْمَاءِ -

(۲) وَ السَّمَكُ الْكَبِيْرُ يَأْكُلُ السَّمَكَ الصَّغِيْرَ

(۳) وَ الْإِنْسَانُ يَأْكُلُ السَّمَكَ الْكَبِيْرَ وَ الصَّغِيْرَ -

(۴) لِأَنَّ اللهَ سَلَّطَهُ عَلٰى سَمَكِ الْبَحْرِ وَطَيْرِ السَّمَاءِ وَحَيْوَانِ الْبَرِّيَّةِ -

ترجمہ: (۱) مچھلی اپنا کھانا پانی سے لیتی ہے -

(۲) اور بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی ہیں -

(۳) اور انسان بڑی مچھلیوں کو اور چھوٹی مچھلیوں کو کھاتا ہے -

(۴) کیونکہ اللہ نے اسکو سمندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں اور جنگل کے جانوروں پر تسلط (اقتدار) یعنی سرداری بخشی ہے -

اَلعَدَدُ

۰ صِفْرٌ	۱۰ عَشْرَةٌ	۲۰ عِشْرُوْنَ
۱ وَاحِدٌ	۱۱ اَحَدَ عَشَرَ	۲۱ وَاحِدٌ وَ عِشْرُوْنَ
۲ اِثْنَانِ	۱۲ اِثْنَا عَشَرَ	۲۲ اِثْنَانِ وَ عِشْرُوْنَ
۳ ثَلَاثَةٌ	۱۳ ثَلَاثَةَ عَشَرَ	۲۳ ثَلَاثَةٌ وَ عِشْرُوْنَ
۴ اَرْبَعَةٌ	۱۴ اَرْبَعَةَ عَشَرَ	۲۴ اَرْبَعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ -
۵ خَمْسَةٌ	۱۵ خَمْسَةَ عَشَرَ	۲۵ خَمْسَةٌ وَ عِشْرُوْنَ
۶ سِتَّةٌ	۱۶ سِتَّةَ عَشَرَ	۲۶ سِتَّةٌ وَ عِشْرُوْنَ
۷ سَبْعَةٌ	۱۷ سَبْعَةَ عَشَرَ	۲۷ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ

٨ ثَمَانِيَةٌ	١٨ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ	٢٨ ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُوْنَ
٩ تِسْعَةٌ	١٩ تِسْعَةَ عَشَرَ	٢٩ تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ
٣٠ ثَلَاثُوْنَ	٤٠ اَرْبَعُوْنَ	٥٠ خَمْسُوْنَ
٣١ وَاحِدٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤١ وَاحِدٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٥١ وَاحِدٌ وَخَمْسُوْنَ
٣٢ اِثْنَانِ وَثَلٰثُوْنَ	٤٢ اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ	٥٢ اِثْنَانِ وَخَمْسُوْنَ
٣٣ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٣ ثَلَاثَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٦٠ سِتُّوْنَ
٣٤ اَرْبَعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٤ اَرْبَعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٦٣ ثَلٰثَةٌ وَسِتُّوْنَ
٣٥ خَمْسَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٥ خَمْسَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٧٠ سَبْعُوْنَ
٣٦ سِتَّةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٦ سِتَّةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٧٤ اَرْبَعَةٌ وَسَبْعُوْنَ
٣٧ سَبْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٧ سَبْعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٧٥ خَمْسَةٌ وَسَبْعُوْنَ
٣٨ ثَمَانِيَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٨ ثَمَانِيَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٨٠ ثَمَانُوْنَ
٣٩ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ	٤٩ تِسْعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ	٨٦ سِتَّةٌ وَثَمَانُوْنَ
٨٧ سَبْعَةٌ وَثَمَانُوْنَ	٩٠ تِسْعُوْنَ	٩٨ ثَمَانِيَةٌ وَتِسْعُوْنَ
٩٩ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ	١٠٠ مِئَةٌ	١٠٠٠ اَلْفٌ

اَلنَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

وہ نبی (اس پر درود و سلام)

(۱) فِیْ بِلَادِ الْعَرَبِ قِسْمٌ یُسَمّٰی الْحِجَازَ وَ فِیْہِ مَکَّۃُ وَ الْکَعْبَۃُ الَّتِیْ یَحُجُّ اِلَیْھَا الْمُسْلِمُوْنَ کُلَّ سَنَۃٍ۔

(۱) مُلکِ عرب کا ایک حصہ حجاز کہلاتا ہے، اسی میں مکّہ ہے، جس کا ہر سال مسلمان حج کرتے ہیں۔

(۲) وَ فِیْھَا اَیْضًا الْمَدِیْنَۃُ الَّتِیْ بِھَا قَبْرُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ۔

(۲) اور اسی میں مدینہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر ہے۔

(۳) وَکَانَ الْعَرَبُ قَبْلَ الْاِسْلَامِ یَعْبُدُوْنَ الْاَصْنَامَ وَھِیَ مِنَ الْحِجَارَۃِ وَیَضَعُوْنَھَا فِی الْکَعْبَۃِ۔

(۳) اور اسلام سے پہلے عرب بتوں کو پوجتے تھے، اور وہ بت پتھر کے ہوتے تھے، اور ان کو کعبے میں رکھا کرتے تھے۔

(٤) وَ لَمَّا بُعِثَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْشَدَھُمْ اِلٰی دِیْنِ الْحَقِّ وَ عَلٰی عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَحْدَہٗ۔

(۴) اور جب نبیّ (خدا) محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوئے تو ان کو سچے دین کی ہدایت اور اکیلے خدا کو پوجنے کی نصیحت فرمائی۔

(٥) وُلِدَ النَّبِیُّ بِمَکَّۃَ. وَ ھُوَ مِنْ قَبِیْلَۃٍ تُسَمّٰی قَبِیْلَۃَ قُرَیْشٍ وَقَدْ مَاتَ اَبُوْہُ قَبْلَ اَنْ یُوْلَدَ، وَمَاتَتْ اُمُّہٗ وَعُمْرُہٗ سِتُّ سَنَوَاتٍ فَرَبَّاہُ جَدُّہٗ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ

(۵) آنحضرتؐ مکہ میں پیدا ہوئے، اور وہ اس قوم میں سے تھے جو قریش کہلاتی تھی۔ ان کے باپ ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مر چکے تھے اور ان کی ماں مریں تو ان کی عمر چھ برس کی تھی۔ ماں کے بعد انکے دادا عبدالمطلب نے ان کو پالا۔

ثُمَّ عَمُّہٗ اَبُوْ طَالِبٍ .	پھر (انکے پیچھے) ان کے چچا ابو طالب نے۔
(٦) وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعْرُوْفًا	(٦) آنحضرت امانتداری ، خوش خوئی،
بِالْاَمَانَةِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ	بے ریائی اور دل کی صفائی میں
وَ الْاِخْلَاصِ وَ طَهَارَةِ الْقَلْبِ .	بہت مشہور تھے ۔
وَ كَانَ يُحِبُّ الْعُزْلَةَ وَ يَتَعَبَّدُ	اور تنہائی کو پسند کرتے اور ہر
كُلَّ سَنَةٍ شَهْرًا فِيْ غَارٍ قُرْبَ	سال ایک مہینہ ایک غار میں جو مکہ کے قریب
مَكَّةَ . وَ لَمَّا بَلَغَ سِنَّ	تھی عبادت کیا کرتے۔ جب چالیس برس
الْاَرْبَعِيْنَ بَعَثَهُ اللّٰهُ رَسُوْلًا	کی عمر کو پہنچے تو اللہ نے ان کو سب لوگوں کی
لِجَمِيْعِ النَّاسِ وَ بَدَأَ الْوَحْيُ	طرف پیغامبر بنا کر بھیجا اور قرآن
يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ .	کریم کی وحی ان پر اترنی شروع ہوئی۔
وَ اَوَّلُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَيْهِ وَ	اور پہلی آیت جو غار میں ہوتے اتری،
هُوَ فِي الْغَارِ (اِقْرَاْ بِاسْمِ	یہ تھی (تو اپنے پالنہار کا نام لے کر
رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ	پڑھ جس نے پیدا کیا ۔ انسان کو لہو
الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اِقْرَاْ وَ	کی پھٹکی سے پیدا کیا ۔ پڑھ اور تیرا
رَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ	رب وہ بڑا کریم ہے جس نے قلم کے
بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا	ذریعے علم سکھایا اور وہ کچھ سکھایا جسکو
لَمْ يَعْلَمْ ٥) فَلَمَّا سَمِعَهَا النَّبِيُّ	جانتا نہ تھا)۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
رَجَعَ اِلٰى زَوْجَتِهِ السَّيِّدَةِ	نے یہ سنا بی بی خدیجہ رضؓ کے پاس لوٹ کر
خَدِيْجَةَ وَ قَصَّ عَلَيْهَا مَا حَصَلَ	آئے اور ان سے ماجرا بیان کیا ۔
(٧) ثُمَّ بَدَأَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ	(٧) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایک
يَدْعُوا النَّاسَ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ	اللہ کی بندگی کرنے اور بتوں کی بندگی

وَحْدَهٗ وَ تَرْكِ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ	چھوڑ دینے کی طرف بلانے لگے، تو
فَاٰمَنَ بِهٖ بَعْضُ اَهْلِ مَكَّةَ	بعض اہلِ مکہ تو ان پر ایمان لے آئے
وَبَقِيَ الْاٰخَرُوْنَ كُفَّارًا جَعَلَ	اور بعض کافر ہی رہے اور ان کو ستانے
يُؤْذُوْنَهٗ هُوَ وَ مَنِ اتَّبَعَهٗ	لگے اور ان ایمانداروں کو بھی جو ان کے
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ـ	پیرو ہو گئے تھے ۔
(۸) فَتَرَكَ مَكَّةَ وَ هَاجَرَ إِلَى	(۸) انھوں نے مکے کو چھوڑ کر مدینے کی طرف
الْمَدِيْنَةِ لِأَنَّهٗ كَانَ بِهَا	ہجرت کی، کیونکہ وہاں ایماندار لوگ (موجود)
أُنَاسٌ مُؤْمِنُوْنَ فَبَدَأَ دِيْنُ	تھے، سو دین اسلام ملک عرب
الْإِسْلَامِ يَنْتَشِرُ فِيْ بِلَادِ	میں پھیلنے لگا ۔
الْعَرَبِ .	
(۹) وَ قَدْ أَرَادَ كُفَّارُ مَكَّةَ أَنْ	(۹) اور مکہ کے کافروں نے یہ چاہا تھا کہ
يَقْتُلُوا النَّبِيَّ وَ أَصْحَابَهٗ	آنحضرتؐ اور انکے اصحاب کو مار ڈالیں
فَحَارَبَهُمْ وَ انْتَصَرَ عَلَيْهِمْ	سو آنحضرتؐ ان سے لڑے اور ان پر
وَ دَخَلَ الْعَرَبُ كُلُّهُمْ فِيْ	فتحیاب ہوئے اور مکہ میں داخل ہو گئے، پھر
دِيْنِ الْإِسْلَامِ ـ	سارے عرب دینِ اسلام میں داخل ہو گئے ۔
(۱۰) وَ كَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ	(۱۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وَ السَّلَامُ أَكْرَمَ النَّاسِ	سب لوگوں سے بڑھ کر سخی ،
مُتَوَاضِعًا حَلِيْمًا كَرِيْمًا شَهْمًا	فروتن ، بردبار ، شریف ، بہادر ،
عَادِلًا مُتَسَامِحًا ـ	منصف اور رواداد تھے ۔
(۱۱) وَ بِظُهُوْرِ الْإِسْلَامِ تَرَكَ	(۱۱) اسلام کے ظہور کے ساتھ عرب نے
الْعَرَبُ الْحُرُوْبَ الَّتِيْ	وہ لڑائیاں جو ان کے درمیان تھیں چھوڑ

كَانَتْ بَيْنَهُمْ وَ أَصْبَحُوا إِخْوَانًا يُحِبُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ۔

دیں اور بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ۔

ایک اشاعت کی چھٹی کی درخواست

ہم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرکے قبولیت کے متمنی ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ سال تعلیمی کا آخر ہمارے لئے سخت مصروفیت اور تکان کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ماہ مئی کے پیام کو موجودہ تفصیل کے ساتھ مرتب کرنے سے عاجز رہینگے اور پیام کے بجائے انشاء اللہ سورۃ وَالتِّین کی مفصل اور تازہ تفسیر ہدیۂ خدمت کرینگے ۔

جن اصحاب کا سالانہ چندہ پیام اسلام کا پورا ہوچکا ہے وہ از راہ کرم بذریعہ منی آرڈر سال آئندہ کا چندہ بمد پیشگی ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔ اس میں کرم و کفایت ہے یا وی۔پی کرنے کی اجازت بخشیں، اگر آئندہ اشتراک منظور نہ ہو تو آگاہ فرمائیں، وی۔پی پارسل رد کرکے گناہ نہ فرمائیں

خاکسار

مُدِیر

اظہارِ حق

محمود علی

اثباتِ باری تعالیٰ

جو سورۃ والتّین میں غور کرنے سے باوّل نظر مفہوم ہوتا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَ ھٰذَا الْبَلَدِ
الْاَمِیْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ
رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ⑦ اَ
لَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ⑧

"قسم ہے انجیر کی، زیتون کی، کوہِ طور کی، اور اس امن والے شہر (مکہ) کی، کہ ہمنے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر اُسے سب سے پست درجہ میں گرادیا ہے مگر جو ایماندار اور نکوکار رہو (اگر اُسے اس دنیا میں پستی کے اندر رکھا جاتا ہے، جب بھی آخرت میں) ایسا اجر ملتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ تو تمھیں جزا و سزا کو جھٹلانے کی ترغیب کیا چیز دیتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟"

قرآنِ کریم کے اس حصہ میں ایک خاص مخلوق کا ذکر کرنا مقصود تھا۔ اسکی تمہید میں کسی کسی مخلوق

کی قسم کھائی ہے۔ قسم ہمیشہ اپنی عزیز چیز کی کھاتے ہیں۔ بعض جوانی کی قسم کھاتے ہیں جو عمر کا سب سے عزیز حصہ ہے۔ بعض اولاد کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ بھی دنیا کی سب سے زیادہ عزیز نعمت ہے۔ اور مسلمان کو شریعت اسلامیہ نے حکم دیا ہے کہ اپنے بیان کو صحیح ثابت کرنے کیلئے صرف خدائے واحد کی قسم کھائے کہ مسلمان کے دل میں سب سے زیادہ خلوص اور محبت ذات باری کے ساتھ ہونی چاہئے۔ حق تعالےٰ انسانی محاورہ کے مطابق کلام کرتا ہے تو اپنے کلام میں قسم کا محاورہ بھی استعمال فرماتا ہے اور اس امر کا اظہار بھی مقصود ہوتا ہے کہ اسے اپنی ہر قسم کی مخلوق عزیز ہے۔ آسمان کو، زمین کو، رات کو، دن کو اور ہر چیز کو قسم کیلئے انتخاب فرماتا ہے۔ چنانچہ یہاں ایک اعلیٰ مخلوق یعنی انسان کا ذکر منظور تھا، تو مخلوق میں سے دو پھلوں کا ذکر فرمایا، جن میں کئی نیک تاثیریں غذا کی اور دوا کی ودیعت ہیں۔ کوہ طور کا ذکر فرمایا، جہاں حق تعالےٰ کی جناب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور اور ہدایت پھیلانے والی کتاب عطا ہوئی۔ اور بیت الحرام کا ذکر فرمایا، جہاں ہمارے مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دائمی اور سب سے اعلیٰ ہدایت کا دروازہ وا فرمایا۔ غرض دنیا کی دو مفید اور دو سب سے زیادہ منفعت پہنچانے والی چیزوں کا ذکر فرمانے کے بعد دنیا کی سب سے اعلیٰ چیز انسان کا ذکر شروع کیا۔ انسان کی نسبت ایک اور موقع پر یہ ذکر فرمایا ہے: کہ ہمنے زمین کو پیدا ہی انسان کیلئے کیا ہے: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ (سورہ رحمٰن ع ۱) گویا یہ قدرت کی ایسی ایجاد ہے کہ خاص اسی کو ظہور میں لانے کے لئے زمین اور زمین کے اندر کی سب چیزیں بلکہ زمین پر اثر ڈالنے والی آسمانی مخلوق بھی اسی محبوب کو راحت پہنچانے کے لئے پیدا فرما کر، حضرت انسان کو یہاں متمکن کیا۔ اس سورۃ والتین کے اندر انسان کے مخصوص حالات کا ذکر فرمایا ہے تو ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو سب سے بہتر بناوٹ اور شکل وصورت عطا فرمائی ہے۔ انسان کی بناوٹ میں جو خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں، اور جس عمدگی سے اس کے اندرونی اور بیرونی اعضا کام کرتے ہیں اُن کا سمجھنا اس مشین کے ہر ہر پرزہ کی ساخت، اور اس کے طرزِ عمل کو دیکھنے پر منحصر ہے، جس کے لئے بڑے علم اور تجربہ کی ضرورت ہے، اور پھر بھی اسکے طرزِ عمل کی تمام کیفیتیں انسانی گرفت میں نہیں آئی ہیں، اور ہمیشہ اس صنعت گری کی خوبیاں نئی سے نئی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ اُسکی ایک صفت یعنی ظاہری حسن ہی ایسی

چیز ہے جسے ہمارے زمانے کے ایک ڈاکٹر نے عرصہ ہوا اپنی توجہ کا مرکز بنایا، اور اتفاق سے اُسے برس چھ مہینہ کی رخصت ملی تو اُس نے فرصت کا وقت اسی کام پر وقف کیا، اور خیال دوڑایا کہ اس کی موجودہ صورت میں ایک ناک ہے، دو آنکھیں ہیں، ایک منہ ہے، سیدھا قد ہے، اور جسم کا اکثر حصہ بالوں سے خالی ہے۔ آؤ دیکھیں کہ اس کی بجائے اور کیا شکل تجویز کر سکتے ہیں جو اس سے زیادہ خوبصورت ہو؟ موجودہ صورت میں دو آنکھیں دی گئی ہیں اور دونوں سامنے کی چیز دیکھ سکتی ہیں۔ پیچھے کی کسی چیز کا اُسے علم نہیں ہو سکتا۔ کان سر کے دو طرف رکھے گئے ہیں، اور آگے پیچھے کی سب آوازیں سن سکتا ہے۔ ہمارے مہربان نے انسان کا ایک بُت تو ایسا تجویز کیا جس کے چہرہ پر یہ سب کچھ موجود تھا، مگر ایک آنکھ گردن کے پیچھے گدّی پر اور بنائی کہ پیچھے بھی دیکھ سکے اور ایک ڈھانچ ایسا بنایا جس میں بجائے دو آنکھوں کے ایک آنکھ سامنے ناک کی جگہ تجویز کی، دونوں طرف دو ناکیں بنائیں اور ایک ایک آنکھ کان کے ساتھ دونوں پہلوؤں میں رکھی۔ ایک اور ڈھانچہ میں منہ کے اندر دانتوں کی کئی شکلیں پیدا کیں۔ داڑھوں کا غذا کو پیسنے کا کام۔ سامنے کے دانتوں کا چیز کو کاٹنے کا کام، اور کچلیوں کا گوشت کو چیرنے کا کام کئی طرح کی مختلف شکلوں میں موجودہ صورت کے خلاف بنا کر دیکھا۔ ہاتھ اور پاؤں سیدھے قد کی وجہ سے دو سے زیادہ تجویز نہ کر سکا۔ پھر خود غور کیا اور اپنے دوستوں سے مشورہ لیا۔ اُس کی اور سب کی رائے یہی قرار پائی کہ نہیں، ان میں سے کسی شکل کے اندر وہ خوبصورتی نہیں جو موجودہ شکل میں نظر آتی ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ آنکھ اور کان کے فائدہ پہنچانے کا تھا۔ اُس میں بھی سب کی رائے یہی قرار پائی کہ انسان کے اندر ہوشیاری اور پھرتی جو رکھی گئی ہے، وہ آنکھ کے اس نقص کی تلافی کرتی ہے۔ کئی معرکوں میں ہوشیار انسان جو دونوں طرف سے گھِر گیا ہے تو اس نے اپنی پھرتی سے آگے اور پیچھے کا خوب بچاؤ کر لیا ہے۔

بہت مدت ہوئی مینے یہ ذکر ایک اخبار میں دیکھا ہے، جو کچھ کچھ یاد رہا ہے۔ تفصیل میں کمی یا بیشی ہو گئی ہو گی۔ ہے یہ سب کچھ بالکل واقعہ کے مطابق اور انسان کی شکل میں کوئی تغیر پیدا کیا جائے تو موزوں ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ انسانی بناوٹ کے اور خاصوں کو دیکھا جائے تو سب تمام مخلوق سے اعلےٰ ثابت ہوتے ہیں۔ انسان میں عقل ایسی ودیعت ہے کہ جانداروں پر اور بیجان مخلوق پر، ہر طرح کا تصرف کرتا اور انھیں اپنے کام میں لاتا ہے۔ بیجان مخلوق کو توڑ پھوڑ کر، اور کوٹ پیس کر، ان سے کام لیتا ہے کھانے کی چیز ہو تو اسے خوراک بناتا ہے۔ خوراک پہلے کچی اور جوں کی توں کھا لیتا ہوگا۔ پھر غذا کو پکانا بھی سیکھ گیا ہے، اور مختلف چیزوں کو ملا کر مختلف اور لذیذ ذائقے پیدا کرنے لگا ہے۔ زود ہضم بنانا سیکھ گیا ہے۔ ذائقہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں روزانہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ جن چیزوں کو دوا سمجھا ہے آہستہ آہستہ ان کی تاثیر کے مدارج معین کرتا گیا ہے، اور ان کو باہم ترکیب دے کر مختلف ناموں سے ان کے گوناگوں فوائد دریافت کرتا گیا ہے۔ جانوروں میں سے بعض جو زیادہ بے ضرر ہیں، انھیں پالتو جانور کہتا، اور قرن ہائے دراز سے ان سے کام لیتا ہے۔ مگر شیر اور چیتے جیسے جانور، پہلے سمجھتا تھا کہ سدھانے کے قابل نہیں ہیں۔ ان میں غصہ ایسا مانا ہوا تھا کہ اطاعت کے قابل نہیں جانتا تھا، اور کہتا تھا کہ ان میں قدرت نے ڈرنے کا مادہ پیدا نہیں کیا۔ مگر اب سرکس میں دیکھو انسان شیر سے بھی کام لیتا اور ان سے تماشے کرواتا ہے۔ اسکے دل و دماغ کی ساخت ایسی بنائی گئی ہے کہ ہر چیز کے اندر جو محسوس ہو اور اپنی ہر حالت کے اندر جو اسے سوجھے غور کرتا ہے۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی تدبیر سوچتا، اور جو نقصان اس سے پہنچ سکتا ہے اس سے بچنے کی ترکیب پیدا کر لیتا ہے، اور اپنے دماغی خیالات کو پھیلاتا ہے تو ان سے مختلف علوم اختراع کرتا جاتا ہے۔

محسوس اشیاء میں غور کرتے ہوئے ان کے اندرونی حالات تک رسائی پانے کا طریق سوچا ہے انسانی جسم کے اندرونی حالات معلوم کرنے کے لئے پہلے نبض، اور قارورہ پر مدار رکھا۔ اسکے قاعدے اور قانون مرتب کئے، پھر تھرمامیٹر اور ایکس ریز تک پہنچ گیا، اور جہاں تک پھر بھی نہ پہنچا اسے چیرنے پھاڑنے اور آئی گلاس سے دیکھنے کی راہ نکالی، اور اس عمل کے لئے ہزار ہا قسم کے آلات پیدا کر لئے جن سے معجزنما کام کر کے دکھائے۔ علوم بیشمار قسم کے دریافت کئے اور کرتا جاتا ہے جن سے زمین اور آسمان کے راز کھولے اور ہزار ہا قسم کے فائدے حاصل کئے، یا دل بہلانے کی طرف مائل ہوا تو موسیقی اور شاعری جیسے

فنونِ لطیفہ سے دنیا کو روشناس کیا۔ اور ان دونوں مفید اور دلچسپ شاخوں کے علاوہ کسی پاک اور مقدس دل و دماغ پر ویران جنگل میں پھرتے ہوئے، یا سنسان غار میں بیٹھے ہوئے ایسا نور چمکا جس نے انسان کی طرزِ رہائش کے متعلق مکمل دستور العمل تیار کر کے اس کی دنیا و آخرت کو سنوارنے کا رستہ کھولا۔ اور اپنے طرزِ عمل کے ان فائدوں اور مضرتوں کے علاوہ جو اسکے اطوار پر دنیا میں مرتب ہوتے ہیں، یہ راز بھی دریافت کیا کہ اس چند روزہ زندگی کے بعد ایک اور دائمی زیست موت کے بعد ملنے والی ہے اور دنیوی زندگی کے ایسے اعمالِ خیر و شر کا بھی پتہ لگایا جن کا اچھا یا بُرا اثر اسے آئندہ زندگی میں ہمیشہ کے لئے محسوس ہوگا، اور دور اندیش انسان پر یہ عقدہ کھلا کہ دنیا عبث بنائی نہیں گئی ہے، جس میں چند روز کے لئے ایک کھیل کھیلنے کا موقع دیا گیا ہو۔ بلکہ ہماری ہر گونہ حرکت و سکون دائمی پختہ اور پائیدار نتائج رکھتی ہے جنھیں سوچ سمجھکر قدم اٹھانا چاہئے۔ کیونکہ کسی عظیم الشان غرض کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور اس لئے نہیں بنائے گئے کہ اسی کولھو کے اندر جُت کر اور اس چکی میں پس کر نابود ہو جایا کریں، یا اسی طرح ہمیشہ آتے جاتے رہیں۔

جن قلوبِ مصفّا کو ایسے نورِ معرفت سے آگاہی ہوئی انکے علاوہ نوعِ انسان کے اندر ایسی روحیں بھی جلوہ افروز ہوئیں جنھوں نے صرف دنیا والوں سے اور دنیا کے حالات سے تعلق رکھا۔ نورِ معرفت والوں کے پاس نہیں پھٹکے، مگر دل و دماغ نفیس رکھتے تھے، بلند خیالات کی جانب رغبت تھی، انھوں نے نورِ علم سے دنیا کی حقیقت اور کائناتِ عالم کی رفتار معلوم کی، اور ظاہر فرمایا کہ یہ زمین اور سیارے اور آفتاب و ماہتاب خود اپنی حالتیں بدل رہے ہیں۔ زمین اور دیگر سیارے پہلے گیس یا دھوئیں کی شکل میں فضا کے اندر پھیلے ہوئے تھے اور گرم تھے۔ ایسے بادلوں کے اندر کوئی جاندار پرورش پا نہیں سکتا تھا۔ پھر یہ گاڑھے اور سرد ہونے شروع ہوئے اور پانی کی شکل میں تبدیل ہوئے۔ اُسوقت کچھ کچھ جاندار ان میں چلنے پھرنے لگے، پھر اور منجمد اور سرد ہو کر سکڑے تو ایکدوسرے سے جدا جدا ہو کر گول کروں کی صورت اختیار کرنے لگے۔ اوپر کی سطح ٹھنڈی ہوتی ہوئی خنکی اندر کی طرف بڑھنے لگی۔ چھوٹے چھوٹے گولوں کے اندر یہ حالت تیزی کے ساتھ پیدا ہوئی۔ جو نسبتاً بڑے گولے تھے وہ اپنی عظمت کے سبب سے چھوٹوں سے کسی قدر زیادہ گرم رہے

وہ آفتاب بنے اور ارد گرد والے چھوٹے گولوں تک اپنی گرمی پہنچاتے رہے، اور چھوٹوں کے اندر اندرونی اور بیرونی گرمی سے نباتات پیدا ہونے کی نوبت آئی۔ پھر چھوٹے اور بڑے حیوانات اور انکے بعد انسان پیدا ہونے لگے۔ ہم نے صرف زمین کو دیکھا ہے۔ یہاں مخلوقات کی یہ شکل دیکھی ہے۔ اور کروں کے اندر معلوم نہیں مخلوق کی کیسی شکلیں ہونگی۔ یہ دنیا کی ابتدا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اسکی انتہا کی یہ شکل تجویز کی ہے کہ جو کرے آفتاب کی حیثیت رکھتے ہیں (اور ایسے بھی فضا میں بہت ہیں) ان کی حرارت بھی کم ہو رہی ہے اور وہ منجمد اور سرد ہوتے جا رہے ہیں، اور ایسا وقت آ رہا ہے گو ہزاروں یا لاکھوں سال کے بعد ہو کہ یہ سب کرے سرد اور منجمد ہو کر آپس میں چمٹ جائینگے اور یہ بڑا گولا جو تمام سیاروں کے چمٹنے سے بنیگا اسکی سردی ہمارے قطب شمالی سے بڑھ کر ہو گی اور دنیا زندگی پیدا کرنے کے قابل نہ رہیگی۔ قیامت یعنی زندہ مخلوق کے فنا ہونے کا وقت اس حالت کو پہنچنے سے بہت پہلے پیدا ہو جائیگا۔ اور پھر اگر اس قطبِ شمالی جیسے سرد کرہ کے باہر اس لامحدود فضا میں کوئی اور آفتاب سے بڑا اور زیادہ روشن اور گرم سیارہ موجود ہوگا تو وہ اس سرد کرہ کو گرمی پہنچانے کا کام کرنے لگیگا اور دوبارہ تمام جاندار مخلوق وجود میں آسکیگی۔

اب تک دنیا کی اہل علم مخلوق کو کسی ایسے روشن کرہ کا پتہ نہیں چلا جو ہمارے اس موجودہ آفتاب سے بڑی عظمت رکھتا ہو، اور ایسے کرہ کو جو سب سیاروں کے منجمد ہونے اور چمٹنے سے بنیگا سردی کے بعد گرمی پہنچا سکے اور دنیا کو دوبارہ آباد کر سکے، اسلئے وہ قیاس کو آگے نہیں دوڑا سکے کہ تمام سیاروں کے سرد ہو جانے اور آفتاب کے برف بن جانے کے بعد کیا ہوگا؟ ہماری آیندہ تاریخ کا یہ حصہ نورِ معرفت رکھنے والوں نے مکمل کیا ہے اور دنیا والوں کی جہالت کا تدارک فرمایا ہے اور سب سے بڑے عارفِ حقیقت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے یہ راز کھلا ہے:۔

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا	اس وقت زمین اپنے رب کے نور سے چمکیگی سب
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ	کے اعمال نامے کھلیں گے۔ انبیاء اور گواہی دینے
الشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ	والے عدالت ربانی میں حاضر ہونگے اور حق حق فیصلہ کیا
لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ (قرآن کریم سورۃ زمر پارہ ۲۴ ع ۸)	جائیگا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

یعنی گو آفتاب اور اس سے پرے اور جسقدر تعداد آفتابوں کی ہو سکتی ہے وہ سب سرد ہو جائینگے پھر بھی آفتاب وحدت یعنی ذاتِ ربانی جل جلالہ جو سب سے اعلیٰ سب سے اعظم اور ہمیشہ دائم و قائم ہے۔ اُسکے نور سے دنیا کی دوبارہ تخلیق ہوگی۔ یہ سب آفتاب فانی ہیں اور کمزور ہیں۔ یہ اپنی قوت کے قیام تک مخلوق کو پیدا کرتے رہینگے مگر نہ اسے ہمیشہ رکھ سکینگے، نہ موت کے بعد دوبارہ زندگی دے سکینگے۔ جب یہ سب گم ہو جائینگے اور اُنکے اوپر آفتابِ وحدت نور پاش ہوگا تو وہ مردوں کو زندہ کرنے کی بھی طاقت رکھیگا اور اس کی قدرت کے براہ راست اثر کرنے سے جو مخلوق وجود پائیگی وہ غیر فانی نور سے غیر فانی زندگی حاصل کریگی۔ وہ کبھی نابود نہ ہوگی۔ اور جن نتائج کا نقش اپنی پہلی زندگی کے طرزِ عمل سے اپنے اوپر لے گئے ہونگے وہ بھی ہمیشہ قائم اور دائم رہیگا، اور نورِ وحدت جل اسمہٗ کی صفاتِ کاملہ کا جیسا اقتضا ہوگا ویسے ہی حالات ان میں ظہور پائینگے۔

خدائے برتر کے عَزِیْزٌ ذُوا انْتِقَامٍ ہونے رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ہونے اور ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہونیکی مفصل کیفیتیں جو عاجز انسان کو اس زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتیں وہ بچشم خود دیکھنے سے اور ہر شخص کے اپنے تجربہ سے قریب الفہم بنینگی۔ ہم اس دنیا میں بطریق اجمال اسی قدر یقین رکھ سکتے ہیں کہ انسان کو اسکی بدی کا بقدرِ جرم اور نیکی کا بشکلِ انعام عوض ملیگا، اور بعض مجرموں کو عفو بھی کیا جائیگا اور بے سزا رہائی دیدینگے، اسکی مصلحت اور ان فیصلوں کی خوبیاں صرف روزِ محشر میں ظاہر ہونگی جبکہ تُبْلَی السَّرَائِرُ یعنی راز کھلینگے، اور نیتوں کا تفاوت جسے اب کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے قدرت ربانی سے آشکارا ہو جائیگا۔

ان گوناگون علوم وفنون کے علاوہ جو انسان کو نورِ وحی اور نورِ علم سے حاصل ہوئے ہیں طبع انسانی کی ساخت نے اور بھی کئی طرح کے کرشمے دکھائے ہیں۔ بانیانِ مذاہب اور ماہرینِ علومِ دنیا نے انسانی ماند و بود کی نسبت بھی بیشمار قاعدے اور قانون مرتب کئے ہیں۔ انصاف کرنے کے طریقے اور ظلم و تعدی کو دُور کرنے کے رستے دکھائے ہیں، اور ان میں ہمیشہ اصلاحیں کی ہیں۔ شخصی حکومتوں کے زمانے میں صاحبانِ اختیار اور ان کے مشیروں میں سے صلاح و بہبودِ عالم کی کوششوں میں اکثر صحیح دل و دماغ والوں نے بڑی بڑی شہرتیں پائی ہیں اور جمہوری طرزِ حکومت کی فہمید پیدا کرنے کے بعد طرزِ حکومت و اختیار میں ترمیمیں ہوئی ہیں تو اہل دنیا کو راحت پہنچانے کی بیشمار شکلیں عمل میں آگئی ہیں، جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں کو بھی بے ضرورت تکلیف سے

اور علوم و فنون کی ترقی نے ہر چیز کی تاثیر اور قوت . . . . بچانے کا باعث ہوئی ہیں
سے کام لینے کی بہتر سے بہتر شکلوں پر اختیار دیا ہے اور کثیر التعداد صناعیوں نے ظہور پا کر دنیوی فلاح کا سامان
بڑی سے بڑی مقدار میں مہیا کیا ہے۔ غرض نوعِ انسان کی احسن تقویم یعنی اعلیٰ بناوٹ نے دنیا کو ترقی
کے معراج تک پہنچا دیا ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اب ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ یعنی انسان کی ترقی کے بعد تنزل کرنے کے مناظر کو دیکھو
وہ نوعِ انسان جس کا ہر متنفس جانتا ہے کہ دنیا میں امن رہنا چاہئے اور ہر چیز کی ہر جاندار کی اور ہر انسان کی
حالت کا بہتر سے بہتر شکل میں رہنا اچھا ہے، اور ضرورت اور مصلحت کے بغیر کسی کو بگاڑنا، تباہ کرنا، اور
ہلاک کرنا جائز نہیں، اور جو چیز، جو ملک اور زمین کا جو ٹکڑا کسی مناسب وجہ سے کسی کے قبضہ میں آ چکا ہے
اسے بغیر کسی صحیح تدبیر کے اور کے قبضہ میں نہ جانا چاہئے۔ مگر آہ! اسی نسلِ انسان میں سے جہاں ہمیشہ راحت و
آسائش پہنچانے کی چیزیں اور ایسی حالت پیدا کرنے کے قاعدے بنتے آئے ہیں، اور دنیا مطمئن اور خوش ہوتی
رہی ہے، وہیں اُسی دانا دور اندیش اور نیک خیال نسل میں سے ایسے ایسے بے پرواغصیلے اور مغرور انسان بھی
اپنی تمام طاقتوں کو بدی میں استعمال کرنے والے اُسی کثرت سے پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے چوریاں کی
ہیں، مسافروں کو لوٹا ہے، بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھانے والوں کو قتل کیا ہے، گھروں اور کھیتوں کو آگ لگا دی
ہے! بستیاں اجاڑی ہیں اور آبادیوں کے بجائے ویرانے بنائے ہیں۔ دو طاقت اور جتھے والے ایک دوسرے
کے درپئے آزار ہوئے ہیں تو اپنی تمام طاقت کو مخالف کے کمزور اور نابود کرنے پر صرف کرنے لگے ہیں۔ جو لوگ
طبعی ہمدردی سے کسی فریق کے ہمراہی بنے ہیں انکے علاوہ اجرت دیکر اور ہمراہی پیدا کئے ہیں۔ ان کے لئے
لڑائی کا سامان اپنے پاس سے مہیا کیا ہے اور اس طرح کے نوکر ہر دو فریق کے پاس مہیا ہو گئے ہیں تو بڑے
بڑے وسیع میدانوں میں کشت وخون کا بازار گرم ہوا ہے جسکے خوف سے اردگرد کی امن پسند آبادی بھی منتشر اور
خانہ برباد ہوئی ہے، اور ایک فریق نے دوسرے فریق کی جسقدر فوج گرفتار کی ہے۔ ان میں باہم کوئی ذاتی عداوت
نہ تھی، مگر دشمن نے گرفتار کر کے ان پر بھی غصہ نکالا ہے۔ ایسی ایسی بے رحمیوں کی مثالیں تاریخ بیان کرتی ہے جسمیں
گرفتار فوج کو قتل کرنا چاہا ہے تو باریک نشتروں سے زخم کر کے انکے جسم پر پھول بنائے گئے ہیں، اور ان پھولوں کو

گھبراکر تے کرتے اندرونی اعضا تک لے گئے ہیں اور دل وجگر کو چیرا ہے تو جان نکلی ہے' اس شدت کے ساتھ بے بس انسانوں سے خود انسان نے انتقام لیا ہے۔ اس سے بھی بڑی وحشت کا اظہار ہوا ہے کہ بعض قوموں کے اندر یہ دستور ہی مقرر کر لیا ہے کہ ان کا بادشاہ فوت ہوتا ہے تو اسکے مرتے ہی جسقدر لونڈی اور غلام خاص بادشاہ کی خدمت میں متعین ہوتے ہیں انھیں فوراً قتل کر دیا جاتا ہے کہ آیندہ زندگی میں بادشاہ اپنے خادموں سے محروم نہ رہے' اور جب بادشاہ کا جنازہ اٹھتا ہے تو رستہ میں جسقدر آتے جاتے انسان نظر آتے ہیں انھیں قتل کرتے جاتے ہیں' کہ ہمارا بادشاہ مرگیا ہے تو یہ جیتے جاگتے انسان ہمیں کیوں نظر آتے ہیں۔ تاتار کا خاقان اعظم چین پر قابض ہوا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اس کا جنازہ تاتار میں لایا گیا تو راہ میں بیس ہزار مسافر سامنے آنے کے جرم میں قتل ہوئے۔ شخصی عداوتوں کا اظہار دنیا میں اس شکل سے بھی ہوا ہے کہ ایک بادشاہ کی کسی ہمسر سے جنگ تھی اور اسنے دشمن کے لئے ایسا لوہے کا تنور بنوایا تھا جس میں انسان سما جائے اور تنور کے اندر اوپر سے نیچے تک برابر تیز نوک کی کیلیں لگوائی تھیں کہ غنیم کو زندہ گرفتار کریگا تو اس تنور میں قید کر دیگا۔ وہ اسمیں کھڑا رہیگا اور اسکی دیواروں سے سہارا نہ لے سکیگا' اور جہاں ہاتھ رکھیگا یا بیدم ہو کر جدھر جھکیگا' وہاں کی کیلیں اسکے جسم میں سوراخ کرینگی۔ ایسا تنور بنواکر بادشاہ نے دشمن کی نیت سے رکھا۔ لیکن اتفاق سے خود تنور بنوانے والے کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر اسی اپنے ایجاد کردہ تنور میں قید کیا گیا۔ ایک اسی وحشیانہ قسم کے ظلم کا اصحاب الاُخدود یعنی خندق والوں کے نام سے قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔ انھوں نے جناب مسیح علیہ السلام کا دین اختیار کر لیا تھا۔ انکے مخالف ہمسایوں نے انھیں پکڑا اور ایک خندق کھود کر اسمیں آگ بھڑکائی' اور انھیں ایک ایک کر کے یا شاید سبکو دفعۃً آگ میں ڈال دیا اور خندق کے اوپر بیٹھے تماشا دیکھتے رہے اور سب کو بھسم کر کے اٹھے۔ ایسے ہی وحشیانہ ظلم کا ذکر تاریخ میں ایک اور ہے کہ جنگی قیدیوں کو ایک بہت بلند گھاٹی پر لیگئے ہیں وہ چیختے ہیں اور زور بھی لگاتے ہیں کہ بچ جائیں مگر انھیں ایک ایک کر کے گھاٹی پر سے دھکا دیا ہے اور گر کر اُن کا تمام جسم پس گیا ہے۔

یہ جہالت کے وقت کی کہانیاں ہیں۔ اب علوم کی اشاعت اور اخلاقی برتری کا مہذب زمانہ ہے

اب انسان نے انسان کو قتل کرنے کے لئے جو ایجادیں کی ہیں اسکی فہرست بہت طویل ہے۔ تلوار، نیزہ اور گرز قدیم زمانے میں ایجاد ہوئے تھے جن سے بچنے کے لئے زرہ بکتر اور چار آئینہ جیسے ذرائع بھی تھے اور جو لوگ لڑنے کیلئے میدان میں آتے تھے اور بہادری کا ثبوت دیتے تھے وہی انھیں استعمال بھی کرتے تھے، دور والوں کو کوئی اندیشہ نہوتا تھا۔ پھر بندوقیں اور توپیں ایجاد ہوئیں جنھوں نے بہادری کو خاک میں ملایا۔ دُور سے صف باندھ کر فائر ہونے لگے تو بزدلوں اور جوانمردوں میں کوئی تمیز نہ رہی۔ علم مصروف عمل رہا۔ بندوق ترقی کر کے مشین گن کی شکل میں نمودار ہوئی اور بارش کی طرح گولی برسانے لگی۔ توپوں نے دُور کا نشانہ لگانے میں ترقی کی تو ہوا میں اُڑتے ہوئے جہازوں پر مار کرنے لگیں۔ پچاس ساٹھ میل دُور کی بستیوں پر گولے برسنے لگے۔ بیخبر اور سوتی ہوئی آبادی کو بھون کر رکھ دینے کا فخر کرنے والے موجد ظاہر ہوئے ہوائی جہازوں کے بم ایسی بربادی پھیلانے پر آمادہ ہوئے کہ جہاں ایک بم گرے دس میل تک زمین کو اکھیڑ کر رکھ دے۔ عمارتیں گریں، غار پڑیں اور گھروں میں رہنے والے زن و بچے دب کر مر جائیں۔ پہلے زمانے کی لڑائیاں زمین پر ہوتی تھیں اور مذہب والوں نے ہمیں سمجھایا تھا کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرو تو کشتیوں کو بھی خیال میں لاؤ جو دُور دُور کی نعمتیں دریا کی راہ سے غیر ممالک کو پہنچاتی ہیں۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ حضرت انسان علم کی برکت سے جنگ کو سمندر تک بھی پہنچا دینگے اور پانی میں ایسی سرنگیں پھیلائینگے جو مشرق سے آنے والے اور مغرب کو جانے والے تجارتی جہازوں کے مال کو اور سیاحوں کو جن کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں صرف یہ قصور ہے کہ جنگی رقبہ میں آگئے ہیں، فوراً سمندر کی تہ میں بٹھا دینگے۔ تارپیڈو کوئی ایسی بلا پیدا ہو گئی ہے جو آہن پوش جہاز کے نیچے پہنچکر ایک آن میں اسے چیرتی اور دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ سمندر میں جانے والی روحیں سمندر کے اوپر کی فضا کو غالباً حسرتوں کی آہ سے بھر دیتی ہونگی۔ یہ سب حضرت انسان کی اسفل سافلین تک پہنچنے کی نحوست ہے اور اہل علم کی پیدا کی ہوئی مصیبت ہے، جس سے جنگ کا محاذ بھی آجکل سینکڑوں میل تک وسعت پاتا ہے اور ایام جنگ میں روزانہ لاکھوں بے بس اور بے تعلق زن و مرد کو قتل کرتا ہے۔

یہ سب وہ تباہیاں ہیں جو انسان عداوت کی وجہ سے دنیا میں پیدا کرتا ہے مگر انسان کی شرارت

عداوت پر ہی منحصر نہیں ہے۔ اکثر بلائیں اسکے ہاتھ سے نادانی اور غلط فہمی سے وجود میں آتی ہیں جو اسکے اپنے عزیزوں اور محبت والوں پر مصیبت لاتی ہیں۔ رعیت اور حکومت کے باہمی تعلق سے عداوت کو ذرا سا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل جنگ کا خرچ روزانہ لاکھوں پونڈ تک پہنچتا ہے اور گورنمنٹ کے پاس آمد کا ذریعہ صرف رعیت ہے، وہ رعیت پر ٹیکس زیادہ کرتی ہے۔ رعیت کو ناگوار ہوتا ہے وہ روٹھ کر اپنا کاروبار چھوڑ بیٹھتی ہے۔ تاجر اور اہل حرفہ کی آمد نہیں رہتی تو ہر شہر میں سینکڑوں مزدوری پیشہ بھی بیکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ہڑتال کی وبا اس شکل خاص میں آجکل ہی پیدا ہوئی ہے اور اس میں کئی غلط فہمیاں اور رنجشیں کام کر رہی ہیں اور گورنمنٹ اور رعیت دونو کا ہاتھ ہے۔ اسلئے سردست اس پہ رائے زنی کرنا مناسب نہیں ہے اور چونکہ انسان کی اپنی پیدا کردہ بلا ہے، اسلئے بلاؤں کی فہرست میں درج کرنے کا فریضہ سوانح نگار پر عائد ہوتا ہے۔ اسفل السافلین کے مناظر میں اس کی جانب اشارہ کرنا ضروری تھا۔

زن و شوہر کا تعلق قدرت نے انسان کے لئے ناگزیر بنایا ہے اور آدمی اپنا رفیق حیات انتخاب کرنے کے بغیر نہ راحت پا سکتا ہے نہ نسل میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور طبیعت اور عادت کا اختلاف بھی مہذب اور وحشی سب انسانوں میں ضرور پایا جاتا ہے جو تعلق پیدا کرنے سے پہلے معلوم نہیں ہو سکتا اگرچہ یورپین تہذیب نے کورٹ شپ کا دستور ایجاد کر لیا ہے۔ اور بہت سی قیدوں سے آزاد ہو کر دو زن و مرد جو باہم شادی کرنا چاہتے ہیں کچھ عرصہ تک ایک دوسرے سے بے تکلف ملتے اور محبت پیدا کرنے کا تجربہ کرتے رہتے ہیں، پھر شادی کا اقدام کرتے ہیں۔ مگر وہ وقت اکثر جوش جوانی کا ہوتا ہے۔ باہم آمد رفت اور میل ملاپ کی خوشی میں عادت کے بہت سے اختلافوں کا علم نہیں ہوتا یا علم ہوتا ہے تو اختلاف کی شدت اور ضعف کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ شادی ہو جاتی ہے اور طوفانِ جوانی کا تلاطم سکون پاتا ہے تو پردہ کھلتا اور اختلاف رنگ دکھانے لگتا ہے، اور رنجشیں نمودار ہوتی ہیں تو یورپ والے شاید کم مثالیں رکھتے ہونگے اور دوسری قومیں زیادہ مگر باہمی نفرت پیدا کرنے کی مثالیں ہیں سب دنیا میں جو کشت و خون تک نوبت تو شاید کبھی پہنچاتی ہوں مگر دائمی اور پائدار خوشی اور راحت میں بسر کرنے کی امید کا خون ضرور

ہوتا ہے۔ حسرت اور افسوس اسقدر غلبہ پاتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کسی سبب سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ مرد کو نفرت ہوتی ہے تو وہ اپنی کاروباری قابلیت سے اپنا دل بہلانے کی جائز یا ناجائز تدبیر کر بھی لیتا ہے۔ عورت ذات بے بس اور محض دوسرے پر انحصار رکھنے والی ہے۔ اسے تلخ تجربہ بےحد ستاتا ہے، وہ زندگی کی ضرورتیں مہیا کرنے سے بھی عاجز آ جاتی ہے، اور ہر طرح کے غم اور فکر میں مبتلا رہ کر فنا کے رستے پر چل پڑتی ہے، یعنی اکثر عورتوں کو اس صدمہ سے دق کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ممالک غیر کا اندازہ نہیں ہے۔ ہمارے ہندوستان میں اس موذی مرض کی روز افزوں کثرت کا باعث ایسی غم نصیب عورتیں ہوتی ہیں جو خود گھل گھل کر جان دیتی ہیں اور اپنی مسموم ہوا سے ارد گرد کے نوجوانوں کو مبتلا کر دیتی ہیں۔ اور دوسری جانب مرد بھی جو اپنی بیوی کی کج ادائی دیکھ کر اس سے جدا ہوتا ہے اور دوسرا رفیق حیات پیدا کرنے کا سامان نہیں رکھتا، وہ افسردہ اور غم زدہ ہو کر اپنی کاروباری قابلیت کو بتدریج ناقص بناتا ہوا آخر سوسائٹی کا کارآمد فرد نہیں رہتا بلکہ اپنی ہیچمیرزی سے دوسرے آرام طلب اشخاص کو متاثر کرتا اور سوسائٹی کی قوت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں بیکاری اور بے روزگاری کی روز افزوں عادت پیدا ہونے کا ایک باعث یہ بھی ہے۔ دیگر ممالک میں یہ وبا نہ ہوگی، مگر وبائی شکل حاصل کرنے کے بغیر اس مرض کے بیمار ضرور موجود ہونگے۔ البتہ انسان کے احسن التقویم ہونے کا وصف جو قدرت نے پیدا کیا ہے۔ اس بارۂ خاص میں نابود نہیں ہوا ہے اور ایسے دوراندیش اور باتحمل مردوں کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں جنھوں نے بیویوں کا اختلافِ عادت دیکھا اور اسکے خیالات کا تجربہ کیا تو اسے غیر متغیر پا کر خود اپنے اندر تغیر پیدا کر لیا ہے۔ بیوی کی عادت کو برداشت کرنے اور اپنی عادت کو دبانے کی مشق کر لی ہے اور کبھی کبھی کوئی جھگڑا تقاضائے بشریت سے پیدا ہو گیا ہے تو فوراً اپنے تئیں سنبھالا اور اپنے جھگڑے کا علم ہمسایوں تک نہیں پہنچنے دیا۔

عورت بالعموم مرد کی ماتحت سمجھی جاتی ہے اور مرد چونکہ اس کے تمام مصارف کا بار برداشت کرتا ہے وہ اپنے تئیں عورت سے افضل اور با اختیار سمجھنے کا حق بھی رکھتا ہے اور دونوں کی پوزیشن میں اب اختلاف ہونے کی وجہ سے عورت کے ماتحت ہو جانا اور اسے سر پر چڑھا لینا مرد کے لئے بہت دشوار ہے، مگر مرد اگر سلیم المزاج ہو جب بھی وہ عورت کی کج ادائی پر صبر کرنے کی عادت کو ضروری اکثر اسی صورت میں سمجھتا ہے

کہ شادی کے بعد فوراً ہی کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ مرد اور عورت کے بیچ میں ایک کیل کی مثال بن جاتا ہے جو دونوں میں ٹھوک کر انھیں جدا ہونے کے قابل نہیں رکھتا۔ بچہ کی محبت باپ اور ماں دونوں کو ہوتی ہے وہ لڑ کر قطع تعلق کریں تو بچہ کسی ایک کے ساتھ رہیگا اور دوسرا اُسکی جدائی سے بیقرار ہوگا، یہ مجبوری زیادہ ماں کے دل کو اور اس سے کم باپ کے دل کو ستاتی ہے اور دونوں کو مصلحت ساتھ رہنے میں نظر آتی ہے۔ یہی سبب مختلف الخیال مرد اور عورت کے باہم متحد رہنے کا ہو سکتا ہے، ورنہ زن و شوہر کی ہر وقت کی جھک جھک برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے، مگر بچہ بھی ایسے ہی دو شخصوں کو باہم متحد رکھ سکتا ہے جو کسی قدر دور اندیشی اور سلیم المزاجی کا مادہ رکھتے ہوں ورنہ سخت دل اور زبردست فریق اور اکثر مرد بچہ کو زور سے چھین کر لے جاتے ہیں۔ بچہ آرام سے رہے یا تکلیف میں بے صبر آدمی سے تو تو میں میں برداشت نہیں ہوتی۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر کسی کی بیوی مرجاتی ہے۔ مرد اسکے فراق میں آبدیدہ ہوتا ہے۔ اور بچوں کو سینہ سے لگا کر انھیں بہلاتا ہے، ان سے پوچھ کر کھانے کی چیز تیار کرتا ہے مگر تھوڑے دنوں میں محسوس کرتا ہے کہ نہ بیوی کے بغیر وہ خود بسر کر سکتا ہے نہ بچوں کی پرورش کا دشوار کام سرانجام دے سکتا ہے۔ ضرورت بیشک ہے اور اسکا انتظام ناجائز نہیں اور نکاح کر لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ بس سب ضرورتیں مہیا ہو گئیں۔ گھر کا انتظام اور بچوں کا اہتمام بیوی کے سپرد کر کے امن کا سانس لیتا ہے مگر نہیں خیال کرتا کہ میں نے گھر میں دو متضاد عناصر جمع کر لئے ہیں۔ بچوں کا میلان طبیعت یہ ہوتا ہے کہ ہماری ماں مرگئی ہے اب گھر کے مالک ہم ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں، باپ ہم سے پوچھکر کھانا پکواتا تھا، اب بھی ہمارا حکم جاری رہنا چاہئے۔ بیوی جو باہر سے آئی ہے وہ سمجھتی ہے کہ میں خود آئی نہیں ہوں لائی گئی ہوں۔ اس گھر کی مالک و مختار میں ہوں، بچوں کو میرا کہنا ماننا چاہئے۔ کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ بچے سوتیلی ماں کا حکم توجہ سے نہیں سنتے اور فوراً بجا نہیں لاتے۔ اُدھر بیوی جو نئی آئی ہے، وہ عورت ذات ہے اور عورت کا فطری تقاضا ہے کہ اپنے پیٹ کی اولاد پر جان قربان کرتی ہے۔ ان کا کوئی دکھ دیکھ نہیں سکتی، مگر سوکن کی اولاد سے اُسے نفرت ہوتی ہے، ان کا وجود ہرگز پسند نہیں کرتی اور ادھر مرد کا بھی یہ فطری وصف ہے کہ وہ اولاد سے محبت رکھتا ہے مگر دوسری بیوی آجائے اور انکی ماں مرچکی ہو تو بچے کچھ غلطی کریں جب بھی نئی بیوی اسے

شرارت سمجھتی ہے اور شوہر کے سامنے انھیں شریر ثابت کرتی اور ان کی بدی کا ذکر ایک سے دہ چند مبالغہ کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ اُس وقت باپ کے دل پر عورت کی چکنی چپڑی باتوں کا یا اس کے رونے دھونے کا اثر پیدا ہو کر بیوی کی محبت کو بڑھاتا اور بچوں کی طرف سے اسے متنفر کر دیتا ہے، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ سوتیلی ماں نے کسی بچہ کو مارا ہے یا بہت گھُرکا ہے اور وہ بیٹھا رو رہا ہے اور باہر سے باپ آگیا ہے تو بیوی نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اس کی شرارت کا ذکر نمک مرچ لگا کر کیا ہے اور پھر پیار کی آواز سے اسی بچہ کو بلایا ہے کہ بیٹا آجا کھانا کھالے، بچہ کو اور رنج ہوا ہے اور اس نے جواب نہیں دیا تو بیوی کی محبت میں بھرا ہوا باپ بچہ پر برس پڑا ہے اور عورت دل میں خوش ہے کہ دیکھ بے ایمان مینے کیسا جادو کھیلا ہے صبر کر اسی طرح تیری جان لیکر نہ چھوڑوں تو کہیو۔ آیندہ باپ بچوں کی طرف سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ بیوی انھیں کچلنا اور پیسنا شروع کر دیتی ہے۔ مار پیٹ کرتی ہے بھوکا رکھتی ہے، سردی اور گرمی کا پورا لباس مہیا نہیں کرتی۔ بچے جو اس کے قبضہ سے نکل سکتے ہیں بھاگ جاتے ہیں۔ بدچلن، آوارہ اور بدمعاش ہو کر اپنی زندگی برباد کرتے ہیں اور جو نہیں بھاگ سکتے وہ ننگے اور بھوکے رہ کر آخر جان سے جاتے ہیں اور خود بچوں کو جان سے مارنے کی بھی مثالیں پائی گئی ہیں، اور اکثر معصوم بچے خود باپ کے سامنے اس کی محبت سے بیگانہ ہو جانے کی وجہ سے پیوندِ زمین ہوئے ہیں یا آوارگی میں برباد رہے، یا انھوں نے قیدخانوں میں عمر گذاری ہے۔ یہ سب نادانی اور غلط فہمی کے نتائج ہیں اور ایسی جگہ ظہور پذیر ہوتے ہیں جہاں تقاضائے شرافت یہ ہے کہ دونوں طرف سے اظہارِ ہمدردی و اُلفت ہو۔

اسی طرح کی نفرت اور دل آزاری کا منظر مشاہدہ میں آتا ہے جہاں پہلے محبت اور شوق سے اور بڑا صرف برداشت کرکے بلکہ قرض لیکر اور جائداد رہن یا فروخت کرکے اپنی مراد پوری کرنے کا سامان کیا جاتا ہے اور نذر و نیاز مانی جاتی ہے اور مراد برآنے کے بعد بڑی دھوم دھام سے خوشی مناتے ہیں۔ اس موقع کا اہتمام مرد اور عورت دونوں کی طرف سے ہوتا ہے مگر زیادہ اور ہر وقت ارمانوں کا اظہار عورتیں کرتی ہیں۔ یہ موقع شادی اور بیاہ کا ہوتا ہے۔ لڑکے کی ماں اور بہنیں اسس موقع کی منتظر رہتی ہیں اور جب دھوم دھام سے دُلھن گھر پر لائی جاتی ہے تو دُولھا کی ماں اور بہنیں بسم اللہ بسم اللہ کہتی ہوئی دروازہ کی طرف لپکتی ہیں اور باہر کی دہلیز

پرجاہلانہ رسم سے قبل اس قدر ٹپکاتی ہیں کہ دلہیز کے دونوں طرف کا سیاہ داغ جب تک چوکھٹ قائم ہے نابود نہیں ہوتا۔دلھن کو گود میں اٹھانے کے لئے سب عورتیں لپکتی ہیں ایک اٹھاتی ہے باقی سب چپٹ چپٹ بلائیں لیتی ہیں۔ مگر غالباً دو چار دن بھی گذرنے نہیں پاتے اور دُلھن کے جسم چھاتے کپڑے بھی میلے نہیں ہوتے کہ محبت اور خوشی نفرت اور بیگانگی کی شکل اختیار کر لیتی ہے ۔دولھا کو اور گھر کے اور مردوں کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ دولھا کی ماں اور بہنیں نکتہ چینی اور عیب جوئی میں مصروف ہو جاتی ہیں اور محبت اور چاؤ سے لائی ہوئی دُلھن ان کو کانٹے کی طرح کھٹکنے لگتی ہے۔اس کا قصور صرف یہ ہوتا ہے کہ دولھا کے دل میں وہ گھر کر لیتی ہے اور گھر کے دوسرے مرد بھی اسے پیار اور وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ماں بہنوں کو معلوم ہوتا ہے کہ آہ جس گھر پر ہمارا پورا رسوخ اور اختیار تھا اور گھر کے سب لوگ جیسی توجہ اور التفات سے ہماری بات سنتے تھے اب اس حکمرانی میں ایک غیر کا دخل ہو گیا ہے،اب اس کی بات بھی مانی جانے لگی اور چند روز میں اس کا اختیار ترقی پائیگا تو گھر کے سب انتظام پر قابض ہو جائیگا ۔ وہ گھر کی مالک ہو گی اور ہم کوئی نہ سمجھے جائیں گے ۔اُدھر آنے والی دُلھن بھی گھر کے تمام حالات کو تنکھی نظر سے دیکھتی ہے۔اسکی زبان سے ان لوگوں کی اور خانگی حالات کی نسبت تعریف اور پسندیدگی کا لفظ کبھی نہیں نکلتا۔اس کی طرزِ کلام پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ مُردہ بولیگا تو کفن پھاڑیگا ۔ بڑی بڑی شریف مزاج،نیک دل، پارسا اور خدا ترس عورتوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر وقت خوش اخلاقی اور حسن سلوک کا آئینہ ہوتی ہیں مگر جب سوتیلی ماں بنتی ہیں یا ساس اور نندیا بہو اور بھاوج کا رشتہ پیدا کرتی ہیں تو عمداً نہ سہی بھولے سے اور شرارت سے نہ سہی فطرت سے سوتیلی ماں کے سامنے،ساس کی زبان سے بیٹے کے سامنے اور اُس کے خُسر کے سامنے،نند کی زبان سے اپنے بھائی کے سامنے اور بہو کی زبان سے اپنے شوہر کے سامنے،پھر سب کی زبان سے آنے جانے والی عورتوں کے سامنے مایوسی اور مظلومی کی ادا سے ایسی ایسی ناواجب اور غلط شکایتیں بیان ہوتی ہیں جن سے جس عورت کا طرز بیان دلکش ہوتا ہے وہ بازی لے جاتی ہے۔سوتیلی ماں بچوں سے نفرت دلانے میں ضرور کامیاب ہوتی ہے تو لاڈ پیار سے پالا ہوا بیٹا بھی کبھی ماں کی دلپذیر تقریر سنکر اپنی بیوی سے اور کبھی بیوی کے مظلومانہ آنسو دیکھ کر اپنی ماں سے۔بہنوں کا پیارا

بھائی کبھی اپنی بہنوں سے اور کبھی اپنی دُلھن سے بیزار رہتا ہے۔ بس پھر کیا تھا علانیہ الٹی میٹم دے دیا جاتا ہے۔ زبان کی بمباری شروع ہوتی ہے۔ بعض اوقات تھپڑ مکا اور ہنٹر بھی استعمال ہوتا ہے اور بیٹے پر بیوی کا جادو چلتا ہے تو اسے ماں بہنوں سے نفرت ہو جاتی ہے، یا اُن کے کہنے میں آتا ہے تو بیوی کو پرے بٹھا دیتا ہے یا کان پکڑ کے نکال دیتا ہے۔ ان رشتوں نے ایسی ایسی عداوتیں پیدا کی ہیں جن سے بعض اوقات دونوں طرف کے خاندانوں کو مشکلوں کا سامنا پیش آیا ہے اور سوتیلی ماں ساس نند اور بہو بھاوج کا شقاق و نفاق ضرب المثل ہو گیا ہے۔

بعض مرد جو ایسے ایسے منظروں سے متاثر ہوئے ہیں اور بن ماں کے بچوں کی تباہ حالی نہیں دیکھ سکے ہیں، یا ساس بہو کے جھگڑوں سے بیزار ہوئے ہیں وہ خود تکلیف اٹھاتے ہیں اور مجرد رہتے ہیں۔ ایسے جوانمردوں کو اگر شیطان نے بہکایا اور کسی گناہ میں مبتلا کر دیا تو وہ بھی اسفل السافلین کے چھوٹے موٹے غار میں گر گئے۔ مگر خیر اوروں سے ذرا بہتر رہے کہ لڑائی دنگے کے وبال سے بچ گئے یا شاید اُن پر بھی کوئی بلا آئی ہو تو ایک گناہ سے دوسرے گناہوں کے سلسلہ میں گرفتار ہوتے گئے ہوں، ان کا بھی معلوم نہیں کیا حشر ہو گا۔ آدمی حرام کاری کا خوگیر ہو جائے تو وہ بھی نیچے سے نیچے گرتا چلا جاتا ہے اور ایک عادت کئی اور بُری عادتوں کا رستہ دکھاتی ہے۔ آدمی ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ صحیح طریق میرے خیال میں یہ ہے کہ ان مشکلات سے خوف زدہ ہو کر آدمی دنیا نہ چھوڑے۔ یہ سب تعلقات ضروری ہیں۔ انھیں قائم رکھے اور حزم یعنی ہوشیار اور چوکنا رہنے کی عادت ڈالے۔ عربی میں ضرب المثل ہے: اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ یعنی ہوشیاری بدگمانی کو کہتے ہیں۔

نگہ دار وآں شوخ در کیسہ دُر + کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

آدمی ہر راہ گلی کے آنے جانے والے کو ایسا سمجھے کہ میری پسلی میں چھری بھونک دے گا۔ اسے ایسا موقع نہ دوں۔ بیوی ہو، ماں ہو یا بہن ہو، ڈرتا رہے کہ ان کی بات کہیں میرے نقصان کا باعث نہ ہو اور ان کے کہنے سے میں کسی پر ظلم نہ کر بیٹھوں۔ نہ اُن کی کسی بات پر خوشی سے پھول لے نہ

اُن کے کسی لفظ سے منہ پھُلائے - ہر تعریف اور ہر الزام کے بیان پر خود غور کرے اور اصلیت کا پتہ لگانے کے لیئے دیر تک گذشتہ واقعات کو یاد کرتا رہے اور ہر شخص کی اتنی ہی قدر و قیمت سمجھے جو قدرت نے مقرر فرمائی ہے اور شریعت حقہ نے مقرر کی ہے - بدسلوکی نہ بیوی سے کرے نہ ماں سے، نہ بہنوں سے، نہ بن ماں کے بچوں سے - ہر ایک کی بات رنج کی ہو یا خوشی کی ہنس کر ٹال دے اور وہ کام کرے جو خود بہتر اور مناسب سمجھے - نہ کسی پر جی جان سے فدا ہو، نہ کسی کا بدخواہ - اُن کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن سمجھے اور خود سب کا بھی خواہ ہو - یہی شخص ہے جو اَحْسَنُ التقویم یعنی سب سے اچھی بناوٹ پر ہونے کا ثبوت دے گا اور ادھر اَحْسَنُ التقویم کے دشوار امتحان میں تعریف کے ساتھ کامیاب ہونے والی بعض خدارسیدہ عورتیں بھی دیکھی گئی ہیں جنھوں نے سوتیلے بچوں کو ایسی محبت سے پرورش کیا ہے کہ بچوں نے جوانی تک انھیں اپنی اصلی ماں سمجھا ہے - اور بعض نیک مزاج مستورات نے ساس بن کر بہو پر ماں جیسی شفقت مبذول رکھی ہے اور بہو یا نند بن کر غیریت کا گمان پیدا ہونے نہیں دیا - مخلوق خدا گوناگوں ہے بدوں کی کثرت ہو جب بھی نیک فنا نہیں ہوتے -

یہ سب تباہی اور بربادی کا منظر ہے جو انسان انسان کے لئے پیدا کرتا ہے - اب ان حالات کا ذکر سنو جو تباہی اور ہلاکت تک نہیں پہنچاتے اور عداوت سے پیدا نہیں ہوتے مگر ناگوار نتائج دکھاتے ہیں - بعض انسانوں کو ہنسی اور مذاق کی عادت ہوتی ہے اور یہ مثل ہے کہ روگ کا گھر کھانسی اور لڑائی کا گھر ہانسی - دوستوں کا مجمع ہے - مذاق کی عادت رکھنے والے بات چیت میں چھیڑ خانی کرنے سے نہیں چوکتے - کوئی چبھتی بات کر دیتے ہیں جس سے کسی کا عیب ظاہر ہوتا ہو، اسے غصہ آتا ہے سختی سے جواب دیتا ہے - محفل میں بعض ہنسی کی بات پر ہنستے ہیں - بعض غصیالی طبیعت رکھنے والے جو دوسرے فریق سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اس کی طرفداری میں سختی کا اظہار کرتے ہیں - بات کچھ نہیں ہوئی، نہ لین دین کا جھگڑا، نہ رشتہ ناطہ کی بحث، ترچھی بات دلوں کو چیرتی ہے - لڑائی کا دنگل بنا دیتی ہے - بعض اوقات گالی گلوچ تک پہنچکر تھوڑی

دیر میں صاف ہوجاتے ہیں اور سلیم المزاج رفقا جھگڑا چکا دیتے ہیں۔ بعض اوقات جوش کا مواد تیز ہوتا ہے تو تھانے اور کچہری تک بھی جا پہنچتے ہیں۔

بعض اوقات نوجوان کوئی دوڑنے بھاگنے کا کھیل کھیلتے ہیں اور کسی کو پکڑنے یا چھونے میں کسی کی نسبت بے قاعدہ کام کرنے کا الزام پیدا ہوتا ہے۔ کسی کی نسبت دھوکا دینے کا خیال ہوتا ہے۔ جسم تھکے ہوئے ہوتے ہیں، سانس چڑھے ہوئے ہوتے ہیں، جوش بات کو بڑھاتا ہے۔ چار ایک طرف چار دوسری طرف ہوجاتے ہیں۔ لڑائی دنگا اور عداوت پیدا کرنے کا سبب یہ بھی بن جاتا ہے اور عداوت کبھی دیر تک قائم رہتی ہے اور شاخیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

مذہبی مباحثے ہندو مسلمان فریق بنیں یا شیعہ اور سنی عداوت کا مادہ بہت پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے مقدمات پریوی کونسل تک پہنچتے دیکھے ہیں اور یہ عداوت رزق کا دروازہ بند کرنے اور نوکریوں سے برخاست کرانے تک بھی ترقی کرتی ہے اور انسان کو انسان بھوکا مارنے کی کوشش میں اس پر ہر قسم کا الزام قائم اور اس کا ثبوت مہیا کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور کئی طرح کی جھوٹی سچی باتیں بنائی جاتی ہیں۔

بعض انسانوں کو اپنی دانائی پر یقین اور اپنی رائے کو دوسروں سے منوانے کا شوق ہوتا ہے۔ بات خفیف ہو جب بھی بحث کو طول دیے جاتے ہیں۔ راہ میں اپنے کسی دوست کو ملتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ کہاں جا رہے ہو، وہ اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس اپنے مریض کا حال کہنے اور دوا لینے جاتا ہوں۔ وہ ڈاکٹر کا پتہ پوچھتے ہیں، یہ نام بتاتا ہے۔ سُنکر کہتے ہیں وہ ڈاکٹر اچھا نہیں، فلاں کے پاس جاؤ یا چلو میں لے چلوں۔ وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے ملا ہوں آدمی بھلا مانس ہے، بات غور سے سنتا اور ہمدردی سے جواب دیتا ہے۔ پہلے بھی اس سے علاج کروایا ہے اور فائدہ دیکھا ہے۔ کہتے ہیں نہیں اتفاق سے مرض دور ہو گیا ہوگا۔ ہم جس کا ذکر کرتے ہیں، چلو اس کے پاس لے چلیں، دیکھنا کیسا علاج کرتا ہے۔ وہ اپنی دانائی اور تجربہ کے گھمنڈ میں اور یہ اپنی مصلحت اور پہلی شناسائی کے بھروسہ پر بحث کئے جاتے ہیں۔ اتفاق نہیں

ہو سکتا تو نفرت ضرور پیدا ہو جاتی ہے، ایک دوسرے کو بیوقوف سمجھتا ہے پہلا دوسرے کو ضدی جانتا ہے۔ دانائی بگھنے والے یوں انسان اور انسان کے مابین باہمی اتحاد کو فنا کرتے رہتے ہیں۔

نشست گاہوں میں بیٹھے ہوئے دوستوں کی محفل میں بھی ایسی ہی اِدھر اُدھر کی باتوں میں اختلاف پیدا کرنے کا سامان بن جاتا ہے اور کسی کسی کی باہم ہمیشہ کے لئے بات چیت بند ہو جاتی ہے اور جو شخص محفلیں جما کر نہیں بیٹھتا۔ دوسروں کی محفلوں میں جانے کی عادت نہیں رکھتا اور راہ گلی ہر کسی سے ملاپ کی گفتگو شروع نہیں کرتا، صرف سلام سلام پر اکتفا کرتا ہے اور اپنی راہ لیتا ہے۔ وہ "کہاں جا رہے ہو" کا بھی جواب نہیں دیتا۔ ہاتھ سے اِدھر اُدھر اشارہ کر دیتا ہے، وہ اختلافی بحثوں سے محفوظ ضرور رہتا ہے مگر لوگ اُسے بے مروّت اور خشک مزاج سمجھتے ہیں۔ اتحاد کو تھوڑی ضرب پہنچانیوالی یہ عادت بھی ہے۔ وہ خود کسی سے اتحاد کو توڑنے کا ارتکاب نہیں کرتا، مگر لوگ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اس کی جانب نظرِ عنایت سے دیکھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اَحْسَنُ التَّقْوِیْم کا خلعت اسی جوانمرد کے قامت پر زیب دیتا ہے جو باہمی اتحاد کو ٹھیس نہ لگنے دے۔ صحیح خیال جو سمجھتا ہے اسے ظاہر کر دے مگر اس پر اصرار نہ کرے اور اختلاف کرنے والوں کی جان کو نہ آجائے اور دوسرے اپنی دانائی کا اظہار کریں اور بحث میں غالب آنا چاہیں تو بات کا پہلو بدل کر اور گفتگو شروع کر دے۔ باہمی محبت کو قیمتی سمجھے اس میں فرق نہ آنے دے۔

انسان کی مصیبت پر افسوس کرنا اور حتی الوسع مدد کے لئے تیار رہنا، جو ہر آدمی کا فرض ہے اس میں کوتاہی کرنے کا یہ عالم ہے کہ جو لوگ دشمن یا متنفر ہوں وہ مصیبت کا حال سُنکر خوش ہوتے ہیں۔ اوروں میں سے بھی دل میں کسی کی مصیبت پر تڑپ پیدا کرنے والے صرف وہی ہوتے ہیں جن سے خون کا رشتہ ہو، اور سب لوگ سنتے ہیں تو محفلوں میں دل بہلانے کا ذریعہ اسے بھی سمجھتے ہیں۔ پرائے پر بلا کے آنے کا ہمدردانہ احساس عام انسانوں میں انسان کے لئے دیکھا نہیں جاتا۔

اب انسان کی گنہگاری کو دیکھو تو اس اَحْسَنُ التَّقْوِیْم مخلوق میں بظاہر بڑے بڑے

متقی اور پارسا نظر آتے ہیں جو ہر وقت زبان پر سبحان اللہ اور اللہ اکبر جاری رکھتے ہیں اور کسی کو ان کا عیب اور گناہ کبھی نظر نہیں آتا۔ اپنے فخر اور غرور کے نشہ میں مست ہو کر اپنے گذشتہ نیک اور مبارک کارناموں کو بڑی شد و مد سے بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالتے ہیں اور اپنی کرتوتوں کو انصاف کی نظر سے دیکھنے کی توفیق پاتے ہیں تو ایسے ایسے بیحیائی کے کام اور ناپاک عملوں کی نجاست سے اپنے تئیں آلودہ پاتے ہیں کہ اپنی مغفرت صرف ذات باری تعالےٰ کی غفاری اور رحم پر ہی منحصر سمجھ سکتے ہیں۔ نجات کا کوئی اور ذریعہ نہیں دیکھتے۔ غرض گناہ سے بالکل پرہیز رکھنے والا انسان دنیا میں شاذ و نادر ہی ہوگا۔ بلکہ ہماری مقدس کتاب نے ہمکو یہ بتایا ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی تمناؤں میں تقاضاے بشریت سے شیطان کے فتنوں اور غلط ترغیبوں کا شکار ہوتے ہیں، لیکن چونکہ انھیں وحی ربانی اور ذات باری تعالیٰ سے نامہ و پیام رکھنے کی عزت حاصل ہوتی ہے انھیں حق تعالےٰ کی جانب سے ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر فوراً تنبیہ ہوتی اور اطلاع مل جاتی ہے اور وہ کسی نجاست میں آلودہ ہونے اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ أُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَإِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۙ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا جسنے کوئی آرزو کی ہو اور اسکی آرزو میں شیطان نے کوئی اپنا خیال شامل نہ کر دیا ہو۔ اور پھر حق تعالیٰ نے شیطانی ترغیب کو نبی کے پاک دل سے دُور نہ کر دیا ہو اور اپنے منشا کو پختگی کیساتھ اسکے دل میں بٹھا نہ دیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ باخبر اور صاحب تدبیر ہے یہ سب عمل یہ نتیجہ دیتا ہے کہ شیطانی ترغیب ناپاک دل والوں کو اور سخت دل والوں کو بہکاتی ہے اور اپنا نقصان کرنے والے بڑی بڑی مخالفتوں میں

أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۵

غرض رہا ہی کرتے ہیں اور دوسری جانب بہتر نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو اہلِ علم ہوتے ہیں وہ حق الامر کو خدا کا حکم سمجھ لیتے ہیں اور ان کے دل پہلے سے زیادہ اس پر جم جاتے ہیں اور یہ خدا کا کام ہے کہ (بھٹکنے والے خواہ کتنا ہی بھٹکیں) ایمان والوں کو حق تعالےٰ سیدھا رستہ ضرور دکھا دیتا ہے۔

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ و مطہر جناب کو جو شیطانی ترغیب کی جانب مائل ہونے کا الزام دینے کا موقع پیش آیا ہے وہ خدا نخواستہ حاکم بدہن ایسی رغبتیں نہ ہونگی جیسی ہم لوگوں کے دل میں حرام کاری کرنے، جھوٹ بولنے، دھوکا دینے اور پرایا مال اڑانے کی رات دن پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ معاذ اللہ وہ پاک اور مقدس دل جو براہ راست خدا کے نور سے منور تھے۔ ہمدردیٔ خلائق سے لبریز تھے اور دوسروں کو پاک و مطہر بنانے کا جذبہ لیکر دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ان کو غلط ترغیبیں ایسی ہی رونما ہوتی ہونگی اور ایسی ہی ان کی غلطیوں کا ذکر جستہ جستہ انبیاء علیہم السلام کے احوال میں حق تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے جو محض ہمدردی اور رحم کے تقاضے سے گنہگاروں کے لئے ان کے استحقاق سے زیادہ راحت پہنچانے کی نیت سے ظہور پذیر ہوتی ہونگی۔ قرآن کریم میں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے کہ آپکے حضور میں سرداران مکہ جمع تھے۔ وہ آئے تھے شرارت کی باتیں کرنے اور حضرت انھیں ہدایت کی راہ چلانا چاہتے تھے۔ آپنے پوری توجہ اور انہماک سے انکے ساتھ گفتگو شروع کی اور دل میں انکے ایمان کی بڑی تمنا لیکر انھیں سمجھانا چاہا۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مکتوم جو ایمان لا چکے تھے اور نابینا تھے وہ حاضر ہوئے۔ انھیں خبر نہ تھی کہ کون کون بیٹھا ہے اور کیا بات ہو رہی ہے۔ انھوں نے اپنے نیک خیال اور پاکیزہ اعمال کی نسبت کوئی نکتہ دریافت کرنا چاہا۔ حضرتؐ نے ان کی جانب توجہ نہ فرمائی اور جواب نہ دیا اور دلچسپ گفتگو کے بیچ میں دخل دینے کی وجہ سے ماتھے پر بل ڈالا اور اپنی گفتگو کو جاری رکھا آنجنابؐ کی یہ ادا حق تعالیٰ کی جناب میں ناپسند ہوئی کہ ایک ایماندار اندھا آیا، تمنے پروا نہ کی اور عَبَسَ وَ

تو آئی پوری سورہ حضرت کو مربیانہ و صبر آمیز عتاب کے ذکر میں نازل ہوئی۔ ہم لوگ آجتک قرآن کے اس حصہ کو تلاوت کرتے ہیں اور اسوقت کا نقشہ پیش نظر لاتے ہیں کہ حضرتؐ سے یہ کوتاہی اس فرط شوق سے سرزد ہوئی کہ یہ بااثر لوگ ایمان لے آئیں تو اور بہت لوگ ہدایت پاسکینگے۔ خدا کا منشا یہ تھا کہ تم ایماندار و ں کی ہمت افزائی کرو۔ ان امیروں کے ایمان اور اسکے اثر کی طرف نہ تکو۔ انکے دلوں پر ہمارا قبضہ ہے۔ ہم جو چاہینگے ہو جائیگا۔ ایسا ہی ایک بار جہاد کے لئے دور و دراز سفر کی ضرورت تھی اور مسلمانوں میں سے بعض کمزور دل والے جانے سے ہچکچاتے تھے۔ انھوں نے جھوٹے سچے بہانے پیش کرکے جانے سے معافی مانگی اور حضرتؐ نے معافی دیدی۔ اسپر جناب باری کا عتاب بایں الفاظ نازل ہوا:

عَفَی اللّٰہُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ	اللہ نے تمھارا قصور معاف تو کردیا مگر تم نے انھیں
حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا	گھر میں رہنے کی اجازت کیوں دی۔ تمھیں جھوٹے اور
وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِیْنَ ۵	سچے کو پرکھنا تو چاہیئے تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ ہم طوفان سے تمھارے کنبہ کو بچا لینگے۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی تیرا وعدہ حق ہے لیکن یہ میرا بیٹا غرق ہو رہا ہے۔ جواب ملا کہ وہ تمھارے رستہ پر نہیں تو تمھارا بیٹا کیا ہوا۔ ایسا سوال نہ کرو اور جاہل نہ بنو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری لائے اور یہ ذکر کیا کہ ہم قوم لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لیئے زمین پر آئے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ کو رنج ہوا اور چاہا کہ عذاب کو کسی طرح رکوادیں یہ بھی مشیت ربانی کے خلاف تھا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور جناب ابراہیمؑ کی ذات پر جیسی جناب ایزد غفار کو شفقت ہے اس وقت بھی اس کا بیان کر دیا ہے۔ ارشاد ہے

فَلَمَّا ذَھَبَ عَنْ اِبْرٰھِیْمَ	جب ابراہیم کا خوف دور ہوا اور خوشخبری
الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰی یُجَادِلُنَا	سنی تو ہم سے قوم لوط کے بارہ میں جھگڑنے
فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَحَلِیْمٌ	لگے۔ ابراہیم بیشک بہت متحمل مزاج

اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ٥ يَآ اِبْرَاهِيْمُ | ہمدردی سے لبریز اور خدا کی بارگاہ میں
اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ | عاجزی کرنے والے ہیں - اے ابراہیم
جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ اِنَّهُمْ | اسے چھوڑو - تمہارے رب کا حکم چل
اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ | چکا ہے - ان پر ایسا عذاب آنے والا
مَرْدُوْدٍ ٥ | ہے جو ٹلیگا نہیں -

حضرت موسےٰ علیہ السلام کی جناب کو فرعون کے ہاتھ سے اپنی قوم کو نجات دلوانے کے بعد بہت تمنا تھی کہ انھیں آبائی وطن پر قبضہ دلوائیں - مگر بنی اسرائیل نے جہالت کی بدراہی کو نہ چھوڑا - کسی قوم کو کسی عجیب شکل کے بت کی پوجا کرتے دیکھا تو کہا اے موسے ! ہمیں ایسا ہی دیوتا بنا دو ، پوجا کیا کریں گے - کسی نے ایک انوکھا سا بچھڑا بنایا ، اسی کو سجدہ کرنے لگے - حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ان سے رنجیدہ ہوکر دعا کی کہ الٰہی مجھے ان بیوقوفوں کی رفاقت سے نجات دے - حکم ہوا نہیں یہ لوگ اسی جنگل میں چالیس سال تک آوارہ پھرینگے - تم کو بھی رہنا ہوگا - وہی ہوا اور وہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا - انکے بعد انکے جانشین حضرت یوشع علیہ السلام کے اہتمام سے حضرت موسیٰ کی تمنا بر آئی اور قوم عمالقہ پر غلبہ پایا -

ایسے ایسے ہمدردی اور خیرخواہی کے جذبات ہوتے تھے جن کو بر روئے کار لانے یا انکے اندر دلشکنی ہونے سے انبیاء علیہم السلام کے دل سے مبالغہ کے ساتھ کوئی قول یا فعل سرزد ہوجاتا تھا اور حق تعالیٰ کی جانب سے اس کی تردید یا اصلاح ہوتی تھی - موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے ایک دفعہ قتل کی واردات بھی ہوگئی تھی مگر اس میں حضرت کا کوئی عمد اور ارادہ نہ تھا - آنجناب کے اندر خدا کی طرف سے قوت ہی ایسی رکھی گئی تھی کہ آپ نے بے سمجھے بوجھے ایک تھپڑ مار دیا اور تھپڑ کھانے والا مر گیا - گناہ اور سنگین گناہ ہم ناپاک بندوں کے ہیں جو دنیا کے کتے ہیں - ہر طرح کی نفسانی خواہشیں ہم پر غالب ہیں - مال کی محبت بھی ہے شہوانی خیال بھی ہے - اپنے اوپر کوئی الزام آتا ہو تو

جھوٹ بول کر بری ہونا بھی چاہتے ہیں۔ نشہ آور اشیا سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اسے حاصل کرنے کی خواہش بھی ہے۔ اپنے مطلب کی چیز جو کسی کے پاس ہو اس پر قبضہ جمانے کو بھی دل چاہتا ہے اور حق تعالے کا فرمان ہے کہ اپنی ہر خواہش کو حد معین تک اور جائز صورت میں حاصل کرو اس سے آگے نہ بڑھو۔ اس طرح کی سب خواہشوں میں سے جس کی قوت کسی کے اندر ذرا نرم ہے اس سے وہ باز رہ سکتا ہے۔ لیکن جو تمنا پوری قوت کے ساتھ کسی کے اندر موجود ہو تو تجربہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ جانتے بوجھتے اس بلا میں ضرور مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ہماری جوان مردی کا تقاضا اور حکم ربانی کا احترام یہ چاہتا ہے کہ زبردست خواہشوں کو بھی روکیں اور زبردست خواہش کو روکنا ہی تعریف کے لائق اور اجر عظیم کے قابل ہے۔ محض خدائے برتر کے خوف سے پورے اہتمام کے ساتھ ناجائز آرزو سے الگ رہنے والے کوئی خدا کے پاک اور مقدس بندے ہوتے ہونگے۔ کسی پر نیند کا غلبہ کم ہے رات کو تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد بیدار ہو جاتا ہے وہ قائم اللیل بیشک ہو سکتا ہے کسی میں بھوک پیاس کی شدت نہیں ہے وہ صائم الدہر رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے۔ کسی کا روزانہ صرف اس کے معین رزق سے پورا ہو جاتا ہے وہ پرائے مال کی طرف نہیں تکتا۔ کسی میں جوانی کا جوش کم ہے وہ ناجائز نظربازی اور کوچہ گردی سے بچا رہتا ہے۔ کسی میں ایسی چالاکی اور عیاری رکھی گئی ہے کہ وہ تمام شرارتوں سے بڑے اخفا اور احتیاط کے ساتھ کام لیتا ہے اور آس پاس والوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا وہ نیک اور پاکباز ہونے کی شہرت پا سکتا ہے۔ ایسا کوئی کوئی نیک وصف ہر شخص کے اندر پایا جا سکتا ہے۔ جس نے کبھی شراب نہیں پی اسے اس کی لذت کا بھی علم نہیں اس کے اندر شراب خواری کی خواہش بھی پیدا نہ ہوگی اور اس حالت میں رہ کر اسے وہ تکلیف بھی محسوس نہ ہوگی جو خوگیر کو اپنا معمول نہ ملنے کے وقت ستاتی ہے۔ حقہ پینے کی عادت چائے نوشی کی عادت جنھیں پڑ گئی ہے وہی اس کے لئے تڑپتے ہیں جو اس سے آشنا نہیں ہیں وہ صبح صبح آگ کا اہتمام کرتے پھرنے پر ہنستے ہیں۔ شراب کی ممانعت قرآن میں مذکور ہے۔ حقہ اور چائے کی عادت بھی بے فائدہ اور لغو ہے۔ لغو کام سے اعراض کرنے کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ ہم خدا کے بندے جبھی بن سکتے ہیں کہ خدا کی بتائی ہوئی ہر بدی سے پرہیز کریں اور عادت ڈال لی ہو جب بھی اسے چھوڑیں اور فرمان برداری اختیار کریں۔ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ پر قدم ثابت رہیں۔ ایسا

بندہ کوئی پاسکو تو اس کے پاؤں دھو کر پیو۔ نہیں تو ظاہری طمطراق اور ریاکاری کے جلوے سب جگہ پاؤ گے اور بدوں کو نیکوں کے رنگ میں ہمیشہ دیکھو گے۔

دروغ گوئی فریب بازی۔ کینہ ورزی ۔حرام کاری اور بددیانتی وغیرہ ایسے گناہ ہیں جو ہر مذہب و ملت میں ممنوع قرار پائے ہیں اور بعض بعض گناہ بعض مذاہب سے مخصوص ہیں۔ خنزیر اور مردار کو مسلمان حرام سمجھتے ہیں۔ ہندو گائے کا احترام کرتے ہیں مگر پرہیز بالعموم ایسے ہی گناہوں سے کرسکتے ہیں جن کے ارتکاب کی ضرورت کم ہو۔ ایک دلبر مصاحب نے کسی مسلمان بادشاہ سے سوال کیا تھا کہ اسلام خنزیر مردار اور شراب کو یکساں حرام سمجھتا ہے اور مسلمانوں میں خنزیر اور مردار کھانے کا ارتکاب کوئی نہیں کرتا۔ شراب عموماً پیتے ہیں بادشاہ نے جواب دیا کہ خنزیر اور مردار کی بجائے کئی قسم کے جائز اور لذیذ کھانے میسر آسکتے ہیں۔ شراب کا نعم البدل کوئی نہیں۔ ہمارے پارسا بننے اور بدراہی سے اجتناب کرنے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جس چیز کی حاجت کم ہو اسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ضرورت داعی ہو تو محض خدا کا حکم مان کر حرام سے باز رہنا دشوار ہے۔ ہم نے اپنی پرہیزگاری میں یہی اصول پیش نظر رکھا ہے اور بس۔

یہ سب حالات سب انسانوں پر صادق آتے ہیں اور سب کے اسفل السافلین کی طرف چلنے کا ثبوت دیتے ہیں۔ اب اس وصف کو دیکھو جو مسلمانوں سے مخصوص ہے۔ اپنی جان اور مال کو خدا کی راہ پر قربان کرنے کے لئے ہمیشہ آمادہ رہنا اور خود ایسے موقعوں کو تلاش کرنا ہمارا سب سے بڑا خاصہ قرار پایا ہے اور اسی وصف سے متصف ہونے میں ہم نے تمام دنیا میں شہرت پائی تھی اور دار آخرت کا حقدار مالک بننے کے لئے ہمارے بزرگوں نے یہی قیمت پیش کی تھی۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورہ توبہ پارہ ۱۱ رکوع ۱۳) خدائے تعالٰے نے مومنوں کا جان اور مال خرید لیا ہے کہ اسکے عوض میں جنت کا مالک بنایا جائے

یہ خدمت بجا لاتے رہتے اور بفرض محال عوض نہ پاتے تو شکایت کرسکتے تھے اور قیمت ادا کر چکتے اور جنت فروخت کرنے والا معاذاللہ وعدہ کا پختہ نہ ہوتا تو آخرت کی کچہری میں دعوےٰ دائر کرسکتے تھے اور جنت پر قبضہ لے سکتے تھے۔ اب ہم لوگ وہ سودا نہیں کرتے اور قرنیں گذر گئی ہیں یہ فریضہ ادا کرنے کا شاہ و گدا

کسی کو خیال نہیں۔ اب لے دے کر خداوند کریم کی ذات کو خوشنود کرنے اور اس کے دروازہ سے تھوڑی بہت خیرات حاصل کرنے کیلئے صرف ایک ذریعہ نماز کا رکھتے ہیں۔ جس میں رات دن کے اندر چند بار گدایانہ درخواست کرتے ہیں اور "بھلا ہو بابا" کہنے کی بجائے اس کی حمد و ثنا کے مبارک الفاظ زبان پر لاکر اور اس کے مالک اور رحمان و رحیم ہونے کا واسطہ دے کر پہلی عرضداشت یہ پیش کرتے ہیں کہ ہمیں انعام حاصل کرنے والوں کے زمرہ میں شامل فرما اور اپنے غضب سے محفوظ رکھ اور ہم جانتے ہیں کہ انعام وہی منعم دے سکتا ہے جو ہم سے خوشنود ہو اور ہماری بندگی قبول فرمائے اور اس کی خوشنودی اور اپنی مقبولیت پر یقین تبھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کے حکم سے نافرمانی نہ کی ہو گناہ میں آلودہ نہ ہوں ورنہ اگر اس کا حکم بجا نہ لاتے ہوں اور ممنوع اعمال پر اصرار کرتے ہوں تو غضب کے مستحق ہیں انعام پانے کا کیا موقع! ادھر ہم اعمال کی تمام کیفیت دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ جس کام کو دل للچائے ہم نے اسے کبھی نہیں چھوڑا۔ پس اپنی اس گندہ حالت میں اپنی ایسی عرضداشت سے اگر دل سے دعا کی ہو تو شرمندہ ہوتے ہیں۔ بس یہی شرمندگی ایک اکسیر ہے جو ہمارا سب دکھ درد دور کر سکتی ہے۔ ہم افسوس میں ڈوب جاتے ہیں کہ آہ جنت خریدنے کا موقع ہم نے کھو دیا ہے گدایانہ سوال کا ارادہ کیا تھا بے استحقاق انعام لینا چاہا تھا وہ یوں ضائع ہوا کہ ہم نے گناہوں سے مالک کو خفا کر دیا ہے۔ اب کہاں جائیں کس کی پناہ لیں۔ ابھی ایاک نعبد وایاک نستعین کہہ چکے ہیں خیال کرتے ہیں کہ اس لاچاری اور بے بسی کے اندر بھی مدد کرنے والا وہی ہے۔ بس دل اس کی رحمت پر بھروسہ کرتا ہے اور یہ بھروسہ کوئی فکر باقی نہیں چھوڑتا۔ ہمارے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی دعا میں فرمایا ہے: مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ ۔ یعنی تیری مغفرت کا دریا ہماری گناہوں کی تمام آلائش بہانے کو کافی ہے اور تیری رحمت پر ہم اپنے اعمال سے زیادہ امید قائم کر سکتے ہیں۔ اس خیال سے دل پوری تسکین حاصل کرتا ہے اور انسان بڑے اطمینان کے ساتھ نماز کے آخر میں اپنی ساری مرادیں جو اپنی ہمت اور حوصلہ سے بہت بلند ہوں سب پیش کر کے اس کے دربار سے شکر شکر کرتا ہوا اٹھتا ہے۔ یہ ہے نماز اور یہ ہے وہ اطمینان جو باوجود کوئی ذریعہ نہ رکھنے کے ہمیں مالامال ہونے کا یقین دلاتا ہے۔

اب دیکھو کہ نماز مسلمانوں میں سے کون کون پڑھتا ہے۔ نماز ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ نو سال کی عمر سے بچوں کو نماز نہ پڑھیں تو مار کر نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے اور جب تک حواس باقی رہیں معاف نہیں ہوتی۔ بیٹھ کر پڑھو۔ لیٹ کر پڑھو۔ اشارہ سے پڑھو۔ پڑھو ضرور۔ نماز کا وقت آئے تو ہر مسجد میں بلند آواز سے اذان کہنے کا حکم ہے کہ تمام اہل محلہ وقت سے آگاہ ہو جائیں۔ جو لوگ مسجد میں موجود ہوں انہیں آگاہ کرنے کے لئے امام مصلے پر استادہ ہو تو اقامت کہنے کا حکم ہے۔ نماز کے لئے اس قدر اہتمام کیا گیا ہے مگر آہ مسلمانوں کی بڑی جماعت باوجود علم رکھنے کے اور باوجود وقت سے خبردار ہونے کے نماز کی طرف سے بے پرواہ ہیں۔ مسلمان ہیں تو چاہئے تھا کہ اذان سنتے ہی سب مشغلے۔ سب خرید و فروخت کا خیال سب تفریح اور دلچسپی کی صحبتیں اور سب کھیل تماشے چھوڑ کر مسلمان مسجد کی جانب منہ کرتے اور اس وقت کسی مسلمان سے کسی کو کام ہوتا تو مسلم اور غیر مسلم سب کو یقین ہوتا کہ وہ مسجد میں ہوگا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا اور ہم میں اور نامسلموں میں کاروبار کے لحاظ سے نماز کے وقت کوئی تفاوت نظر نہیں آتا۔ اسفل السافلین کے اندر گرنے والوں میں یہی سب سے آگے ہیں۔ معدودے چند جو مسجد میں آتے ہیں وہ بھی بالالتزام نہیں آتے۔ اکثر ناغہ کر دیتے ہیں اور سبب پوچھو تو بڑی تکلفی سے یہ لفظ کہتے ہیں کہ کام ہو گیا تھا۔ گویا نماز بیکاروں کا شغل ہے کام کرنے والوں کے شایان شان نہیں۔ جو نماز کی پختہ عادت رکھتے ہیں وہ بھی اکثر نماز کے ارکان حکم کے مطابق ادا نہیں کرتے۔ بہت لوگ نماز کا ڈھنگ کسی سے پوچھ کر شوق سے نہیں سیکھتے۔ پڑھنے والوں کی نقل کرتے ہیں اور بےخبری میں کئی کوتاہیاں کرتے رہتے ہیں اور جلدی جلدی نماز سے فارغ ہونا چاہتے ہیں۔

نماز عربی زبان میں پڑھی جاتی ہے کہ ہمارے رسول علیہ السلام عربی تھے۔ قرآن کریم جس پر ہدایت کا مدار ہے عربی زبان میں نازل ہوا۔ ہمارے رسول علیہ السلام نے عمر کا زیادہ حصہ ارشاد و ہدایت میں بسر کیا۔ اور آپ کے کلام مبارک کے بہت سے دفتر عربی زبان میں لکھے گئے۔ آجکل بعض روشن خیال مسلمان دین کا انحصار صرف قرآن پر جانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سن کر ناک چڑھاتے ہیں کہ یہ بے مطلب ہے، حالانکہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے داناؤں کے ملفوظات جمع کئے جاتے ہیں اور ان سے دانائی کے نکتے اخذ کرتے ہیں تو کیا اس سب سے بلند رتبہ ہادی کا اپنا کلام منفعت سے بالکل خالی ہوگا؟ اور

آپ نے قرآن کے سوا کبھی کوئی مفید کلمہ زبان سے صادر نہ فرمایا ہوگا؟ اور کیا وہ سب کچھ معاذ اللہ بالکل لغو اور ناقابل التفات ہوگا۔ نہیں عاشقان صداقت اور طالبان ہدایت وفاتر کلام رسول میں ایسے فصیح اور برجستہ اور نادر نکتے مختصر لفظوں میں اور طویل خطبوں میں پاتے ہیں جو دنیا کے کسی بڑے سے بڑے عاقل وتجربہ کار ناصح کے بیان میں پائے نہیں جاتے۔ آنکھیں بند کر کے آفتاب عالمتاب کی روشنی سے محروم رہنا اور اسکے فیض بے پایاں سے انکار کرنا اور بات ہے۔ دل میں تڑپ رکھے اور جہاں سے مقصد برآری ہو سکے اس کی تلاش میں سرگرم رہ کر ہر آواز پر کان لگائے تبھی گوہر مقصود دستیاب ہو سکتا ہے۔ بہت تہی دست ہیں وہ لوگ جو خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم الشان ہستی کے اپنے کلمات متبرکہ سے فیضیاب ہونا نہیں چاہتے ایک گنج گرانمایہ سے محروم رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم نے بڑی عقل کا کام کیا اور معاذ اللہ فضولیات میں گرفتار نہ ہوئے۔

بیشک قرآن کریم کی حفاظت کا جیسا اہتمام ہوا ہے وہ اہتمام دنیا کی کسی اور کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ قرآن کو حرف بحرف قائم رکھنے کی ذمہ داری حق تعالےٰ کی جناب سے ہوئی ہے اور وہ قیامت تک ہر حرکت و سکون اور ہر حرف اور لفظ کے ساتھ محفوظ رہے گا اور قدرت نے اس کا ظاہری سامان یہ پیدا کیا ہے کہ نازل ہونے کے وقت سے آج تک ہر زمانے میں اور ہر ملک میں ہر بستی اور ہر محلہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد قرآن کو حفظ کرنے کی توفیق پاتی ہے اور غلطی کے دخل پانے سے محفوظ رکھتی ہے۔ کسی اور کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں۔ مگر گزشتہ زمانے کے مسلمانوں نے کلام رسول کی بھی وہ خدمت کی ہے جس کی نظیر نہیں۔ جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو فقرہ صادر ہوا ہے اسے کتاب میں درج کرنے والے نے پہلے اس شخص کا نام لکھا ہے جس نے وہ فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اور آگے کتاب لکھنے والے کے وقت تک جن جن لوگوں کی وساطت سے وہ فقرہ مصنف تک پہنچا ہے ہر حدیث کے ساتھ ان سب کا نام دیا ہے۔ ان راویوں کے نام اور ان کی عادات واطوار کی تحقیق کرنے کے لئے اسماء الرجال کے نام سے ایک جدا لٹریچر تیار ہوا ہے اور اس زمانے کے مصنفوں نے راویوں کے عادات اور اطوار کی خوب تحقیق کی ہے اور بے رو ورعایت صاف صاف لکھا گیا ہے کہ فلاں راستگو ہے حافظہ پختہ رکھتا ہے۔ فلاں کو

غلط بیانی کی عادت ہے فلاں کا حافظہ کمزور ہے۔ اور بعض حدیثیں جو کسی کتاب میں درج ہوگئی ہیں اور احتمال ان کی غلطی کا پیدا ہوا ہے اس میں پھر غور کیا گیا ہے بعض دفاتر حدیث کو زیادہ معتبر اور بعض کو کم معتبر قرار دیا ہے۔ اور ایک دو مصنفوں نے اپنی احتیاط پسندی کا ایسا سکہ بٹھایا ہے کہ انہیں بَعْدَ کَلَامِ البَارِی یعنی قرآن کریم سے دوسرے درجہ پر قرار دینے کا فیصلہ ہوا ہے۔ قرآن کے برابر کسی کو نہیں سمجھا گیا۔ مگر آہ ہمارے اس زمانے کے وہ مسلمان جو اپنے تئیں روشن خیال سمجھتے ہیں کارلائل۔ مکالے شیکسپیر وغیرہ مشہور لوگوں کی تصنیفوں کو جن کی صحت اور حفاظت کی نسبت کوئی اہتمام نہیں ہوا پورے شوق سے پڑھتے ہیں۔ توریت اور انجیل جن کے اصل نسخے دنیا میں موجود ہی نہیں ہیں صرف ترجمے باقی ہیں انھیں بھی عقیدت سے دیکھتے اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ ہندو لٹریچر میں کرشن گیتا ایک پائے کی کتاب ہے اسے بھی کافی اہتمام دیتے ہیں مگر ان کے نزدیک اگر کوئی چیز قابل التفات نہیں ہے تو وہ اس رہبر کامل کا کلام ہے جس کے برابر حق و صداقت کو بے حجاب کرنیوالا اس سے پہلے اور اس کے بعد دنیا نے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ لوگ اس کے لائے قرآن کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ صرف اس کے لفظوں کو دیکھتے ہیں اپنی بے مائگی سے سمجھتے نہیں ہیں جو چاہتے ہیں اس کا مقصد قرار دے لیتے ہیں کیونکہ ان داناؤں کو اپنے عاقلانہ اور فائدہ بخش مشاغل سے اتنی فرصت نہیں کہ عربی سمجھنے کے لائق عربیت حاصل کریں اور چند حدیثوں کو جنہیں بزعم خود غلط سمجھتے ہیں اس نیت سے یاد کر لیتے ہیں کہ ان کا مضمون سادہ مسلمانوں کو سنائیں اور اس پر مذمت کا نمک مرچ لگا کر لوگوں کو کلام رسولؐ سے متنفر کریں۔ یہ فتنہ دانستہ یا نادانستہ کسی شخص نے پیدا کیا اور انگریزی خوان مسلمان جو دین کے بارہ میں کوئی تکلیف اٹھانے سے عاجز ہیں اور کوئی تحقیق کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے اسے لے اڑے اور یہ افتراق ایک جدید فرقہ کی شکل میں مسلمانوں کیلئے تازہ وبال ہو لیا حالانکہ ایمان کا تقاضا بلکہ انسانیت کا اقتضا یہ تھا کہ حضرت رحمۃ للعالمین کے تمام کلام کا مطالعہ کرتے۔ سودمند اور نصیحت خیز فرمانوں کو انتخاب کرتے جسے بزعم خود غلط سمجھتے اسے ترک کرتے جاتے یہ رسول علیہ السلام کی اطاعت اور دین رسولؐ کی خدمت ہوتی۔ اب عناد کی شکل سے کلام رسولؐ کی تردید اور تضحیک کا جو مشغلہ اختیار کیا، اور حدیث کے نام سے لوگوں کو بیزار کرنے کا جو بزعم خود ثواب کمایا ہے اس سے مسلمانوں کو معاف رکھتے۔ فرقے بہت ہیں ایک اور جدید فرقہ کی وردی پہن کر میدان میں نہ نکلتے۔ اور ہر سادہ مسلمان کے ساتھ مسکراتے ہوئے بحث کا

زار گرم نہ کرتے۔

قرآن کریم اور آنحضرت کا اپنا کلام زبان عرب کا اعلیٰ نمونہ ہے اور چند لفظوں میں جب طویل مطلب عربی زبان میں ادا ہو سکتا ہے وہ برکت اور زبانوں کے اندر مفقود ہے۔ آدمی اپنی اپنی زبان میں وہ سب مدعا پیش کرنا چاہے تو کلام کو بہت طول دینا پڑیگا۔ اور مسلمانوں کے اندر ان کی ہر ادا میں اتحاد اور یکسانیت بھی اسی صورت میں رہ سکتی ہے کہ ایک امام کے پیچھے ہزار مقتدی ہوں جب بھی ہر رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کے اندر وہ ایک مدعا پیش کرتے ہیں اور ایک وقت میں فارغ ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی جنگل میں تنہا نماز پڑھتا ہو جب بھی ہمیں یقین ہوتا ہے کہ وہ اس وقت سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے یا سبحان ربی العظیم۔ اور الحمد پڑھتا ہے یا التحیات۔ ہم نماز پڑھ چکے ہوں یا نماز نہ پڑھتے ہوں رکوع اور سجود اور دعا و استغفار کا وقت سمجھ سکتے ہیں اور دل میں شوق ہو تو نماز پڑھنے والے کی التجا کے ساتھ اپنی التجا ملا کر نماز سے باہر رہ کر بھی خدا کے آگے عاجزی اور دعا کر سکتے ہیں۔ نماز کے اندر سب کے الفاظ اور مدعا کا متحد رہنا بڑی برکت کا باعث ہے باین اسباب ہر ملک کے رہنے والے اگر مسلمان ہیں تو انھیں عربی زبان سے خاص انس اور تعلق رکھنا چاہئے۔ یہ انس اور یہ تعلق ہمارے ہندوستان میں بالکل مفقود ہو گیا ہے۔ گذشتہ ایام میں مسجدوں کے اندر پہلے بچوں کو قرآن پڑھاتے تھے پھر کسی کام پر لگاتے تھے۔ اگرچہ صرف قرآن پڑھنے کا کام ہوتا تھا مطلب نہ سمجھ سکتے تھے۔ مگر مسلمانوں کی اپنی زبان بولتے ہوئے سوسائٹی کے اثر سے عربی الفاظ بہت استعمال ہوتے تھے اور سب کو تھوڑا بہت تفہم اس زبان کا میسر آجاتا تھا۔ اب وہ سب نقشہ بدل گیا ہے۔ سوسائٹی کے ہر کاروبار کے اندر نئی تعلیم اثر کر گئی ہے قرآن کی سادہ تعلیم بھی نہ رہی۔ کلام کے اندر اپنی زبان کے لفظ اور ان میں عربی زبان کا اختلاط بھی جاتا رہا۔ پہلے سے بچے مروجہ مدارس میں بھیج دئے جاتے ہیں وہاں بول چال کے اندر انگریزی محاوروں اور انگریزی لفظوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ مادری زبان کی اور ہی شکل ہو گئی ہے۔ موجودہ نسلیں عربی زبان سے اور اسلامی تعلیم سے بالکل بیگانہ ہو گئیں۔ نماز کون سمجھے اور اس میں دل کیا لگے۔ مضمون نماز کا اثر کیا ہو۔

خال خال لوگ جو عربی زبان جانتے ہیں وہ نماز کے تمام مطالب سمجھ سکتے ہیں مگر انھیں بھی دنیا کی محبت

نے اور گناہ کی لذت نے ایسا مسحور کر رکھا ہے کہ نماز کے وقت خیال بھی نہیں آتا کہ ہم کیا کام کرنے لگے ہیں جو خیال پہلے سے دل میں موجود ہوتا ہے وہی خیال لے کر اللہ اکبر کہہ دیتے ہیں نیت تکبیر تحریمہ کے وقت بھی صحیح نہیں ہوتی اور خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور دل کی یہ کیفیت ہے کہ اس میں ایک خیال آئے تو اور سب خیالات سے غفلت ہو جاتی ہے "خدا تعریف کے قابل ہے رب العالمین ہے۔ رحمان ورحیم ہے" یہ کہتے پھر خیال مطلب کی طرف جما ہے تو آگے چل کر کوئی دنیا کا بھولا ہوا کام یاد آ جاتا ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین اہدنا الصراط المستقیم بیخبری میں زبان پر جاری رہتا ہے اور ہم دل میں یہ خیال کرتے ہیں کہ دوست سے اس کا کام کرنے کا وعدہ کیا تھا یاد نہیں رہا۔ ملیگا تو کہہ دینگے کہ میں آنے کو تیار تھا سردی لگ کر ایسا بخار ہوا کہ اس وقت سے اب اٹھا ہوں۔ سیدھے راستہ پر چلنے کی دعا مانگنے کی بجائے ہم نماز میں اپنے دوست سے جھوٹ بولنے کی تدبیر سوچنے لگتے ہیں اور نماز میں بھی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تھے گناہ بخشوانے کیلئے نماز کے اندر خود گناہوں کا بوجھ زیادہ کر لیا۔ اسفل السافلین کے غار کو اور گہرا کرنے کا باعث ہوئے۔

ایسی نماز ہمارے عالم پڑھیں یا جاہل۔ ہے نہ ہونے کے برابر اور انصاف سے دیکھیں تو دل نہیں مانتا کہ ہم نے کوئی فائدہ کا کام کیا ہے۔ مگر نہیں خدا کی بنائی ہوئی ساری مخلوق کے لئے ایک فیصلہ صادر نہیں ہو سکتا۔ نماز اور اس کے اندر توجہ دل کا کام ہے اور دل کی کیفیت غیر کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ ہمیں کیا خبر کہ دس بیس یا سو پچاس نماز پڑھنے والوں میں سے کس کس کی نیت صاف ہوگی اور خدا کی رحمت نے کس کی درد بھری صدا کو لبیک کہا ہوگا۔ اگر جماعت میں کوئی ایک خدا کا نیک نیت بندہ شامل ہوگا اور اس کی عاجزی پر خدائے رحیم نے نظر عنایت مبذول فرما کر اس کا دامن گوہر معا سے بھر دیا ہوگا اور اس نے مغفرت مانگتے ہوئے حسب دستور سب مسلمانوں کو دعا میں شامل کر لیا ہوگا تو ممکن ہے ہم جیسے ناکارہ سوالیوں میں سے سب کی نہ سہی کسی کسی کی جھولی میں خیرات کی چٹکی پڑ گئی ہوگی۔ ہم چاہے کیسی غفلت اور بے پروائی سے نماز کا بوجھ اپنے کندھے پر سے اتارتے ہوں ہمارے مالک کی یہ رچنا رچی رہنی چاہئے۔ مسجدیں آباد رہیں پانچ وقت اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی رہے۔ امام صحیح قرآن پڑھتا ہو یا غلط اور نمازی تھوڑے ہوں یا

بہت۔ نماز میں دل لگائیں یا اپنے دھندونکے دھیان میں مصروف ہیں۔ جب بھی کبھی نہ کبھی اور کوئی نہ کوئی ایسا اللہ کا بندہ بھی مسجد میں آنکلے گا جو اپنی آہ دل دوز سے ایسا غبار بلند کرے گا جو رحمت کا بادل بنے اور ہماری نجاست بھری چادروں پر آب رحمت کی بارش برسوائے۔ راہ چلنے والے مسجد میں آئیں یا نہ آئیں کوئی نہ کوئی مسلمان اذان کے وقت خاموش استادہ ہوگا اور سن کر کلمہ طیبہ زبان پر جاری کرے گا۔ گھروں میں عورتیں سب نماز نہ پڑھتی ہوں جب بھی بعض بعض گفتگو کو بند کر کے جل شانہٗ کہیں گی اور عقیدت سے اذان سنیں گی۔ خدا کا نام بلند ہوگا اور ہر محلہ اور ہر شہر میں برکت پھیلائے گا۔ ہماری غفلتوں کی گھنگھور گھٹا میں بجلی کی یہ چمک بھی غنیمت ہے۔ کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا - بجلی چمکے تو لوگ چلیں گے اور اندھیرا ہو جائے تو ٹھہر جائیں گے) ممکن ہے کوئی اندھیرے سے گھبرا کر دل کی لالٹین روشن کرے اور منزل پر پہنچ سکے اور یہ بھی فائدہ ضرور ہوگا کہ بعض اور مسافر بھی اس روشنی سے کام لے کر قدم بڑھائینگے اور کچھ راستہ آسانی سے طے کرلینگے۔

دنیا والوں کے جس قدر حالات اور خیالات اپنے دماغ میں جمع کر سکا ہوں اس تحریر میں آگئے ہیں۔ اب اُس کیفیت کا ذکر کرتا ہوں جو ان حالات اور خیالات کا میرے دل پر نقش ہونے سے پیدا ہوئی ہے۔ تمام بانیان مذاہب اور واعظان اخلاق اور موجدان علوم و فنون کی عظمت اور برتری کا تہ دل سے معترف ہوں۔ جن لوگوں نے باہمدگر افتراق پیدا کرنے اور ایک دوسرے کی مذمت کرنے میں نام پایا ہے مثلاً شیعہ سنی۔ سناتنی اور آریا۔ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک وغیرہ فرقوں کے بانی ہوئے ہیں انکے ان کی مداحی پر دل آمادہ نہیں ہوتا۔ ہاں دنیا میں بھلائی پھیلانیوالے مخلوق کی راحت و آسائش کا سامان کرنے والے۔ نیکی اور بدی کی تمیز سکھانے والے۔ ان کے مضامین اور ایجادات مفید کو اشاعت دینے والے۔ خود کسی مفید عام مسلک پر کاربند ہو کر دوسروں کو اپنی نیک مثال سے ایسے کاموں کی جانب راغب کرنے والے اور خود رغبت پا کر نیکی خداترسی اور کارہائے خیر میں حصہ لینے والے یاد آتے ہیں تو نسل انسان کے سب مخلوق سے ان کے اعلےٰ اور برتر ہونے کا یقین کرتا ہوں۔ اور انہیں اَحْسَنُ

التَّقْوِيْم کی صنعت گری سمجھتا ہوں اور یہ دیکھکر کہ تمام نیک اور بد انسان بلکہ وہ سب جن کا پیشہ رہزنی اور غارت گری اور جن کا وتیرہ عصمت دری اور عصمت فروشی ہے ان میں سے بھی کوئی بدی کو نیکی نہیں سمجھتا۔ سب اچھے کام کو ہی اچھا سمجھتے ہیں اور کوئی شخص فتنہ و فساد کو گو خود ہی اس کا مرتکب ہو بہتر قرار دینے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان بحسب فطرت پاکیزہ اور عالی رتبہ مخلوق ہے اور اس کے خلاف حالات کو تمام دنیا میں منتشر دیکھ کر یہ یقین بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ جو افراد انسانی اس طرف مائل ہوئے ہیں وہ تمام مخلوق سے بدتر اور پست اور اسفل السافلین کے بہت گہرے یا کم گہرے غار میں گرے ہوئے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے اندر ایسی متضاد حالتیں اور ایسی مختلف ترغیبیں کیونکر پیدا ہوئیں۔ دنیا میں کارکن صرف مادہ نظر آتا ہے۔ مادہ سے پہلے آفتاب اور سیارے پیدا ہوئے ہونگے۔ سیاروں کے گرد گھومنے والے ماہتاب بنے ہونگے۔ ہم نے اور سب چیزیں دور سے دیکھی ہیں زمین کی کہ یہ بھی ایک سیارہ ہے خوب چھان بین کی ہے۔ اس کے اندر پانی کا اور مختلف عناصر کا پتہ لگایا ہے اور اس کی پیداوار کا تجربہ کیا ہے۔ اس کی روئیدگی یعنی نباتات کو دیکھا ہے تو جو فطرت ان کی پائی ہے سب اسی فطرت کے مطابق غذا حاصل کرنے کا اور تخم پیدا کرنے کا کام سب ایک ہی وضع سے کرتے ہیں۔ حیوانات کو دیکھا ان کی فطرتیں مختلف جنس کے حیوانات میں مختلف قسم کی پائی ہیں مگر ایک جنس کی جیسی فطرت پیدا ہوئی ہے ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی ویسی رہی ہے اور کوئی جانور نہیں پایا جو ایک زمانے میں نباتات کو خوراک بناتا ہو اور دوسرے زمانے میں گوشت کھانے لگا ہو۔ چڑیا کو دیکھا ہے وہ چاول کا دانہ اور گیہوں کا ٹکڑا بھی کھا جاتی ہے اور ہڈی پر سے گوشت کی بوٹی بھی نوچ لیتی ہے مگر یہ عادت چڑیا کی بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ایک انسان ہے جس کی نسل میں خوش اطوار اور نیک مزاج افراد بھی ایسے پائے جاتے ہیں جو دل سے نیکی پر عاشق اور خوش اطواری پر ثابت قدم ہیں۔ ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں جو بظاہر نکوکار بنے رہتے ہیں پوشیدہ شیطانی کام کرتے ہیں اور بعض کا ظاہر باطن سب ناپاک ہے مگر پاکیزگی کو دل سے اچھا وہ بھی سمجھتے ہیں۔ غرض فطرت سب کی یکساں نیک ہے۔ مگر فطرت کی نیکی

دبا کر فطرت کے خلاف بے تکلف کام کرتے ہیں۔ بدی کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس سے خوشی اور لذت پاتے ہیں اور بعض ایسی حالت تک پہنچ جاتے کہ پھر بدی سے باز آنے کی خواہش رکھتے ہیں اور بدی کو ترک کرنے

. . . .

. . . .

. . . کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں مگر باز نہیں آسکتے۔ انسان کی یہ روش تمام دنیا کے خلاف ہے دنیا کی ہر چیز وہی کام کر سکتی ہے جس کے لئے بنائی گئی ہے۔ انسان کی ساخت بھی اسی دنیا کی چیزوں سے ہوئی ہے مگر جس غرض کے لئے ہوئی ہے اس کے خلاف بھی بے تکلف کام کرتا اور شوق سے کرتا ہے اگر دنیا میں صرف مادہ ہی مادہ ہوتا اور اپنے اوپر کوئی کارفرما حاکم نہ رکھتا تو انسان جیسی مخلوق کا اس بے شعور مادہ سے پیدا ہو جانا ناممکن تھا۔

مسٹر ڈارون نے بندر کے اندر انسان جیسی ہاتھ پیر ہلانے کی عادت دیکھکر، نقل اتارنے اور منہ چڑانے کی عادت اور کئی ایسی ایسی حرکتوں کو دیکھکر خیال جمایا ہے کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ نسل ہے اور انھوں نے اپنی کتاب ڈیسنٹ آف مَین کے اندر اس دعوے کو بڑے مبسوط بیان سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اپنے زمانے میں افریقہ وغیرہ کے جنگلوں میں ایسے وحشی انسانوں کو دیکھتے ہیں جنھیں نشست و برخاست کا شعور ہے نہ گفتگو کلام کا سلیقہ ہے۔ جنگل کے پھلوں پر اور چشموں کے پانی پر بسر کرتے ہیں اور مادر زاد ننگے رہتے ہیں۔ جیسے لوگ انسان کو بندر کی نسل ماننے پر تعجب کرتے ہیں۔ ہم کو اس سے زیادہ تعجب اس خیال سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم جیسے علم و حکمت جاننے والوں اور زمین آسمان کی خبر رکھنے والوں کے باپ دادا ایسے ہی وحشی اور بیوقوف تھے مگر چونکہ یہ امر واقعہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ سب تہذیب اور دانائی انسان میں بتدریج پیدا ہو رہی ہے۔ اسلئے اپنے باپ دادا کو وحشی اور غیر مہذب سمجھنے سے شرماتے نہیں ہیں۔ اسی طرح بندروں کو اپنے جدی اور اپنی برادری کے افراد سمجھکر ہم کیوں شرم کریں۔ ڈارون صاحب کا یہ بیان بہت خوبصورت اور دلچسپ ہے مگر اس پر یہ ایک ہی اعتراض وارد ہوتا ہے جسکی جانب

ڈارون صاحب نے التفات نہیں فرمایا کہ وحشی اور جاہل انسان کی نسل ایک سو سال گذرنے پر کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے اور دنیا کے حالات کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھ لیتی ہے۔ اپنی حیثیت کو پہلے سے بہت بلند کر لیتی ہے۔ یہ کام آہستہ ہوتا ہے اور آدمی اپنی عادت میں اصلاح و ترمیم کرنے پر جلدی آمادہ نہیں ہوتا لیکن انسان اپنی اصلاح کرتا ضرور ہے اور بندر یا حیوانوں کی کوئی اور نسل دنیا میں ایک بھی نہیں ہے جس نے اور نسلوں سے کچھ سیکھا ہو۔ اُن سب کو اُن کی فطرت نے جیسا بنایا ہے ویسے ہی ہزاروں سال تک رہتے چلے آتے ہیں اور رہتے چلے جائینگے۔ انسان کا باپ دادا کسی اور نسل کو قرار دینا ہو تو اس میں یہ وصف ضرور تلاش کرنا پڑیگا کہ کم یا زیادہ مدت کے بعد وہ اپنی فطرت کے میلان کو دبا کر دنیا کے حالات سے عبرت حاصل کرتا اور ایسی حرکتیں سیکھ لیتا ہو جو پہلے اس نسل میں نہوں۔ مگر اب جبکہ بندر نہ لنگور۔ گائے نہ بھینس۔ کیڑا نہ مکوڑا۔ درندہ نہ پرندہ کسی کے اندر بھی ہم ترقی کرنے کا ذرا سا مادہ بھی نہیں دیکھتے اور انسان کو وحشی سے مہذب۔ بیوقوف سے دانا۔ جاہل سے عالم اور ناکارہ سے کارآمد بنتے اور ہر نسل انسانی کو تھوڑے عرصہ میں پہلے کی نسبت بدلا ہوا اور ترقی کی طرف جاتے ہوئے پاتے ہیں تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ پیدائش کا جو قانون قدرت نے اور سب چیزوں کے لئے معین فرمایا ہے۔ بالکل اسی قانون کے مطابق انسان بھی بنایا گیا ہے۔ نہیں انسان دنیا جہان کی ہر چیز سے ممتاز اور اپنی ساخت میں سب سے جُدا ہے۔ آفتاب اور ماہتاب سے لیکر سیاروں کو، زمین کو اور زمین کی نباتات اور حیوانات کو دیکھ ڈالو، وہ ایک دن بھی اپنی فطرت کے خلاف اور اپنی عادت سے مخالف کام کرتے ہوئے نظر نہیں آتے، آفتاب روزانہ اپنی روشنی اور گرمی پیدا کرتا ہے ایک دن بغیر بادلوں میں چھپنے کے تاریک اور سرد ہو گیا ہو اور گرہن کے بغیر اس کی چمک ماند پڑ گئی ہو اور ہم سمجھیں کہ آج سورج دیوتا آرام کر رہے ہیں اور اپنا کام کرنا نہیں چاہتے یا اسی طرح سیاروں کی روشنی اور گردش۔ درختوں کی چھاؤں اور خنکی۔ درندوں کی درندگی اور پرندوں کی اڑان کسی دن محض

ان کے اپنے اختیار سے اور بغیر کسی معمولی سبب کے متغیر اور فنا ہو گئی ہو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔
وہ صرف انسان ہے جو آج زاہد خدا ترس اور حلیم المزاج نظر آتا ہے اور کل رند بے باک اور بے رحم
اَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا (اسے گناہ کی قوت بھی دی گئی ہے اور پارسائی
کی بھی)۔ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ (ہم نے اسے دونو راستے دکھا دئے ہیں)۔ یہ باہم
متضاد اور متناقض اوصاف صرف انسان میں ہیں اور کسی مخلوق میں نہیں۔ یہ صنعت ہی
دنیا میں صرف ایک بار ایجاد ہوئی ہے اور اس ایجاد سے پہلے اس کے پیدا کرنے کا کوئی سامان
نہ تھا۔ انسان اپنی ابتدائی بناوٹ میں سب مخلوق کی طرح بنا ہے یعنی پہلے مٹی سے بنا پھر نطفہ
سے بننے لگا۔ نطفہ سے گوشت کا لوتھڑا بنا۔ اس میں ہڈی پیدا کی گئی اور کھال چڑھائی گئی۔ یہاں
تک معمولی چیزوں جیسا کام ہوا۔ پھر وہ کام کیا گیا جس کی نسبت ارشاد ہے:

ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ	پھر ہم نے اسے ایک اور بناوٹ عطا کی،
فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۵	بابرکت ہے وہ سب سے اچھا پیدا کرنے والا۔
(سورۂ مؤمنون پارہ ۱۸ ع ۱)	

یہ سب سے جداگانہ بناوٹ جو انسان کو عطا ہوئی ہے اور جس کا کوئی نمونہ دنیا میں نہ تھا۔ وہ
صرف حکم سے پیدا ہوئی ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ
یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۵ فَسُبْحٰنَ
الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ
اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (سورہ یٰسین پارہ ۲۳ ع ۵)

اور جس کا حکم جاری ہوا وہی انسان کا خالق ہے۔ بیچارہ ضعیف مادہ میں کیا مجال تھی کہ وہ
مرد ہزار کارہ پیدا کرے اور تارِ ضعیف سے تیغ دو دم بنائے۔ اگر کوئی قادر مطلق مادہ کو اور مادہ
سے تمام دنیا کو پیدا کرنے والا نہ ہوتا اور مادہ کے اپنے توجہ سے دنیا وجود میں آتی تو اس سے آفتاب بن سکتا تھا

ماہتاب بن سکتا تھا۔ اور سب کچھ بن سکتا تھا۔ صرف بندر تک آکر یا کسی اور نسل کو سب سے اعلیٰ قرار دو تو اس چیز تک پہنچکر دنیا کی رفتار ختم ہو جاتی۔ انسان ہرگز نہ بن سکتا۔ انسان کے اندر خلقاً اٰخر یعنی روحِ انسانی اور حکم ربانی داخل کیا گیا ہے جب بن سکا ہے اور اسی نے اسے تمام دنیا پر شرف عطا کیا ہے اور اسی کی تو اضع مدنظر تھی جو دنیا کے علاوہ عالم آخرت پیدا کیا گیا جس میں وہ اپنے اعمال کی بلندی یا پستی کے نتائج سے ہمیشہ کام لیگا۔

دنیا کا مادہ جو تماشے دکھا سکتا تھا اگر اس کے سوا انسان معرضِ وجود میں نہ آتا تو تخلیق کا سلسلہ ابدالآباد تک جاری نہ رہتا اور مادہ کو حرکت دینے والا اگر صرف آفتاب ہوتا تو اس کے سرد ہو جانے کے بعد دنیا کا وجود نہ رہتا اور اتنے بڑے کارخانہ کا وجود میں آنا عبث ہوتا مگر نہیں فرمایا گیا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا — کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا
وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۵ — کیا اور تم ہماری طرف نہ لوٹو گے (مومنون پارہ ۱۸ ع ۶)

دنیا کے تمام دربار کو سنوار کر اس کے عرش و کرسی اور آسمان زمین کو آرائش دے کر انسان کو عجیب بناوٹ دے کر پیدا کیا۔ خلقاً اٰخر کا خلعت پہنایا اور یہاں کے تخت سلطنت پر متمکن کیا۔ اُس نے یہاں کی ہر چیز سے کام لیا۔ لطف اُٹھایا اور خود ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دئے جن کے ثمرات لطیفہ سے بہرہ اندوز فرمانے کے لئے عالم عقبیٰ وجود میں لایا گیا جب ظاہر ہوا کہ ہاں اب کوئی چیز بنی ہے اور خالقِ کائنات جل و علا کی قدرت بے پایاں کا ظہور ہوا ہے۔

اگر خداوند کریم اس تمام کام کے سرانجام دینے کا حکم صادر نہ فرماتا اور دنیا محض مادہ کی اپنی فطری حرکت کے مطابق شکلیں بدلتی تو جس طرح آفتاب اور ماہتاب اپنی روشنی پھیلانے پر کسی انعام کے مستحق نہیں ہیں اور جس طرح نباتات اور حیوانات اپنی بناوٹ کے مطابق کام کرنے سے زیادہ کوئی قابلیت ظاہر نہیں کرسکے اور کوئی ان کی تعریف نہیں کرتا۔ اسی طرح انسان میں بھی

ایک ہی قسم کی قابلیت ہوتی تو اسے ظاہر کرنے پر وہ بھی کسی بڑے رتبہ کا مستحق اور لائق ستائش نہ ہوتا۔ انسان نے دو طرح کی فطرت پا کر اور خدائے برتر کی حکمتِ کاملہ سے عجیب اور تمام دنیا سے انوکھے اوصاف پا کر اپنے عملوں کے مختلف جلوے دکھائے۔ کسی نے اپنے اندرونی ناپاک جذبات کو دبایا اور ہوا و ہوس کا بندہ نہ بنا۔ وہ خدا کے برگزیدہ مقربین کے درجہ تک پہنچا اور جو سیئات کی جانب مائل ہو کر ان میں محو ہو گیا وہ کہیں کا نہ رہا۔ درمیانی حالات میں رہنے والے کچھ عتاب اور کچھ خوشنودی کے مستحق بنے۔ ان کی نسبت حکم ہوا کہ ان کے عمل کا وزن دیکھا جائیگا۔ جو پلہ بھاری ہوگا اس کے مطابق نتیجہ مرتب کیا جائیگا اور یہ بھی امید دلائی گئی کہ حق تعالے کا رحم کامل جس کی آہ جگر دوز میں اثر ملاحظہ فرمائیگا اس کے سیئات پر قلم عفو پھیر دیا جائیگا۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ	اور لوگ جو اپنے جرائم کا اعتراف کریں اور
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا	اور کچھ نیک اور کچھ بد اعمال کے مرتکب ہوں
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ	احتمال ہے کہ حق تعالے ان پر نظر رحمت کرے
(توبہ پارہ ۱۱ ع ۱۳)	اور معافی دے۔

یہ امتیاز دکھا کر اور حقدار بن کر اجر لینے کا استحقاق صرف اسی صورت سے ہوا ہے کہ انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے دونو رستے دکھائے گئے اور دونوں طرف جانے کی قوت بخشی گئی۔ صحیح طرف جانے والے قدر کے قابل ہوئے۔ غلطی پر اصرار کرنے والوں کو کہنے والے کہہ سکے کہ تم کس منہ سے فریاد کرتے ہو اپنی کرتوت دیکھو اور شرماؤ۔ انسان خود ہی بنا ہوتا اور اسے خدا نے تمام مخلوق کے خلاف یہ وصف عطا نہ کیا ہوتا تو جیسا بھیڑیا جانوروں کو پھاڑتا ہے اسے کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ بھیڑ ڈر کے مارے کانپتی ہے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا۔ ایسا ہی اپنے آپ بنا ہوا انسان بھی ہوتا۔ نہ برگزیدہ نہ راندہ۔

یہی آثارِ قدرت دیکھ کر کوئی عقل سلیم رکھنے والا انھیں جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ۔ یہ احسن تقویم اور یہ اسفل سافلین کی

دو رنگی جو انسان میں جمع کی گئی ہے اسے اور اس کے نتائج مختلفہ کو تم کیونکر جھٹلا سکتے ہو اور ایسی انوکھی مخلوق کو دیکھ کر جو بغیر کسی ظاہری سبب کے وجود میں آگئی ہے۔ کیا تم سے سوال نہ کیا جائے گا: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِیْنَ ۵ کیا خدا حاکموں کا حاکم نہیں۔ اس سوال کا جواب یہی ہو سکتا ہے جو ہمارے مولائے اقدس نے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سورہ تلاوت فرما کر گذارش کیا

بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰاهِدِیْن

بیشک ہاں اے جناب باری میں بھی تیری حکومت مطلقہ کا ایک عاجز گواہ ہوں

تمت بحمد اللہ

ج ۲ ش ۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۵۵۲

پیامِ اسلام

جالندھر شہر

[illegible]

مُدیر: محمد احمد خان ذاکر

قواعد

(۱) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

(۲) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع اسی مہینے کی بیسویں تاریخ تک پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ رسالہ بشرط موجودگی، قیمت پر ملیگا۔

(۳) چندہ سالانہ تین روپے۔ فی پرچہ ۴/ر۔

(۴) اشتہارات کی اجرت کا تصفیہ منیجر سے بذریعہ خط و کتابت کرنا چاہیئے۔

جنرل برقی پریس ریلوے روڈ جالندھر شہر میں چھپ کر باہتمام محمد احمد خان ذاکر
پرنٹر پبلشر دار القرآن سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیام اسلام

جالندھر شہر

جلد ۱۳ | جون ۱۹۴۲ء۔ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ | نمبر ۶

خاتم النبیین

(۱) فِیْ لَیْلَةِ الْاِثْنَیْنِ التَّاسِعِ اَوِ الثَّانِیْ عَشَرَ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِیْلِ (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) رَاَتْ اٰمِنَةُ نُوْرًا اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ وَوَضَعَتْ اِبْنًا جَمِیْلَ الصُّوْرَةِ، سَمَّاهُ جَدُّهٗ مُحَمَّدًا رَجَاءَ اَنْ یَّاْتِیَ مِنَ الْاَعْمَالِ مَا یُحْمَدُ عَلَیْهِ۔

ہاتھی کے سال، ربیع الاول کی نویں یا بارھویں تاریخ، پیر کی رات (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) کو آمنہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے ایوان روشن ہوگئے اور اس نے ایک حسین بیٹا جنا۔ جس کا نام اس کے دادا نے محمد رکھا، اس آس پر کہ وہ ایسے ایسے کام کرے گا، جن پر وہ سراہا جائے گا۔

(۲) هَلِّلُوْا یَا مَلٰٓئِکَةَ السَّمَاءِ! فَقَدْ وُلِدَ الَّذِیْ یُنْشِئُ مِنْ قُلُوْبِ

اے آسمان کے فرشتو! اللہ کے نام کی تسبیح کرو، کہ اس (قدوسی) نے جنم لے

بَنِي آدَمَ مَلٰئِكَةً أَطْهَارًا مِثْلَكُمْ، اُشْكُرُوا الرَّبَّ وَاعْرِفُوْهُ

لیا ہے جو آدم زاد کے دلوں سے ایسے پاک فرشتے اُپجائیگا جو تمہاری ہی مانند ہونگے

يَا اَيُّهَا النَّاسُ! فَقَدْ جَاءَكُمُ الَّذِي يَفْتَحُ اَعْيُنَكُمُ الْعُمْيَ وَ اٰذَانَكُمُ الصُّمَّ وَ قُلُوْبَكُمُ الْغُلْفَ۔

لوگو! پروردگار کا شکر بجا لاؤ! اور اس کو پہچانو کہ وہ، تمہارے پاس آ گیا ہے۔ جو تمہاری اندھی آنکھوں کو، تمہارے بہرے کانوں کو اور تمہارے غلاف میں پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیگا۔

(۳) اِهْتَزِّي طَرَبًا اَيَّتُهَا الْكَعْبَةُ! فَاِنَّكِ سَتَكُوْنِيْنَ مَقْصَدَ آمَالِ اُمَمِ اللهِ!! نَكِّسِي رُؤُوْسَكِ اَيَّتُهَا الْاٰلِهَةُ! فَقَدْ وُلِدَ الَّذِي سَيَمْحُوكِ مِنَ الْوُجُوْدِ وَيَجْعَلُكِ اَثَرًا بَعْدَ عَيْنٍ!!

اے خانۂ کعبہ! تو خوشی سے جھوم، کہ تو اللہ کی امتوں کا مقصد توقعات ہوجانے کو ہے!! اے باطل معبودو! تم اپنے سر جھکا لو! کہ وہ پیدا ہوگیا ہے جو عنقریب تم کو (صفحۂ) ہستی سے نابود کر کے نکل گئے سانپ کی لکیر بنا دے گا۔

(۴) اِرْتَجِسْ يَا اِيْوَانَ كِسْرٰى! وَتَسَاقَطِي يَا شُرُفَاتِهِ! فَاِنَّ اُمَّةَ الْاُمِّيَّةِ سَتَمْلِكُكَ اِلَى الْاَبَدِ بِظُهُوْرِ هٰذَا الْمَوْلُوْدِ الَّذِي يَمْلَأُ الْاَرْضَ نُوْرًا وَحِكْمَةً، كَمَا مُلِئَتْ ظَلَامًا وَجَهْلًا!

اے کسریٰ کے ایوان! تو لرز جا! اور اے اس کے کنگرو! تم گر پڑو۔ کہ اُمّی امت اس فرزند کے ظہور سے ”جس نے زمین کو روشنی اور دانش سے اسی طرح معمور کر دیا ہے۔ جیسے وہ تاریکی اور نادانی سے بھرپور تھی“ تیری مالک ہو جائے گی۔

(۵) اِنْهَزِمِي يَا دَوْلَةَ الرُّوْمَانِ فَقَدْ ظَهَرَ مَلِكُ الْخِتَانِ۔

اے رومانی حکومت! تو شکست کھا جا کہ پاکیزگی کا بادشاہ ظاہر ہوچکا ہے۔

(۶) تَعَالَوْا یَا اَهْلَ الْکِتَابِ السَّالِفَةِ، اِلٰی هٰذَا النُّوْرِ الْعَالَمِی، الَّذِی یُغْنِیْ عَمَّا فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِنْ شُمُوْعٍ لَا تَلْبَثُ اَنْ تَتَلَاشٰی اَمَامَ شَمْسِهِ الْوَضَّاءَةِ. "یَا اَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتَابِ وَ یَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (۱۵) یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

(المائدہ)

اے پہلی کتابوں والو! اس نورِ عالمی کی طرف لپکو! جو ان شمعوں سے، جو تمہارے ہاتھوں میں اس کے آفتاب تاباں کے سامنے نابود ہو جانے والی ہیں، بے نیاز کر دیگا۔ اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے جو تمہارے آگے ایسی بہت سی باتوں کو کھول دے گا جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے، اور بہت سی باتوں سے درگذر کر دے گا۔ تمہارے پاس اللہ کا ایک نور اور ایک واضح نوشتہ آچکا ہے، جس سے اللہ ان کو جو اس کی خوشنودی کی راہوں پر چلیں سلامتی کی راہیں دکھائیگا۔ اور ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف اپنی اجازت سے نکالیگا اور ان کو ایک سیدھے راستے کی ہدایت کریگا۔" ۱۶ المائدہ

(۷) اَلْحَقَّ اَقُوْلُ لَکُمْ یَا اَهْلَ التَّوْرَاةِ وَ الْاِنْجِیْلِ: اَنَّ اَنْبِیَاءَکُمْ لَوْ اَدْرَکُوْا هٰذَا النَّبِیَّ لَاتَّبَعُوْهُ، وَ حَقِیْقٌ بِهٖ اَنْ یَکُوْنَ اِمَامًا لَّهُمْ فَهُوَ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی لِجَمِیْعِ الرُّسُلِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُصْلِحِیْنَ وَ لِذَا کَانَ

(۷) اے تورات و انجیل والو! میں تم سے سچ ہی کہتا ہوں، کہ: اگر تمہارے انبیاء اس نبی کو پا لیتے تو اس کے پیچھے ہو لیتے، اور یہ اس کو زیبا ہے کہ وہ ان کا امام ہو کہ وہ تمام پیغمبروں اور نبیوں اور مصلحوں کے لئے اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اسی واسطے ان کا خاتم ہے

خَاتِمُهُمْ، وَالشَّرِيعَةُ لَا تَخْتَتِمُ إِلَّا إِذَا كَمُلَتْ، وَالْكَمَالُ هُوَ الْمَقْصُودُ الْأَوَّلُ وَقَدِيمًا قَالُوا: أَوَّلُ الْفِكْرِ آخِرُ الْعَمَلِ، فَمُحَمَّدٌ هُوَ الْإِنْسَانُ الْكَامِلُ وَشَرِيعَتُهُ الْمُقَدَّسَةُ هِيَ الْبَاقِيَةُ. "إِنَّ مَقْصُودَ فِطْرَةِ الْآدَمِيِّينَ، إِدْرَاكُهُمْ سَعَادَةَ الْقُرْبِ مِنَ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ، وَلَمْ يَكُنْ ذَالِكَ إِلَّا بِتَعْرِيفِ الْأَنْبِيَاءِ، وَكَانَتِ النُّبُوَّةُ مَقْصُودَةً بِالْإِيجَادِ، وَالْمَقْصُودُ كَمَالُهَا وَغَايَتُهَا لَا أَوَّلُهَا، وَإِنَّمَا تَكْمُلُ بِحَسْبِ سُنَّةِ اللهِ تَعَالَى بِالتَّدْرِيجِ، كَمَا تَكْمُلُ عِمَارَةٌ بِالتَّدْرِيجِ، فَتَمَهَّدَ أَصْلُ النُّبُوَّةِ بِآدَمَ، وَلَمْ يَزَلْ يَنْمُو وَيَكْمُلُ حَتَّى بَلَغَ الْكَمَالَ بِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وَكَانَ الْمَقْصُودُ كَمَالَ النُّبُوَّةِ وَغَايَتَهَا. وَتَمْهِيدُ أَوَائِلِهَا وَسِيلَةٌ إِلَيْهَا كَتَأْسِيسِ الْبُنْيَانِ، وَتَمْهِيدِ أُصُولِ الْحِيطَانِ فَإِنَّهُ وَسِيلَةٌ إِلَى كَمَالِ صُورَةِ الدَّارِ. وَلِهٰذَا السِّرِّ كَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ، فَإِنَّ الزِّيَادَةَ

اور شریعت جبھی ختم ہوتی ہے کہ کامل ہو جائے اور کمال ہی پہلا مقصود ہے۔ اور زمانۂ قدیم سے داناؤں نے کہا ہے کہ فکر کا اول عمل کا آخر ہے۔ پس محمدؐ ہی انسان کامل ہے اور اس کی مقدس شریعت ہی باقی رہنے والی ہے۔ یقیناً آدمیوں کی فطرت کا مقصود حضرتِ الٰہیہ کے قرب کو پالینا ہے۔ یہ انبیاءؑ کے سمجھانے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ایجاد سے مقصود نبوت ہی تھی، اور مقصود اس کا کمال اور اس کی غایت تھی، نہ اس کی ابتدا۔ اور نبوت اللہ کی سنت کے مطابق تدریج ہی سے پوری ہوتی ہے، جیسے عمارت تدریج سے پوری ہوتی ہے۔ اور وہ اسیطرح بڑھتی اور پوری ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ محمدؐ کے وسیلے کمال کو پہنچ گئی۔ اور مقصود تھا نبوت کا کمال اور اس کی غایت، اور اس کے اوائل کی تمہید اس کا وسیلہ تھی، جیسے مکان کی بنیاد رکھنا اور دیواروں کی نیو ڈالنا گھر کی صورت کے کمال کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اسی بھید کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ اور کمال پر زیادتی نقصان

عَلَى الْكَمَالِ نُقْصَانٌ، وَكَمَالُ شَكْلِ الْآلَةِ الْبَاطِشَةِ كَفٌّ عَلَيْهِ خَمْسُ أَصَابِعَ فَكَمَا أَنَّ ذَا الْأَصَابِعِ الْأَرْبَعَةِ نَاقِصٌ، فَذُو الْأَصَابِعِ السِّتَّةِ نَاقِصٌ، لِأَنَّ السَّادِسَةَ زِيَادَةٌ عَلَى الْكِفَايَةِ فَهُوَ نُقْصَانٌ فِي الْحَقِيقَةِ وَإِنْ كَانَ زِيَادَةً فِي الصُّوْرَةِ، وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، "مَثَلُ النُّبُوَّةِ كَمَثَلِ دَارٍ مَعْمُوْرَةٍ لَمْ يَبْقَ فِيْهَا إِلَّا مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَكُنْتُ أَنَا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ"..... (خ)

فَإِذَا عَرَفْتَ أَنَّ كَوْنَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، ضَرُوْرَةٌ لَا يُتَصَوَّرُ خِلَافُهَا إِذَا بَلَغَ بِهِ الْغَايَةَ وَالْكَمَالَ، وَالْغَايَةُ أَوَّلٌ فِي التَّقْدِيْرِ، آخِرٌ فِي الْوُجُوْدِ...... فَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يُقَدِّرُ أَوَّلًا ثُمَّ يُوْجِدُ عَلَى وَفْقِ التَّقْدِيْرِ ثَانِيًا.. ...... فَإِذَا فَهِمْتَ نَوْعَيِ الْوُجُوْدِ فَقَدْ كَانَ نَبِيًّا قَبْلَ آدَمَ بِمَعْنَى الْوُجُوْدِ الْأَوَّلِ التَّقْدِيْرِيِّ دُوْنَ الْوُجُوْدِ

ہوتی ہے۔ جیسے گرفت کرنے والے آلے کی شکل کا کمال ایسی ہتھیلی ہوتا ہے جس پر پانچ انگلیاں ہوں، پھر جیسا کہ چار انگلیوں والا ہاتھ ناقص ہوتا ہے، اسی طرح چھ انگلیوں والا ہاتھ ناقص ہوتا ہے کیونکہ چھٹی انگلی قدر کفایت پر زیادتی ہے اور وہ درحقیقت نقص ہے۔ اگرچہ بظاہر زیادتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ نبوت کی ایسے معمور گھر کی مثال ہے جس میں ایک ہی اینٹ کی جگہ رہ گئی تھی، پس میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔

پھر جب تم نے جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسی "ضرورت" ہے جس کا خلاف تصور میں نہیں آسکتا، کیونکہ نبوت آپ کے وسیلے سے نہایت اور کمال کو پہنچ گئی، اور نہایت اندازہ کرنے میں اول اور ہستی میں آخر ہوتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ اللہ اول اندازہ کرتا ہے۔ پھر بار دوم اس اندازے کے موافق ایجاد کرتا ہے.... پھر جب تم نے ہستی کی دونوں قسموں کو سمجھ لیا، تو جان لو کہ آنحضرت کا آدم سے پہلے نبی ہونا پہلے تقدیری وجود کی

الحسّیّ و العینیّ ۔ (۱)

یَا اَھلَ الکِتَاب! اَلَم یُخبِرکُم مُوسٰی بِاَنَّ اَنبِیَاءَ سَتَاْتِی بَعدَہٗ؟ وَ کَذٰلِکَ عِیسٰی اَیضًا وَجَعَلَ لَکُم عَلَامَۃً لِلنَّبِیِّ الصَّادِقِ مِنَ الکَاذِبِ قَائِلًا: "مِن ثِمَارِھِم تَعرِفُونَھُم". فَعِیسٰی لَم یَدَّعِ اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّینَ۔ ھٰذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہِ الَّذِی خُتِمَت بِہِ النُّبُوَّۃُ وَ قُدُّوسُ القِدِّیسِینَ الاٰتِی بِالبِرِّ الاَبَدِیِّ وَھُوَ القُراٰنُ المَحفُوظُ اِلٰی یَومِ القِیَامَۃِ کَمَا قَالَ دَانِیَالُ النَّبِیُّ "سَبعُونَ اُسبُوعًا قُضِیَت عَلٰی شَعبِکَ وَ عَلٰی مَدِینَۃِ المُقَدَّسَۃِ، لِتَکمِیلِ المَعصِیَۃِ وَ تَتمِیمِ الخَطَایَا وَ لِکَفَّارَۃِ الاِثمِ، وَ لِیُؤتِی بِالبِرِّ الاَبَدِیِّ وَ لِختمِ الرُّؤیَا وَ النُّبُوَّۃِ وَ لِمَسحِ قُدُّوسِ القُدُّوسِینَ" (۲)

اَلَم یُخبِرکُمُ المَسِیحُ بِاَنَّہٗ لَا یَستَطِیعُ اَن یَاْتِیَ اِلَیکُم بِالوَحیِ کَامِلًا مِنَ السَّمَاءِ لِاَنَّ قُلُوبَ عَصرِہٖ وَ عُقُولَھُم لَا تَسَعُ الحَقَّ کُلَّہٗ؟ اَلَم

بنا پر ہے، نہ حسی اور عینی وجود کی بنا پر۔

اے اہل کتاب! کیا موسیٰ نے تم کو یہ نہیں بتایا کہ انبیاء اس کے بعد آئینگے؟ اور تمہارے لئے سچے اور جھوٹے نبی کی علامت یہ قرار دی کہ "تم ان کے پھلوں سے ان کو پہچانو گے"۔ سو عیسیٰ نے یہ کبھی دعوے نہیں کیا کہ وہ خاتم النبیین ہے۔ یہ محمد اللہ کے وہ پیغمبر ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی اور قدیسوں کے وہ قدوس ہیں جو ابدی راستبازی کو لانے والے ہیں، اور وہ قرآن ہے جو روز قیامت تک محفوظ رہے، جیسا کہ دانیال نبی نے کہا: "تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطاکاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے بدکرداری کا کفارہ دیا جائے۔ اور ابدی راستبازی قائم ہو اور رویا اور نبوت پر مہر ہو اور قدوسوں کا قدوس ممسوح ہو۔

کیا تم کو مسیح نے یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہاری طرف آسمان سے کامل وحی نہیں لاسکتا کیونکہ اس کے زمانے کے دل اور ان کی عقلیں ساری سچائی کی گنجائش نہیں رکھتیں

(۱) المضنون الصغیر للغزالی - (۲) دانیال اصحاح ۹ : ۲۵

يَقُلْ "اِنَّ لِيْ اُمُوْرًا كَثِيْرَةً اَيْضًا لِاَقُوْلَ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَا تَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ تَحْتَمِلُوا الْآنَ ! وَ اَمَّا مَتٰى جَاءَ ذَاكَ رُوْحُ الْحَقِّ فَهُوَ يُرْشِدُكُمْ اِلٰى جَمِيْعِ الْحَقِّ لِاَنَّهٗ لَا يَتَكَلَّمُ مِنْ نَفْسِهٖ ، بَلْ كُلَّ مَا يَسْمَعُ يَتَكَلَّمُ بِهٖ ، وَ يُخْبِرُكُمْ بِاُمُوْرٍ آتِيَةٍ ـ" (۱)

کیا اس نے یہ نہیں کہا کہ: میرے پاس اور بھی بہت سی باتیں تم سے کہنے کی ہیں، لیکن اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، پر جب وہ روحِ حق آئے گا تو وہ سارے حق کی راہ تم کو سمجھائے گا، کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ بلکہ جو کچھ سنیگا وہی کہے گا، اور تم کو آئندہ کی خبریں دیگا +

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۴۸)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ : اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؟ قَالَ : هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ ؟ قَالُوْا : لَا ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ ؟ قَالُوْا ، لَا ، قَالَ : فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ ، يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ ، مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ ، وَ

(۱) انجیل یوحنا ۱۶|۱۲|۱۴

مِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ القَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيتَ، وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا، فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ، أَنَا رَبُّكُمْ، فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانِي جَهَنَّمَ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ، وَلَا يَتَكَلَّمُ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ، وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوا نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَتَخْتَطِفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ، ثُمَّ يَنْجُو، حَتّٰى إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰئِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِفُونَهُمْ بِآثَارِ السُّجُودِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ، فَيُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا، فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ

بَيْنَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ وَ هُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولًا الْجَنَّةَ مُقْبِلًا
بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ
قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَ أَحْرَقَنِي ذَكَاهَا فَيَقُولُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ
فُعِلَ ذَالِكَ أَنْ تَسْأَلَنِي غَيْرَ ذَالِكَ فَيَقُولُ لَا وَ عِزَّتِكَ فَيُعْطِي
اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَ مِيثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا قَبِلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا
سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ
بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَ
الْمَوَاثِيقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
لَا وَ عِزَّتِكَ لَا أَسْئَلُ غَيْرَ ذَالِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ
وَ مِيثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَ
مَا فِيهَا مِنَ النُّضْرَةِ وَ السُّرُورِ فَسَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ
فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيْحَكَ يَا ابْنَ
آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ وَ الْمَوَاثِيقَ
أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي
أَشْقَى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ
اللّٰهُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى حَتَّى

إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَ كَذَا أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتّٰى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ لَكَ ذَالِكَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ، وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَكَ ذَالِكَ وَ عَشَرَةُ أَمْثَالِهِ +

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ لوگوں نے کہا: اے پیغمبر خدا! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھینگے؟ فرمایا. کیا تم ماہ تمام کی رات کے چاند میں جس کے ورے ابر نہ ہو شک کرتے ہو؟ کہا: نہیں اے پیغمبر خدا! فرمایا: تو کیا تم سورج کے بارے میں جس کے ورے بادل نہ ہو جھگڑا کرتے ہو؟ کہا نہیں! فرمایا: سو تم اس کو اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن اکھٹے ہوں گے تو فرمائے گا: جو شخص جس شے کی پرستش کرتا تھا اسی کے پیچھے ہولے، سو کچھ تو ان میں سے سورج کے پیچھے ہولینگے اور کچھ ان میں سے چاند کے پیچھے ہولینگے۔ اور کچھ ان میں سے خدا کے سرکشوں کے پیچھے چل پڑینگے، اور رہ جائے گی یہ امت جس میں اس کے منافق بھی ہونگے تب اللہ غالب و بزرگ ان کے پاس آئے گا، اور فرمائے گا میں تمہارا پروردگار ہوں، پس وہ کہینگے یہی ہماری جگہ ہے جب تک ہمارا پروردگار ہمارے پاس آئے، پھر جب ہمارا پروردگار ہمارے پاس آئے گا ہم اسے پہچان لینگے، پس اللہ عزوجل ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: میں تمہارا رب ہوں، تو وہ کہیں گے: تو ہی ہمارا رب ہے۔ پس وہ ان کو بلائے گا پھر جہنم کی پشت پر صراط لگا دیا جائے گا۔ اور میں پہلا وہ شخص ہوں گا۔ جو رسولوں میں سے اپنی امت کو لے کر پار جائے گا، اور اس روز بجز رسولوں کے کوئی نہ بولے گا، اور اس دن رسولوں کا کلام ہوگا: اے اللہ بچالے بچالے اور جہنم میں گوکھرو کے کانٹوں کی مانند آنکڑے ہونگے، کیا تم نے گوکھرو کے کانٹے دیکھے ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا تو وہ گوکھرو کے کانٹوں ہی کی طرح ہونگے بجز اس کے کہ ان کی بڑائی کے اندازے کو اللہ عزوجل

کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس وہ (آنکڑے) لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جھپٹ لینگے، پس ان میں کچھ تو وہ ہونگے جو اپنے عمل کے سبب ہلاک ہو جائینگے اور کچھ وہ ہونگے جو ریزہ ریزہ ہو جائینگے پھر چھٹکارا پالینگے، پھر جب اللہ تعالےٰ دوزخیوں میں سے جس پر مہربانی چاہے گا فرشتوں کو فرمائیگا کہ جو اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کو نکال لو پھر وہ ان کو نکال لیں گے، اور انہیں سجدوں کے نشانوں سے پہچانیں گے، اور اللہ نے آگ پر یہ حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشان کو کھائے، سو وہ آگ سے نکال لیں گے۔ پس آگ ابن آدم کو سجدوں کا نشان چھوڑ کر تمام تر کھا لیگی، پس وہ آگ سے اس حالت میں نکالے جائینگے کہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہونگے۔ پھر ان پر آبحیات برسایا جائے گا تو وہ اسی طرح اُگ آئیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کیچڑ میں۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے کرنے سے فارغ ہو جائے گا، اور ایک آدمی بہشت و دوزخ کے درمیان رہ جائے گا، اور وہ جنت میں داخل ہونے کے لحاظ سے سب سے پچھلا دوزخی ہوگا، اپنا منہ دوزخ کی طرف کئے ہوئے ہوگا اور کہے گا: اے میرے رب میرا منہ دوزخ سے پھیر دے، مجھے تو اس کی لُو نے جھلس ڈالا ہے اور اس کی بھڑک نے جلا دیا ہے۔ پس وہ فرمائے گا: کیا ویسا تو نہ ہوگا کہ اگر تجھ سے یہ کہا جائے تو تُو اس کے سوا اور مانگنے لگے۔ اس پر وہ کہے گا: نہیں مجھے تیری عزت کی قسم، پھر وہ اللہ عزوجل کو جو جو عہد و پیمان چاہے گا دے گا، تب اللہ عزوجل اس کا منہ دوزخ سے پھیر دے گا۔ پھر جب اس کا منہ بہشت کی طرف کیا جائے گا تو وہ اس کی رونق کو دیکھ کر چپ چاپ رہ جائے گا جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ چپ چاپ رہے۔ پھر وہ کہے گا: اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس لے چل۔ اس پر اللہ عزوجل فرمائے گا: کیا تو اس پر عہد و پیمان نہیں دے چکا کہ جو کچھ تو نے مانگا تھا اس کے سوا اور نہ مانگے گا؟ وہ کہے گا: اے رب میرے میں تیری مخلوق کا سب سے بڑا بدنصیب نہ بنوں، پھر اللہ فرمائے گا: تو کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ اگر تجھ کو یہ مل جائے تو تُو اس کے سوا اور مانگنے لگے، وہ کہے گا: اے رب میرے مجھے تیری عزت کی قسم میں اس کے سوا اور نہیں مانگوں گا۔ پھر وہ اپنے رب کو جو وہ چاہے گا عہد و پیمان دے گا، تو

اللہ اس کو بہشت کے دروازے تک آگے لے جائے گا، پھر جب وہ اس کے دروازے پر پہنچے گا اور اس کی خوبی کو اور جو کچھ اس میں شادابی و مسرت ہے اس کو دیکھے گا۔ تو جب تک اللہ کو اس کا سکوت منظور ہوگا چپ چاپ رہ جائے گا۔ پھر وہ عرض کرے گا: اے رب میرے! مجھے جنت میں داخل کردے۔ تب اللہ عزوجل فرمائے گا: بیچارے آدمزاد! تو کیسا عہد شکن ہے۔ کیا تو مجھ کو عہد و پیمان نہیں دے چکا کہ جو کچھ تجھ کو مل گیا ہے، اس سے آگے اور نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: اے رب میرے! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے بڑا بدنصیب نہ کر! اللہ اس کی اس بات پر ہنس پڑے گا، پھر اللہ اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیگا اور فرمائے گا، آرزو کر، پس وہ آرزو کریگا، یہانتک کہ اس کی آرزو ختم ہوجائے گی۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: ایسی ایسی آرزوئیں اور بڑھالے۔ اس کا رب اس کو یاد دلاتا جائے گا، یہانتک کہ اس کی آرزوئیں تمام ہوچکینگی، فرمائے گا: یہ سب تیرا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند اور۔ اور ابو سعید سے مروی ہے کہ میں نے انہیں کہتے سنا ہے کہ تیرے لئے یہ بھی ہے اور اس کی دس مثلیں اور۔

(۴۹)

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ: عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِیْ صَلَاتِیْ، قَالَ۔ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ +

ترجمہ:۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، مجھ کو کوئی دعا سکھا دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں، فرمایا کہ: اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو بجز تیرے کوئی نہیں ڈھانکتا، پس تو اپنے پاس سے میری مغفرت

فرما اور مجھ پر رحم کر کہ تو ہی پردہ پوش مہربان ہے۔

تشریحات:۔

فِيْ صَلَاتِيْ : اپنی نماز میں۔ یعنی اپنی نماز کے آخر میں اخیر تشہد کے بعد اور سلام سے پہلے۔

مَغْفِرَةً : یعنی مَغْفِرَةً عَظِيْمَةً، تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

مِنْ عِنْدِكَ : اپنے پاس سے، یعنی اپنے فضل و کرم سے۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ : اَلْغَفُوْرُ مقابل ہے اِغْفِرْلِيْ کے، اور اَلرَّحِيْمُ، اِرْحَمْنِيْ کے۔

(۵۰)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا) اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ: ذکر کے ساتھ آواز کا بلند کرنا جب لوگ فرض نماز کا سلام پھیرتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (معمول) تھا۔

اس حدیث کو بخاریؒ نے باب الذکر بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ میں ذکر کیا ہے۔

(۵۱)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ

رَعِیَّتِہٖ : اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ، وَ الرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَ ھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ، وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا ، وَ الْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ، قَالَ وَ حَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَ الرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ مَالِ اَبِیْہِ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ +

ترجمہ : عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ، کہتے ہیں : مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ : تم میں سے ہر شخص چوپان ہے ، اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے ۔ امام چوپان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے ۔ مرد اپنے اہل میں چوپان ہے اور وہ اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے ۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر میں چوپان ہے اور وہ اپنی رعیت کے خصوص میں جوابدہ ہے ۔ اور خادم اپنے آقا کے مال میں چوپان ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں ذمہ دار ہے ۔ کہا (ابن عمر نے) مینے گمان کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال میں چوپان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے ، اور تم میں ہر ایک راعی ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے +

تشریحات :-

کُلُّکُمْ رَاعٍ : یعنی ہر شخص تم میں سے اپنے اعضاء و جوارح اور حواس کا نگہبان ہے ۔ یعنی ہر شخص تم میں سے مامور ہے کہ ان کی اچھی طرح خبرگیری کرے اور ان کو اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں مصروف رکھے ۔ اور وہ ان سب کی درستی پر مامور ہے جن کی نگہبانی اسکو سپرد کی گئی ہے کیونکہ جو چیز کسی کی نگہبانی میں دی جاتی ہے ، اس سے اس کی درستی اور اس کے بارے میں

معدلت گستری مطلوب ہوتی ہے -

وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ : (تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے) یعنی آخرت میں -

اَلْاِمَامُ رَاعٍ : (حاکم نگہبان ہے) جن پر انھیں حکومت دی گئی ہے کہ ان میں آئینِ شرع کے مطابق احکام اور حدود قائم کرے -

اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ : (آدمی اپنے گھر والوں میں راعی ہے) اسکو انکے حقوق جیسے نفقہ، لباس، اور اچھا برتاؤ وغیرہ بجالانے چاہئیں اور مراد اھل سے زوجہ اور وہ لوگ ہیں، جن کا نفقہ اسکو لازم ہے -

اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا : (عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے) اسے خانہ داری میں حسنِ تدبیر، شوہر کی خیر خواہی، اس کے مال میں امانتداری اور اس کے عیال و اضیاف کی حفاظت اور اپنے نفس کی نگہداشت رکھنی چاہیئے -

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ : یعنی اس پر اپنے آقا کے مال کی حفاظت اور اس کے حقوق کی بجا آوری واجب ہے -

(۵۲)

عَنْ اَنَسٍ يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ وَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ ؀

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سردی سخت ہوتی اول وقت میں نماز پڑھتے تھے اور جب گرمی سخت ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھتے تھے۔ نماز سے مراد جمعہ کی نماز ہے -

تشریحات : بَكَّرَ بِالصَّلٰوةِ : اَيْ صَلَّاهَا فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا -

اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ : اَخَّرَهَا عَنْ اَوَّلِ الْوَقْتِ -

يَعْنِي الْجُمُعَةَ : هٰذَا مِنْ قَوْلِ الرَّاوِيْ مُدْرَجٌ مِنْهُ فِي الْحَدِيْثِ -

اَلْقُرْاٰنُ الْحَکِیْمُ

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ

(از جناب داعی الی الحق)

ایمان کے بعد عمل کی تلقین :-

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا	وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا
اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ	اور تم قائم کرو نماز اور دیتے رہو
الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (۴۳)	الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ (۴۳)
دیا کرو اور نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو	زکوٰۃ اور جھکتے رہو ساتھ جھکنے والوں

تشریح :-

ایمان کی طرف پہلے دعوت دی اور اس کے بعد فرمایا صرف زبان سے ہی اقرار کر لینا کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اقرارِ لسانی کے بعد صلوٰۃ قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اصلاحِ نفس اور قیامِ جماعت کے لئے یہ امور نہایت ضروری ہیں۔

"اسلام" فرد کو جماعت کا محض ایک رکن ہی قرار دیتا ہے۔ انفرادی حیثیت اسلام میں مستقل حیثیت نہیں۔ اس ان دو (عمل کے) اصولوں کے بعد وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ کہکر جماعت کا ساتھ دینے کی تلقین کی +

حل لغات :-

۱۵۳ اَلزَّکٰوۃ : "زکا" سے مشتق ہے۔ زکوٰۃ کے معنی زیادہ ہونے اور بڑھنے کے ہیں۔ زکا

الزَّرْعُ کے معنی ہیں کھیتی بڑھ گئی)۔ "زکوٰۃ" وہ مال ہے جو فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ اسلئے کہا گیا ہے کہ حقیقۃً اس سے برکت ہوتی ہے یعنی مال بڑھتا ہے یا اس وجہ سے کہ اس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے (راغب)۔

بعض کہتے ہیں کہ زکاءٌ" سے مشتق ہے جس کے معنی "پاکی" کے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ سے مال پاک ہوجاتا ہے۔ اس لئے "زکوٰۃ" کو یہ نام دیا گیا۔

(۱۵۴) وَارْكَعُوْا:۔ (۱) رکوع کے اصل معنی جھکنا ہیں۔ چونکہ "رکوع" نماز کا ایک جزو ہے اور بعض دفعہ جزء کے ساتھ ہی کل کو تعبیر کردیتے ہیں، اسلئے مراد نماز کو ادا کرنا ہے۔

(۲) رکوع صلوٰۃ کا ایک رکن بھی ہے اور یہاں مراد صلوٰۃ باجماعت بھی ہوسکتی ہے۔

(۳) رکوع کے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کی جائے کہ اس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو۔ حقیقۃ الاساس میں ہے كَانَتِ الْعَرَبُ تُسَمِّيْ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَلَمْ يَعْبُدُ الْاَوْثَانَ رَاكِعٌ (ترجمہ) عرب اس شخص کو جو صرف اللہ کی عبادت کرتا ہو اور کسی اور شئے کی عبادت نہ کرتا ہو، راکع کہتے ہیں۔

عربوں کا محاورہ بھی ہے :۔ رَكَعَ اِلَى اللّٰهِ : دوسری چیزوں سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھک گیا۔ نابغہ کا شعر ہے ؎

سَيَبْلُغُ عُذْرًا اَوْ نَجَاحًا مِنْ امْرِئٍ ✦ اِلٰى رَبِّهٖ رَبِّ الْبَرِيَّةِ رَاكِعُ

(ترجمہ) یعنی وہ شخص جو سب چیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب کی طرف جو تمام مخلوق کا رب ہے، متوجہ ہوگیا اپنے عذر کو پہنچ جائیگا یا نجات پاجائیگا) لہٰذا وَارْكَعُوْا کے معنی ہونگے دنیا کا خوف چھوڑ کر خالص اپنے رب کی عبادت میں ان مخلصین کا ساتھ دو جو اس وقت اسلام لا چکے ہیں ✦

عالم بے عمل :

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ
(یہ) کیا (غضب ہے کہ) تم لوگوں کو نیک کام کرنے کو
وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ
کہتے ہو اور اپنے تئیں بھول جاتے ہو حالانکہ تم
تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ط أَفَلَا
کتاب بھی پڑھتے ہو - کیا تم
تَعْقِلُونَ (۴۴)
سمجھتے نہیں -

اَ	تَاْمُرُوْنَ	النَّاسَ	بِ	الْبِرِّ	
کیا	تم حکم دیتے ہو	لوگوں (کو)	کو	نیکی	
وَ	تَنْسَوْنَ	اَنْفُسَ	كُمْ	وَ	اَنْتُمْ
اور	تم بھلا دیتے ہو	آپ کو	اپنے	اور	تم
تَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ ط	اَ	فَ	لَا	
پڑھتے ہو	کتاب ط	کیا	پس	نہیں	
تَعْقِلُوْنَ (۴۴)					
عقل سے کام لیتے ہو (۴۴)					

تشریح :

مردہ قوموں میں باتیں رہ جاتی ہیں اور عمل مفقود ہو جاتا ہے - ایسی قوموں کے قائد اور رہنما منبر و سٹیج پر سب کچھ کہتے ہیں لیکن عمل کی دنیا آباد نہیں کرتے - بنی اسرائیل کے خطاب میں ایسے بے عمل افراد کو درس دیا کہ خشک آرزوئیں اور وعظ بے نتیجہ ہیں - ضرورت ہے کہ کہنے والا عمل کا مجسمہ ہو - عقل و فکر کا تقاضا یہی ہے اور انسانی فطرت بھی اس حقیقت پر شاہد ہے !

حل لغات :-

—— اَلْبِرّ : - بِرّ نیکی میں وسعت یا بڑی نیکی کو کہتے ہیں (راغب) بَرّ خشکی کے وسیع قطعہ کو کہتے ہیں

(۱۵۵) تَنْسَوْنَ : - (نَسِیَ یَنْسٰی) جمع مضارع مخاطب - نِسْیَان، انسان کا اس چیز کے ضبط کو چھوڑ دینا ہے جس کی اسے ودیعت کی گئی ہو، خواہ ضعفِ قلب سے ہو یا لاپروائی سے یا ارادۃً، یہانتک کہ اس کی یاد دل سے جاتی رہے (راغب)

(۱) وہ نسیان جو بلا ارادہ ہو قابل مواخذہ نہیں - رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ

اَخْطَاْنَا (اے ہمارے رب ہمکو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں) (البقرہ: ۲۸۶)
(۲) ہاں وہ نسیان قابل گرفت ہے جو عمداً ہو جیسے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا (السجدہ ۳۲: ۱۴) پس تم (عذاب کا مزہ) چکھو اسلئے کہ تم نے آج کے دن کو بھلا رکھا تھا۔

(۱۵۶) تَتْلُوْنَ: تلی کے اصل معنیٰ ہیں اس کی پوری پوری پیروی کی، خواہ جسم سے ہو یا اقتدائے حکم سے۔ مُنزّل مِنَ اللہ کتابوں کے لئے یہ لفظ خاص ہے (راغب) ان کتابوں کی قرأت ہو یا ان پر عمل ہو۔ دونوں کے لئے لفظ تلاوت استعمال ہو سکتا ہے ــــ اصولاً تلاوت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس پر عمل ہو۔

(۱۵۷) تَعْقِلُوْنَ:۔ (عَقَلَ یَعْقِلُ) عقل کے لفظی معنی روکنے کے ہیں۔ عقالہ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ کو روکنے کے لئے اس کا گھٹنا باندھ دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِعْقِلْ وَ تَوَکَّلْ (پہلے اونٹ کا زانو باندھو، اس کے بعد اس کو خدا کے سپرد کرو)۔ عقلِ انسانی کو عقل اسلئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بدی سے روکتی ہے۔

عقل کا استعمال دو طرح پر ہے: (۱) قبول علم کے لئے انسان کو تیار کرنے والی قوت بھی عقل ہے اور (۲) وہ علم بھی عقل ہے جو اس قوت کے ذریعہ انسان حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں عقل نہ ہونے کے لئے کفار کی مذمت کی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں، اس لئے کہ قوت تو اللہ تعالےٰ نے سب انسانوں کے اندر رکھی ہے، قابل الزام وہی ہیں جو اس قوت سے کام نہیں لیتے۔ یاد رہے کہ وحی الٰہی عقل کو جلا دینے والی ہے عقل کے خلاف نہیں۔ ہاں بعض چیزیں عقل سے بلند تر ضرور ہو سکتی ہیں +

صبر و صلوٰۃ ــــ اور ــــ لقائے الٰہی

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ	وَ اِسْتَعِیْنُوْا بِ الصَّبْرِ وَ
اور (رنج و مصیبت میں) صبر اور نماز سے مدد	اور مدد لو سے صبر اور

الصَّلٰوۃِ ؕ وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ
لیا کرو ؕ اور بیشک نماز گراں ہے
اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ (۴۵) الَّذِیْنَ
مگر ان لوگوں پر نہیں جو عاجزانہ عبادت کرنیوالے ہیں اور جن
یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ
کو خیال ہے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنیوالے ہیں
وَ اَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (۴۶)
اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

الصَّلٰوۃِ وَ اِنَّ ھَا لَ کَبِیْرَۃٌ
نماز اور یقیناً وہ ضرور بڑی (دشوار)
اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ (۴۵) الَّذِیْنَ
سوائے پر عاجزی کرنے والے - وہ لوگ جو کہ
یَظُنُّوْنَ اَنَّ ھُمْ مُلٰقُوْا رَبِّ ھِمْ
خیال کرتے ہیں کہ وہ ملنے والے ہیں پروردگار اپنے
وَ اَنَّ ھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (۴۶)
اور یہ کہ وہ طرف اسکے لوٹنے والے ہیں۔

تشریح :

صبر نام ہے سچائی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کا اور صلوٰۃ ادائے فرض میں اللہ کے حضور اپنی کامیابی کے لئے دعا کرنے کا۔ صبر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان سچائی پر اس طرح ڈٹ جائے کہ اسے کسی مخالفت یا کسی روک کی پروا نہ ہو۔ تمام دنیا بھی اس کے خلاف ہو تو بھی وہ ایک مضبوط پہاڑ کی طرح اپنے قدم میں جنبش نہ آنے دے۔ صلوٰۃ چاہتی ہے کہ وہ اس قدر عاجز ہو کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے گرا رہے اور اپنے آپ کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ جب انسانوں کے سامنے حد درجہ کی مضبوطی اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں حد درجہ کی عاجزی انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے تب کامیابی کی راہیں سہل ہو جاتی ہیں اور مشکلات کے پہاڑ بھی ہوں تو اڑ جاتے ہیں۔

صبر و صلوٰۃ کی اصل روح لقائے الٰہی کا جذبۂ صادق ہے۔ "عاشقانِ حق" جب محبوب حقیقی کے طالب بن کر قدم اُٹھاتے ہیں تو دنیا کی تکلیفیں بے حقیقت نظر آتی ہیں اور وصالِ حق کی راحت انھیں نشۂ محبت سے سرشار رکھتی ہے +

حلِ لغات :۔

(۱۵۸) صبر :۔ صبر کے لغوی معنی "روکنے" اور "سہارنے" کے ہیں یعنی اپنے نفس کو اضطراب اور

گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا ــــــ صَبَرْتُ الدَّابَّةَ کے معنی ہوں گے "میں نے جانور کو روک رکھا" اور پھر اپنے آپ کو اس چیز پر روک رکھنے کا نام ہے جس کی عقل اور شریعت اجازت دے۔ اصطلاح میں طاعت پر قائم رہنے اور گناہ سے رُکے رہنے کا نام صبر ہے۔ یاد رہے صبر بے اختیاری کی خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری کو نہیں کہتے۔ بلکہ "دل کی مضبوطی"۔ پامردی۔ اخلاقی جرأت اور ثبات قدم کو کہتے ہیں۔ صبر کا مفہوم قرآن عزیز میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ میں "صبر" کا لفظ ۳ مرتبہ ان ہی معنوں میں استعمال ہوا۔

ا : لاعلمی کی حالت میں غیر معمولی واقعات پیش آنے پر دل کو مضبوط رکھنا (کہف :۴)

ب : اپنی سند پر قائم رہنا (فرقان : ۴ - جن : ۱)۔

ج : تکلیف اٹھا کر اور اپنے مقصد کو سامنے رکھکر وقت کا انتظار کرنا (طہٰ ۔ یونس ۱۱ حجرات ۱ ہود ۴ اعراف)

د : حق کی بیکسی، بیچارگی اور بے بسی پاؤں کو ڈگمگا دے اور باطل کی عارضی شورش اور ہنگامی غلبہ دل کو کمزور کر دے تو کامیابی کی توقع رکھتے ہوئے حق پر قائم رہنا (روم ۶ مومن ۶، ۸ دہر ۲ ق ۳)

ہ : مصائب ومشکلات میں اضطراب وبےچینی سے بچتے ہوئے رحمتِ الٰہی کا یقین رکھنا (حج ۵ یوسف ۲، ۱۰ - ص ۴ - صٰفّٰت ۳ -

و : منزل مقصود کی راہ میں مشکلات وخطرات کی پروا نہ کرنا، بددل اور پست ہونے کی بجائے استقلال اور استواری کا دامن تھامنا - (مدثر ۱ - احقاف ۴ - لقمان ۲)

ز : مخالفوں کے طعن وطنز سے بے نیاز رہ کر اپنی دھن میں لگے رہنا (ص ۲ - طہٰ ۸ - ق ۳ مزمل ۱)

ح : برائی کرنے والوں کی برائی کو نظر انداز کرتے ہوئے اخلاقی بہادری اور برداشت کا مظاہرہ کرنا (نحل ۱۶ - رعد ۳ - شوریٰ ۴) ..

ط : میدانِ جہاد میں بہادرانہ استقامت اور ثابت قدمی (بقرہ ۲۲، ۲۳ - انفال ۹، ۶ - نحل ۱۴ - آل عمران ۱۴، ۱۵ - اعراف ۱۴، ۱۵)

ی : ضبطِ نفس : ہود ۲

ک : مصائب میں ادائے فرض کی ہمت (مریم ۴ - طہٰ ۸ - دہر ۱ - فرقان ۶) +

تذکیر : صبر کے قرآنی مفہوم کو سمجھو - جان و مال کی جو مصیبت پیش آئے اسکو ضبط نفس اور ثابت قدمی سے برداشت کرو اور سمجھ لو کہ انسان صرف خدا کا محکوم ہے - اور آخری بازگشت اسی کی طرف ہوگی - لہٰذا راہِ حق میں مرجانا اور مال و دولت لٹا دینا ضیاع جان و مال نہیں بلکہ حیاتِ جاوید اور نعمائے ابدی کی بشارت ہے -

(۱۵۹) کَبِیْرَۃٌ : کَبِیْرکے اصل معنی بڑا ہیں - مگر کبیرۃ کا استعمال اس چیز کے لئے بھی ہوتا ہے جو سخت اور دشوار ہو ـــــــ کَبُرَ بھی ان معنوں میں آیا ہے - وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمْ - اگرچہ ان کا منہ موڑنا تم پر شاق گزرتا ہے (الانعام : ۳۵) -

(۱۶۰) خَاشِعِیْنَ : - خشوع (۱) عاجزی (۲) فروتنی (راغب) - (۳) سکون اور فرمانبرداری (تاج العروس) - (۴) آواز کی پستی (خَشَعَتِ الاَصْوَاتُ : ان کی آوازیں نیچی ہیں - طٰہٰ ۱۰۸) (۶) نگاہ کا نیچا ہونا (خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ : ان کی نگاہیں نیچی ہیں - القلم : ۴۳) -

(۱۶۱) یَظُنُّوْنَ : جمع مضارع غائب - ظَنَّ یَظُنُّ -

ظنّ ایسے امر کا نام ہے جو صرف نشانات سے حاصل ہو -

علم اس وقت کہلائیگا جب یہ مضبوط ہو جائے -

جب بہت ہی کمزور ہو تو اسے "توہم" کہیں گے (راغب)

ظنّ کا لفظ عربی میں (۱) شک (۲) یقین دونوں پر بولا جاتا ہے - جب یقین مراد ہو تو ایسا یقین ہوتا ہے جو تدبر سے حاصل ہو، نہ وہ جو دیکھنے سے حاصل ہو - کیونکہ جو یقین دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اس پر لفظ علم بولا جاتا ہے (تاج)

یہاں ظنّ سے مراد یقین ہی ہے اور اس پر مفسرین کا قریبًا اتفاق ہے -

(۱۶۲) مُلَاقُوْا : (صیغہ جمع اسم فاعل - باب مفاعلہ ناقص یائی) - لَقِیَ مادہ - اصل میں مُلَاقِیُوْنَ تھا - ی پر ضمہ ثقیل تھا - ماقبل کو دیا - اجتماع ساکنین کی وجہ سے ی کو گرا دیا گیا - نون جمع اضافت کی وجہ سے حذف ہو گیا -

لِقَاء: کسی چیز کے سامنے آجانے اور اس کے پالینے دونوں کو کہا جاتا ہے۔ لیکن الگ الگ دونوں حالتوں کے لئے بھی مستعمل ہے۔

(۱۶۳) رٰجِعُوْنَ: اس کی طرف رجوع (لوٹ کر جانے) کا نام ہے۔ جس سے ابتداء ہو۔ خواہ بلحاظ مکان کے ہو، فعل کے ہو یا قول کے (راغب) +

بنی اسرائیل پر احسانات کا ذکر:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ
اے بنی اسرائیل! (اپنی تاریخ حیات کا وہ وقت) یاد کرو جب
الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ
میں نے تم پر انعام کیا اور
فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (۴۸) وَ
اقوام عالم پر فضیلت دی۔ اور
اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ
اس دن (کی بازپرس) سے ڈرو جب کوئی انسان کسی
عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا
دوسرے انسان کے کچھ کام نہ آسکیگا۔ اور نہ کسی کی
شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا
سفارش قبول کی جائیگی اور نہ کسی طرح کا بدلہ قبول کیا
عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (۴۹)
جائیگا اور نہ ان کی کوئی مدد ہوسکے گی۔

یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ	اے بنی اسرائیل یاد کرو میری نعمت
الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَنِّیْ	جو میں نے انعام کیا تم پر اور بیشک میں نے
فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (۴۸) وَ	تم کو بزرگی دی پر جہان - اور
اِتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ	ڈرو دن نہ بدلہ دی جائیگی جان
عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا	سے جان کچھ اور نہیں قبول کیجائیگی اس سے
شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا	سفارش اور نہ لیا جائیگا اس سے
عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ (۴۹)	معاوضہ اور نہ ان کی مدد کی جائیگی۔

تشریح:

یہاں سے اس قوم کو مخاطب کیا جاتا ہے جو اپنے "شاندار ماضی" پر نازاں تھی۔ "پدرم سلطان بود" کی رٹ لگا کر اپنے جرائم سے غافل اور نتائج سے بے نیاز تھی۔ "دعوت نبوت" ان کے نزدیک صرف جاہلوں کے لئے مفید ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام یاد دلا کر تنبیہ کی کہ میرے انعامات اسلئے تھے کہ تم ان کا حق ادا کرد، نہ اسلئے کہ تعصب اور ضد کی وجہ سے قانون حق ٹھکرا دو۔ اگر دنیا میں قانونِ مجازات سے غافل رہ کر وقت گذر بھی جائے تو بالآخر خدا کے حضور حاضر ہونا ہے جہاں نہ کوئی دوست کام آئیگا نہ سفارش سود مند ہوگی، نہ معاوضہ قبول ہوگا اور نہ یار و مددگار چھڑا سکیں گے۔ اسلئے کہ خدا سے مقابلہ کرنے کی کسے مجال ہے لہٰذا حق کے قانون پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حل لغات :-

(۱۶۴) لَا تَجْزِیْ: (مضارع منفی جَزٰی یَجْزِیْ) جزاء کے اصل معنی ہیں کام آنا یا کافی ہونا۔ (راغب) یا ادا کرنا اور بدلہ دینا (ابن جریر)۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جو حق کسی کے ذمہ ہے اُسے کوئی دوسرا ادا نہ کرسکے گا۔

(۱۶۵) شفاعۃ:۔ شفع کے معنی جفت ہے یعنی طاق کی ضد، گویا کہ شفاعت کرنے والا اپنے آپ کو اسکے ساتھ (جس کی وہ شفاعت کرتا ہے) ملا کر اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔ معتزلہ اس آیت اور آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرسکے) سے استدلال کرتے ہیں کہ قیامت کو انبیا گنہگاروں کی شفاعت نہ کرینگے۔ مگر انکا یہ قول صحیح نہیں۔ اسلئے کہ بِاِذْنِہٖ کی قید سے ظاہر ہے کہ سفارش رضائے حق کے خلاف نہ ہوسکیگی (حقانی)

یہاں شفاعت کے حقیقی مفہوم کو سمجھ لینا ضروری ہے ـــ عیسائیوں نے "نجات" کی جو شکل پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ہاں ہر بچہ اپنے باپ (آدمؑ) اور اپنی مادر اول (حواؑ) کے اولین گناہ کی معصیت کو اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتا ہے اور اس ازلی معصیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ صلیب اور کفارہ مسیح پر ایمان لے آئے اور جو چاہے کرے۔ یہ شفاعت اس کی نجات کی ضامن ہے۔

مجوسیوں کے نزدیک انسان اس دنیا میں اہرمن (ظلمت) اور یزدان (نور) کی رزمگاہ میں گرفتار کشمکش ہے
ہندوؤں کے نزدیک انسان اپنے اس جسم میں کسی پچھلے جنم کے گناہوں کی سزا بھگت رہا ہے۔ اس کا نام تناسخ کا چکر ہے۔ جب تک اس سے گناہ سرزد ہوتے ہیں گے۔ یہ چکر قائم رہے گا۔ لہٰذا اسکی تمام جدوجہد کا منتہا یہی ہے کہ روح (آتما) اس آواگون کے چکر سے مخلصی حاصل کرے۔

بدھ مت میں بھی نجات کا یہی تصور ہے۔ ان کے نزدیک انسان کی ہر آرزو ایک تکلیف کا پیش خیمہ ہے۔ جوں جوں آرزوئیں بڑھتی جائینگی، تکالیف میں زیادتی ہوتی جائیگی۔ اسلئے تکالیف کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آرزوؤں کو ترک کر دیا جائے۔ جب آرزوئیں کلیتہً فنا ہو جائینگی۔ تو انسانوں کی روح تکالیف کے بندھن سے چھوٹ کر نروان حاصل کرلیگی۔ اسکے نزدیک یہی موکش (نجات) ہے

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے افعال کا ذمہ دار نہیں کہ ایک کی ذمہ داری کو دوسرا ادا کر سکتا ہے قرآنی نظریۂ ارتقار کی رو سے انسان اس دنیا میں ایک سادہ لوح لیکر پیدا ہوتا ہے۔ یہی فطرتِ انسانی ہے (كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الفِطْرَةِ۔ ہر پیدا ہونے والا نیک فطرت پر پیدا ہوتا ہے) کا یہی مفہوم ہے۔

کارگاہِ حیات میں انسان کو ایک حد تک اختیار اور ارادہ دے کر کشمکشِ زندگی کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے مکمل نظامِ حیات سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اب اعمال صالحہ وہی ہونگے۔ جو اس نظام کے مطابق ہوں۔ ان اعمال صالحہ کا فطری نتیجہ فوز و فلاح ہے۔

انسان کی نجات کا عام ذریعہ یہی ہے اور جب اسکی طلب صادق ہوتی ہے تو اللہ کا فضل و کرم اسکے شامل حال ہو جاتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی رفاقت اس طلب صادق کی محرک ہوتی ہے۔ اب اگر نیک نیتی سے انسان غلطی کر بیٹھتا ہے یا اپنی غفلت کی وجہ سے معذور ہوتا ہے۔ تو حق تعالیٰ کی رحمت جوش مار کر خود ہی دستگیر بن جاتی ہے۔ انبیاء۔ ملائکہ اور صالحین کی شفاعت کا مفہوم "کفارۂ مسیح" سا نہیں۔ بلکہ تحریکِ اصلاح اور رفاقت مراد ہے "شفاعت" کا مسئلہ ان معنوں میں شریعت اسلامی میں مسلم ہے۔ اسلئے اسکا انکار درست نہیں۔

۱۶۶ عدل کے معنی برابری کے ہیں۔ جب دو بوجھ ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں تو ایک کو دوسرے کا عِدل کہتے ہیں۔ انصاف اور دادگری کو بھی اسی واسطے عدل کہتے ہیں کہ مظلوم ظالم کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ یہاں عدل کے معنی جذبہ یا بدلہ ہیں اور یہ اسلئے کہ مظلوم فدیہ دینے والے کے قائمقام یا برابر ہو جاتا ہے۔

مکتوب

مِنْ حَضْرَةِ الْأَدِيبِ الْفَاضِلِ مُحَمَّد حَسَن الْأَعْظَمِيّ

جماعةُ الأخوّةِ الإسلاميّة

۲۳ رہانی روڈ

۱۵ / ٤ / ٤٢ م — لاہور - پنجاب - ہند

حَضْرَةَ الْأُسْتَاذِ الْمُحْتَرَمِ عَبْدِ الْحَقِّ عَبَّاس

سَلَامُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ. وَ بَعْدُ فَقَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ كَثِيرًا عَنْ مَدْرَسَتِكُمْ فَظَنَنْتُ أَنَّ هٰذَا مِنَ الدِّعَايَةِ الذَّائِعَةِ الَّتِيْ لَا طَائِلَ تَحْتَهَا، ثُمَّ شَرَّفَنِي اللهُ بِزِيَارَةِ أُدَبَاءِ بَنْجَاب وَ مَعَاهِدِهَا الْعِلْمِيَّةِ وَ الصِّنَاعِيَّةِ. أَذْكُرُ جَيِّدًا أَنَّنِيْ كُنْتُ أَتَكَلَّمُ يَوْمًا عَنِ النِّظَامِ الْمَمْلُوْءِ بِالْفَوْضٰى وَ الضَّوْضَاءِ فِي الْهِنْدِ وَ كُنْتُ أَشْرَحُ أَسْبَابَ فَسَادِ أَخْلَاقِ أَهْلِهَا وَ لِمَاذَا كَانَتْ أَخْلَاقُ أَسْلَافِهَا أَحْسَنَ مِمَّا نَجِدُهَا الْآنَ، وَ الْهِنْدُ هِيَ الْهِنْدُ، وَ بَعْدَ كُلِّ هٰذَا تَكَلَّمْتُ عَنْ مِنْهَاجِ الدِّرَاسَةِ الْمَوْجُوْدَةِ فِيْ مَعَاهِدِنَا وَ كُلِّيَّاتِنَا الْعَصْرِيَّةِ وَ الدِّيْنِيَّةِ

وَ أَظْهَرْتُ أَسَفِي الشَّدِيْدَ عَلَى جَهْلِ سَيِّدَاتِنَا وَ فَتَيَاتِنَا فَإِنَّهُنَّ أَصْلُ الدَّوَاءِ وَ الدَّاءِ فِي نَفْسِ الْوَقْتِ فَقَامَ أَحَدُ السَّامِعِيْنَ قَائِلاً:

هَلْ تَعْرِفُ مَعْهَدًا لِتَرْبِيَةِ الْبَنَاتِ بِمَدِيْنَةِ جَالَنْدَهر وَ إِسْمُهَا كَيْتَ وَكَيْتَ وَ مُدِيْرُهَا فُلَانُ وَ وَ وَ ....؟ وَ بَدَأَ يَمْدَحُ مَدْحًا كِدْتُ أُكْذِبُهُ وَ غَادَرْتُ الْمَجْلِسَ بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ الْمُرَّةِ: أَنَّ مِنْ عَادَةِ النَّاسِ أَنْ يَجْعَلُوا الْحَبَّةَ قُبَّةً. لَمْ تَمُرَّ أَيَّامُ إِلَّا قَلِيْلَةً حَتّٰى وَصَلَتْنِي دَعْوَتُكُمُ السَّارَّةُ فَأَجَبْتُ كَأَنَّنِي كُنْتُ أَنْتَظِرُهَا مِنْ قَبْلُ، ثُمَّ قَرُبَ مِيْعَادُ الْإِحْتِفَالِ السَّنَوِيِّ فَتَرَكْتُ أَشْغَالِي الْهَامَّةَ حِرْصًا عَلَى مُشَاهَدَةِ مَعْهَدِكُمْ فَتَشَمَّمْتُ بِهِ رَائِحَةً أَزَالَتْ كَثِيْرًا مِنَ الْأَلَمِ الَّذِي كَانَ يُحَرِّقُ قَلْبِي لِعَدَمِ إِعْتِنَاءِ إِخْوَانِي الْوَطَنِيِّيْنَ بِلُغَةِ الْقُرْاٰنِ، فَإِنِّي الْآنَ أُهَنِّئُكُمْ عَلَى قِيَامِكُمْ بِهٰذِهِ الْأُمُوْرِ الْخَالِدَةِ فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْآوِنَةِ الْفَاسِدَةِ وَ قِيْمَةُ الْمَرْءِ مَا يُحْسِنُهُ.

سَأَبُثُّ بِإِذْنِ اللهِ دِعَايَةً طَيِّبَةً لِمَدْرَسَتِكُمْ مَعَ قِلَّةِ الْوَقْتِ وَ كَثْرَةِ الْعَمَلِ، لِأَنَّكُمْ قَدْ وَضَعْتُمْ حَجَرًا لِتَأْسِيْسِ مَجْدٍ لَا زَوَالَ لَهُ وَ سَيَأْتِي بَعْدَكُمْ مَنْ يُقَلِّدُكُمْ وَ يُضِيْفُ حَجَرًا إِلَى حَجَرٍ وَ هٰكَذَا يُتِمُّ اللهُ هٰذِهِ الْعِمَارَةَ السَّامِيَةَ +

المخلص محمد حسن الاعظمی
(من علماء الجامعه الازهریہ
ومدرس بالجامعه المصریۃ
القاهرة مصر

ترجمہ:- جنابِ استادِ محترم عبدالحق عباسی

تم پر اللہ کی سلامتی اور اسکی مہربانی اور اسکی برکتیں! اور بعدِ سلام میں آپ کی درسگاہ کے خصوص میں بہت کچھ سُنا کرتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ یہ بھی ایک بے بنیاد پراپاگنڈا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے اُدبائے پنجاب اور اسکے علمی و فنی انسٹیٹیوشنوں کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ ایک روز میں ہندوستان کے گڑبڑا اور بڑبڑے بھرے ہوئے نظام کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا اور اہلِ ہند کے فسادِ اخلاق کے اسباب کی اور اس امر کی تشریح کر رہا تھا کہ ان کے اسلاف کے اخلاق حاضر الوقت اوصاف سے کیوں بہتر تھے۔ درحالیکہ ہندوستان وہی ہندوستان ہے۔ اور ان سرکے بعد مَیں نے اس منہاج تعلیم پر بات چیت کی جو اسوقت ہماری عصری اور دینی درسگاہوں اور کالجوں میں موجود ہے۔ اور مَیں نے اپنی خواتین اور دوشیزگان کی جہالت پر سخت تاسف کا اظہار کیا کہ وہی دوا اور بیماری کی بیک وقت بیخ و بنیاد ہیں۔ اسپر سُننے والوں میں سے ایک نے اُٹھکر کہا:-

کیا آپ شہر جالندھر کی ایک تربیت گاہ بنات کو جانتے ہیں جسکا چنیں وچناں نام ہے اور فلاں شخص اسکا مینجر ہے اور- اور- اور...؟ اور اسکی ایسی بالا خوانی شروع کی کہ قریب تھا کہ میں اسکو جھٹلا دوں، اس تلخ کلمے پر مَیں نے اس مجلس کو چھوڑ دیا کہ رائی کو پہاڑ بنا دینا لوگوں کی عادت میں ہی داخل ہے۔

تھوڑے ہی دن اسکو گزرے تھے کہ مجھکو آپکا مسرت بخش دعوت نامہ ملا، اور مَیں نے دعوت قبول کرلی گویا پہلے ہی سے اسکا منتظر تھا۔ پھر سالانہ جلسہ کا وقت قریب آیا تو مَیں نے آپکا مدرسہ دیکھنے کے شوق میں اپنے اہم اشتغال کو خیرباد کہی اور وہاں مَیں نے وہ خوشبو سونگھی جس نے میرے اس الم کے کثیر حصے کا ازالہ کردیا جو میرے وطنی بھائیوں کی زبانِ قرآن سے بے پروائی کی بنا پر میرے دل کو جلا رہا تھا۔ اب مَیں آپکو اس جیسے فاسد زمانے میں ان جاودانی امور پر قیام کرنے کی مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ آدمی کی قیمت اسکے کام کی خوش اسلوبی ہے

ان شاء اللہ میں باوجود وقت کی کمی اور کام کی کثرت کے آپکے مدرسہ کا پرچار کرونگا ۔ کیونکہ آپنے ایک ایسے گرامی قدر کام کی بنیاد ڈالدی ہے جسکو زوال نہیں اور آپکے بعد ایسے لوگ آئینگے جو آپکی تقلید فرمائینگے اور تمہارے پتھر پر پتھر رکھتے رہیں گے اور اسطرح اللہ تعالے اس بلند عمارت کو پورا کردیگا ۔

المخلص

محمد حسن الاعظمی

رسالۃ رابطۃ التالیف الترجمۃ

ھماری یونیورسٹیاں اور عربی

(ہندوستانی یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر صاحبان اور عربی پروفیسروں کے قابل توجہ)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی اور ہندوستان کی دیگر یونیورسٹیوں کے طلبہ مولوی فاضل اور ایم۔اے (عربی) پاس کر لینے کے بعد بھی اس قابل نہیں ہوتے کہ عربی کے چند جملے بول سکیں یا کم ازکم لکھ ہی سکیں ۔ انکی اس زبوں حالی پر بہت افسوس ہوتا ہے ۔ انکی عمر کا بہترین حصہ اس تعلیم کے حصول میں صرف ہو گیا ۔ لیکن صحیح معنوں میں انہیں تعلیم حاصل نہ ہو سکی ۔ اسکے علاوہ انکے والدین کا جس قدر مالی نقصان ہوتا ہے ۔ اسکا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں ۔

انکی جہالت کا سب سے بڑا سبب یونیورسٹی کی بے اعتنائی ہے ۔ جو نصاب یونیورسٹی نے رائج کئے ہوئے ہیں وہ قطعاً غیر مفید بلکہ مضر ہیں ۔ طلبہ کے علم میں ان سے کوئی اضافہ نہیں ہوتا ۔ موجودہ عربی علوم سے یونیورسٹی کے نصاب قطعاً مبرّا ہیں ۔ عربی علوم نے جسقدر ترقی گذشتہ نصف صدی میں کی ہے ۔ اس سے طلبا بالکل بے خبر رہتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں موجودہ دور کی کوئی کتاب پڑھائی ہی نہیں جاتی ۔ مثال کے طور پر ایم۔اے (عربی) کا ایم۔اے (انگریزی) سے مقابلہ کیجئے ۔ اور دیکھئے کہ دونوں جماعتوں کے نصاب میں کسقدر فرق ہے ۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جو طلبہ عربی ایم۔اے میں درجہ اول حاصل کرتے ہیں وہ عموماً اردو سے عربی میں

ترجمہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں کا طریقہ تعلیم و تدریس بالکل غلط ہے۔ طلبہ کو چند جملوں سے بھی واقفیت نہیں ہوتی لیکن انہیں صرف ونحو پڑھائی جانے لگتی ہے۔ پھر صرف ونحو کی جو کتب یہاں رائج ہیں یا تو وہ ہندوستانیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ یا ایرانیوں کی جنہیں صحیح طور پر عربی دان نہیں کہا جا سکتا۔ جب اہل زبان کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہوں تو ہندوستانی یا ایرانی علماء کی ناتمام کوششوں کو معیار بنا لینا انصاف سے بعید ہے۔

پھر آپ ادب کی موجودہ کتب پر غور فرمائیں۔ حماسہ مقامات حریری وغیرہ اگرچہ ادب عربی کے زندہ جاوید شاہکار ہیں لیکن انکا درجہ موجودہ زمانہ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ انگریزی ادب میں قدیم کلاسکس کا ہے ظاہر ہے کہ جو زبان شیکسپیئر اور اور اسکے معاصرین کے استعمال میں تھی وہ آجکل کی مروجہ زبان سے بہت مختلف ہے۔ ہاں یہ کتب (حماسہ مقامات حریری) صرف ان لوگوں کیلئے مفید ہیں جو زبان سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہوں اور عربی ادب کے گہرے مطالعے کے خواہشمند ہوں یہی حال طرماح اور طفیل کے دیوانوں کا ہے جنمیں بہت سی متروک ترکیبیں اور الفاظ ہیں۔ نصاب کمیٹی کو لازم ہے کہ اگر قدیم عربی ادب کو نظر انداز نہ کرے۔ تاکہ طلبا کو معلوم ہو جائے کہ آجکل ادب میں کیا کیا روشیں ہیں اور شاعری کا کیا معیار ہے۔ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی نے عربی کو تباہ کرنے کیلئے یہ نصاب رکھا ہوا ہے۔ عربی کوئی مردہ زبان نہیں بلکہ اس وقت بھی دنیا کے بہت سے ممالک کی مروجہ زبان ہے۔ اور عالم اسلام کی مذہبی سیاسی اور کلچرل زبان یہی ہے اور یہی رہیگی۔ اسکے ساتھ یہ سلوک نہایت ہی ناخوشگوار اور غیر منصفانہ ہے۔

مولوی فاضل میں منطق فلسفہ اور بلاغہ کی چند فضول کتابیں رائج کی گئی ہیں۔ حالانکہ عالم عربی میں ایسی کتب کی کوئی وقعت ہی نہیں۔ ادب جو سب سے زیادہ اہم ہے نصاب کا تیسرا حصہ ہے۔ لیکن منطق و فلسفہ جو آج سے چار ہزار سال پہلے یونانیوں نے پیش کیا تھا یہاں کے طلبہ کے نصاب کا ½ حصہ ہے۔ یہ یونانی نظریات آجکل آثار قدیم کی حیثیت رکھتے ہیں موجودہ ترقی یافتہ مہذب دنیا میں ان نظریات کا کوئی عملی فائدہ نہیں اور انکو بالکل ترک کر دینا بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔ اگر انکا پڑھانا ہی ضروری ہو تو موجودہ زمانہ کی لکھی ہوئی قدیم فلسفہ و منطق کی تاریخ انکی جگہ پڑھائی جائے۔ ایسی کتابیں قاہرہ میں کم نہیں ہیں یا انکا اردو ترجمہ پیش کیا جائے اگر انہی کی جگہ موجودہ دور کی سائنس اور فلسفہ کی کتب رکھی جائیں (جنکی تعداد کم نہیں ہے) تو کیا ہی اچھا ہو۔ قاہرہ جاتے ہوئے میرے ساتھ اتفاق سے یہاں کی ایک فلسفہ و منطق کی کتاب چلی گئی۔ میں نے وہ کتاب مصر کے

کئی ادباء کے سامنے پیش کی۔ وہ کہنے لگے کہ اسکے الفاظ تو عربی ہیں لیکن ہم انکے سمجھنے سے قاصر ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ فلسفہ منطق اور قدیم معانی و بلاغت پر کتب جو قطعًا موجودہ دور میں لایعنی ہیں انکی بجائے تاریخ ثقافت اخلاق اور موجودہ عربی ادب کی کتب مقرر کیجائیں۔ تاکہ طلبا اسلامیات اور اپنے اسلاف کے کارناموں سے پوری طرح آگاہ رہیں اور اسلامی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لے سکیں۔

بعض لوگوں سے معلوم ہوا ہے کہ موجودہ نصاب سلئے رائج ہے کہ ان کتابوں کا ترجمہ یورپ والوں نے کیا ہے لہذا اساتذہ کو انکے پڑھانے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی سے ہماری یونیورسٹیوں کو کوئی دلچسپی نہیں بلکہ یورپ کی تقلید کو فخر سمجھا جاتا ہو۔

اس ناقص نظام کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اساتذہ بھی عربی سے کماحقہٗ واقف نہیں ہوتے اور اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ باوجود عربی دانی کے دعوے کے ہندستانی علماء نے گذشتہ پچاس برس میں عربی زبان میں ایک کتاب بھی ایسی پیش نہیں کی۔ جسکو عالم عربی میں کوئی وقعت حاصل ہو۔ یہی مولوی فاضل اور ایم۔ اے عربی کے طلبہ جو عربی کے دو چار جملے بھی لکھ بول نہیں سکتے امتحان سے فارغ ہونیکے بعد اُستاد بنجاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے علم ہی کے مطابق پڑھا سکینگے اور جو چیزیں پڑھتے ہیں وہی پڑھا دیتے ہیں۔ جو صحیح معنوں میں نہ یہ خود سمجھتے ہیں اور نہ وہ اپنے طلبہ کو سمجھا سکتے ہیں اگر نظام کو تبدیل کر دیا جائے تو ایسے اساتذہ کو فوراً رنج ہوگا۔ کیونکہ انہیں نئی کتب پڑھانا پڑینگی۔ جو انہوں نے خود بھی نہیں پڑھیں اور انکے سمجھنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں نظام تعلیم تبدیل ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور یہ حضرات تبدیلی کے نام سے کانپ اُٹھتے ہیں۔

مصر کی یونیورسٹیوں مثلاً جامع ازہر۔ جامعہ مصریہ اور دار العلوم العلیاء میں مدتوں کے تجربہ کے بعد نظام تعلیم موجودہ طریقے پر لایا گیا ہے۔ وہاں ہر سال کوئی نہ کوئی اہم تبدیلی عمل میں آتی ہے ہمیں لازم ہے کہ ان یونیورسٹیوں سے پورا استفادہ کریں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان کتب کو پڑھائے کون ؟ کیونکہ ان کے ترجمے انگریزی یا اردو میں شائع نہیں ہوتے۔

بعض حضرات اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ ہمارا اصلی مقصد عربی ادب سیکھنا نہیں بلکہ ہمارا مقصد تو صرف دین کا سمجھنا ہے ظاہر ہے کہ یہ حضرات برسر حق نہیں ہیں اگر فی الواقعہ انکا یہی مقصد ہے تو پھر مقاماتِ حریری، دیوان طرماح۔ طفیل اور طرماح وغیرہ کتب کے پڑھنے پڑھانے کا کیا مطلب ہے

یہ کتب تو عربی کے ادب قدیم کی ہیں اور ان سے نہ ہی زبان و ادب کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی ان میں اصول فقہ یا کلام ربانی کی تفسیر ہے - لہذا یہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے - اور محض ایک بیجا اعتراض ہے -

بعض حضرات اساتذہ کی قابلیت میں کوئی شبہ نہیں - لیکن انکے فرائض انکی استطاعت سے زیادہ ہوتے ہیں یا وہ ایسے مضامین پڑھانے پر مامور کئے جاتے ہیں جو انکے لئے دلچسپ نہیں ہوتے - بظاہر وہ لوگ اپنا فرض تو ادا کر دیتے ہیں - لیکن جبتک استاد اپنے موضوع میں پوری دلچسپی نہ لیتا ہو - شاگرد کس طرح دلچسپی لے سکتے ہیں - یہ ایک نہایت معیوب بات ہے - ہر استاد صرف وہی مضامین پڑھانے پر مامور کیا جائے جن کا وہ اہل ہو - نیز ہماری گذارش ہے کہ بعض اساتذہ سے کام کا بوجھ بوجھ کم کر دیا جائے اور انہیں اپنے مضامین میں ریسرچ اور مطالعہ کا کامل موقعہ دیا جائے -

اگر صحیح معنوں میں عربی کی تعلیم دینا مقصود ہو - تو ہماری یونیورسٹی کو چاہئے کہ اعلیٰ جماعتوں میں عربی ہیلئے ذریعہ تعلیم و تدریس (Medium) بھی عربی ہی ہو - جسطرح سنسکرت ہندو لوگ صرف سنسکرت ہی میں پڑھاتے ہیں - لہذا یونیورسٹی کو چاہئے کہ ایسے ماہر استاد مقرر کرے جو عربی میں تعلیم دے سکیں - تعجب ہے کہ قاہرہ میں تو انگریزی فرنچ وغیرہ بذریعہ عربی پڑھائی جائیں اور ہم عربی بذریعہ انگریزی پڑھائیں -

اورینٹل کالج میگزین بابت اکتوبر ۱۹۴۱ء میں میں نے چند کتابوں کی طرف اپنے عربی مضمون میں اشارہ کیا ہے اگر یونیورسٹی چاہے تو ان سے فائدہ اٹھائے اور بعض درسی کتب رابطہ التالیف والترجمۃ کے زیر اہتمام ہم تصنیف بھی کر رہے ہیں، انکی طرف بھی آپکی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے اگر یونیورسٹی کا ارادہ کوئی عملی اقدام کرنیکا ہو - تو بہت سی مفید اصلاحات پیش کی جاسکتی ہیں -

لوٹ :- اسکی ایک ایک نقل وزیر تعلیم پنجاب و روائس چانسلر صاحب کی خدمتمیں بھیجی جا چکی ہے -

محمد حسن الاعظمی
عالم ازہر یونیورسٹی
پروفیسر مصری یونیورسٹی قاہرہ
جنرل سیکرٹری جماعت الاخوۃ الاسلامیہ
" " رابطۃ التالیف والترجمۃ الہند

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام اسلام
جالندھر شہر

اَلقِسمُ الثَّانِی

رَوضَۃُ الاَطفَال

مُدِیر: محمد احمد خاں ذاکر

اَلدُّرُوسُ العَرَبِيَّة

(اَلتَّوْحِيدُ)

١ - اَللهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

(١) مَنِ الَّذِى بَنَى البَيْتَ الَّذِى نَسْكُنُهُ ؟
بَنَاهُ الْبَنَّاءُ .
(٢) مَنِ الَّذِى صَنَعَ بَابَ الْبَيْتِ وَ شَبَابِيْكَهُ ؟
صَنَعَهَا النَّجَّارُ .
(٣) مَنِ الَّذِى خَبَزَ الْعَيْشَ الَّذِى نَأْكُلُهُ ؟
خَبَزَهُ الخَبَّازُ .
(٤) هَلْ يُمكِنُ اَنْ يُوجَدَ بَيْتٌ بِلَا بَنَّاءٍ ، أَوْ عَيْشٌ بِلَا خَبَّازٍ ؟
لَا يَكُونُ بَيْتٌ بِلَا بَنَّاءٍ ، أَوْ عَيْشٌ بِلَا خَبَّازٍ .
(٥) هَلْ يُمْكِنُ اَنْ يُوْجَدَ شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ صَانِعٍ يَصْنَعُهُ ؟
لَا يُمْكِنُ اَنْ يُوجَدَ شَيْءٌ بِدُونِ صَانِعٍ .
(٦) مَنِ الَّذِى خَلَقَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُومَ ؟
خَلَقَهَا اللهُ .
(٧) مَنِ الَّذِى خَلَقَ السَّمَاءَ وَ الْاَرْضَ ؟

خَلَقَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى .

(۸) مَنِ الَّذِى خَلَقَ الْجِبَالَ وَ الْبِحَارَ وَ الْاَنْهَارَ ؟
خَلَقَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى .

(۹) مَنِ الَّذِى خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَ الْحَيْوَانَ وَ النَّبَاتَ وَ جَمِيْعَ الْاَشْيَاءِ ؟
خَلَقَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ .

(۱۰) مَا الَّذِى عَلِمْتَهٗ مِنْ هٰذَا الدَّرْسِ ؟
عَلِمْتُ اَنَّ كُلَّ شَىْءٍ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ صَانِعٍ ، وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ . (دروس الدیانۃ)

ترجمہ:-

(خدا کو ایک ماننا)

۱- اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

(۱) کون ہے جس نے اس گھر کو تعمیر کیا جس میں ہم بستے ہیں ؟
اس کو معمار نے تعمیر کیا -

(۲) وہ کون ہے جس نے گھر کا دروازہ اور اس کے دریچے بنائے ؟
ترکھان نے ان کو بنایا -

(۳) کون ہے جس نے وہ روٹی پکائی جس کو ہم کھاتے ہیں ؟
نانبائی نے اس کو پکایا -

(۴) کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی گھر بنا معمار کے یا کوئی روٹی، بغیر روٹی پکانے والے کے پائی جائے ؟
کوئی گھر بغیر بنانے والے یا روٹی بغیر پکانے والے کے نہیں ہو سکتی -

(۵) کیا ممکن ہے کہ کوئی چیز ایسی پائی جائے جو بنا کسی کارگیر کے ہو جو اسکو بناتا ہے؟
کوئی چیز بنا کاریگر کے نہیں ہو سکتی -
(۶) کون ہے جس نے سورج، چاند، ستاروں کو پیدا کیا ؟
ان کو اللہ نے پیدا کیا -
(۷) کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ؟
ان کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا -
(۸) کون ہے جس نے پہاڑ، سمندر اور دریا پیدا کئے ؟
اللہ (پاک و برتر) نے ان کو پیدا کیا -
(۹) کون ہے جس نے انسان، حیوان اور پودے اور سب چیزیں پیدا کیں ؟
ان کو اللہ (غالب و بزرگ) نے پیدا کیا -
(۱۰) اس سبق سے تم نے کیا جانا ؟
مینے یہ جانا کہ ہر چیز کا کوئی کاریگر ضرور ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے +

---

۲ - اَللّٰهُ وَاحِدٌ

(۱) أَتَحْفَظُ سُورَةَ الْإِخْلَاصِ ؟
نَعَمْ ! أَحْفَظُهَا .
(۲) أَقْرَأْهَا ؟
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ + قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ + اَللّٰهُ الصَّمَدُ + لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ + وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ +

اِعْلَمْ يَا بُنَيَّ ! اَنَّ مَعْنٰى اَحَدٌ: وَاحِدٌ ، وَ اَنَّ الصَّمَدَ : هُوَ الَّذِي نَطْلُبُ مِنْهُ جَمِيْعَ حَاجَاتِنَا . وَ اَنَّ الْكُفُوَ مَعْنَاهُ الْمِثْلُ .

سؔ: مَا مَعْنٰى اَللّٰهُ اَحَدٌ ؟

جؔ : مَعْنَاهُ اَللّٰهُ وَاحِدٌ .

سؔ: مَا مَعْنٰى اَللّٰهُ الصَّمَدُ .

جؔ : مَعْنَاهُ : اَنَّ الَّذِي نَطْلُبُ مِنْهُ جَمِيْعَ حَاجَاتِنَا . هُوَ اللّٰهُ (سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى) .

سؔ: مَا مَعْنٰى لَمْ يَلِدْ ؟

جؔ : مَعْنَاهُ لَيْسَ لَهٗ اِبْنٌ وَ بِنْتٌ .

سؔ: مَا مَعْنٰى لَمْ يُوْلَدْ ؟

جؔ : مَعْنَاهُ لَيْسَ لَهٗ اَبٌ وَ لَا اُمٌّ .

سؔ: مَا مَعْنٰى : وَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ؟

جؔ : لَا يُوْجَدُ اَحَدٌ مِثْلُ اللّٰهِ .

سؔ: مَا الَّذِي اسْتَفَدْتَهٗ مِنْ هٰذَا الدَّرْسِ ؟

جؔ : اِسْتَفَدْتُ اَنَّ اللّٰهَ وَاحِدٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ اَنَّهٗ هُوَ الَّذِي نَطْلُبُ مِنْهُ اَرْزَاقَنَا وَ جَمِيْعَ حَاجَاتِنَا، وَ اَنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ اِبْنٌ وَ لَا بِنْتٌ ، وَ لَا وَالِدٌ وَ لَا وَالِدَةٌ وَ اَنَّهٗ لَا يُمَاثِلُهٗ اَحَدٌ .

ترجمہ: ۲ ۔ اللہ ایک ہے

سؔ : کیا تم کو سورۃ الاخلاص یاد ہے ؟

ج : ہاں مجھ کو وہ یاد ہے -

س : اس کو پڑھو ؟

ج : اللہ کا نام لے کر جو بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے +

کہہ دو وہ اللہ ایک ہے + اللہ سب کا مقصود ہے + نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا + اور نہیں ہوا کوئی اس کے برابر کا +

بیٹا جان لو کہ اَحَدْ کا معنےٰ ایک ہے - اور صَمَدْ وہ ہے جس سے ہم اپنی سب حاجتیں مانگتے ہیں - اور کُفُوْ کا معنےٰ مانند ہے -

س : اَللّٰہُ اَحَدٌ کا کیا مطلب ہے ؟

ج : اس کا مطلب ہے : اللہ ایک ہے -

س : اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا کیا مطلب ہے ؟

ج : اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جس سے اپنی سب حاجتیں طلب کرتے ہیں، وہی اللہ تعالےٰ ہے -

س : لَمْ یَلِدْ کے کیا معنے ہیں ؟

ج : اس کے معنے ہیں : نہ تو اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی -

س : وَلَمْ یُوْلَدْ کے کیا معنےٰ ہیں ؟

ج : اس کے معنے ہیں کہ نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ ماں -

س : وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کے کیا معنی ہیں ؟

ج : اس کے معنے ہیں کہ اللہ کی مانند کوئی موجود نہیں ہے -

س : اس سبق سے تم نے کیا حاصل کیا ؟

ج : میںنے یہ حاصل کیا کہ : اللہ ایک ہے ، اس کا کوئی ساجھی نہیں - وہی ہے جس سے ہم اپنی روزیاں اور ساری حاجتیں طلب کرتے ہیں - اور :

تو اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی بیٹی ہے، اور نہ کوئی والد ہے نہ والدہ ہے، اور کوئی اس کے جوڑ کا نہیں ہے +

جَمِيْلَةُ الصَّغِيْرَةُ

(۱) اَنَا جَمِيلَةُ الصَّغِيرَةُ .

(۲) عُمْرِی سِتُّ سَنَوَاتٍ .

(۳) اَقُومُ مُبَكِّرَةً كُلَّ صَبَاحٍ .

(۴) اَقُولُ اَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَـنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ .

(۵) اَذْهَبُ اِلَى الْخَلَاءِ .

(۶) اَتَطَهَّرُ بَعْدَ الفَرَاغِ .

(۷) اَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ .

(۸) اُصَلِّی صَلٰوةَ الْفَجْرِ .

(۹) اَنَا لَا اَبْكِی اَبَدًا وَ لَا اَصْرُخُ عِنْدَ مَا تُمَشِّطُنِی اُمِّی .

(۱۰) اَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ .

(۱۱) فِی الفَصْلِ اَجْلِسُ هَادِئَةً سَاكِتَةً .

(۱۲) اُصْغِی اِلٰى شَرْحِ مُعَلِّمَتِی .

(۱۳) لَا اُوَسِّخُ ثِيَابِیْ وَ اَدَوَاتِی الْمَدْرَسِيَّةَ .

(۱۴) عِنْدَ رُجُوعِی مِنَ الْمَدْرَسَةِ اِلَى الْبَيْتِ اُحَيِّی وَالِدَتِی بِكُلِّ اِحْتِرَامٍ .

(۱۵) وَ كَفٰی اَنْ اَكُونَ مُطِيعَةً لِكُلِّ مَا تَامُرُنِی بِهٖ ، لِاَنَّ

طَاعَةُ الْوَالِدَيْنِ وَاجِبَةٌ.

ترجمہ:

چھوٹی جمیلہ

(۱) میں چھوٹی جمیلہ ہوں (۲) میری عمر چھ سال (کی) ہے۔

(۳) ہر صبح سویرے اُٹھتی ہوں۔

(۴) کہتی ہوں سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں زندہ کیا بعد اس کے کہ ہم کو مارا اور اسی کی طرف جی اُٹھنا ہے۔

(۵) پاخانے کو جاتی ہوں (۶) فارغ ہونے کے بعد طہارت کرتی ہوں

(۷) نماز کے لئے وضو کرتی ہوں۔ (۸) فجر کی نماز پڑھتی ہوں۔

(۹) میں نہ تو کبھی روتی ہوں اور نہ چلاتی ہوں جب میری ماں میرے کنگھی کرتی ہے۔

(۱۰) میں مدرسے جاتی ہوں۔ (۱۱) جماعت میں آرام سے چپ چاپ بیٹھتی ہوں۔

(۱۲) استانی جی کے بیان کو دھیان سے سنتی ہوں۔

(۱۳) نہ کپڑوں کو میلا کرتی ہوں اور نہ اپنے مدرسے کے سامان کو۔

(۱۴) مدرسہ سے گھر کو اپنے لوٹنے کے وقت اپنی ماں کو پورے ادب سے سلام کرتی ہوں

(۱۵) اور یہ بس ہے کہ میں، جو جو وہ مجھ کو حکم کریں ان کی فرمانبردار رہوں۔ کیونکہ ماں باپ کا کہنا ماننا فرض ہے +

كَيْفَ تَتَوَضَّئِيْنَ يَا أُخْتِيَ الْعَزِيْزَةُ

۱: اَنْوِي الْوُضُوءَ قَائِلَةً (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)+

وَ (۱) اَغْسِلُ يَدَيَّ اِلَى الرُّسْغَيْنِ ثَلَاثًا۔

(۲) اَتَمَضْمَضُ ثَلَاثًا۔

(۳) اَسْتَنْشِقُ ثَلَاثًا ۔
(۴) اَغْسِلُ وَجْہِی ثَلَاثًا ۔
(۵) اَغْسِلُ یَدَیَّ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثًا ۔
(۶) اَمْسَحُ رَأْسِیْ مَرَّۃً ۔
(۷) اَمْسَحُ اُذُنَیَّ مَرَّۃً ۔
(۸) اَمْسَحُ رَقَبَتِی مَرَّۃً ۔
(۹) اَغْسِلُ رِجْلَیَّ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ثَلَاثًا ۔

میری پیاری بہن تم وضو کس طرح کرتی ہو

(۱) میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وضو کی نیّت کرتی ہوں ۔
(۲) اپنے ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوتی ہوں ۔ (۳) تین بار کُلّی کرتی ہوں ۔
(۴) تین بار ناک میں پانی ڈالتی ہوں ۔ (۵) تین بار اپنا منہ دھوتی ہوں ۔
(۶) تین بار اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوتی ہوں ۔
(۷) ایک بار اپنے سر کا مسح کرتی ہوں ۔ (۸) ایک دفعہ اپنے کانوں کا مسح کرتی ہوں ۔
(۹) ایک دفعہ اپنی گردن کا مسح کرتی ہوں ۔
(۱۰) تین بار اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتی ہوں ۔

المسلسل

—(۱)—

(۱) اَلْعِلْمُ فِی الْکُتُبِ ۔ (۲) وَ الْکُتُبُ مِنَ الْوَرَقِ ۔
(۳) وَ الْوَرَقُ مِنَ الْخِرَقِ ۔ (۴) وَ الْخِرَقُ مِنَ النَّسِیْجِ ۔
(۵) وَ النَّسِیْجُ مِنَ الْغَزْلِ ۔ (۶) وَ الْغَزْلُ مِنَ الْقُطْنِ ۔

(۷) وَ الْقُطْنُ مِنَ النَّبَاتِ الَّذِی تُخْرِجُهُ الْاَرْضُ۔

---

(۱) مَا مَعْنٰی کَلِمَةِ عِلْمٍ ؟ : لفظ علم کے کیا معنی ہیں ؟

مَعْنٰی کَلِمَةِ الْعِلْمِ مَعْرِفَةٌ : لفظ علم کے معنے ہیں 'جاننا'۔

(۲) اَ ھٰذِہِ الْکَلِمَةُ مُنْفَرِدَةٌ اَوْ مَجْمُوعَةٌ ؟

کیا یہ لفظ مفرد ہے یا جمع ؟

اَلْعِلْمُ مُفْرَدٌ وَ مَجْمُوعُ الْعِلْمِ 'عُلُومٌ'۔

علم مفرد ہے اور علم کی جمع 'عُلُوم' ہے۔

(۳) مَا مَعْنٰی 'فِی' ؟ 'فی' کے کیا معنے ہیں ؟

مَعْنٰی 'فِی' = میں۔ 'فی' کے معنے 'میں' ہیں۔

مَا مَعْنَی الْکُتُبِ ؟ مَعْنَی 'الْکُتُبِ': 'کتابوں'۔

مَا مَعْنٰی 'فِی الْکُتُبِ' ؟ مَعْنٰی 'فِی الْکُتُبِ': 'کتابوں میں'۔

مَا هُوَ مَفْرَدُ 'کُتُبٍ' ؟ مُفْرَدُ الْکُتُبِ 'کِتَابٌ'۔

مَا مَعْنٰی ھٰذِہِ الْجُمْلَةِ الثَّانِیَةِ ؟

مَعْنَاھَا : کتابیں ورقوں کی (ہوتی) ہیں۔

اِقْرَئِی عِبَارَةَ الثَّالِثَةَ اَیَّتُهَا الْبِنْتُ : اے لڑکی تیسری عبارت پڑھ۔

مَا مَعْنٰی خِرَقٍ ؟ مَعْنٰی 'خِرَقٍ': چیتھڑے

ھٰذِہِ صِیغَةُ جَمْعٍ ، مَا هُوَ مُفْرَدُھَا ؟

یہ جمع کا صیغہ ہے ، اس کا مفرد کیا ہے ؟

مُفْرَدُھَا خِرْقَةٌ : اس کا مفرد خِرقَہ (چیتھڑا) ہے۔

مَا مَعْنَی الْجُمْلَةِ ؟ مَعْنَی الْجُمْلَةِ : ورق چیتھڑوں کے ہوتے ہیں

(۴) إِقْرَءِ الْعِبَارَةَ الرَّابِعَةَ أَيُّهَا الْوَلَدُ : لے لڑکے چوتھی عبارت پڑھ۔
مَا مَعْنَىٰ نَسِيْجٍ ؟ مَعْنَىٰ نَسِيْجٍ : قُمَاش (کپڑا)۔
مَا جَمْعُ نَسِيْجٍ ؟ جَمْعُ نَسِيْجٍ : مَنْسُوجَاتٌ .
تَرْجِمْ هٰذِهِ الْجُمْلَةَ ؟ : اور چیتھڑے کپڑے کے ہوتے ہیں ۔
(۵) إِقْرَءِي الْعِبَارَةَ الْخَامِسَةَ ؟
تَرْجِمِيهَا : اور کپڑا دھاگے کا ہوتا ہے ۔
(۶) مَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ السَّادِسَةِ ؟ : دھاگا روئی کا ہوتا ہے ۔
(۷) وَ مَعْنَى الْجُمْلَةِ السَّابِعَةِ : اور روئی اس پودے سے ہوتی ہے جس کو زمین نکالتی ہے +

أَبِي وَ أُمِّي

(۱)

(۱) أَللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ .
(۲) أَللّٰهُ خَلَقَ أَبِيْ وَ أُمِّي .
(۳) أَللّٰهُ خَلَقَنِي مِنْ أَبِي وَ أُمِّي .
(۴) أَبِي يُحِبُّنِي كَثِيْرًا .
(۵) وَ أُمِّي تُحِبُّنِي كَثِيْرًا .
(۶) هُمَا يُحِبَّانِي كَثِيْرًا .
(۷) أُمِّي تَهْتَمُّ بِي مِنْ يَوْمِ خُلِقْتُ .
(۸) هِيَ أَرْضَعَتْنِي حَلِيْبَهَا .
(۹) وَ أَرْضَعَتْنِي حَلِيْبَهَا حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ .

(۱۰) هِيَ كَانَتْ تَحْمِلُنِي عَلَىٰ ذِرَاعَيْهَا .

(۱۱) هِيَ كَانَتْ تُلْبِسُنِي ثِيَابِي .

(۱۲) وَ هِيَ كَانَتْ تَنْزِعُ ثِيَابِي عَنِّي عِنْدَ النَّوْمِ .

(۱۳) هِيَ كَانَتْ تَجْلِسُ عِنْدَ سَرِيرِي وَ تَسْهَرُ عَلَيَّ خَاصَّةً لَمَّا كُنْتُ مَرِيضًا .

(۱۴) قَدْ كَبُرْتُ الْآنَ ــــ وَ لٰكِنْ أُمِّيْ لَا تَزَالُ تَعْتَنِي بِصِحَّتِي وَ تُهَذِّبُنِي ــــ فَكَيْفَ لَا أُحِبُّهَا .

ترجمہ :-

(۱) اللہ نے پیدا کی ہر چیز ۔ (۲) اللہ نے پیدا کیا میرے باپ اور میری ماں کو ۔

(۳) اللہ نے پیدا کیا مجھ کو میرے باپ اور میری ماں سے ۔

(۴) میرا باپ مجھ سے محبت کرتا ہے بہت ۔ (۵) میری ماں مجھ سے محبت کرتی ہے بہت ۔

(۶) وہ (دونوں) مجھ سے محبت کرتے ہیں بہت ۔

(۷) (تَهْتَمُّ بِي = تَعْتَنِي بِي : میری احتیاط کرتی ہے) میری ماں میری فکر رکھتی ہے جس دن سے میں پیدا ہوا ۔

(۸) اس نے مجھے پلایا اپنا دودھ (۹) اُسنے پلایا مجھے اپنا دودھ دو سال پورے ۔

(۱۰) وہ مجھے اُٹھایا کرتی تھی اپنی کلائیوں پر (۱۱) وہ پہناتی تھی مجھ کو میرے کپڑے ۔

(۱۲) اور وہ اتارتی تھی میرے کپڑے مجھ سے سونے کے وقت ۔

(۱۳) وہ بیٹھتی تھی میری چار پائی کے پاس ۔ اور ۔ (سَهَرَ عَلَىٰ : اس نے نگہبانی کی) میری رکھوالی کرتی رہتی تھی خاصکر جب میں ہوتا بیمار ۔

(۱۴) میں بڑا ہو گیا ہوں اب ، لیکن میری ماں میری تندرستی کی احتیاط کرتی ہے اور مجھے سدھارتی رہتی ہے ۔ پھر کس طرح میں اس سے محبت نہ کروں ۔

(۱) مَنْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ؟ مَا مَعْنٰی ،مَنْ، ؟ مَعْنٰی ،مَنْ، : کس نے؟
(۲) مَنْ خَلَقَ اَبَاكَ وَ اُمَّكَ ؟
(۳) مِمَّنْ (کس سے) خَلَقَكَ (تجھ کو پیدا کیا) اَللهُ (اللہ نے) ؟
(۴) مَنْ (کون) يُحِبُّ (محبت کرتا ہے) كَ (تجھ سے) ؟
(۵) مَنْ تَهْتَمُّ بِكِ (تیرے لئے تکلیف اٹھاتی ہے) مِنْ يَوْمِ (جس دن سے) خُلِقْتِ (تو پیدا ہوئی)؟
(۶) مَنْ اَرْضَعَتْ (دودھ پلایا) كِ (تجھ کو) ؟
(۷) كَمْ (کتنی) مُدَّةً اَرْضَعَتْكِ ؟ (۸) مَنْ كَانَتْ تَحْمِلُكِ عَلٰى ذِرَاعَيْهَا ؟
(۹) مَنْ كَانَتْ تُلْبِسُكِ ثِيَابَكِ ؟ (۱۰) مَنْ كَانَتْ تَنْزِعُ عَنْكِ ثِيَابَكِ ؟
(۱۱) مَنْ كَانَتْ تَجْلِسُ عِنْدَ سَرِيْرِكِ وَ تَسْهَرُ عَلَيْكِ ؟

---

(۲)

(۱) هَلْ يَبْقٰى اَبُوكَ مَعَكُمْ فِي الْبَيْتِ ؟
اَبِي لَا يَبْقٰى مَعَنَا فِي الْبَيْتِ كُلَّ النَّهَارِ .
(۲) مَتٰى يَذْهَبُ مِنَ الْبَيْتِ وَ مَتٰى يَرْجِعُ إِلَى الْبَيْتِ ؟
يَذْهَبُ الصُّبْحَ وَ يَرْجِعُ فِي الْمَسَاءِ .
(۳) كَيْفَ يَقْضِي نَهَارَهٗ ؟
يَقْضِي كُلَّ نَهَارِهٖ فِي الشُّغْلِ وَ التَّعَبِ .
(۴) لِمَ يَشْتَغِلُ وَ يَتْعَبُ ؟
يَشْتَغِلُ حَتّٰى يُعَيِّشَنَا كُلَّنَا . يَتْعَبُ حَتّٰى نَكُونَ مُرْتَاحِيْنَ .
(۵) هُوَ رَئِيسُ الْبَيْتِ . لَهٗ يُطِيْعُ الْكُلُّ . وَ هُوَ يَحْمِيْنَا وَ يُدَافِعُ عَنَّا . فَكَيْفَ لَا اُحِبُّهٗ .

اردو ترجمہ :-

(۱) هَلْ (کیا) أَبُوْ (باپ) كَ (تیرا) يَبْقىٰ (رہتا ہے) مَعَ (ساتھ) كُمْ (تمہارے) فِي الْبَيْتِ (گھر میں) ؟ أَبِي (میرا باپ) كُلَّ (سارا) نَهَارَ (دن) نَا (ہمارے) مَعَ (ساتھ) بَيْت (گھر) فِي (میں) لَا (نہیں) يَبْقىٰ (رہتا)

(۲) مَتىٰ* (کب) يَرْجِعُ (لوٹتا ہے) اَلْبَيْت (گھر) إِلىٰ (کو)۔

(جاتا ہے صبح کو اور لوٹتا ہے) اَلْمَسَاءِ (شام) فِي (میں، کو)۔

(۳) كَيْفَ (کس طرح) يَقْضِي (گزارتا ہے) نَهَارَ (دن) هٗ (اس کا، اپنا) (گزارتا ہے اپنا سارا دن) ال شُغْل (کام دھندے) وَ (اور) ال تَعَبِ (محنت مشقت) فِي (میں)۔

(۴) لِمَ (کیوں) يَشْتَغِلُ (کام دھندا کرتا ہے) وَ (اور) يَتْعَبُ (محنت مشقت کرتا ہے) ؟

(کام دھندا کرتا ہے) حَتّٰى (تاکہ) يُعَيِّشُ (گزارہ دے) نَا (ہم کو) كُلَّنَا (ہم سب کو)۔ (محنت کرتا ہے تاکہ) نَكُوْنَ (ہم رہیں) مُرْتَاحِيْنَ (آرام سے)۔

(۵) (وہ گھر کا) رَئِيس (سردار ہے)۔ لَهٗ (اس کا) يُطِيْعُ (کہا مانتا ہے) كُلّ (ہر ایک)۔ (اور وہ) نَا (ہم کو) يَحْمِي (بچاتا ہے) (اور) يُدَافِعُ عَنْ (حمایت کرتا ہے) نَا (ہماری) ۔

* مَتىٰ (کب) يَذْهَبُ (جاتا ہے) مِنَ الْبَيْتِ (گھر سے) وَ (اور)

اردو عربی ترجمہ

(از حضرت محمد حسن الاعظمی - استاذ جامعہ ازہر قاہرہ)

سبق ا۔ مشق ا

مَیں : أَنَا ۔ دریا : نَهْرٌ ج أَنْهَار ، أَنْهُرٌ ۔

ساتھی یا دوست : صَاحِب ، صَدِيق ۔ منشی : كَاتِب ۔

طالبعلم : تِلْمِيذ ج تَلَامِذَة ، تَلَامِيذ ۔ عرب عورت : عَرَبِيَّةٌ ۔

شہر : مَدِينَة ج مُدُن ۔ بادشاہ : مَلِكٌ ج مُلُوك ۔

لوہا : الحَدِيدُ کوچوان : حُوذِيٌّ

دھات : مَعْدِنٌ فٹ بال : كُرَةُ قَدَمٍ

غلام : عَبْدٌ ، رَقِيق بطخ : إِوَزَّة ج إِوَزٌّ ، إِوَزُّون

کسان : فَلَّاحٌ پرندہ : طَيْرٌ

دودھ : لَبَنٌ بخارات : البُخَارُ

خوراک : غِذَاء پانی : مَاءٌ

ترجم الى العربية ما يأتي :-

(۱) میں ایک طالب علم ہوں (۲) تم ایک دوست ہو۔ (۳) قاہرہ ایک شہر ہے۔ (۴) لوہا ایک دھات ہے۔ (۵) وہ ایک غلام ہے۔ (۶) ہم کسان ہیں (۷) دودھ ایک خوراک ہے۔ (۸) نیل ایک دریا ہے۔ (۹) وہ ایک منشی ہے (۱۰) وہ (عورت) ایک عرب ہے۔ (۱۱) وہ بادشاہ ہیں۔ (۱۲) میں ایک تاجر ہوں۔

(۱۳) وہ گاڑیبان ہے۔ (۱۴) یہ ایک فٹ بال ہے۔ (۱۵) وہ ایک پنسل ہے۔
(۱۶) بطخ ایک پرندہ ہے۔ (۱۷) بخارات پانی ہے۔

الدرس ۱۔ تمرین ۲

سَائِل : بہنے والی چیز۔ إِیطالیا : ملک اٹلی۔
اَلثَّوْر : بیل۔ خَبَّازٌ ج خَبَّازُونَ : نانبائی۔
حَيَوَان : جانور۔ أَرمَلَة : بیوہ، غریب محتاج عورت۔
أَرْض : زمین۔ نَمْلَة : چیونٹی۔
بَنَّاءٌ ج بَنَّاءُونَ : معمار۔ حَشْرَةٌ ج حَشَرَات : کیڑے مکوڑے۔
کَاذِبٌ : جھوٹا۔ وَرْدَةٌ : گلاب۔
ضَابِط : فوجی افسر۔ زَھرة ج زُھُور، أَزْھَار : پھول۔
جُنْدِيٌّ : سپاہی۔ تُفَّاحٌ ج تَفَافِیح : سیب۔
فَاکِهَةٌ ج فَوَاکِهُ : پھل۔

اردو میں ترجمہ کرو :۔

(۱) المَاءُ سَائِلٌ۔ (۲) اَلثَّوْرُ حَيَوَانٌ۔ (۳) أَنْتَ وَلَدٌ۔ (۴) هٰذَا طِفْلٌ۔ (۵) نَحْنُ تُجَّارٌ (۶) الأَرْضُ کُرَةٌ۔ (۷) الأَرْضُ مُدَوَّرَةٌ۔ (۸) هُوَ يَتِيمٌ۔ (۹) نَحْنُ بَنَّاءُونَ (۱۰) هٰذِهِ هِيَ المَلِکَةُ (۱۱) اَنْتُمْ کَاذِبُونَ (۱۲) أَنَا ضَابِطٌ (۱۳) هُوَ جُنْدِيٌّ (۱۴) إِیطَالیا مَمْلِکَةٌ (۱۵) هُمْ خَبَّازُونَ (۱۶) هِيَ أَرْمَلَةٌ۔ (۱۷) أَنْتَ رَجُلٌ (۱۸) النَّمْلَةُ حَشَرَةٌ (۱۹) الوَرْدَةُ زَهْرَةٌ۔ (۲۰) التُّفَّاحُ فَاکِهَةٌ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیام اسلام

جالندھر شہر

جلد ۱۳ | جولائی سنہ ۱۹۴۲ء - جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ | نمبر

القرآن الحکیم

سورۃ البقرۃ

از حضرۃ مولانا عبدالحمید مرزا ایم - اے
پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور (داعی الی الحق)

تذکیر بایام اللہ — تفصیل انعامات الٰہی — فراعنہ مصر کی غلامی سے نجات کا ذکر

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور وہ (وقت یاد کرو) جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

جنہوں نے تم کو سخت عذاب میں ڈال رکھا تھا

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

وہ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں

وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب ہم نے تمہیں نجات دی سے اولاد فرعون

يَسُوْمُوْنَ كُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

وہ تمہیں بری طرح تکلیف دیتے تھے

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ

وہ ذبح کرتے تھے بیٹے تمہارے اور زندہ چھوڑتے

نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ
کو زندہ چھوڑ دیتے تھے (اس صورت حال میں تمہارے لئے
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (۵۰) وَاِذْ
اپنے پروردگار کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ پھر
فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
(وہ وقت یاد کرو) جب (فرعون کے تعاقب کے وقت) ہمنے
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
تمہارے لئے سمندر کا پانی الگ الگ کر کے تمکو بچا لیا اور
تَنْظُرُوْنَ (۵۱) وَاِذْ وٰعَدْنَا
آل فرعون کو تمہارے دیکھتے دیکھتے غرق کر دیا۔ اور (وہ) واقعہ بھی
مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ
یاد کرو) جب ہمنے موسےٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
وعدہ کیا تھا تو (انکے بعد) تم نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ (۵۲) ثُمَّ عَفَوْنَا
اور تم (اس حالت میں) ظالم تھے ۔ پھر (اسکے بعد بھی)
عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
ہم نے تم سے درگذر کیا ۔ تاکہ تم شکر گذار
تَشْكُرُوْنَ (۵۳) وَاِذْ اٰتَيْنَا
بن جاؤ ۔ اور جب (ایفائے عہد میں) ہم نے
مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ
موسیٰ علیہ السلام کو الکتب (قانون حق) اور الفرقان

نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ
عورتیں تمہاری اور میں تمہارے لئے آزمائش
مِنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ وَاِذْ
سے تمہارا پروردگار بڑی اور جب
فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
ہمنے پھاڑ دیا تمہارے لئے دریا پھر ہمنے نجات دی تمہیں
وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
اور ہمنے غرق کیا اولاد فرعون اور تم
تَنْظُرُوْنَ وَاِذْ وٰعَدْنَا
دیکھتے (رہتے) اور جب ہم نے وعدہ کیا
مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ
موسیٰ (سے) چالیس رات پھر
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ
تمہنے تجویز کیا گوسالہ (اپنا معبود) سے اسکے بعد
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ ثُمَّ عَفَوْنَا
اور تم ظالم (تھے) پھر ہمنے درگذر کیا
عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تم سے بعد اس کے تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ ۔ وَاِذْ اٰتَيْنَا
شکر گذار ہو اور جب ہم نے دیا
مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ
موسیٰؑ کتاب اور فرقان

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ

(حق و باطل میں امتیاز کرنے کی قوت) عطا کی۔ تاکہ تم راہ پر آجاؤ

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

(پھر بھی تم نہ سمجھے) اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا:-

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

اے میری قوم! (افسوس) تم نے بچھڑے کی پوجا کرکے

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کر دیا ہے پس اب

بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ

(ایک ہی علاج ہے کہ) اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ

گوسالہ پرستی کے مجرموں کو قتل کرو۔ اس میں اللہ کے ہاں تمہارے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

لئے بہتری ہے۔ وہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔ یقیناً اللہ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ وَ اِذْ

تاکہ تم ہدایت پاؤ اور جب

قَالَ مُوْسٰى لِ قَوْمِهٖ يَا قَوْمِ

کہا موسیٰؑ اپنی قوم سے اے قوم!

اِنَّ كُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَ كُمْ

یقیناً تم نے (تم نے) ظلم کیا اپنی جانوں پر

بِ اتِّخَاذِ كُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

سے پکڑا تم نے گوسالہ (پس تم توبہ کرو) طرف

بَارِئِ كُمْ فَ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَ كُمْ

اپنے پروردگار تم قتل کرو اپنے (مجرم) ساتھیوں کو

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ

یہ بہتر ہے تمہارے لئے نزدیک تمہارا پروردگار

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کی یقیناً وہ وہ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔

توبہ قبول کرنیوالا رحم کرنیوالا (ہے)

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی تفصیل بیان کرتا ہے اور ہر واقعہ یاد دلا کر عبرت و رغبت الی الحق کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ پہلے اس انعام کا ذکر کیا کہ رعمیس ثانی نے (جس کے زمانے میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے) بنی اسرائیل پر انتہائی مظالم توڑے۔ یہاں تک کہ ان کے بچے (ذکور) ہلاک کر دیئے جاتے اور بچیاں زندہ چھوڑ دی جاتیں۔ اسکا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے (ملاحظہ ہو خروج باب درس ۸ تا ۱۴۔ اعمال باب ۷۔ درس ۹) ظاہر ہے کہ ایسے ظالم بادشاہ کو ہلاک کرکے تمام قوم کو عذاب سے بچا لینا اللہ کی بہت بڑی نوازش تھی

اسکے بعد کیفیت نجات بتائی اور یہ معجزانہ مخلصی بھی اللہ کا خاص انعام تھا۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب موسیٰ ؑ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر شام کی طرف لیجا رہے تھے اور ان کو گرفتار کرنے کیلئے فرعون اپنے لشکروں سمیت ان کا تعاقب کر رہا تھا تو معجزانہ طریق پر موسیٰ علیہ السلام بچ کر دریا سے گذر گئے اور فرعون غرق کر دیا گیا۔ بائبل میں اس کا ذکر خروج ب ۱۴۔ ۲۱۔ ۳۰ میں موجود ہے۔

قرآن عزیز میں یہ واقعہ الشعراء ۲۶ آیت ۶۳ اور طٰہٰ ۲۰ آیت ۸۰ میں بھی مذکور ہے۔ ان نشانات حق کو دیکھنے کے باوجود اپنی ذہنی پستی کی وجہ سے بنی اسرائیل پھر بچھڑے کی پرستش میں الجھ گئے اور اگر "رحمت حق" کا سایہ نہ ہوتا تو یقیناً وہ برباد ہو چکے تھے۔ انکی اس گمراہی کا ذکر بائبل خروج باب ۳۲ آیات ۹۔ ۱۰ میں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قانونِ فلاح اور میزان عدل کے عطا کئے جانے کا ذکر ہے تا کہ بنی اسرائیل اسکی روشنی میں اپنی زندگی کو صحیح انداز میں بسر کر سکیں اور سچ اور جھوٹ واضح ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ پوری قوم کی نجات و سلامتی کیلئے مجرمانہ ذہنیت کے افراد کا قلع قمع ضروری تھا۔ اس لئے ایسے ظالموں کو قتل کر دینے کا حکم دیا گیا۔ اَنْفُسَكُمْ سے مراد اپنی قوم کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سورہ ۲ البقرہ ۸۵ اور سورہ توبہ ۳۶) بائبل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ موسےٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ ہر رشتہ دار اپنے رشتہ دار کو قتل کرے۔ تا کہ اللہ کی محبت کا رشتہ داروں کی محبت کے مقابلہ میں امتحان ہو سکے۔ ملاحظہ ہو خروج باب ۳۲ درس ۲۶۔ ۳۰۔ قرآن عزیز نے مقتولین کی تعداد نہیں بیان کی۔ لیکن کتاب خروج میں ۳ ہزار تعداد لکھی گئی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعداد بہت بڑھا کر لکھی گئی ہے۔ بنی اسرائیل کی کل تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ ہو سکتی تھی۔ پس ان میں سے تین ہزار کا قتل کیا جانا محال تھا۔

آخری جملہ میں اس حقیقت کو ظاہر فرمایا کہ جب سرکشوں کو سزا مل گئی۔ تو باقیوں پر اللہ تعالےٰ نے فضل کیا۔ یا یہ کہ جو لوگ قتل کئے گئے ان کے لئے یہ سزا کافی قرار دی گئی اور آخرت کے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔

حل لغات

(۴۹) نَجَّيْنٰكُمْ (جمع متکلم ماضی مطلق) ہم نے نجات دی۔ نجات کا مادہ نَجْوٌ اور نَجْوَةٌ بلند زمین کو کہتے

ہیں۔ پس (۱) نجات کے معنی ہیں اَلْاِرْتِفَاعُ مِنَ الْهَلَاكِ (یعنی ہلاکت سے بلند ہوجانا (تاج)
(۲) یا جس چیز سے خوف ہو اس سے مخلصی پالینا۔
(۳) نجاء کے اصل معنی کسی چیز سے الگ ہوجانا ہیں۔ پس نجات کے معنی ہوئے گناہ سے جو ہلاکت پیدا کرتا ہے بلند ہوجانا یا اس سے بالکل الگ ہوجانا اور مخلصی پالینا (راغب)

قرآن عزیز میں لفظ نجات دنیاوی[۱] غم و آلام۔ دشمنوں[۲] کے فریب و دغا۔ ظالموں[۳] کے جور و استبداد اور دیگر اسی قسم کی تکالیف و مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

امثلہ:- (۱) بنی اسرائیل کے فرعون سے رہائی پانے کا ذکر نَجَّيْنَا اور اَنْجَيْنَا کے الفاظ میں کیا۔ ملاحظہ ہو البقرہ[۲] : ۴۹۔ طٰہٰ[۲۰] : ۸۰

(۲) حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ کا ان کی اقوام کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رکھنے کا ذکر بھی انہی الفاظ میں کیا گیا ہے۔ سورہ ہود[۱۱] : ۶۶، ۵۸، ۹۴

(۳) حضرت ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود سے محفوظ رکھا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا: فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ۔ سورہ عنکبوت[۲۹] : ۲۴۔

(۴) حضرت یونسؑ کو غم و آلام سے رہائی ملنے کا ذکر یوں ہوا: وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ۔ سورۃ الانبیاء[۲۱] : ۸۸

(۵) حضرت لوطؑ کو عذاب الٰہی سے محفوظ رکھنے کا ذکر فرشتوں کی زبان سے یوں کیا: لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ۔ عنکبوت[۲۹] : ۳۲

(۶) دربار فرعون کے مردِ مومن نے قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ۔ سورہ المومن[۴۰] : ۴۱

(۱۶۸) آل: آل اھل کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ آل اور اہل میں فرق یہ ہے (۱) آل صرف معرفہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اہل عام ہے نکرہ کی طرف یا مکان یا زمانہ کی طرف بھی منسوب ہوسکتا ہے۔

(۲) آل کا لفظ اعلیٰ اور اشرف لوگوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اہل ہر ایک کی طرف منسوب ہوسکتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا استعمال سوائے خصوصیت ذاتی کے نہیں ہوتا۔ خواہ وہ قریبی قرابت کے لحاظ سے ہو یا دوستی اور تعلق کے لحاظ سے۔ اسلئے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب نام لیوا داخل ہیں۔ مگر آپؐ کی آل میں وہی لوگ

کہلائیں گے جو علم یقینی اور عمل مضبوط کی خصوصیت رکھتے ہوں (راغب)

آل کے متعلق یہ خیال کہ یہ صرف جسمانی اولاد کے لئے مستعمل ہے صحیح نہیں کُلُّ نَقِیٍّ وَ تَقِیٍّ مِنْ اٰلِیْ (ہر پاکباز اور پرہیزگار میری آل سے ہے) کا مشہور مقولہ اس پر شاہد ہے۔

یوں اھل کا لفظ اولاد کے معنوں میں بھی قرآن عزیز میں آیا ہے: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔ وہ تمہارے اہل میں سے نہیں (اسلئے کہ) اس کے اعمال غیر صالح ہیں ؛ سورہ ہود : ۴۶۔

— فِرْعَوْن : مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جس فرعون کا یہاں ذکر ہے اسکا نام رعمیس تھا۔ موسیٰ علیہ السلام مصر میں اسکے عہد میں پیدا ہوئے۔ تاریخ میں تفصیل موجود ہے کہ جب انکی والدہ نے اللہ کا نام لیکر دریائے نیل میں ڈال دیا۔ تو اس فرعون کی بیوی (جسکا نام آسیہ تھا) نے انکی پرورش کی۔

(۱۶۹) يَسُوْمُوْنَكُمْ : (جمع مضارع غائب سَامَ يَسُوْمُ)۔ مادہ : سوم۔ جس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کی تلاش میں نکلنا۔ پھر صرف ہوجانے اور طلب کرنے پر بھی اسکا استعمال ہوجاتا ہے اور یہاں طلب کے معنی ہی مراد ہیں (راغب)۔

سامہ کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ ایک سخت کام اس پر ڈال دیا (روح المعانی)

يَسُوْمُوْنَكُمْ کے معنی ہونگے وہ تم کو سخت عذاب میں ڈالے ہوئے تھے۔

(۱۷۰) يُذَبِّحُوْنَ :۔ (مضارع جمع غائب۔ ذَبَّحَ يُذَبِّحُ) اصل معنے گلا کاٹنے کے ہیں۔ مگر محض کاٹنے اور ہلاک کرنے کے معنوں میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ وَالذَّبْحُ الْهَلَاكُ : یعنی ذبح کے ایک معنی ہلاکت کے بھی ہیں (تاج العروس جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)۔

سورہ اعراف : ۱۴۳ میں يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ کی بجائے يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ کے الفاظ رکھکر قرآن عزیز نے خود ہی اسکے معنے کر دئے ہیں۔

(۱۷۱) بَلَاءٌ : یہ اصل میں ابتلاء سے لیا گیا ہے جس کے معنی امتحان کے ہیں۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ۔ اور ہم نے تم کو بھلائی اور برائی کے امتحان میں ڈالا (القرآن)۔

پھر اس کا اطلاق نعمت اور محنت شاقہ دونوں پر ہونے لگا۔

مادہ بَلِیَ ہے جس سے مراد کپڑے کا پرانا ہونا ہے۔ بَلِیَ الثَّوْبُ کے معنی ہونگے۔ کپڑا پرانا ہوگیا

بَلیٰ کے معنی آزمانا اسلئے ہیں کہ گویا کثرتِ آزمائش نے اسے ادھیڑ کر دیا۔

غم اور تکلیف کو بھی بلاء کہا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے :۔

بُلِيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا وَبُلِيْنَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ۔

(ہم تنگیوں سے آزمائے گئے تو ہم نے صبر کر لیا اور پھر ہم خوشحالیوں سے آزمائے گئے تو ہم صبر نہ کر سکے)

(۱۷۲) فَرَقْنَا: (صیغہ جمع متکلم۔ فَرَّقَ يُفَرِّقُ)۔ فرق کے معنی ہیں جدا جدا کر دینا۔ فرق اور فلق کے ایک ہی معانی ہیں۔ لیکن فرق علیحدہ ہونے کے لحاظ سے ہے اور فلق پھٹ جانے کے لحاظ سے مستعمل ہوتا ہے (راغب)۔

دوسری جگہ فرمایا فَانْفَلَقَ۔ دریا پھٹ گیا۔ الشعرا ۲۶ : ۶۳

(۱۷۳) اَلْبَحْرُ: بحر اصل میں اس وسیع جگہ کا نام ہے جس میں بہت سا پانی جمع ہو (راغب) اسلئے دریا اور سمندر وغیرہ سب پر بولا جاتا ہے۔ پھر بلحاظ معنی ہر قسم کی وسعت پر اسکا استعمال ہو سکتا ہے۔ تَبَحَّرَ فِي الْعِلْمِ کے معنی ہونگے: علم میں وسعت۔

(۳) وہ گھوڑا جو بہت چلنے والا ہو اس کو بھی "بحر" کہہ دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہؓ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ نے فرمایا :۔

اَنَا وَجَدْتُهُ الْبَحْرَ : میں نے اس کو بہت تیز پایا (الحدیث)۔

بَحَرَ کے معنی زیادہ پھاڑنا کے بھی آتے ہیں۔ بَحِيْرَہ اسی سے ہے۔ شہروں اور بستیوں کو بھی بِحَار کہا جاتا ہے (نہایہ)

(۱۷۴) مُوْسٰی: عبرانی نام ہے۔ مفسرین بائبل اسکو مَاشہ سے مشتق مانتے ہیں۔ ہمارے بعض مفسر اسکو مو بمعنی ماء یعنی پانی اور شہ بمعنی شجر کے بتاتے ہیں۔ اور بعض مَاسَ يَمِيْسُ سے فُعْلیٰ کا وزن بتاتے ہیں۔

تحقیق جدید کی رُو سے یہ مصری لفظ ہے جس کے معنی بچہ یا بیٹا ہیں ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مشہور اور اولو العزم نبی ہیں ۔ جن کا زمانہ عموماً پندرہ سو برس قبل مسیحؑ سمجھا گیا ہے ۔ مگر تازہ تحقیقات یہ ہے کہ آپ کا زمانہ زمانہ تیرہ سو برس قبل مسیح ہے کیونکہ رعمیس ثانی (فرعون) جس کے ساتھ آپ کا مقابلہ ہوا وہ ساڑھے تیرہ سو سال قبل مسیح ہوا ہے ۔ آپ کا مختصر نسب نامہ یہ ہے : موسیٰ بن عمران بن قہات بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ۔

آپ مصر میں پیدا ہوئے آپکی بہن مریم آپ سے بہت بڑی تھیں اور ہارون علیہ السلام آپ سے تین سال بڑے تھے ۔

(۱۷۵) اِتَّخَذْ (صیغہ جمع مذکر حاضر ماضی باب افتعال ۔ مہموز الفاء مادہ اخذ اصل میں اِءْتَخَذْتُمْ تھا ۔ باب افتعال میں ف کلمہ کی جگہ ہمزہ واقع ہوا اور ت میں تبدیل ہو کر ت میں مدغم ہو گیا ۔

جب اتخاذ کا ایک مفعول ہو تو بنانے کے معنوں میں آتا ہے (رازی)

پس یہاں مراد ہو گی ۔ بچھڑے کا بُت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی ۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن عزیز میں سورہ طٰہٰ میں اور بائبل میں کتاب خروج باب ۳۲ میں ہے ۔ اس کے دوسرے معانی لینا ۔ پکڑنا اور اختیار کرنا آتے ہیں ۔

(۱۷۶) عَفَوْنَا : (صیغہ جمع متکلم ماضی) مادہ عَفْو ۔ اسکے اصل معنی کسی چیز کے لئے قصد کرنا ہیں (راغب) اس لئے دو مخالف معنوں پر بولا جاتا ہے یعنی مٹانا اور بڑھانا ۔ دوسرے معنوں کی رو سے اُعْفُوا اللُّحٰی (داڑھی بڑھاؤ) یعنی بڑھانا کئے جاتے ہیں ۔ ابن اثیر اس حدیث کے معنی یوں لکھتے ہیں : ھُوَ اَنْ یُوفِرَ شَعْرَہٗ وَلَا یَقُصُّ کَالشَّوَارِبِ (نہایہ) یعنی داڑھی کے بالوں کو زیادہ کیا جائے ۔ مونچھوں کی طرح چھوٹا نہ کیا جائے ۔

عَفَوْتُ عَنْہُ کے معنی ہیں :" میں نے اسکے گناہ دور کرنے کا قصد کیا (راغب) یعنی اسکا گناہ مٹا دیا ۔

—— تَشْکُرُوْنَ : ۔ شَکَرَ یَشْکُرُ (صیغہ جمع مضارع حاضر ۔ شکر کے معنی ہیں نعمت کا تصور اور اس کا ظاہر کرنا (راغب) (۱) شکر قلبؔ ۔

تیسرا واقعہ۔ بنی اسرائیل کی یہ گمراہی کہ انکے دلوں میں وحی الٰہی پر کامل یقین نہ تھا۔

۵۵۔ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ
اور جب تم نے کہا اے موسےٰ جبتک ہم خدا کو سامنے
نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَى اللّٰهَ
نہ دیکھ لیں۔ تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔
جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ
تو تم کو بجلی نے آلیا۔
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۵۵) ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ
اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر موت آ
مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ
جانے کے بعد ہم نے تم کو اٹھا کھڑا کیا تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ (۵۶)
احسان مانو

وَ۔ اِذْ۔ قُلْتُمْ۔ یَا۔ مُوْسٰی۔ لَنْ
اور جب تم نے کہا اے موسےٰ ہرگز نہ
نُؤْمِنَ۔ لَكَ۔ حَتّٰی۔ نَرٰی۔ اَللّٰهَ
ہم اعتبار کرینگے۔ تیرا۔ یہانتک کہ۔ ہم دیکھ لیں۔ اللہ
جَهْرَةً۔ فَ۔ اَخَذَتْكُمُ۔ الْ۔ صٰعِقَةُ
سامنے پس تم کو پکڑ لیا (آلیا) بجلی کی کڑک
وَ۔ اَنْتُمْ۔ تَنْظُرُوْنَ۔ ثُمَّ۔ بَعَثْنَا کُمْ
اور تم دیکھ رہے تھے پھر ہم نے اٹھایا تم کو
مِنْ۔ بَعْدِ مَوْتِ۔ کُمْ۔ لَعَلَّ۔ کُمْ
سے بعد موت تمہاری تاکہ تم
تَشْكُرُوْنَ۔
تم شکر کرو۔

حضرت موسےٰ ع نے کوہ طور سے آکر بنی اسرائیل کو خدا کی کتاب توریت پیش کی۔ مگر انہوں نے وحی الٰہی پر یقین نہ کیا اور کہا: "جب تک ہم خدا کو کھلے طور پر تم سے کلام کرتا ہوا نہ دیکھ لینگے ہم نہیں مانیں گے" موسےٰ ع اس کی تصدیق کے لئے ستر آدمی ساتھ لے کر کوہ طور پر گئے۔ انہوں نے وہاں خدا کا کلام سنا۔ پھر بھی یقین نہ کیا اور کہا: "ہمیں آنکھوں سے خدا دکھاؤ" اس گستاخی کے سبب ان پر بجلی گری اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ پھر موسےٰ ع کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر چاہئے تو یہ تھا کہ وہ شکر گزار بندے بن جاتے۔ مگر ان کی سرکشی میں پھر بھی فرق نہ آیا۔

چوتھا واقعہ۔ صحرائے سینا کی بے آب و گیاہ سرزمین میں زندگی کی ضروریات کا مہیا ہو جانا مگر بنی اسرائیل کا کفرانِ نعمت کرنا

۵۷۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ	وَ۔ ظَلَّلْنَا ۔ عَلَيْكُمْ۔ اَلْ۔ غَمَامَ ۔ وَ
اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کئے رکھا اور	اور۔ ہم نے سایہ کیا ۔تم پر ۔ × ۔بادل ۔ اور
اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ	اَنْزَلْنَا ۔ عَلَيْكُمْ۔ اَلْ۔مَنَّ ۔ وَ۔ اَلْ۔سَلْوٰى
تمہارے لئے من وسلوٰی اتارا ۔	ہمنے نازل کیا ۔ تم پر ۔ × ۔من ۔ اور ۔ × سلوٰی
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ	كُلُوْا ۔ مِنْ ۔طَيِّبٰتِ ۔مَا ۔ رَزَقْنٰكُمْ ۔
کہ جو چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ پیئو	تم کھاؤ ۔ سے ۔پاک ۔ جو ۔ ہم نے تمکو عطا کیا
وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ	وَ ۔ مَا ۔ ظَلَمُوْ۔ نَا ۔ وَ۔ لٰكِنْ۔ كَانُوْا
اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ	اور ۔ نہیں ۔انہوں نے ظلم کیا۔ ہم ۔اور ۔لیکن۔ وہ تھے
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۵	اَنْفُسَهُمْ ۔ يَظْلِمُوْنَ ۔
اپنا ہی نقصان کرتے رہے ۔	اپنے نفس ۔ وہ ظلم کرتے ۔

جب فرعون غرق ہوا ۔ اور بنی اسرائیل کو مصر کی جابر حکومت سے رہائی ملی ۔ تو وہ موسیٰؑ کے ساتھ شام کو روانہ ہوئے ۔ راستہ میں صحرائے سینا کے خشک بیابان میں گذر ہوا تو وہاں نہ پینے کو پانی تھا، نہ کھانے کو کچھ خوراک ۔ دھوپ کی شدّت اور غذا کے نہ ملنے سے بنی اسرائیل ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو اللہ نے ان کے حال پر رحم کیا ۔ اور دھوپ سے بچاؤ کیلئے ان پر بادلوں کا سایہ رہنے لگا ۔ کھانے کے لئے "من وسلوٰی" کی غذا فراہم کر دی ۔ فرمایا کہ یہ لطیف و لذیذ غذا کھاؤ ۔ اور اس پر ہی اکتفا کرو ۔ مَن ایک درخت کا شیرہ ہے جو گوند کی طرح جم جاتا ہے ۔ ترنجبین کے مشابہ، خوش ذائقہ اور مقوی ہوتا ہے فلسطین میں اس کا حلوہ پکاتے ہیں ۔ سلوٰی بٹیر کی قسم کا ایک پرندہ ہے جو طور کے نواح میں بکثرت ہوتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ کی اس رحمت کے باوجود بنی اسرائیل اپنی شرارتوں اور بدعملیوں سے باز نہ آئے ۔ جن کی پاداش میں وہ اس اعلےٰ کھانے سے محروم ہو گئے ۔ اور اس طرح انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا +

پانچواں واقعہ ۔ بنی اسرائیل کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی تو غفلت اور غرور میں مبتلا ہو گئے

۵۸۔ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ	وَ۔ اِذْ۔ قُلْنَا۔ اُدْخُلُوْا ۔ هٰذِهِ
اور جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں داخل	اور ۔ جب ۔ ہمنے کہا ۔ تم داخل ہو جاؤ۔ اس
الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ	اَلْ۔ قَرْيَةَ۔ فَ۔ كُلُوْا ۔ مِنْ۔ ها۔ حَيْثُ
ہو جاؤ۔ اور اس میں جہاں سے چاہو خوب	× بستی ۔ پس ۔ تم کھاؤ ۔ سے ۔ اس جہاں سے
شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ	شِئْتُمْ ۔ رَغَدًا ۔ وَ۔ ادْخُلُوْا۔ الْ۔ بَابَ
کھاؤ پیؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے	تم چاہو ۔ با فراغت ۔ اور ۔ تم داخل ہو جاؤ۔ دروازہ
سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ	سُجَّدًا ۔ وَ۔ قُوْلُوْا۔ حِطَّةٌ ۔ نَغْفِرْ
داخل ہو اور کہتے جاؤ "بخشدے" تو ہم تمہارے	سجدہ کرتے ہوئے ۔ اور ۔ تم کہو ۔ بخشدے ۔ ہم بخشدینگے
لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ	لَكُمْ ۔ خَطَايَا كُمْ۔ وَ۔ سَنَزِيْدُ
گناہ معاف کر دینگے اور نیکی کرنیوالوں کو اور	تمہارے لئے ۔ تمہارے گناہ ۔ اور ۔ عنقریب ہم زیادہ کرینگے
الْمُحْسِنِيْنَ ۝	الْ مُحْسِنِيْنَ ۔
زیادہ دیں گے۔	× احسان کرنیوالے ۔
۵۹۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا	فَ۔ بَدَّلَ ۔ الَّذِيْنَ۔ ظَلَمُوْا۔ قَوْلًا
سو بدل ڈالا ۔ ان ظالموں نے ایک اور کلمہ	پس ۔ تبدیل کردیا ۔ وہ جنہوں نے ۔ ظلم کیا ۔ بات (کلمہ)
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ	غَيْرَ ۔ الَّذِيْ ۔ قِيْلَ ۔ لَ ۔ هُمْ
جو خلاف تھا اس کلمہ کے جو انکو حکم دیا گیا تھا	خلاف ۔ وہ جو کہ ۔ کہا گیا ۔ واسطے ۔ ان کے
فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	فَ ۔ اَنْزَلْنَا ۔ عَلٰى ۔ الَّذِيْنَ ۔ ظَلَمُوْا
پس ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے	پس ۔ ہمنے نازل کیا ۔ پر ۔ وہ جنھوں نے ۔ ظلم کیا
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا	رِجْزًا ۔ مِنَ ۔ اَلْ ۔ سَمَاءِ ۔ بِ مَا ۔ كَانُوْا
عذاب نازل کیا اس وجہ سے کہ وہ	عذاب ۔ سے ۔ آسمان ۔ اسوجہ سے ۔ وہ تھے
يَفْسُقُوْنَ ۝	يَفْسُقُوْنَ ۔
عدول حکمی کرتے رہتے تھے ۔	نافرمانی کرتے ۔

جب بنی اسرائیل کو کئی سال اسی جنگل میں گذر گئے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں ایک شہر کو فتح کرکے اس میں داخل ہو جانے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ یہاں انہیں کھانے پینے کی ہر ایک چیز ان کے حسب منشا ملے گی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ایک مدت تک جنگلوں میں بے سروسامانی کے ساتھ مارے مارے پھرنے کے بعد ان پر فتح وکامرانی کا دروازہ کھلا ہے تو جب شہر کے دروازہ میں قدم رکھو تو کلمۂ استغفار کہنا اور عاجزی کے ساتھ بخشش مانگتے ہوئے اندر داخل ہونا۔ اس سے ہم تمہارے پچھلے گناہ بخش دینگے اور نیک عمل بندوں کے لئے ثواب بڑھا دینگے۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ نبی کے زمانہ کا ہے جنھوں نے عمالقہ نامی ایک سرکش قوم کے خلاف جہاد کرکے انکے شہر اریحا پر قبضہ کرلیا تھا جو ملک شام میں بیت المقدس کے قریب ہے۔ مگر پھر ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل نے خدا کی بتائی ہوئی بات یعنی عجز اور عبودیت کی بجائے غفلت اور نافرمانی اپنا شعار بنایا۔ جس کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ کہتے ہیں کہ شہر میں طاعون کی وبا پھیلی جس سے ستر ہزار آدمی مرگئے +

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۵۲)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ فَقَالَ لَا۔ قَالَ قُمْ فَارْكَعْ +

اردو ترجمہ:۔ عبداللہ کے بیٹے جابر سے روایت ہے، کہا: ایک آدمی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ پس (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا:

اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اٹھ کر نماز پڑھ!

تشریحات:۔

— جَاءَ رَجُلٌ: ایک آدمی آیا (کہا گیا ہے) وہ سلیک غطفانی تھا۔ وہ نماز پڑھنے سے پہلے آکر بیٹھ گیا تھا۔

— يَخْطُبُ النَّاسَ: یعنی جمعہ کا خطبہ سنا رہے تھے۔

— فَقَالَ: امام شافعیؒ کے نزدیک خطبہ دینے کی حالت میں کلام جائز ہے۔

— أَصَلَّيْتَ: امام احمدؒ اور امام شافعی کے نزدیک دو رکعتیں خفیف تحیۃ المسجد کی حالتِ خطبہ میں مستحب ہیں تاکہ خطبہ بھی سن سکے۔ دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھنی چاہئیں۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالت خطبہ میں تحیۃ المسجد کی نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان دھر کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اور دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو جو لوگوں کی گردنیں لانگھ کر مسجد میں آیا یہ فرمانا کہ اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ: بیٹھ جا کہ تو نے لوگوں کو ایذا دی ہے اور دیر سے آیا ہے۔

— فَقَالَ لَا (أَيْ لَمْ أُصَلِّ) یعنی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ وهٰذا الحديث: ذکرہ البخاری فی باب اذا رای الامام رجلاً جاء ۱۲۶/۱ امرہ ان یصلی رکعتین)

(۵۴)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلَكَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِيَالُ، فَادْعُ اللهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا

حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الجِبَالِ ، ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَيْتُ المَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ، فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَالِكَ ، وَ مِنَ الغَدِ ، وَ بَعْدَ الغَدِ ، وَ الَّذِیْ يَلِيْهِ حَتّٰی الجُمُعَةِ الْاُخْرٰی ، وَ قَامَ ذَالِكَ الاَعْرَابِیُّ ، اَوْ قَالَ غَيْرُهٗ ، فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ البِنَاءُ وَ غَرِقَ المَالُ ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا ، فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰی نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ اِلَّا انْفَرَجَتْ ، وَ صَارَتِ المَدِيْنَةُ مِثْلَ الجَوْبَةِ ، وَ سَالَ الوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا ، وَ لَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ +

ترجمہ :۔ مالک کے بیٹے انسؓ سے روایت ہے ; قحط پڑا لوگوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔ پس اس اثنا میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! تباہ ہوئے حیوان اور بھوکے ہوگئے عیال ، سو آپ ہمارے واسطے اللہ سے دعا کیجئے۔ پس آپ نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے ، اور ہم نہیں دیکھتے تھے ابر کا کوئی ٹکڑا۔ پس قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، کہ (ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ پہاڑوں کی مانند بادل امنڈ کر آ گئے۔ پھر ابھی اپنے منبر سے نہ اترے تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی ریش مبارک پر برس رہی ہے۔ پس ہم پر بارش ہوئی ہمارے اس روز اور دوسرے اور تیسرے روز اور اس کے پیچھے کے دن دوسرے جمعے تک۔ اور اٹھا وہی اعرابی یا کہا (اس کے سوا اور) اور کہا : اے رسول خدا! مکانات ڈھے گئے اور مواشی غرق ہوگئے۔ سو اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیے۔ پس حضور نے ہاتھ اٹھائے

اور کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد اور نہ ہم پر۔ پس اپنے ہاتھ سے آسمان کے کسی کنارے کی طرف اشارہ نہ کرتے مگر وہ کھل جاتا اور ہوگیا مدینہ گول توڑ کی مانند (یعنی مدینہ کے اوپر اوپر بادل میں گول خلا ہوگیا) اور وادئ قنات ایک ماہ بہتی رہی۔ اور کوئی شخص کسی کنارے سے نہیں آیا مگر اس نے دھڑتے کی بارش کا ذکر کیا۔

تشریحات:-

(اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ) اَلسَّنَةُ: اَلْجَدْبُ وَ الْقَحْطُ وَاِحْتِبَاسُ الْمَطَرِ

(قَامَ اَعْرَابِیٌّ) اَیْ وَاحِدٌ مِنْ سُكَّانِ الْبَادِيَةِ۔

(هَلَكَ الْمَالُ) اَیِ الْحَيَوَاتُ لِفَقْدِ مَا تَرْعَاهُ.

(قَزَعَةٌ) اَیْ قِطْعَةٌ مِنْ سَحَابٍ، اَوْ رَقِيْقُ السَّحَابِ.

(ثَارَ السحاب) هَاجَ وَ انْتَشَرَ.

(اَمْثَالَ الْجِبَالِ) لِكَثْرَتِهٖ.

(يَتَحَادَرُ) يَنْحَدِرُ۔ اَیْ يَنْزِلُ وَ يَقْطُرُ مِنَ السَّمَاءِ -

(حَوَالِيْنَا) اَیْ اَمْطِرْ حَوَالِيْنَا وَ لَا تُنْزِلْهُ عَلَيْنَا.

(اِنْفَرَجَتْ) اِنْكَشَفَتْ -

(اَلْجَوبه) اَلْفُرْجَةُ الْمُسْتَدِيْرَة. فَالمراد ان الْغَيْمَ و السحاب محيطان بالمدينة

(قَنَاة) اسم وادٍ فِي الْمَدِيْنَةِ لَا ينصرف للعلميّةِ و التانيث.

(الجود) اَلْمَطَرُ الْغَزِيْرُ (ذكره البخاری فی باب الاستسقاء فِی الخطبة)

(۵۴)

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَ بَعْدَ

الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَ كَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ +

ترجمہ :- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے پہلے دو رکعتیں اور اس کے پیچھے دو رکعتیں اور مغرب کے بعد دو رکعتیں اپنے گھر میں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد نہ پڑھتے یہانتک کہ گھر کو لوٹتے اور (گھر میں) دو رکعتیں پڑھتے۔

(وَهٰذَا الْحَدِيْث ذكره البخاري في باب الصلوٰة بعد الجمعة وقبلها)

(۵۵)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْاَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ ، فَاَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَاْتِيَهَا ، وَ قَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرِدْ مِنَّا ذَالِكَ ، فَذُكِرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ +

ترجمہ :- ابن عمر سے مروی ہے، کہا: ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (حضور) احزاب سے واپس آئے فرمایا : کوئی شخص بجز بنی قُریظہ میں (جا پڑھنے کے) عصر کی نماز نہ پڑھے۔ پس ان کے بعض کو عصر کا وقت آگیا راستے میں۔ پس ان کے بعض نے کہا ہم نہیں نماز پڑھیں گے تاآنکہ وہاں پہنچیں۔ اور ان کے بعضوں نے کہا ، بلکہ ہم نماز پڑھ لیں گے۔ ہم سے (آنحضرت نے) وہ (یعنی وہاں جاکر نماز پڑھنا) نہیں چاہا۔ پھر اس کا ذکر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہ کی۔

تشریحات :۔

(مِنَ الاَحْزَابِ) اَیْ غَزْوَۃِ الاَحْزَابِ، وَھِیَ غَزْوَۃُ الخَنْدَقِ۔

(بَنِیْ قُرَیْظَۃَ) فِرْقَۃٌ مِنَ الیَھُوْدِ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سوا بنی قریظہ کے اور جگہ نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کرنے پر اکٹھے ہو گئے تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر معاہدہ کر لیا تھا۔ اس کی خبر آنحضرت علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام نے پہنچائی تھی۔

(لَمْ یُرِدْ مِنَّا ذَالِكَ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہ تھی کہ ہم نماز کو اس کے وقت سے باہر کر دیں بلکہ مراد شدتِ عجلت تھی۔

(وَھٰذَا الحَدِیثُ ذَکَرَہُ البُخَارِیُّ فِی بَابِ صَلٰوۃِ الطَّالِبِ والمطلوب)

(۵۶)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْا یَوْمَ الفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ +

ترجمہ :۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن سویرے نہ نکلتے یہانتک کھا لیتے چند کھوریں۔

تشریحات:

(لَا یَغْدُوْا) لَا یَخْرُجُ اَوَّلَ النَّھَارِ لِصَلَاۃِ العِیْدِ۔

(حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ) قَالَ المھلب : نماز سے پہلے کھانے میں یہ حکمت ہے کہ خیال کرنے والا نماز عید تک روزے کے لازم ہونے کا خیال نہ کر بیٹھے۔ وَقَالَ غَیْرُہٗ : جب صوم کے فرض ہونے کے بعد فطر کا وجوب واقع ہوا تو اللہ کے حکم کی بجاآوری میں پیشقدمی کرنے کے لئے فطر کی جلدی مستحب ہوگئی۔

(ذکرہ البخاری فی باب الاکل یوم الفطر قبل الخروج)

(۵۷)

وَعَنْهُ مِنْ طَرِيقٍ ثَانٍ وَ يَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا +

(ترجمہ) اور ان ہی سے مروی ہے دوسرے طریق سے (یعنی اور سند سے) اور کھائے ان (کھجوروں) کو طاق (یعنی تین یا پانچ یا سات یا کم و بیش) +

(۵۸)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، مَا العَمَلُ فِي اَيَّامٍ اَفْضَلُ مِنْهَا فِي هٰذِهٖ، قَالُوا وَلَا الجِهَادُ؛ قَالَ وَ لَا الجِهَادُ اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَیْءٍ +

(ترجمہ) ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، فرمایا نہیں ہے عمل کسی دنوں میں (سال کے) زیادہ فضیلت والا اُن (اعمال) سے جو ان دنوں (ایام تشریق) ہیں ہوں۔ (صحابہ نے) کہا: اور نہ جہاد۔ فرمایا: اور نہ جہاد بجز اسکے کوئی شخص نکلا اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈالتا ہوا اور کوئی چیز لے کر نہ لوٹا۔

(۵۹)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِئُ اِيْمَاءً صَلَاةَ اللَّيْلِ اِلَّا الفَرَائِضَ وَ يُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ +

(ترجمہ) ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اپنی سواری پر۔ وہ جدھر آپ کو لے کر رخ کرتی ایماء (اشارہ) فرماتے نماز شب کا اشارہ۔ سوائے فرائض کے اور وتر سواری پر ادا فرماتے۔

تشریحات :-

(حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ) یعنی سواری جس جگہ کی طرف آپ کا رُخ کردیتی، تو جدھر آپ کا مقصد ہوتا وہی جہت آپ کا قبلہ ہو جاتی، اسی پر محمول ہوا اللہ کا یہ قول فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی جدھر تم منہ پھیرو وہی اللہ کی جہت ہے یعنی جس جہت کی جانب اللہ نے منہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

(يُوْمِئُ) بدل اشتمال ہے يُصَلِّيْ سے۔ یا حال ہے فاعل يُصَلِّيْ سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا رکوع وسجود پورا نہ کرتے تھے۔

(اِيْمَاءً) منصوب ہے مفعولیہ مطلقہ پر۔

(صَلٰوةَ اللَّيْلِ) وَهِيَ النَّافِلَةُ الْمُطْلَقَةُ۔

(اِلَّا الْفَرَائِضَ) مستثنیٰ منقطع ہے صَلَاةَ اللَّيْلِ سے بمعنی لیکن یعنی لیکن فرائض راحلہ پر نہیں پڑھتے تھے۔ مستثنیٰ متصل نہیں ہے کیونکہ مراد ہے فرائض کا خارج ہونا حکم سے خواہ لیلی ہو یا نہاری۔

(وَيُوْتِرُ) اور وتر پڑھتے نماز شب سے فارغ ہونے کے بعد۔

(هٰذا الحديث ذكره البخاري في باب الوتر في السفر)

(۶۰)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ +

ترجمہ :- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساعت (قیامت) قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قبض کرلیا جائے (اٹھا لیا جائے) علم، کثرت سے

آئیں بھونچال، اور قریب قریب ہو جائے زمانہ (یعنی وقت کوتاہ معلوم ہو یا اس کی برکت جاتی رہے) اور زیادہ واقع ہو هرج اور هرج قتل ہے یہاں تک کہ (اتنا) زیادہ ہو جائے تم میں مال کہ بہ نکلے۔

(فی باب ما قیل فی الزلازل و الآیات)

(۱۶)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، اَ لَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ، وَ تَصُوْمُ النَّهَارَ؟ قُلْتُ اِنِّیْ اَفْعَلُ ذَالِكَ، قَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ هَجَمَتْ عَیْنُكَ، وَ نَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَ لِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، فَصُمْ وَ اَفْطِرْ، وَ قُمْ وَ نَمْ +

ترجمہ:- عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تو رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا میں یہ کرتا ہوں فرمایا: کہ جب تو ایسا کریگا، تیری آنکھیں پست اور کمزور ہو جائینگی، اور تیری جان تھک ہار جائے گی۔ اور یقیناً تیری جان کا تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے پس تو (بعض دنوں میں) روزہ رکھ اور (بعض دنوں میں) افطار کر۔ رات کو قیام (بھی) کر اور سو (بھی)۔

فائدہ:- عبداللہ نے کہا: میرے باپ نے قریش کی ایک عورت سے میرا بیاہ کر دیا۔ میں نماز و روزہ میں مشغول رہنے کے سبب اس کے قریب نہ جا سکا۔ یہ بات میرے باپ کو پہنچی تو اس نے مجھے سخت سست کہا، پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی اور آپ نے مجھے طلب فرمایا جب میں آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ! تم دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: عبداللہ! تم (ساری) رات قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا:

جی ہاں۔ فرمایا: لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں کو بھی مَس کرتا ہوں۔ پس جو شخص میری سنت سے بیرغبت ہو وہ میرا نہیں۔ پھر فرمایا قرآن پڑھ تین دن میں۔ اور روزہ رکھ ہر ماہ میں تین دن۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زائد کی طاقت رکھتا ہوں۔ پس آنحضرت صلعم مجھے اوپر اٹھاتے گئے یہانتک کہ فرمایا: ایک روز روزہ رکھ اور ایک دن افطار کر کہ یہ افضل الصیام ہے اور یہ میرے بھائی داؤد کا روزہ ہے۔

(تتمہ) کسی نے معروف کرخی رحمۃ اللہ سے پوچھا، کونسی چیز عبادت کے لئے زیادہ برانگیختہ کرنے والی اور نفس کی خواہش کو زیادہ قطع کرنے والی ہے۔ فرمایا: موت کا ڈر۔ کہا اس سے زیادہ؟ فرمایا: محشر میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کی ہیبت۔ پوچھا، اس سے زیادہ؟ فرمایا: دوزخ کا خوف اور جنت کی امید۔ پوچھا اس سے زیادہ؟ فرمایا: بھائی! اگر وہ تجھ سے محبت کرے تو تُو اس سے محبت کرے گا، اور اگر تو اس سے محبت کرے گا تو وہ یہ ساری چیزیں تجھ کو بھلا دیگا۔ اور تو اس کی عبادۃ خالص اسی کے لئے کرے گا۔ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ مستحب دین میں بہر حال مطلوب ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے ہیں کہ تو حقوق دینے میں مصروف ہو کر ایک دفعہ بھی مستحب کو ترک نہ کر، بلکہ اپنے فرض اور ندب کو جمع کر۔

اگر تم قواعد شریعت کا استقراء کروگے تو سب کو اسی اسلوب پر پاؤگے، جس سے اللہ بھلائی چاہتا ہے اس کو اس کے نفس کے عیب سُجھا دیتا ہے اور وہ اپنی سیدھی راہ کو دیکھ لیتا ہے۔ اسی واسطے کہا ہے: تیرا اپنے نفس پر نظر رکھنا اس کے ماسوا سے براہ ہے۔ اور تیرا ان میں مشغول رہنا نفس سے حجاب ہے۔ اگر تو اپنے نفس پر خورسند ہو گیا تو اس کے ماسوا سے بے بہرہ ہو گیا، اور اگر تو اپنے نفس سے خورسند نہ ہوا تو اس کی اور اس کے ماسوا کی بہتری کو پالیا۔

(ھٰذَا الحَدِیثُ ذَکَرَہُ البخاری فی باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ)

اَلنَّصِیحَۃ

(از فیلسوفِ اسلام علامہ جوہری طنطاوی)

اَلْجَمْعِيَّةُ الْاِنْسَانِيَّةُ جِسْمٌ، أَعْضَاءُهُ أَفْرَادُهَا، صِحَّتُهُ الْهُدٰى، دَاءُهُ الْغَيُّ، دَوَاؤُهُ النُّصْحُ وَ الْاِرْشَادُ. هَلْ يَقُوْمُ الْفَرْدُ الْوَاحِدُ بِعَمَلِهٖ أَوْ يَتِمُّ وَظِيْفَتَهٗ فِي الْحَيَاةِ اِلَّا اِذَا صَحَّ الْجَمْعُ وَ تَمَّ نِظَامُهٗ وَ كَمُلَ؛ فَلَا سَعَادَةَ لِلْفَرْدِ اِلَّا بِسَعَادَةِ مَوَاطِنِيْهِ وَ لَا نِظَامَ فِيْ مَنْزِلِهٖ اِلَّا اِذَا انْتَظَمَتْ سَائِرُ مَصَالِحِ بِلَادِهٖ وَ قَامَتْ عَلٰى اَسَاسٍ مَتِيْنٍ.

انسانی جمعیت (سماج) ایک جسم ہے، اس جسم کے اعضا (انگ) اس سماج کے افراد ہیں صحت اس (جسم) کی ہدایت ہے بیماری اسکی کجروی ہے اور دوا اسکی نصیحت و ارشاد ہے. کیا کوئی فردِ واحد بغیر اسکے کہ جماعت درست ہو اور اسکا بند و بست کامل اور چست ہو زندگی کے خصوص میں اپنے کام کا ٹھیک سرانجام یا اپنی خدمت کا اتمام کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بغیر ہموطنوں کی خوشحالی کے نہ تو فرد کو کوئی خوشحالی (نصیب ہو سکتی) ہے اور نہ باقی کاروبار ملک کے محکم بنیاد پر قائم اور منتظم ہوئے بغیر اس کے گھر میں کوئی نظام قائم رہ سکتا ہے۔

سَائِلْ نَفْسَكَ وَ حَادِثْ ضَمِيْرَكَ، أَيَلَذُّ لَكَ الطَّعَامُ أَوْ يَسُوْغُ التَّنَزُّهُ وَ قَدْ صَفِرَ الْبَلَدُ وَ نَقَصَ الْعَدَدُ وَ حَاقَتِ الْاَحْزَانُ وَ انْتُهِبَتِ الْجِيْرَانُ وَ ابْتُلِيَ

اپنے دل سے پوچھو اور ضمیر سے دریافت کرو، کیا تم کو اس حالت میں کھانا پینا مزہ دے سکتا ہے یا سیر و تماشا خوش آسکتا ہے جبکہ شہر خالی ہو چکا ہو، تعداد کم ہو چکی ہو غم پاؤں جما چکے ہوں ہمسائے لٹ چکے ہوں، اور اہل وطن کے

مَوَاطِنُوكَ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ فَإِذَا سَمِعْتَ سَمِعْتَ بَاكِيًا أَوْ نَظَرْتَ رَأَيْتَ كَئِيبًا حَزِينًا أَفَلَا تَنْقَطِعُ الْأَنْفُسُ حَسَرَاتٍ وَيَتَبَدَّلُ الْفَرَحُ تَرَحًا وَاللَّذَّةُ أَلَمًا ؟ ذَالِكَ مَا يَدْعُوا إِلَيْهِ الْوِجْدَانُ ، وَيُوحِيهِ الضَّمِيرُ وَيُبَرْهِنُ عَلَىٰ صِحَّتِهِ الْعَقْلُ و يقرزه في قياسه المنطق وَيَفْقَهُهُ الْعَالِمُونَ۔

مالوں، جانوں اور پھلوں پر بلائیں نازل ہو چکی ہوں؟ حالت یہ ہو کہ جدھر کان دھرو کسی کا رونا سنو یا جدھر آنکھ اٹھاؤ کسی رنجیدہ غمدیدہ کو دیکھو تو کیا ان حالات میں دل حسرتوں کے مارے کٹ نہ جائینگے؟ شادی غم سے، اور لذت الم سے تبدیل نہ ہو جائیگی؟ یہ ہے جس کی طرف وجدان بلاتا، ضمیر جس کا ایما کرتی، عقل جس کی درستی پر دلیل لاتی، اور منطق جس کو اپنے قیاس میں ثابت کرتی ہے اور عالم جس کو سمجھتے ہیں۔

إِذَا لَمْ يَأْمُرِ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَى النَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ خَسِرُوا الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ يُحَارِبُ ضَمَائِرَهُمْ وَخَسَارَةٍ تَنْقُصُ أَمْوَالَهُمْ وَقَتْلٍ يَحْصُدُ رُءُوسَهُمْ وَانْتِهَالِ لِحُرُمَاتِهِمْ وَصُبَّتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِمْ وَالْخِزْيُ وَالْعَذَابُ الْمُهِينُ۔

جب کارفرما معقول کاموں کا حکم نہ کرینگے، اور منع کرنے والے نامناسب کاموں سے منع نہ کریں گے، تو دنیا و آخرت کا ٹوٹا پائینگے اور ایسا غضب سمیٹینگے جو انکے ضمیروں سے لڑے گا، اور ایسا خسارہ جو انکے مالوں کو گھٹا دیگا، اور ایسا قتل جو انکے سروں کی کٹائی اور انکی آبروریزی کریگا، اور لعنت اور رسوائی انپر برسیگی اور بڑی رسوائی کی مار انپر پڑیگی۔

بِهٰذَا يُفْهَمُ مَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ : لَا تَقِفَنَّ عِنْدَ رَجُلٍ يُقْتَلُ مَظْلُومًا فَإِنَّ اللَّعْنَةَ تَنْزِلُ

اس سے وہ مطلب بھی سمجھ میں آسکتا ہے جو اس حدیث میں وارد ہوا کہ: ایسے شخص کے پاس کبھی نہ ٹھہرنا جو مظلومی کی حالت میں مارا جا رہا ہو

عَلٰی مَنْ حَضَرَ وَ لَمْ يَدْفَعْ عَنْهُ. وَ وَرَدَ فِي حَدِيْثٍ آخَر : لَا يَنْبَغِي لِامْرِئٍ شَهِدَ مَقَامًا فِيْهِ حَقٌّ اِلَّا يَتَكَلَّمُ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَنْ يُقَدِّمَ اَجَلَهٗ وَ لَنْ يَحْرِمَ رِزْقَهٗ۔

کیونکہ یقیناً اس شخص پر لعنت نازل ہوتی ہے جو پاس موجود ہو اور اسکو نہ بچائے۔ اور ایک اور حدیث میں آیا ہے: کسی مرد کو جو ایسے مقام پر موجود ہو، جس میں کوئی حق ہو اسکے سوا مناسب نہیں کہ حق بات کہہ دے کیونکہ ایسا کرنا نہ تو اسکی موت ہی کو پہلے لے آئیگا اور نہ اسکو اسکی

تَقْوِيْمُ اعْوِجَاجِ اَوْلِيَاءِ الْاُمُوْرِ فَرْضٌ عَلٰی كُلِّ قَادِرٍ وَ لْيَكُنْ بِمَا فِيْ قُدْرَتِهٖ وَ مَا اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

اولیاء امور کی کجی کا راست کرنا ہر توانا پر فرض ہے۔ اور جو کچھ اس کی قدرت میں ہو اور جہانتک اس کو راستہ ملے اسے (اس میں دریغ نہ) کرنا چاہیئے۔

وَ مَا مَثَلُ حَالِ الْاُمَّةِ اِلَّا كَمَثَلِ مِيْزَانِ الْقَبَانِ فَسَاقُهٗ ذَاتُ الذِّرَاعَيْنِ الْقَصِيْرِ وَ الطَّوِيْلِ الْمُعَلَّقَةُ بِالرَّافِعَه كَاَوْلِيَاءِ الْاُمُوْرِ وَ الْاُمَّةُ الْمَحْكُوْمَةُ كَالْاَشْيَاءِ الْمَوْزُوْنَةِ مِنَ الْبِضَاعَاتِ الَّتِيْ وَقَعَ عَلَيْهِ السَّوْمُ وَ الْهُدَاةُ مِنْ اَرْبَابِ الْجَرَائِدِ وَ الْمَجَلَّاتِ كَالصَّنْجَةِ (الرُّمَّانَه) الَّتِيْ تُعَادِلُ بِهَا الْاَشْيَاءُ الْمَوْزُوْنَةَ مَوْضُوْعَه فَوْقَ الذِّرَاعَ الطَّوِيْلِ۔

اور امت کے حال کی مثال ویسی ہی ہے، جیسے رومانی میزان کی مثال، پس اس کی دو کوتاہ و دراز بازوؤں والی ساق جو رافعہ سے معلق ہوتی ہے حکام کی مانند ہے۔ اور محکوم امت اس مال تجارت ہیں سے ان تلنے والی چیزوں کی مانند ہے جن کا سودا ہوا ہو۔ اور رہنمایانِ قوم جیسے اربابِ جرائد و رسائل اس باٹ کی مانند ہیں جس سے تلنے والی چیزیں جو لمبے بازو پر رکھی جاتی ہیں، تولی جاتی ہیں۔

(وَ لْنُسَمِّ الْاُوْلٰی ذِرَاعَ الْقُوَّةِ وَ

(ہم پہلے کا نام بازوئے قوت اور دوسرے

الثَّانِيَةَ ذِرَاعَ المُقَاوَمَةِ)-
فَإِذَا قَامَ الهُدَاةُ بِإِرْشَادِهِمْ
وَ أَوْقَفُوا الأُمَرَاءَ عِنْدَ حَدِّهِمْ
إِذَا ظَلَمُوا ، وَ عَلَّمُوهُمْ إِذَا جَهِلُوا
وَ ذَكَّرُوهُمْ إِذَا نَسُوا، كَانَ
العَدْلُ وَ انْتَظَمَ الأَمْرُ وَاسْتَوَتْ
سَاقَةُ المِيزَانِ عَلَى حَدِّ الوَسَطِ
وَ سَبَّحَ لِسَانُ العَدْلِ الشَّاخِصِ
فَوْقَ السَّاقِ بِحَمْدِ أُولٰئِكَ الهُدَاةِ
وَ مَلَأَ الآفَاقَ شُكْرًا لَهُمْ مَعَ
الشَّاكِرِينَ . هٰذِهِ حَالُ الأُمَّةِ إِذَا
اسْتَقَامَ حُكَّامُهَا وَ هَدٰى عُلَمَاؤُهَا
وَ انْتَظَمَ شَمْلُهَا كَحَالِ المِيزَانِ
وَ قَدْ وُضِعَتِ الصَّنْجَةُ فِي
مُقَابِلِ المَوْزُونِ فِي الدَّرَجَةِ
المَطْلُوبَةِ بِالعَدْلِ ، فَإِذَا أُلْجِمَ
المُرْشِدُونَ أَوْ جَبُنُوا عَنِ النُّصْحِ
وَ الإِرْشَادِ سَقَطَتِ الأُمَّةُ إِلَى
الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ البَوَارِ وَ
الخَرَابِ، فَهِيَ كَحَالِ المَوْزُونِ
إِذَا رُفِعَ مَا يُعَادِلُهُ مِنَ

کا نام بازوئے مقاومہ رکھ لیتے ہیں)
پھر جب رہنما ان کی رہنمائی پر قائم ہوں اور
حکام کو جب وہ ظلم کرنے لگیں ان کی حد
پر ٹھہرا دیں، اور جب وہ جاہل ہوں تو ان
کو تعلیم دیں، اور جب وہ بھول جائیں تو
ان کو یاد دلائیں، عدل (قائم) ہو جائے گا۔ کام
درست رہے گا، ساقِ میزان بیچ کی حد پر
برابر رہے گی، اور زبانِ عدل جو ساق کے
اوپر اٹھی ہوئی ہے ان رہنماؤں کی ستائش کے
بھجن گائیگی، اور جہان کو شکر گزاروں کے ساتھ
انکے شکریے سے بھر دیگی۔ یہ حال ہے امت کا
جب اسکے حاکم سیدھے رہیں، اسکے عالم ہدایت
کرتے رہیں، اور اسکی حالت ترازو کی اس حالت
کی مانند درست رہے کہ باٹ تلنے والی چیز کے
مقابل اس درجے پر ہو جو عدل کے لئے مطلوب
ہے، پھر جب مرشدوں کی زبان بندی
کردی جائے یا وہ نصیحت وہدایت سے
بزدلی دکھائیں تو امت تباہی و بربادی کے
پست ترین طبقے میں گر جائے گی۔ پھر یہ حالت
تلنے والی شے کی اس حالت کی مانند
ہوگی، جب وہ باٹ جو اس

الصَّنْجَةِ (الرُّمَّانَةِ) وَ مَا
يُوَازِنُهٗ فَهُنَالِكَ تَكُوْنُ الْاُمَّةُ
فِيْ اَسْفَلِ سَافِلِيْنَ وَ يَشْمَخُ
الْحَاكِمُ بِاَنْفِهٖ وَ يَتَجَبَّرُ وَ يَتِيْهُ
رَأْسُهٗ فِي السَّمَاءِ وَ رِجْلَاهُ
عَلٰى اُولٰئِكَ الْمَظْلُوْمِيْنَ الْمَحْقُوْرِيْنَ
كَمَا تَرٰى فِيْ مِيْزَانِ الْمَحْسُوْسِ
اِذَا رُفِعَتْ صَنْجَتُهٗ اِرْتَفَعَتِ
السَّاقُ اِلَى الْاَعْلٰى وَ خَرَّ الْمَوْزُوْنُ
صَرِيْعًا تَحْتَهٗ. وَ عَكْسُ ذٰلِكَ
اِذَا مَالَ الْهُدَاةُ عَلَى الْقَائِمِيْنَ
بِالْاَمْرِ فَدَقُّوْا اَعْنَاقَهُمْ وَ
اَذَاقُوْهُمْ حَتْفَهُمْ وَ اَصْلَوْهُمُ
النَّارَ اِذَا طَغَوْا وَ بَغَوْا فَاِذَنْ
يُصْبِحُوْنَ تَحْتَ الْاُمَّةِ فَتَطْحَنُهُمْ
بِكَلْكَلِهَا وَ تَدُوْسُهُمْ بِاَرْجُلِهَا
كَمَا تَرٰى اِذَا وُضِعَتِ الرُّمَّانَةُ
وَ تَطَرَّفَتْ اِلٰى نِهَايَةِ السَّاقِ
فَتَنْزِلُ اِلَى الثَّرٰى. فَهٰذِهٖ ثَلَاثُ
اَحْوَالٍ لِكُلِّ اُمَّةٍ خَلَتْ اَوْ
سَتَأْتِيْ فَهَلْ فَهِمْتَ قَوْلَهٗ فِيْ

کے ہموزن اور برابر ہو اٹھا دیا گیا ہو۔ تو
اب یہ امت اسفل السافلین میں ہوگی اور
حاکم اپنی ناک چڑھائے گا۔ اور اس
کا سر آسمان میں کبر و غرور کرتا ہوگا
اور اس کے دونوں پاؤں ان مظلوم
و محقور لوگوں پر ہونگے۔ جیسا کہ تم میزان
محسوس میں دیکھتے ہو کہ جب اس
کا باٹ اٹھا لیا جاتا ہے تو زبان
ترازو اوپر کو اٹھ جاتی ہے۔ اور تلنے
والی چیز اس کے نیچے آ ٹپکتی ہے۔
برعکس اس کے جب رہنما حکام پر ٹوٹ پڑیں
اور ان کی سرکوبی کریں، اور ان کو
موت کا مزہ چکھانے اور آگ میں جھونکنے
لگیں جبکہ وہ طاغی و باغی ہو جائیں
تو اس وقت وہ امت کے نیچے آجاتے
ہیں اور وہ ان کو اپنے سینے سے پیستی
اور اپنے پاؤں سے کچلتی ہے۔ جیسا کہ تم
اس وقت دیکھتے ہو جب باٹ رکھا جائے اور
وہ ساق کے انتہائی کنارے پر لٹک کر زمین کی
طرف اتر پڑے۔ پس یہ تین حالات ہیں ہر امت
کے خواہ وہ گزر چکی ہو یا آنیوالی ہو کیا اب تم نے

الکِتَابِ: "وَ وَضَعَ المِیْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِی المِیْزَانِ وَ اَقِیْمُوا الوَزْنَ بِالقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا المِیْزَانَ" وَ هِیَ الاَحْوَالُ الثَّلَاثَةُ الَّتِیْ ذَکَرْنَاهَا: الزِّیَادَةَ وَ النُّقْصَانَ وَ العَدْلَ۔

قرآن مجید میں اللہ کے اس قول کا مطلب سمجھ لیا "اور اسی نے ترازو مقرر کی کہ تم میزان کے بارے میں حد معین سے تجاوز نہ کرو۔ اور تول کو انصاف سے ٹھیک رکھو۔ اور میزان کو مت گھٹاؤ" یہ وہی تین حال ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے زیادتی کمی اور برابری۔

مِنْ هٰذَا نَفْهَمُ مَا قَالَهُ کِسْرٰی وَ قَدْ سُئِلَ بِمَا انْتَظَمَ مُلْکُکَ؟ فَقَالَ: "بِالعَدْلِ" لِاَنِّیْ نَظَرْتُ فِیْ هٰذَا العَالَمِ فَوَجَدْتُهُ قَائِمًا بِالعَدْلِ، فَبَنَیْتُ مُلْکِیْ عَلَیْهِ فَکَانَ وَطِیْدًا۔

اسی سے ہم کسریٰ کے اس قول کو سمجھ لینگے جو اس سوال کے جواب میں اس نے کہا تھا کہ تیری بادشاہی کا نظام کس سبب سے درست ہوا؟ کہا: "عدل سے"۔ اس لئے کہ میں نے اس جہان میں غور کیا تو اس کو عدل پر قائم پایا، سو میں نے اپنی بادشاہی کی بنا عدل پر قائم کرلی تو وہ استوار ہوگئی۔

لَمْ یَأْلُ النَّاصِحُوْنَ مِنَ الاُمَمِ جُهْدًا فِیْ غَابِرِ الاَزْمَانِ فِی النُّصْحِ وَ الاِرْشَادِ وَ لَمْ یُبَالُوْا بِمَا یَنَالُهُمْ مِنَ الاَذٰی وَ المَوْتِ قِیَامًا بِمَا عُهِدَ اِلَیْهِمْ وَ مَا تُوْحِیْ بِهٖ ضَمَائِرُهُمْ۔

گزشتہ زمانوں میں امتوں کے ناصحین نے نصیحت و ہدایت میں کوئی کوتاہی نہ کی، اور جو ذمہ داری ان کو تفویض ہوئی، جو کچھ ان کے ضمائر نے سمجھایا اس کی بجاآوری کی خاطر کسی اذیت اور موت کے پہنچنے کی ذرا پروا نہ کی۔

اَلَا اُنَبِّئُکَ بِدَبْشَلِیْمَ مَلِکِ الهِنْدِ قَبْلَ المِیْلَادِ بِنَحْوِ ثَلَاثَةِ قُرُوْنٍ اِذْ طَغٰی وَ بَغٰی وَ تَجَبَّرَ

کیا میں تم کو ہندوستان کے راجہ دابشلیم (ولادت مسیح سے تقریباً تین صدی پیشتر) کا حال نہ بتاؤں۔ جب اس نے سرکشی و بغاوت

فَوَقَفَ بیدبا حَکِیمُ البَرَاهِمَةِ وَ
عَظِیمُهَا وَ قَامَ مَقَامَ الخَصْمِ الأَلَدِّ
مُدَافِعًا عَنْ أَبْنَاءِ أُمَّتِهِ فِی
مَنْزِلَةٍ بَیْنَ المَنْزِلَتَیْنِ أَمَّا
اِسْتِقَامَةُ الأُمُوْرِ وَ اِنْتِظَامُ الجُمْهُوْرِ
وَ إِمَّا سَفْكُ دَمِهِ وَ إِذَاقَتُهُ طَعْمَ
المَوْتِ الزُّؤَامِ وَ اِحْتِسَاءِ كَأْسِ
الحِمَامِ. وَ أَبَی الفَیْلَسُوْفُ البَقَاءَ
عَلَی الذِّلَّةِ وَ الهَوَانِ أَوِ الخُرُوْجَ
مِنَ الأَوْطَانِ فَنَالَ بُغْیَتَهُ بَعْدَ أَنْ
خَاطَرَ بِمُهْجَتِهِ وَ أَبْقَی لَهُ أَثَرًا یُذْكَرُ
بَعْدَهُ. فَقُلْ لِی رَعَاكَ اللهُ: إِذَا
لَمْ یَكُنْ هٰذَا الحَكِیْمُ فَكَیْفَ یَكُوْنُ
العَدْلُ وَ مَنْ ذَا الَّذِی یَذْكُرُ الظَّالِمَ
بِظُلْمِهِ وَ بَاغِی بِبَغْیِهِ. فَحَیَّا اللهُ
الحِكْمَةَ وَ الحُكَمَاءَ وَ مَنْ مَعَهُمْ.
وَ هَاكَ دَوْلَتَنَا العَرَبِیَّةَ، أَتَدْخُلُ
فِی قَلْبِكَ رِیْبَةٌ مِنْ عَدْلِ الخُلَفَاءِ
الأَرْبَعَةِ؟ أَلَیْسُوْا هُمْ عُنْوَانُ
العَدْلِ وَ نِبْرَاسَ الهُدٰی وَ عَلَمَ
السَّعَادَةِ وَ مَعَ ذٰلِكَ لَمْ یَدَعْهُمْ

اور جبر اختیار کیا تو برہمنوں کا فلسفی اور سردار
بیدبا اٹھا اور فرزندانِ ملت کی جانب سے
مدافعت کرنے کیلئے ایک سخت جھگڑنے والے
مدمقابل کی حیثیت سے دو نتیجوں میں سے ایک
کو مدنظر رکھکر ڈٹ گیا کہ یا تو سلطنت کا کام اور
پبلک کا نظام سدھر گیا اور یا اس کا خون بہ گیا
اور تلخ موت کا مزہ چکھنا اور جامِ مرگ پینا پڑ
گیا۔ فیلسوف مذکور نے ذلت و خواری کی
حالت میں رہنا، یا دیس سے نکل جانا منظور
نہ کیا اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس نے
اپنی مراد حاصل کر لی اور اپنے پیچھے اپنی یادگار
چھوڑ گیا۔ اب، خدا تمہارا نگہبان! یہ تو فرمائیے
کہ اگر یہ حکیم نہ ہوتا تو عدل کیسے ہوتا؟ اور
کون ایسا (مرد) ہے جو ظالم کو ظالم اور باغی
کو باغی کہہ سکے؟ اللہ حکمت کو، اور حکما کو
اور ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے ہیں زندہ
رکھے۔ اب ہماری عربی حکومت کو لو، کیا تمہارے
دلوں میں خلفائے چہارگانہ کے عدل کی طرف
سے کوئی شک داخل ہوتا ہے؟ کیا وہ لوگ
عنوانِ عدالت، چراغِ ہدایت اور علمِ سعادت
نہیں تھے۔ اس کے باوجود بھی نہ چھوڑا

النَّاصِحُونَ وَ لَمْ يَدَعْهُمُ الْمُرْشِدُونَ

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ قِصَّةَ اَبِي مُوسَى الاَشْعَرِيّ اِذْ كَانَ وَالِيًا عَلَى الْبَصْرَةِ وَ كَانَ اِذَا خَطَبَ يَدْعُوا لِعُمَرَ وَ لَا يَذْكُرُ اَبَا بَكْرٍ فَاغْتَاظَ مِنْهُ اَبُو محصن الْعَنْزِي فِي وَسَطِ الْجَمْعِ: "اَيْنَ اَنْتَ مِنْ صَاحِبِهِ تُفَضِّلُهُ عَلَيْهِ؟" فَعَمِلَ اَبُو مُوسٰى بِنَصِيحَتِهٖ* مَعَ عُمَرَ مِنْ بَعْدُ ثُمَّ شَكٰى اَبُو مُوسٰى لِعُمَرَ فَاسْتَحْضَرَهُ، فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ فَبَكٰى عُمَرُ وَ قَالَ لِلْعَنْزِي: "اَنْتَ وَ اللهِ اَوْفَقُ مِنْ اَبِي مُوسٰى. فَلِلّٰهِ دَرُّ تِلْكَ الاَيَّامِ وَ لِلّٰهِ دَرُّ مِنْ رِجَالٍ لَا يَخَافُوْنَ فِي الْحَقِّ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔

تَرَى النُّصَحَاءَ وَقَفُوْا فِي وُجُوْهِ بَنِي اُمَيَّةَ وَ اسْتَعْذَبُوا التَّعْذِيْبَ وَ رَضُوْا بِالْمَوْتِ كَمَا وَقَعَ لِحُطَيْطِ الزَّيَّاتِ اِذْ قَالَ لِلْحَجَّاجِ اِنَّكَ مِنْ اَعْدَاءِ اللهِ

اور مرشدوں نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

اس کتاب میں ابوموسیٰ اشعری کا قصہ بیان کرو جب وہ بصرہ پر حکمران تھے، جب وہ خطبہ کہتے۔ عمرؓ کو دعا دیتے اور ابوبکرؓ کا ذکر نہ کرتے۔ ابومحصن عنزی کو مجمع کے بیچ ان پر غصہ آیا۔ کہا: "تم اُن (عمرؓ) کے ساتھی سے کدھر (بھٹکے ہوئے) ہو کہ انکو ان پر ترجیح دے رہے ہو؟" ابوموسیٰ نے انکی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے خطبے میں اسکے بعد عمرؓ کے ساتھ ابوبکرؓ کا بھی ذکر کیا۔ پھر ابوموسیٰؓ نے عمرؓ کے پاس شکایت کی۔ عمرؓ نے انکو طلب کیا۔ اور ابوموسیٰؓ نے سارا حال بیان کیا۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر روئے اور عنزی سے کہا: تم خدا کی قسم! ابوموسیٰ کی نسبت زیادہ درستی پر ہو۔ کیا ہی خوب تھا وہ زمانہ اور کیا ہی بھلے تھے وہ لوگ حق کی خاطر کسی ملامتگر کی ملامت سے خوف نہ کرتے تھے۔

تم دیکھتے ہو کہ ناصحین بنو امیہ کے سامنے آڈٹے اور ان کی مار کو خوشگوار سمجھے اور مرنے کو پسند کر لیا۔ جیسا کہ حطیط زیات کے ساتھ واقع ہوا۔ جب انہوں نے حجاج سے کہا: تو یقیناً اس زمین پر اللہ کا دشمن

فِي الْأَرْضِ تَنْتَهِكُ الْمَحَارِمَ وَ تَقْتُلُ بِالظِّنَّةِ وَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ أَعْظَمُ مِنْكَ جُرْمًا وَ أَكْبَرُ مِنْكَ إِثْمًا وَ إِنَّمَا أَنْتَ خَطِيْئَةٌ مِنْ خَطَايَاهُ وَ سَيِّئَةٌ مِنْ سَيِّئَاتِهِ. فَأَمَرَ بِقَتْلِهِ فَقُتِلَ شَهِيْدَ الْحُرِّيَّةِ وَ هُوَ فِي الثَّامِنَةَ عَشَرَةَ مِنْ عُمْرِهٖ.

ہے۔ تو عزتوں کا لاگو ہوتا ہے۔ تہمت پر قتل کرتا ہے۔ اور عبد الملک بن مروان تجھ سے بھی بڑا مجرم اور بھاری گنہگار ہے۔ اور تو تو اس کی خطاؤں میں سے ایک خطا اور اسکی خصلتوں میں سے ایک برائی ہے۔ اِس پر اُس نے اُن کے قتل کا حکم دیا اور وہ اپنی عمر کے اٹھارھویں سال میں شہیدِ حریت ہو کر مار ڈالے گئے۔

هٰكَذَا مُلُوْكُ الْعَبَّاسِيِّيْنَ كَمْ وَعَظَهُمُ الْوَاعِظِيْنَ، وَ أَنْذَرَهُمُ الْمُنْذِرُوْنَ. هٰذَا أَبُوْ جَعْفَرٍ الْمَنْصُوْرُ وَ هُوَ الْمَشْهُوْدُ بِالْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ دَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُمَرَ الْأَوْزَاعِي وَ مِمَّا قَالَ لَهٗ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَخَافُ أَنْ تَسْمَعَ النُّصْحَ وَ لَا تَعْمَلَ بِهٖ.

یہی حال عباسی خلیفوں کا تھا۔ کس قدر واعظوں نے ان کو سمجھایا اور مُنذِروں نے انکو چونکایا! یہ ابوجعفر المنصور ہے، اور وہ علم و فضل میں مشہور ہے۔ عمر اوزاعی کا بیٹا عبدالرحمٰن اس کے پاس گیا اور اپنی گفتگو میں اس سے کہا: اے امیر المومنین! میں ڈرتا ہوں کہ تو نصیحتوں کو سن کر ان پر عمل نہ کرے۔

فَصَاحَ بِهِ الرَّبِيْعُ وَ انْتَهَرَهٗ بِالسَّيْفِ. فَقَالَ الْمَنْصُوْرُ: هٰذَا مَجْلِسُ مَثُوْبَةٍ، لَا مَجْلِسُ عَقُوْبَةٍ، وَ سَارَ الْأَوْزَاعِي فِي نُصْحِهٖ وَ وَعْظِهٖ وَ زَجْرِهٖ لِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

ربیع نے ان کو ڈانٹا اور تلوار سے دھمکایا تو منصور نے کہا: یہ مجلس ثواب ہے، مقامِ عقاب نہیں ہے۔ اور اوزاعی امیر المومنین کو وعظ و نصیحت کرنے اور جھڑکنے اور خلیفہ منصور کو ڈرانے

وَ ابْنُ ابْنِهِ الْخَلِيْفَةِ الْمَنْصُوْرِ۔	میں لگے رہے۔
وَ هٰذَا هَارُوْنُ الرَّشِيْدُ	اور یہ ہارون الرشید ہے
أُعْطِيَ قُوَّةً وَ مُلْكًا لَا يُنَازِعُهُ	اسکو وہ قوت وسلطنت عطا ہوئی کہ اس کے
فِيْهِمَا مُلُوْكُ زَمَانِهِ اَرْسَلَ	زمانے میں کوئی شخص اسکے مقابلے کا نہ تھا،
خَادِمًا يُحْضِرُ عُوْدَ الْغِنَاءِ	اس نے اپنا خادم فراغت کے وقت عود سرود
وَقْتَ الْفَرَاغِ فَاَحْضَرَهُ وَ	لانے کو بھیجا۔ اور وہ در دولت کا قصد کئے
بَيْنَمَا هُوَ سَائِرٌ يَقْصُدُ	ہوئے اسے لئے آرہا تھا کہ ایک فقیر مرد سے
بَابَ الْخَلِيْفَةِ اِذَا رَجُلٌ فَقِيْرٌ	دوچار ہوا جو گٹھلی گٹھلی کرکے زمین سے
يَلْتَقِطُ النَّوٰى مِنَ الْاَرْضِ نَوَاةً	گٹھلیاں چن رہا تھا، اس غرض سے کہ ان کو
نَوَاةً يَجْمَعُهَا لِيَبِيْعَهَا وَ يَعِيْشَ	بیچکر ان کی قیمت سے اپنا پیٹ پالے۔ خلیفہ
مِنْ ثَمَنِهَا۔ فَقَالَ الْخَادِمُ تَنَحَّ	کے خادم نے کہا: میاں! راستہ
عَنِ الطَّرِيْقِ يَا رَجُل! فَرَفَعَ	چھوڑ دو۔ اس فقیر نے سر اٹھایا اور
رَأْسَهُ وَ اَمْسَكَ بِالْعُوْدِ	عود کو پکڑ کر توڑ پھوڑ دیا۔ خلیفہ کو اس کا
فَكَسَرَهُ۔ فَاُخْبِرَ الْخَلِيْفَةُ	پرچہ لگا تو غصے سے جل بھن گیا
بِذٰلِكَ فَاسْتَشَاطَ غَضَبًا۔	. . . .
ثُمَّ اَحْضَرَهُ وَ سَاَلَهُ فَقَالَ	پھر اس کو بلوا کر دریافت کیا تو اس نے
يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! (وَ يَنْهٰى	کہا: امیرالمومنین! (اور اللہ منع کرتا ہے
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ	بے حیائی۔ برائی اور سرکشی سے)
وَ الْبَغْيِ) وَ اَنَا رَأَيْتُ	اور میں نے ایک برائی دیکھی
مُنْكَرًا فَاَزَلْتُهُ، فَمَا تُرِيْدُ	اور اس کو رفع کر دیا۔ اب تم کیا
مِنِّيْ؟ فَخَلَّ سَبِيْلَهُ وَ اَمَرَ	چاہتے ہو؟ یہ سنکر خلیفہ نے اسکو رہا کر دیا

اَنْ يُوْصَلَ بِثَمَانِمِأَةِ دِيْنَارٍ. فَرَدَّهَا	اور اس کو آٹھ سو دینار انعام دینے کا حکم کیا
ذَالِكَ الْفَقِيْرُ وَ قَالَ لِيُرَدَّهَا	اس فقیر نے یہ دینار واپس کرکے کہا: خلیفہ کو
الْخَلِيْفَةُ اِلٰى مَنْ اَخَذَهَا	چاہئے کہ جن لوگوں سے یہ لئے ہیں ان کو واپس
مِنْهُ ـ هٰذِهٖ حَالُ الدُّوَلِ الشَّرْقِيَّةِ	کردے ـ یہ حال ہے مشرق کی بڑی بڑی حکومتوں
الْكُبْرٰى وَ مُلُوْكُهَا وَ نُصَحَائِهَا	اور ان کے بادشاہوں اور ناصحوں کا اور
قَدِيْمًا، وَ هٰذِهٖ دُوَلُ اَوْرُبَّا	یہ یورپ کی سلطنتیں ہیں، اور ان کے
نُصَحَاؤُهَا اَخْبَارُهَا مَعْلُوْمَةٌ	ناصحین ان کے اخبار ہیں جن کا قارئین
بَيْنَ الْقَارِئِيْنَ ـ	کو علم ہے ـ
لَوْ لَا الْهُدَاةُ وَ الْمُصْلِحُوْنَ	اگر رہنما اور اصلاح کرنے والے
فِي الدُّوَلِ الْعَرَبِيَّةِ وَ الْمُحَرِّرُوْنَ	عربی حکومتوں میں، اور اڈیٹر اور
وَ الْحُكَمَاءُ فِي الدُّوَلِ الْغَرْبِيَّةِ	دانشور مغربی حکومتوں میں نہ ہوتے، تو
لَغَلَبَ الْعَزِيْزُ اَذَلَّهَا وَ اَكَلَ	قوی کمزور پر غالب آجاتا ـ اور اکثریت
الْكَثِيْرُ اَقَلَّهَا وَ اَضْحَتْ طُعْمَةً	اقلیتوں کو کھا جاتی اور اقلیت کھانے والوں
لِلْآكِلِيْنَ، فَرِيْصَةً لِلْقَانِصِيْنَ	کا نوالہ اور شکاریوں کا شکار بن کر بہت
فَاَسْرَعَ اِلَيْهَا الْفَنَاءُ.	جلد فنا ہو جاتی ـ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام اسلام
جالندھر شہر

اَلقِسمُ الثّانی

رَوضۃُ الاَطفال

مُدیر: محمد احمد خاں فی اکبر

الدروس العربیۃ

کلمۂ طیبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پہلا سبق

مدرسۃ البنات کی دو استانیوں میں بات چیت

(ا) آج مجھے پہلی جماعت کو کلمہ پڑھانا ہے اور اس طرح پڑھانا ہے کہ کلمہ بھی یاد کرانا ہے اور کلمے کا مطلب بھی سمجھانا اور یاد کرانا ہے اور کلمے کا مطلب بھی سمجھانا اور یاد کرانا ہے۔ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ آپ کے پاس بھی اس جماعت کا دوسرا فریق ہے۔ آپ نے کچھ سوچا ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہ کلمہ کیسے پڑھایا جائے؟

(ب) جی ہاں! کچھ سوچا تو ہے، مگر پہلے آپ بتائیں کہ آپ نے کیا طریقہ سوچا ہے؟

(ا) مینے تو یہی سوچا ہے کہ پہلے بورڈ کے اوپر کے کنارے پر پورا کلمہ لکھوں گی۔ یہ بچے ابتدائی درجے میں عربی اور اردو کی عبارت پڑھنا سیکھ چکے ہیں۔ پہلے ان کو آپ صحیح پڑھ کر سناؤں گی پھر جب دیکھوں گی کہ بچے صحیح بولنے میں میری پوری پوری نقل کرنے لگے ہیں تو تکرار کرا کر ان کو یاد کرا دوں گی۔ اب ایک ایک لفظ کلمے کا بورڈ پر لکھ کر اس کے معنے بتاتی اور بورڈ پر لکھتی جاؤنگی اور وہ منہ سے بولتے اور کاپیوں پر ان کی نقل لیتے جائینگے۔ نمونہ یہ ہوگا۔

لَا : نہیں	مُحَمَّدٌ : (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اِلٰهَ : پوجنے لائق (کوئی)	رَسُوْلُ : پیغمبر ہیں
اِلَّا : مگر	اَللّٰهِ : اللہ کے
اَللّٰهُ : اللہ ہے	

بہن! میں نے جو طریقہ سوچا تھا، وہ آپ کو سنا دیا ہے، لیکن میں تو کچھ آپ سے سن کر سیکھنا چاہتی ہوں اور اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ دونوں فریق کے بچوں کا سبق ایک سا رہیگا۔

(ب) بہن! میں آپ سے زیادہ کچھ نہیں جانتی مگر آپ کا ارشاد بجا لاتی ہوں:۔

میں پہلے بچوں کو کلمہ اور طیبہ دونوں لفظوں کا مطلب سمجھانا چاہتی ہوں

کَلِمَہ کہتے ہیں ایک بول کو۔ ایک بات کو۔ مثلاً جب تم گھر سے مدرسے کے لئے چلتی ہو تو امی جان تم سے کہتی ہیں: "بیٹا! سیدھی مدرسے پہنچنا۔ سڑک کے ایک کنارے ہو کر چلنا۔ سڑک کے بیچ ہو کر نہ چلنا تاکہ گھوڑے گاڑی موٹر وغیرہ سے تم کو صدمہ نہ پہنچے اپنی استانیوں کو ادب سے سلام کرنا۔ جماعت میں چپ چاپ بیٹھنا۔ استانی جی جو سبق پڑھائیں اور جو بات سمجھائیں اسکو دھیان دے کر سننا۔

ایسی جتنی باتیں تمھاری امی جان یا تمھارے ابا جان یا کوئی استانی صاحبہ یا کوئی اور صاحب تم سے کہتے ہیں، ان میں سے ہر بات یا بول ایک کلمہ ہے۔ باتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جیسی آپ نے ابھی سنی ہیں اور بری بھی ہوتی ہیں جو سننی نہیں چاہئیں۔

اچھی عمدہ مزیدار چیز کو طَیِّبَہ یا طَیِّب کہتے ہیں اور بری اور گندی چیزوں کو خَبِیْثَہ یا خبیث کہتے ہیں۔

اب بتاؤ کلمۂ طَیِّبَہ کے کیا معنے ہوئے؟

ایک طالبہ: عمدہ بات۔

سب طالبات سمجھ گئیں ؟

جی ہاں! کلمہ طیبہ: عمدہ بات۔ طیبہ: عمدہ۔ کلمہ: بات۔
اگلے سبق میں انشاء اللہ ہم تمہیں بتائینگے کہ اس کلمے میں کیسی عمدگی اور کتنی بڑائی ہے!!

الدرس ۱

(۱) قَالَ اَبُو مَامُوْن : اِبْنِیْ اِقْرَأْ ۔
(۲) قَالَتْ اُمُّ سَلْمٰی : بِنْتِیْ اِقْرَإِیْ ۔
(۳) قَالَ الْمُعَلِّمُ : وَیْلٌ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ ۔
(۴) قَالَتِ الْمُعَلِّمَةُ : وَیْلٌ لِمَنْ لَمْ تَقْرَأْ .
(۵) یَا مُوْسٰی وَ یَا یَحْیٰی : اِقْرَأَا دَرْسَکُمَا .
(۶) یَا اَیُّهَا الْاَوْلَادُ : اِقْرَأُوْا دُرُوْسَکُمْ .
(۷) مَاذَا تَفْعَلُ یَا سَعِیْد ؟ اَقْرَأُ دَرْسِیْ .
(۸) مَاذَا تَفْعَلِیْنَ یَا سَعِیْدَہ ؟ اَنَا اَقْرَأُ کِتَابًا .
(۹) اَیَّ کِتَابًا تَقْرَإِیْنَ ؟ اَنَا أَقْرَأُ کِتَابَ الْحِکَایَاتِ ۔
(۱۰) لِمَاذَا لَا تَقْرَإِیْنَ کِتَابًا مُفِیْدًا ؟

ترجمہ :-

(۱) ابو مامون نے کہا : بیٹے میرے! پڑھ ۔
(۲) ام سلمٰی نے کہا : بیٹی میری! پڑھ ۔
(۳) استاد نے کہا : (وَیْلٌ) وائے (لِمَنْ) اس کو جو نہیں پڑھا ۔
(۴) استانی نے کہا : وائے اس کو جو نہیں پڑھی ۔
(۵) اے موسٰی اور اے یحیٰی! تم دونو پڑھو اپنا سبق ۔

(۶) اے بچو! اپنے سبق پڑھو۔

(۷) سعید! (مَاذَا) کیا (تَفْعَلُ) تو کرتا ہے؟ اپنا (دَرْس) سبق (اَقْرَأُ) میں پڑھتا ہوں۔

(۸) سعیدہ! تو کیا کرتی ہے؟ (اَنَا) میں (اَقْرَأُ) پڑھتی ہوں (کِتَابًا) ایک کتاب۔

(۹) تو (اَیَّ) کونسی کتاب پڑھتی ہے؟ میں کہانیوں کی کتاب پڑھتی ہوں۔

(۱۰) (لِمَاذَا) کیوں تو نہیں پڑھتی کوئی مفید کتاب۔

الدرس ۲

(۱) یَا بَنَاتِیْ! اِقْرَأْنَ الْقُرْاٰنَ.

(۲) یَا اَبَانَا! قَدْ قَرَأْنَ الْقُرْاٰنَ.

(۳) اَیَّ کُتُبٍ تَقْرَأُوْنَ؟ نَحْنُ نَقْرَأُ التَّارِیْخَ الْاِسْلَامِیَّ.

(۴) اَیَّ کُتُبٍ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَقْرَأُوْا.

(۵) اَنَا اُحِبُّ الْقِرَأَةِ فِیْ کُتُبٍ عَرَبِیَّةٍ.

(۶) وَ اَخِیْ اَیْضًا یُحِبُّ الْقِرَاءَةَ فِیْ کُتُبٍ عَرَبِیَّةٍ.

(۷) هُوَ یَقْرَأُ اَحْسَنَ مِنِّیْ وَ اُخْتِیْ تَقْرَأُ اَحْسَنَ مِنْهُ.

(۸) اَخَوَاتِیْ قَرَءْنَ طُوْلَ اللَّیْلِ.

(۹) هَلْ قَرَأَ اَخُوْكَ دَرْسَهُ الْبَارِحَه؟

(۱۰) لَا یَا سَیِّدِیْ! مَا قَرَأَهُ.

کُلُّ وَلَدٍ فِی الْمَدْرَسَةِ یُمْكِنُهُ اَنْ یَكْتُبَ وَ یَقْرَأَ اللُّغَةَ الْعَرَبِیَّةَ۔

ترجمہ: (۱) اے میری بیٹیو! قرآن پڑھو۔

(۲) اے ہمارے باپ! ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے۔
(۳) کونسی کتابیں تم پڑھتے ہو؟ ہم تاریخ اسلامی پڑھتے ہیں۔
(۴) کونسی کتابیں (تَرْغَبُوْنَ) تم بہت چاہتے ہو (ان) کہ (تَقْرَأُوْا) تم پڑھو۔
(۵) میں عربی کتابیں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔
(۶) اور میرا بھائی بھی عربی کتابیں پڑھنا پسند کرتا ہے۔
(۷) (هُوَ) وہ پڑھتا ہے (مِنِّیْ) مجھ سے (اَحْسَنَ) بہتر اور میری بہن (مِنْهُ) اس سے بہتر پڑھتی ہے۔
(۸) (اَخَوَاتِیْ) میری بہنیں (طُوْلَ اللَّيْلِ) ساری رات پڑھا کیں۔
(۹) کیا تیرے بھائی نے کل اپنا سبق پڑھا؟
(۱۰) نہیں جناب! اس نے نہیں پڑھا۔
(۱۱) ہر شخص مدرسے میں عربی زبان لکھ پڑھ سکتا ہے۔

الدَّرس ۳

الْمُعَلِّمُ: اُمٌّ، لَهَا سَبْعَةُ اَطْفَالٍ، وَلَدَيْهَا خَمْسُ تُفَّاحَاتٍ، فَكَيْفَ تَقْسِمُهَا عَلَيْهِمْ؟

التِّلْمِيْذُ: نَصْنَعُ التُّفَّاحَ مُرَبًّى.

ترجمہ:

استاد: ایک ماں ہے، اس کے سات بچے ہیں، اس کے پاس پانچ سیب ہیں، پس کس طرح ان کو بانٹے ان پر؟

شاگرد: سیبوں کو مربّی بنالے۔

اَلدَّرْسُ ٤

شُهُوْرُ السَّنَةِ

كَلَّفَ مُعَلِّمٌ تِلْمِيْذَهُ اَنْ يَحْفَظَ اَسْمَاءَ الشُّهُوْرِ، فَكَانَ كُلَّمَا حَفِظَهَا نَسِيَهَا، فَنَظَمَهَا لَهُ فِي الْبَيْتَيْنِ:

يَنَايِرُ فِبْرَايِرُ وَ مَارِسْ
اَبْرِيْلُ مَايُو يُوْنِيُو السَّادِسُ
وَ يُوْلِيُوْ اَغُسْطُسْ سَبْتَمْبِرُ
اُكْتُوبِرُ نُوْفِمْبِرُ دِسَمْبِرُ

فَلَمَّا حَفِظَ الْبَيْتَيْنِ، لَمْ يَعُدْ يَنْسَى اَسْمَاءَ الشُّهُوْرِ.

ترجمہ:

تکلیف دی ایک استاد نے اپنے شاگرد کو کہ یاد کرے نام مہینوں کے، پس تھا جب کبھی یاد کرتا ان کو بھول جاتا ان کو، پس اس نے نظم کر دیا ان کو دو آیندہ بیتوں میں:

. . . .

. . . .

پھر جب اس نے یہ دو تو شعر یاد کر لیے، پھر کبھی نہ بھولا نام مہینوں کے۔

الدرس ٥

(المسلسل)

(۱) اَلشَّرَرُ مِنَ اللَّهَبِ۔ (۲) وَ اللَّهَبُ مِنَ النَّارِ۔
(۳) وَ النَّارُ مِنَ الْفَحْمِ۔ (۴) وَ الْفَحْمُ مِنَ الْحَطَبِ۔

(۵) وَ الحَطَبُ مِنَ الشَّجَرِ. (۶) وَ الشَّجَرُ مِنَ الغَابَةِ۔

ترجمہ: سلسلہ وار

(۱) چنگاری شعلے سے (ہوتی ہے) (۲) اور شعلہ آگ سے۔

(۳) اور آگ کوئلے سے۔ (۴) اور کوئلہ ایندھن سے۔

(۵) اور ایندھن درخت سے (۶) اور درخت جنگل سے۔

الدرس ۶

(المسلسل)

(۱) الرَّیُّ مِنَ القَنَاةِ. (۲) وَ القَنَاةُ مِنَ التُّرْعَةِ.

(۳) وَ التُّرْعَةُ مِنَ النَّهْرِ. (۴) وَ النَّهْرُ مِنَ السَّیْلِ.

(۵) وَ السَّیْلُ مِنَ المَطَرِ. (۶) وَ المَطَرُ مِنَ السُّحُبِ.

(۷) وَ السُّحُبُ مِنَ البُخَارِ.

(۸) وَ البُخَارُ مِنْ مِیَاهِ البَحْرِ، اَلَّتِی تُبَخِّرُهَا حَرَارَةُ الشَّمْسِ.

ترجمہ:

(۱) سینچائی نالیوں سے (ہوتی) ہے۔ (۲) نالیاں نہروں سے (نکلتی) ہیں۔

(۳) نہریں دریا سے۔ (۴) دریا سیلاب سے۔

(۵) اور سیلاب بارش سے۔ (۶) اور بارش بادلوں سے۔

(۷) اور بادل بھاپ سے۔

(۸) اور بھاپ سمندر کے پانیوں سے جن سے سورج کی گرمی بھاپ اٹھاتی ہے۔

الدرس ۷

صِغَارُ الحَیَوَانِ

(۱) اَلْعِجْلُ وَلَدُ البَقَرَةِ ۔ (۲) اَلشِّبْلُ لِلْاَسَدِ ۔
(۳) اَلْجَرْوُ لِلْکَلْبِ ۔ (٤) اَلْجَحْشُ لِلْحِمَارِ ۔
(٥) اَلْمُهْرُ لِلْخَیْلِ ۔ (٦) اَلْفَرَارِیْجُ لِلدَّجَاجِ ۔

ترجمہ: حیوانات کے بچے

(۱) عِجْل (بچھڑا) گائے کا بچہ ہے۔ (۲) شِبْل (بگھیلا) شیر کا (بچہ) ہے۔
(۳) جَرْو (پلّا) کتّے کا۔ (۴) جَحْش گدھے کا۔
(۵) مُهْر (بچھیرا) گھوڑے کا۔ (۶) فَرَارِیج (چوزے) مرغی کے +
فُرُّوج : چوزہ۔

الدرس ۸

بَعْضُ الحُلِیِّ

(۱) اَلسِّوَارُ لِلْمِعْصَمِ ۔ (۲) اَلْخَاتَمُ لِلْاِصْبَعِ ۔
(۳) اَلْقُرْطُ لِلْاُذُنِ ۔ (٤) اَلْخَلْخَالُ لِلرِّجْلِ ۔
(٥) اَلْقِلَادَةُ لِلْعُنُقِ ۔

ترجمہ: کچھ زیورات

(۱) کنگن کلائی کے لئے۔ (۲) انگوٹھی انگلی کے لئے۔
(۳) بالی کان کے لئے (۴) پازیب پاؤں کے لئے۔
(۵) مالا گلے کے لئے۔

اَلدَّرْس ۹

اَلْحَوَاسُّ الْخَمْسُ

(۱) اَلعَيْنُ لِلنَّظَرِ . (۲) اَلاُذُنُ لِلسَّمْعِ .
(۳) اَللِّسَانُ لِلذَّوْقِ . (۴) اَلاَنْفُ لِلشَّمِّ .
(۵) اَلْيَدَانِ لِلَّمْسِ .

ترجمہ : **پانچ حواس**

(۱) آنکھ دیکھنے کے لئے (۲) کان سننے کے لئے ۔
(۳) زبان چکھنے کے لئے ۔ (۴) ناک سونگھنے کے لئے ۔
(۵) دونوں ہاتھ چھونے کے لئے ۔

الدرس ۱۰

بَعْضُ الاَوْصَافِ

(۱) عُنُقُ الجمَلِ طَوِيلٌ . وَ ذَيْلُ الجَمَلِ قَصِيرٌ .
(۲) جِلْدُ الفِيلِ ثَخِينٌ . وَجِلْدُ الغَزَالِ رَقِيقٌ .
(۳) اَلجَبَلُ مُرْتَفِعٌ . وَ الوَادِی مُنْخَفِضٌ .
(۴) حَقْلُنَا بَعِيدٌ . وَ حقْلُ مُحَمَّدٍ قَرِيبٌ .
(۵) اَلاَسَدُ حَيَوَانٌ قَوِیٌّ . وَ الحَمَلُ حَيَوَانٌ ضَعِيفٌ .
(۶) اَلاَرْنَبُ جَرْيُهَا سَرِيعٌ . وَ السُّلَحْفَاةُ مَشْيُهَا بَطِیءٌ .
(۷) اَلحَرِيرُ نَاعِمٌ . وَ الصُّوفُ خَشِنٌ .
(۸) اَلرِّيشُ خَفِيفٌ . اَلرَّصَاصُ ثَقِيلٌ .

(۹) عِجْلُنَا سَمِيْنٌ . وَ مُهْرُهُ نَحِيْفٌ .

(۱۰) اَلْخَشَبُ صُلْبٌ . وَ عُوْدُ الْقَصَبِ لَيِّنٌ .

(۱۱) اَلنَّهَارُ مُضِيْءٌ . وَ اللَّيْلُ مُظْلِمٌ .

(۱۲) اَلْقِطُّ حَيَوَانٌ مُسْتَأْنِسٌ . اَلذِّئْبُ حَيَوَانٌ وَحْشِيٌّ .

(۱۳) مَحْمُوْدٌ شُجَاعٌ . وَ خَلِيْلٌ جَبَانٌ .

(۱۴) مَحْمُوْدٌ اَنْقَذَ عَلِيًّا مِنَ الْغَرَقِ .

خَلِيْلٌ يَخَافُ مِنَ الْبَقَرَةِ .

ترجمہ: کچھ صفتیں

(۱) اونٹ کی گردن لمبی ہے ۔ اونٹ کی دُم چھوٹی ہے ۔

(۲) ہاتھی کی کھال موٹی ہے ۔ اور ہرنوٹے کی کھال پتلی ہوتی ہے ۔

(۳) پہاڑ اونچا ہے ۔ اور وادی نیچی ہے ۔

(۴) ہمارا کھیت دُور ہے اور محمد کا کھیت نزدیک ہے ۔

(۵) شیر زور آور جانور ہے ۔ اور لیلا کمزور جانور ہے

(۶) خرگوش ، اُس کی دوڑ تیز ہے ۔ اور کچھوا اس کی چال آہستہ ہے ۔

(۷) ریشم نرم ہے ۔ اور اُون کھُردری ہے ۔

(۸) پَر ہلکا ہے ۔ سیسہ بھاری ہے ۔

(۹) ہمارا بچھڑا موٹا ہے ۔ اس کا بچھیرا دُبلا ہے ۔

(۱۰) لکڑا سخت ہے ۔ نرکل کی لکڑی نرم ہے ۔

(۱۱) دن روشن ہے ۔ اور رات اندھیری ہے ۔

(۱۲) بِلّا ہِل جانے والا جانور ہے ۔ بھیڑیا جنگلی جانور ہے ۔

(۱۳) محمود بہادر ہے ۔ خلیل ڈرپوک ہے ۔

(۱۴) محمود نے علی کو ڈوبنے سے بچایا - غلبل گائے سے ڈرتا ہے

لِمَاذَا اَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ؟

(۱) اَذْهَبُ اِلَى الْمَدْرَسَةِ لِاَتَعَلَّمَ الْقِرَاءَةَ وَ الْكِتَابَةَ وَالْحِسَابَ وَ بَاقِي الْعُلُومِ الَّتِيْ اَحْتَاجُ اِلَيْهَا فِيْ حَيَاتِيْ۔

(۲) اَتَعَلَّمُ هٰذِهِ الْعُلُوْمَ خَاصَّةً لِكَيْ اَتَهَذَّبَ فَاُصْبِحَ يَوْمًا رَجُلًا اَدِيبًا يُحْسِنُ الْقِيَامَ بِكُلِّ وَاجِبَاتِهٖ لِلّٰهِ وَ النَّاسِ۔

(۳) قَدْ حَفِظْتُ الصَّلٰوتِ لِاَنَّ تَقْوَى اللّٰهِ اَوَّلُ وَاجِبَاتِنَا۔

(۴) وَ تَعَلَّمْتُ اُصُوْلَ الْقِرَاءَةِ وَ الْخَطِّ۔

(۵) اُحْسِنُ التَّلَفُّظَ بِالْكَلِمَةِ بِلَا تَهْجِئَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ بَعْدُ اَنْ اَقْرَأَ الْعِبَارَةَ جُمْلَةً بِلَا تَوَقُّفٍ۔

(۶) اَعْرِفُ رَسْمَ الْحُرُوفِ مُنْفَصِلَةً وَ اَخَذْتُ فِيْ كِتَابَتِهَا مُرَكَّبَةً۔

(۷) اَمَّا الْحِسَابَ فَلَا اَعْرِفُ مِنْهُ اِلَّا وَضْعَ الْاَرْقَامِ ۔ سَاَبْدَأُ عَنْ قَرِيْبٍ عَلَى الْجَمْعِ وَ الطَّرْحِ۔

(۸) اُحِبُّ الدَّرْسَ لِاَنَّ الْوَلَدَ بِلَا عِلْمٍ كَالْحَيْوَانِ لَا يُمَيِّزُ بَيْنَ الْاُمُوْرِ وَ لَا يَعْرِفُ الْخَيْرَ لِيَعْمَلَهٗ وَ لَا

الشَّرِّ لِيَجْتَنِبَهُ .

ترجمہ :-

(۱) اَذْهَبُ (میں جاتا ہوں) اِلَى الْمَدْرَسَةِ (مدرسہ کو) لِ (تاکہ) اَتَعَلَّمَ (سیکھوں) اَلْ-قِرَاءَةَ (پڑھنا) اور اَلْ-كِتَابَةَ (لکھنا) اور اور حساب اور باقی علم اَلَّتِي اِلَيْهَا (جن کی) اَحْتَاجُ (مجھ کو ضرورت پڑتی ہے) میری زندگی میں -

(۲) میں سیکھتا ہوں ان علموں کو خاصکر لِكَيْ (اس لئے کہ) اَتَهَذَّبَ (نیک چلن بنوں) فَ (تو) اُصْبِحَ (میں ہو جاؤں) کسی دن با ادب آدمی (جو) يُحْسِنُ الْقِيَامَ بِ (جو اچھی طرح بجا لا سکے) كُلِّ وَاجِبَاتٍ (سارے فرائض) لِلّٰهِ وَ النَّاسِ (اللہ کے اور لوگوں کے) -

(۳) مینے یاد کرلی ہیں نمازیں لِاَنَّ (کیونکہ) پرہیزگاری اللہ کی ہمارے فرضوں میں اول ہے -

(۴) اور مینے سیکھے ہیں قاعدے پڑھنے کے اور خوشخطی کے -

(۵) میں اچھی طرح بول سکتا ہوں بِالْكَلِمَةِ (لفظ کو بغیر ہجے کرنے کے) ہاں مَیں (بَعْدُ) ابھی (لَا اَسْتَطِيعُ اَنْ اَقْرَأَ) نہیں پڑھ سکتا عبارت فقروں میں بغیر اٹکنے کے -

(۶) میں جانتا ہوں لکھنا حرفوں کا جُدا جُدا اور لگا ہوں لکھنے جوڑے ہوئے -

(۷) پر حساب سو مَیں نہیں جانتا سوا رقمیں لکھنے کے اور میں شروع کروں گا عنقریب جمع اور تفریق -

(۸) میں پسند کرتا ہوں پڑھنا کیونکہ بچہ بغیر علم کے جانور کی طرح ہے جس کو کاموں میں تمیز نہیں - نہ نیکی کو جانتا ہے کہ اسکو کرے اور نہ بدی کو کہ اس سے بچے -

اَلثَّعْلَبُ وَالدِّيْكُ

(۱) بَرَزَ الثَّعْلَبُ يَوْمًا فِيْ شِعَارِ الْوَاعِظِيْنَا
(۲) فَمَشٰى فِي الْاَرْضِ يَهْدِىْ وَ يَسُبُّ الْمَاكِرِيْنَا
(۳) وَ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِلٰهِ الْعَالَمِيْنَا
(۴) يَا عِبَادَ اللّٰهِ ! تُوْبُوْا فَهُوَ كَهْفُ التَّائِبِيْنَا
(۵) وَ ازْهَدُوْا فِي الطَّيْرِ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الزَّاهِدِيْنَا
(۶) وَ اُطْلُبُوا الدِّيْكَ يُؤَذِّنْ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فِيْنَا
(۷) فَاَتَى الدِّيْكَ رَسُوْلٌ مِنْ اِمَامِ النَّاسِكِيْنَا
(۸) عَرَضَ الْاَمْرَ عَلَيْهِ وَ هُوَ يَرْجُوْا اَنْ يَلِيْنَا
(۹) فَاَجَابَ الدِّيْكُ عُذْرًا يَا اَضَلَّ الْمُهْتَدِيْنَا
(۱۰) بَلِّغِ الثَّعْلَبَ عَنِّىْ عَنْ جُدُوْدِى الصَّالِحِيْنَا
(۱۱) عَنْ ذَوِى التِّيْجَانِ مِمَّنْ دَخَلَ الْبَطْنَ اللَّعِيْنَا
(۱۲) اَنَّهُمْ قَالُوْا وَ خَيْرُ الْقَوْلِ قَوْلُ الْعَارِفِيْنَا
(۱۳) مُخْطِئٌ مَنْ ظَنَّ يَوْمًا اَنَّ لِلثَّعْلَبِ دِيْنَا

ترجمہ :

لومڑ اور مرغا

(۱) لومڑ ایک دن واعظوں کے بھیس میں نکلا ۔
(۲) اور چلا زمین میں ہدایت کرتا اور مکاروں کو بُرا بھلا کہتا ۔

(۳) اور کہتا ہوا: سب تعریف اللہ کے لئے جو سب جہانوں کا خداوند ہے۔

(۴) اے اللہ کے بندو توبہ کرو کہ وہ (اللہ) توبہ کرنے والوں کی پناہ ہے۔

(۵) اور پرندوں سے پرہیز کرو کہ زندگی پرہیزگاروں ہی کی زندگی ہے۔

(۶) اور مرغے کو تلاش کرو کہ ہم میں نمازِ صبح کی اذان کہے۔

(۷) پس عابدوں کے پیشوا کا ایک ایلچی مرغے کے پاس آیا۔

(۸) اور معاملہ اس کی خدمت میں پیش کیا اور اس کو توقع تھی کہ وہ نرم ہو جائے گا۔

(۹) مرغے نے جواب دیا: اے ہدایت یافتوں کے بڑے گمراہ! معذور رکھئے۔

(۱۰) لومڑ کو میری طرف سے، میرے صالحین باپ دادوں کی طرف سے۔

(۱۱) اور ان تاجداروں کی طرف سے جو ملعون پیٹ میں داخل ہو چکے ہیں پیغام پہنچا دیجئے۔

(۱۲) کہ انھوں نے کہا ہے اور بہتر قول عارفوں کا قول ہے۔

(۱۳) وہ شخص خطاکار ہے جو کسی دن خیال کرے کہ لومڑوں کا بھی کوئی دین ہوتا ہے۔

کلید اردو عربی ترجمہ (پیوستہ بگذشتہ)

(از حضرت محمد حسن الاعظمی استاذ جامعہ ازہر قاہرہ)

الدرس ۱ - تمرین ۱

(۱) أَنَا تِلْمِيْذٌ. (۲) أَنْتَ صَاحِبٌ. (۳) اَلْقَاهِرَةُ مَدِيْنَةٌ.
(۴) الحَدِيدُ مَعْدِنٌ. (۵) هُوَ عَبْدٌ. (۶) نَحْنُ فَلَّاحُوْنَ.
(۷) اَللَّبَنُ غِذَاءٌ. (۸) اَلنِّيْلُ نَهْرٌ. (۹) هُوَ كَاتِبٌ.
(۱۰) هِيَ عَرَبِيَّةٌ. (۱۱) هُمْ مُلُوْكٌ (۱۲) أَنَا تَاجِرٌ.
(۱۳) هُوَ حُوذِيٌّ. (۱۴) هٰذِهٖ كُرَةُ قَدَمٍ.
(۱۵) ذَالِكَ قَلَمُ رَصَاصٍ (مِرْسَمٌ).
(۱۶) اَلْوَزَّةُ طَيْرٌ. (۱۷) اَلْبُخَارُ مَاءٌ.

سبق ۱ - مشق ۲

(۱) پانی بہنے والی چیز ہے۔ (۲) بیل ایک جانور ہے (۳) تو ایک لڑکا ہے۔
(۴) یہ ایک بچہ ہے۔ (۵) ہم تاجر ہیں۔ (۶) زمین ایک گولا ہے۔
(۷) زمین گول ہے۔ (۸) وہ ایک یتیم ہے (۹) ہم معمار ہیں۔
(۱۰) یہی رانی ہے۔ (۱۱) تم (سب) جھوٹے ہو۔ (۱۲) میں ایک فوجی افسر ہوں۔
(۱۳) وہ ایک سپاہی ہے۔ (۱۴) اٹلی ایک مملکت ہے۔ (۱۵) وہ نانبائی ہیں۔
(۱۶) وہ ایک بیوہ ہے۔ (۱۷) تو ایک مرد ہے۔ (۱۸) چیونٹی ایک کیڑا ہے۔
(۱۹) گلاب ایک پھول ہے۔ (۲۰) سیب ایک پھل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیام اسلام

جالندھر شہر

نمبر ۸	رجب سنہ ۱۳۶۱ھ - اگست سنہ ۱۹۴۲ء	جلد ۱۳

القرآن الحکیم

سورۃ البقرۃ :

(از حضرت مولنا عبد الحمید مرزا ایم اے
پروفیسر اسلامیہ کالج لاھور)

چھٹا واقعہ۔ صحرائے سینا میں پانی کے چشموں کا ظاہر ہونا۔ مگر بنی اسرائیل کا فتنہ و فساد پھیلانا

۶۰ :- وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا
لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر
الْحَجَرَؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
مارو۔ تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ

وَ - اِذْ - اسْتَسْقٰى - مُوْسٰى
اور - جب - پانی مانگا - موسیٰ
لِ - قَوْمِ - هٖ - فَ - قُلْنَا - اِضْرِبْ - بِ - عَصَاكَ
واسطے - قوم - اپنی - پس - ہم نے کہا - تو مار - کو - لاٹھی اپنی
الْحَجَرَ - فَ - انْفَجَرَتْ - مِنْ - هُ - اثْنَتَا عَشْرَةَ
پتھر - پس - پھوٹ نکلے - سے - اُس - ۲ ۱۰/۱۲

عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ
نکلے۔ اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ
مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا
معلوم کر لیا۔ کھاؤ اور پیو
مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا
اللہ تعالےٰ کے رزق سے اور زمین میں
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ
فساد مچاتے نہ پھرو۔

عَيْنًا - قَدْ - عَلِمَ - كُلُّ - أُنَاسٍ
چشمے - تحقیق - جان لیا - ہر ایک - آدمی
مَشْرَب - هُمْ - كُلُوا - وَ - اِشْرَبُوا
گھاٹ - ان کا (اپنا) - تم کھاؤ - اور - تم پیو
مِنْ - رِزْقِ - اللّٰهِ - وَ - لَا - تَعْثَوْا
سے - رزق - اللہ - اور - نہ - تم تباہی کرو
فِي - ال - اَرْضِ - مُفْسِدِيْنَ -
میں - - زمین - فساد کرتے ہوئے -

صحرائے سینا میں جب پانی نہ ملنے سے بنی اسرائیل کو تکلیف ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے پانی کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ تم اپنی لاٹھی پہاڑ پر مارو۔ اس طرح پہاڑ میں سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے۔ ہر ایک نے ایک ایک چشمے پر قبضہ کر لیا۔ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر کی معرفت فرمایا کہ ہماری دی ہوئی روزی "من وسلویٰ" کھاؤ اور چشموں کا ٹھنڈا پانی پیو۔ مگر یاد رکھو اس کے بعد فتنہ و فساد پھیلانا۔ یعنی ضروریاتِ معیشت کے لئے لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔

ساتواں واقعہ: بنی اسرائیل کی پست ہمتی آزادی و عظمت کے مقابلہ میں حقیر راحتوں کی آرزو

۶۱۔ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن
اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ایک طرح کے
نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ
کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے۔ آپ ہمارے
فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا
واسطے اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ ہمارے واسطے ایسی

وَ - اِذْ - قُلْتُمْ - يَا - مُوْسٰى - لَنْ
اور - جب - تم نے کہا - اے - موسیٰ - ہرگز نہ
نَصْبِرَ - عَلٰى - طَعَامٍ - وَاحِدٍ
ہم صبر کریں گے - پر - کھانا - ایک
فَ - اُدْعُ - لَ - نَا - رَبَّكَ - يُخْرِجْ - لَنَا
پس - تو دعا کر - واسطے - ہمارے - اپنا پروردگار - وہ نکالے - ہمارے واسطے

مِمَّا تُنۡبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡ
چیزیں پیدا کرے جو زمین سے اُگتی ہیں
بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَ
ساگ اور ککڑیاں اور گیہوں اور
عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَ
مسور اور پیاز ۔ (موسیٰ نے) کہا: کیا
تَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى
تم عوض میں لینا چاہتے ہو ادنےٰ درجہ کی چیزوں کو
بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ ؕ اِهۡبِطُوۡا
ایسی چیز کے بدلہ میں جو اعلیٰ درجہ کی ہے ۔ تو تم کسی شہر
مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ
میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا۔
وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَ
اور ان پر ذلت اور محتاجی ڈالی گئی
الۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ
اور خدا کے غضب میں
مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ
گرفتار ہوگئے ۔ یہ اس لئے کہ وہ
كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
خدا کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور
يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ
نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔

مِنۡ ۔ مَا ۔ تُنۡبِتُ ۔ اَلۡ ۔ اَرۡضُ ۔ مِنۡ
سے ۔ جو ۔ اگاتی ہے ۔ ۔ ۔ زمین ۔ سے
بَقۡلِ ۔ هَا ۔ وَ ۔ قِثَّآءِ ۔ هَا ۔ وَ ۔ فُوۡمِ ۔ هَا ۔ وَ
ساگ ۔ اس کا ۔ اور ۔ ککڑیاں ۔ اسکی ۔ اور ۔ گیہوں ۔ اسکا ۔ اور
عَدَسِ ۔ هَا ۔ وَ ۔ بَصَلِ ۔ هَا ۔ قَالَ ۔ اَ
مسور ۔ اسکی ۔ اور ۔ پیاز ۔ اسکی ۔ اسنے کہا ۔ کیا
تَسۡتَبۡدِلُوۡنَ ۔ اَلَّذِىۡ ۔ هُوَ ۔ اَدۡنٰى
تم بدلنا چاہتے ہو ۔ وہ جو کہ ۔ وہ ۔ بہت خراب
بِ ۔ اَلَّذِىۡ ۔ هُوَ ۔ خَيۡرٌ ۔ اِهۡبِطُوۡا
بدلہ ۔ وہ جو ۔ وہ ۔ اعلیٰ ۔ تم سب اترو
مِصۡرًا ۔ فَ ۔ اِنَّ ۔ لَ ۔ كُمۡ ۔ مَا ۔ سَاَلۡتُمۡ
شہر ۔ پس ۔ یقیناً ۔ واسطے ۔ تمہارے ۔ جو تم نے مانگا
وَ ۔ ضُرِبَتۡ ۔ عَلٰى ۔ هِمۡ ۔ اَلۡ ۔ ذِلَّةُ ۔ وَ
اور ۔ ماری گئی ۔ پر ۔ ان ۔ ۔ ۔ ذلت (خواری) ۔ اور
اَلۡ ۔ مَسۡكَنَةُ ۔ وَ ۔ بَآءُوۡ ۔ بِ ۔ غَضَبٍ
مسکینی ۔ اور ۔ وہ پھرے ۔ ساتھ ۔ غضب
مِنۡ ۔ اَللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِ ۔ اَنَّ ۔ هُمۡ
سے ۔ اللہ ۔ یہ اس لئے کہ ۔ وہ
كَانُوۡا ۔ يَكۡفُرُوۡنَ ۔ بِ ۔ اٰيٰتِ ۔ اللّٰهِ ۔
وہ تھے ۔ وہ کفر کرتے ۔ ساتھ ۔ آیتیں ۔ اللہ ۔
وَ ۔ يَقۡتُلُوۡنَ ۔ اَلۡ ۔ نَبِيّٖنَ ۔ بِغَيۡرِ ۔ الۡحَقِّ
اور ۔ وہ قتل کرتے ۔ ۔ ۔ نبیوں ۔ نا ۔ حق ۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا	ذٰلِكَ - بِمَا - عَصَوْا - وَ - كَانُوْا
یہ اسلئے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور حد سے	یہ - اسلئے کہ - انھوں نے نافرمانی کی - اور - وہ تھے
ع يَعْتَدُوْنَ ؕ	يَعْتَدُوْنَ -
بڑھے جاتے تھے -	وہ حد سے گزرتے -

یہ واقعہ بھی اسی جنگل کا ہے - در اصل محکومی اور غلامی کی زندگی میں بلند مقاصد کے حصول کا جوش و خروش اور عزم نہیں رہتا ہے - مصر کی غلامانہ زندگی میں بنی اسرائیل کو جو حقیر راحتیں میسر تھیں - وہ انھیں کی آرزو میں آزادی و عظمت کی راہ سے منہ موڑ رہے تھے - جنگل میں من و سلویٰ کھاتے کھاتے جب جی اکتا گیا تو انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے گیہوں - ککڑی - پیاز اور مسور وغیرہ کی فرمائش کی - وہ یہ چیزیں مصر میں کھایا کرتے تھے - آخر آپ نے فرمایا کہ کسی شہر میں اتر پڑو - وہاں کاشتکاری اور محنت مزدوی کرو - تمھاری یہ خواہش وہاں پوری ہوگی - افسوس! تم غذا کی لذت کی خاطر قومی آزادی کے مقصدِ عظیم سے دست بردار ہوتے ہو - جن چیزوں کی تم خواہش کرتے ہو، یہ غلامی کی ذلت اور نامرادی کے ساتھ ملیں گی - بنی اسرائیل کی ایسی ناشکریوں کے باعث ان پر جسمانی ذلت ڈالی گئی کہ ان کی سلطنت و حکومت جاتی رہی اور اُن کی ایمانی عزت بھی کھوئی گئی کہ خدا کے نافرمان اور بے دین بن گئے - خدا کے غضب اور قہر میں گرفتار ہو گئے - اُن کی یہ بُری حالت اس لئے ہوئی کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا - اور بعض پیغمبروں کو ناحق قتل کیا -

قانونِ الٰہی کا اعلان

۶۲ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ	اِنَّ - الَّذِيْنَ - اٰمَنُوْا - وَ - الَّذِيْنَ
جو لوگ مسلمان ہیں یا	بیشک - وہ لوگ جو کہ - وہ ایمان لائے - اور - وہ جو
هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ	هَادُوْا - وَ - النَّصٰرٰى - وَ - الصّٰبِئِيْنَ
یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست	وہ یہودی ہوئے - اور - عیسائی - اور - ستارہ پرست
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	مَنْ - اٰمَنَ - بِ - اللّٰهِ - وَ - الْ - يَوْمِ - الْ - اٰخِرِ
جو خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا	جو - ایمان لایا - ساتھ - اللہ - اور - ... - دن - ... - پچھلے

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ	وَ - عَمِلَ - صَالِحًا - فَ - لَ - هُمْ - اَجْرُ هُمْ
اور نیک عمل کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ	اور - اُسنے کام کئے - نیک - پس - واسطے انکے - بدلہ انکا
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ	عِنْدَ - رَبِّ - هِمْ - وَ - لَا - خَوْفٌ - عَلٰی - هِمْ
ان کے ہاں ملے گا - اور نہ ان کو کسی کا خوف ہوگا	پاس - پروردگار - انکے - اور - نہ - ڈر - پر - اُن
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ	وَ - لَا - هُمْ - يَحْزَنُوْنَ -
اور نہ وہ غمگین ہونگے -	اور - نہ - وہ - غمگین ہونگے -

یہودی (یعنی حضرت موسیٰؑ کے امتی) کہتے تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں - خدا کے پیارے ہیں - ہمارے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا - نصاریٰ (یعنی حضرت عیسیٰؑ کے امتی) کہتے تھے کہ ابن اللہ (حضرت عیسیٰؑ) ہمارے گناہوں کے کفارہ میں سولی چڑھ چکے ہیں - اس لئے صرف ہم ہی بخشے جائینگے - آج کل کے بے عمل مسلمان بھی کچھ اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دعووں کو غلط قرار دیا - اور اس اصل عظیم کا اعلان کیا کہ سعادت اور نجات ایمان و عمل سے وابستہ ہے - فرقہ - نسل یا خاندان کا اس میں دخل نہیں - جو شخص بھی سچے دل سے اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل بھی کئے جو فی زمانہ صرف شریعت محمدی پر عمل پیرا ہو کر بدرجۂ کمال ہو سکتے ہیں) تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائیگا اور قیامت کے دن ہر طرح کے غم و خطر سے بے خوف ہوگا - صابی ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کر لیا ہے - ستاروں اور فرشتوں کی بھی عبادت کرتے ہیں -

آٹھواں واقعہ - بنی اسرائیل کا اطاعت توریت کا عہد اور اس سے روگردانی

۶۳ - وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ	وَ - اِذْ اَخَذْنَا - مِيْثَاقَ - كُمْ -
اور جب ہم نے تم سے عہد لیا -	اور - جب ہم نے لیا - وعدہ - تمہارا
وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا	وَ - رَفَعْنَا - فَوْقَ - كُمُ - اَلْ - طُوْرَ - خُذُوْا
اور کوہ طور کو تم پر کھڑا کیا - کہ جو کتاب	اور - ہم نے بلند کیا - اوپر - تمہارے - - طور - تم پکڑو -

مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا	مَا - اٰتَیْنَا - کُمْ - بِ - قُوَّةٍ - وَ - اُذْکُرُوْا
تم کو دی ہے اسے زور سے پکڑے رہو اور جو کچھ	جو - ہم نے دیا - تم - ساتھ - قوت - اور - یاد کرو تم
مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ	مَا - فِیْ - هِ - لَعَلَّ - کُمْ - تَتَّقُوْنَ -
اسمیں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم متقی بن جاؤ -	جو - میں - اس - تا کہ - تم - تم متقی بن جاؤ
۶۴ - ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ	ثُمَّ - تَوَلَّیْتُمْ - مِنْ - بَعْدِ
تو تم اس عہد کے بعد بھی پھر	پھر - تم پھر گئے - سے - بعد
ذٰلِكَ ج فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ	ذٰلِكَ ج - فَ - لَوْ - لَا - فَضْلُ - اللّٰهِ
گئے - پس اگر خدا کا فضل	اس - پس - اگر - نہ - مہربانی - اللہ
عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَکُنْتُمْ	عَلٰی - کُمْ - وَ - رَحْمَتُ - هٗ - لَ - کُنْتُمْ
اور مہربانی اسکی تم پر نہ ہوتی تو تم	پر - تم - اور - رحمت - اسکی - البتہ - تم ہو جاتے
مِنَ الْخٰسِرِیْنَ	مِنَ - اَلْ - خٰسِرِیْنَ -
خسارہ میں پڑ گئے ہوتے -	سے - - - نقصان اٹھانے والے -

جب بنی اسرائیل طور کی بلند چوٹیوں کے دامن میں مقیم تھے - اسوقت اللہ تعالٰے نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ انھیں کتاب توریت بھیجی اور ان سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ اسی کتاب ہدایت پر مضبوطی سے جمے رہیں گے - مگر وہ کچھ عرصہ بعد اس عہد سے پھر گئے - اور انھوں نے احکام شریعت کی خلاف ورزی شروع کر دی - لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے کام لیا - ورنہ وہ فوراً ہی نامرادی اور تباہی کے حوالے ہو جاتے -

نواں واقعہ - احکام شریعت سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کی حیلہ سازیاں

۶۵ - وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ	وَ - لَقَدْ - عَلِمْتُمْ - اَلَّذِیْنَ
اور تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو	اور - البتہ - تم نے جان لیا - وہ جو کہ

اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ
جنھوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن میں زیادتی کی تھی
فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً
توہم نے ان سے کہا کہ ذلیل و خوار بندر
خَاسِئِينَ
ہو جاؤ ۔

۶۶ ۔ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ
پھر ہمنے اس واقعہ کو اس وقت کے لوگوں
يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَ
کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت اور
مَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ
پرہیزگاروں کے لئے نصیحت بنادیا ۔

اِعْتَدَوْا ۔ مِنْ ۔ كُمْ ۔ فِيْ ۔ اَلْ ۔ سَبْتِ
انھوں نے زیادتی کی ۔ سے ۔ تم ۔ میں ۔ ۔ ۔ ہفتہ
فَ ۔ قُلْنَا ۔ لَهُمْ ۔ كُوْنُوْا ۔ قِرَدَةً
پس ۔ ہمنے کہا ۔ ان کو ۔ تم ہوجاؤ ۔ بندر
خَاسِئِيْنَ ۔
ذلیل و خوار ۔

فَ ۔ جَعَلْنَا ۔ هَا ۔ نَكَالًا ۔ لِمَا ۔ بَيْنَ
پس ۔ ہم نے بنایا ۔ وہ ۔ عبرت ۔ واسطے جو ۔ سامنے
يَدَيْ ۔ هَا ۔ وَ ۔ مَا ۔ خَلْفَ ۔ هَا ۔ وَ
۔ اسکے ۔ اور ۔ جو ۔ پیچھے ۔ اسکے ۔ اور
مَوْعِظَةً ۔ لِ ۔ اَلْ ۔ مُتَّقِيْنَ ۔
نصیحت ۔ واسطے ۔ ۔ ۔ پرہیزگاروں ۔

بنی اسرائیل کے لئے توریت میں ہفتہ کا دن سبت یعنی خالص عبادت کا دن مقرر ہوا تھا۔ اس دن شکار وغیرہ کی ممانعت تھی۔ مگر وہ ایسی گمراہی میں گرفتار تھے کہ شریعت کے احکام پر سچائی کے ساتھ عمل نہیں کرتے تھے بلکہ احکام الٰہی سے بچنے کے لئے طرح طرح کے شرعی حیلے گھڑ لیتے تھے ۔ ایک شہر دریا کے کنارے آباد تھا۔ وہاں کے لوگ یہ چالاکی کرتے کہ جمعہ کے دن بند باندھ کر دریا کا پانی گڑھوں میں بھر لیتے اور ہفتہ کے روز اس میں سے مچھلیاں پکڑ لیتے۔ اس مکاری اور حیلہ سازی پر خداوند تعالےٰ نے اُن کو یہ سزا دی کہ ان کی صورتیں بدل کر بندروں جیسی کردیں اور اس واقعہ کو موجودہ اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے باعثِ عبرت بنایا۔ اور متقیوں نے اس واقعہ سے نصیحت پکڑی ۔

دسواں واقعہ۔ کثرت سوال اور تعمق فی الدین کی گمراہی :۔

۶۷ - وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا

وَ - اِذْ - قَالَ - مُوْسٰی - لِ - قَوْمِ - ہٖ
اور - جب - کہا - موسیٰ - واسطے - قوم - اپنی

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا
کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو

اِنَّ - اللّٰهَ - يَاْمُرُ - كُمْ - اَنْ - تَذْبَحُوْا
کہ - اللہ - حکم دیتا ہے - تم کو - کہ - تم ذبح کرو

بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ
تو وہ بولے کیا تم ہم سے ہنسی کرتے ہو!

بَقَرَةً ؕ قَالُوْا - اَتَتَّخِذُ - نَا - هُزُوًا -
گائے - انہوں نے کہا - کیا تو کرتا ہے - ہمکو - مذاق

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ
کہا کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں

قَالَ - اَعُوْذُ - بِ - اللّٰهِ - اَنْ - اَكُوْنَ
اُسنے کہا - میں پناہ مانگتا ہوں - ساتھ - اللہ - کہ - میں ہوجاؤں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
جاہلوں والا کام کروں -

مِنْ - اَلْجَاهِلِيْنَ -
سے - جاہلوں

۶۸ - قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
انھوں نے کہا اپنے رب سے درخواست کیجئے

قَالُوْا - اُدْعُ - لَ - نَا - رَبَّكَ
انھوں نے کہا - تو دعا کر - واسطے - ہمارے - تمھارے پروردگار

يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ
کہ ہمیں بتلادے کہ وہ گائے کیسی ہے - کہا وہ فرماتا ہے

يُبَيِّنْ - لَ - نَا - مَا - هِيَ ؕ قَالَ - اِنَّ - هٗ
وہ بیان کردے - واسطے - ہمارے - کیا - وہ ہے - اُسنے کہا - کہ - وہ

يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو

يَقُوْلُ - اِنَّ - هَا - بَقَرَةٌ - لَا - فَارِضٌ
کہتا ہے - کہ - وہ - گائے - نہ - بوڑھی

وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ
اور نہ بچھڑی - بلکہ ان کے درمیان میں ہو -

وَ - لَا - بِكْرٌ - عَوَانٌ - بَيْنَ - ذَالِكَ
اور - نہ - بچھڑی - درمیانی - درمیان - اس -

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝
سو اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے -

فَ - اِفْعَلُوْا - مَا - تُؤْمَرُوْنَ -
پس - تم کرو - جو - تم حکم دئے جاتے ہو -

۶۹ - قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ
کہنے لگے ہمارے لئے اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمکو

قَالُوْا - اُدْعُ - لَنَا - رَبَّكَ - يُبَيِّنْ -
انھوں نے کہا - تو دعا کر - ہمارے واسطے - اپنے [illegible] بیان کرے

لَنَا مَا لَوْنُهَا ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ	لَ - نَا - مَا - لَوْنُ - هَا - قَالَ - اِنَّهٗ - يَقُوْلُ
یہ بھی بتلادے کہ اسکا رنگ کیسا ہو - آپنے کہا پروردگار فرماتا	واسطے - ہمارے - جو - رنگ - اس کا - اسنے کہا - کہ وہ - کہتا ہے
اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ	اِنَّ - هَا - بَقَرَةٌ - صَفْرَاءُ - فَاقِعٌ
ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو کہ	کہ - وہ - گائے - زرد - گہرا (تیز)
لَوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ	لَوْنُ - هَا - تَسُرُّ - اَلْ - نَاظِرِيْنَ -
دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہو -	رنگ - اسکا - وہ خوش کرتا ہے - - دیکھنے والوں -
۷۰ - قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ	قَالُوْا - اُدْعُ - لَ - نَا - رَبَّكَ -
انھوں نے کہا کہ پروردگار سے پھر درخواست کیجئے	انھوں نے کہا - تو دعا کر - واسطے ہمارے - اپنا پروردگار
يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ لا اِنَّ الْبَقَرَ	يُبَيِّنْ - لَ - نَا - مَا - هِيَ - اِنَّ - اَلْبَقَرَ
کہ وہ ہمکو بتلادے وہ اور کس کس طرح کی ہو - کیونکہ ہمکو اس گائیں	وہ بیان کردے - واسطے - ہمارے - جو - وہ - البتہ - گائے
تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ط وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ	تَشٰبَهَ - عَلٰى - نَا - وَ - اِنَّا - اِنْ - شَاءَ
شبہ پڑا ہے - پھر خدا نے چاہا تو	شبہیں پڑگیا - پر - ہم - اور - ہم - اگر - چاہا -
اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ -	اللّٰهُ - لَ - مُهْتَدُوْنَ -
ہم ٹھیک سمجھ جاویں گے -	اللہ - البتہ - راستہ پانے والے -
۷۱ - قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا	قَالَ - اِنَّ - هٗ - يَقُوْلُ - اِنَّ - هَا -
کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے	اُسنے کہا - بیشک - وہ - کہتا ہے - کہ - وہ
بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ	بَقَرَةٌ - لَا - ذَلُوْلٌ - تُثِيْرُ - اَلْ - اَرْضَ
جو کام میں لگی ہوئی نہ ہو - نہ وہ زمین جوتتی ہو	گائے - نہ - محنت کرنیوالی - جوتتی ہے - - زمین
وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ	وَ - لَا - تَسْقِيْ - اَلْ - حَرْثَ - مُسَلَّمَةٌ -
اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو - بے عیب ہو - اور	اور - نہ - پانی دیتی ہے - - کھیتی - صحیح -
لَّا شِيَةَ فِيْهَا ط قَالُوا الْـٰٔنَ	لَا - شِيَةَ - فِيْ - هَا - قَالُوْا - اَلْـٰٔنَ
کوئی داغ اس میں نہ ہو - کہنے لگے اب تم نے	نہ - داغ - میں - اس - انھوں نے کہا - اب

جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَ جِئْتَ - بِ - اَلْ - حَقِّ - فَ - ذَبَحُوْ - هَا

سب باتیں درست بتلادیں - پھر انھوں نے اسکو ذبح کیا تو آیا - ساتھ - - - حق - پھر - انھوں نے ذبح کیا اسکو

مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ وَ - مَا كَادُوْا - يَفْعَلُوْنَ -

اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے - اور - وہ قریب نہ تھے - وہ کرتے -

ان آیات میں بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا ذکر ہے کہ وہ احکام دین کی سیدھی سادی اطاعت کرنے کی بجائے طرح طرح کے سوالات گھڑ لیا کرتے تھے - حالانکہ بلا ضرورت بال کی کھال اتارنا شریعت کی سادگی اور آسانی کو سختی اور پیچیدگی میں بدل دینا ہوتا ہے - ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تمھیں ایک گائے کی قربانی کرنے کا حکم دیتا ہے - بجائے اس کے کہ اطاعت کی راہ سے اس حکم کی تعمیل کرتے - وہ طرح طرح کی کٹ حجتیاں کرنے لگے - پہلے تو انھوں نے اس حکم کو مذاق ہی سمجھا - پھر نبی سے پوچھا کہ وہ گائے کیسی ہو؟ اس کا جواب دیا گیا - تو پھر پوچھا اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کا بھی جواب ملا - تو کہا کہ ہمیں اب بھی صاف پتہ نہیں چلا - اپنے پروردگار سے کہو کہ وہ ذرا وضاحت سے بتلائے کہ وہ جانور کیسا ہونا چاہئے؟ جب اس کا بھی جواب مل گیا - تب کہیں انھوں نے کہا ہاں - اب بات ٹھیک ٹھیک معلوم ہوئی - الغرض اس ردوکد کے بعد انھوں نے جانور ذبح کیا - اگرچہ اب بھی ایسا کرنے پر وہ دل سے آمادہ نہ تھے - اس لیت ولعل سے یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ مصریوں کی گاؤ پرستی کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دل میں گائے کی عظمت اور حرمت جم گئی تھی - جس کا کہ اس قربانی سے دور کرنا مقصود تھا -

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرہ

(۶۲)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَۃَ فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا، کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَۃَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، یَقُوْلُ اِذَا ھَمَّ اَحَدُکُمْ بِالْاَمْرِ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ مِنْ غَیْرِ الْفَرِیْضَۃِ ثُمَّ لِیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ، وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ، وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ، وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ، اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَ یَسِّرْہُ لِیْ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ، وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ، اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِہٖ، فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْہُ، وَ اقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ - قَالَ وَ یُسَمِّیْ حَاجَتَہٗ +

ترجمہ :- جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سارے

سب کاموں کے بارے میں اسی طرح استخارہ سکھایا کرتے تھے جیسا کہ ہمیں قرآن کی سورت سکھایا کرتے تھے۔ . . . . : جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے تو نا فرض شدہ نماز کی دو رکعتیں پڑھے، پھر یہ کہے : اے اللہ! میں تیری طلب کرتا ہوں تیرے علم سے اور توانائی مانگتا ہوں تیری قدرت سے۔ اور میں تیرا بڑا فضل چاہتا ہوں، کیونکہ تو کر سکتا ہے اور میں نہیں کر سکتا۔ اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، اور تو چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام مجھ کو بہتر ہے میرے دین میں، اور میری زندگی میں، اور میری آخرت میں، یا فرمایا میری دنیا اور عاقبت میں، تو اس کو میرے لئے مقدور کر دے اور میرے لئے آسان کر دے، پھر میرے لئے اس میں برکت دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے بُرا ہے میرے دین میں، اور میری زندگی میں، اور میرے کام کے انجام میں، یا فرمایا میری آخرت اور میری دنیا میں، تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھ کو اس سے ہٹا دے اور خیر کو میرے لئے مقدور کر دے جہاں کہیں وہ ہو، پھر مجھکو اس پر راضی کر دے، فرمایا: اور نام لے اپنی حاجت کا۔

تشریحات :۔

اِذَا هَمَّ : جب نیت کرے۔ هَمَّ سے مراد نیت ہے۔

فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ : یعنی دو رکعتیں بنیت استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سے يُعْلِنُونَ تک۔ اور دوسری میں وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ سے مُبِينًا تک پڑھے۔

مِنْ غَيْرِ الفَرِيْضَةِ : بَيَانٌ لِلاكمل وَ اِلَّا فَتَحْصُلُ بِالْفَرَائِضِ ۔

اَللّٰهُمَّ : یہ لفظ ان تمام الفاظ سے ارفع ہے جن سے دعا شروع کی جاتی ہے۔

اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ : ہو سکتا ہے کہ با ظرفیت کے لئے ہو، یعنی جو تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہو، یعنی میں تجھ سے اس کام کے لئے انشراحِ صدر چاہتا ہوں جو میرے لئے تیرے علم میں بہتر ہے پس انسان کو استخارہ کے بعد وہی کام کرنا چاہئے جس پر اس کا دل کشادہ ہو جائے، کیونکہ یہ بھی

وارد ہوا ہے کہ جب تو کسی کام کی نیت کرے تو اس کے بارے میں اپنے رب سے سات بار استخارہ کر، پھر اس کی طرف دیکھ۔ جس کی طرف تیرے دل نے سبقت کی ہو اسی میں بہتری ہو گی۔ اور استخارہ میں سونا شرط نہیں۔

اَسْتَقْدِرُكَ : یعنی میں تجھ سے اس کام پر جس میں بھلائی ہو قدرت بخشی مانگتا ہوں تیری قدرت کے ساتھ جو کسی بھی چیز سے عاجز نہیں، نہ اپنی قدرت کے ساتھ جو تمام اشیاء سے عاجز ہے۔

وَمَعَاشِیْ : اَیْ عَیْشِیْ فِیْ هٰذِهِ الدَّارِ۔

وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ : اَیْ فِیْ اٰخِرَتِیْ۔

اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اٰجِلِهٖ : یہاں شک راوی کی طرف سے ہے اور معنی واحد ہیں۔

فَاقْدُرْهُ لِیْ : اَیْ فَاظْهِرْ مَقْدُوْرَكَ لِیْ۔

وَيَسِّرْهُ لِیْ : ماخوذ ہے تیسیر سے جس کے معنی تسہیل ہیں۔

ثُمَّ اَرْضِنِیْ : اَیْ اِجْعَلْنِیْ رَاضِیًا بِهٖ۔

(وَهٰذَا الْحَدِيْثُ ذَكَرَهُ الْبُخَارِی فِی بَابِ مَا جَاءَ فِی التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى)

(۲۳)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَ مِنْبَرِیْ عَلٰى حَوْضِیْ +

ترجمہ :- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے انھوں نے روایت کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا (آنحضرتؐ نے) کہ : میرے گھر اور منبر کے بیچ ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(وهذا الحديث ذكره البخاری فی باب فضل ما بين القبر و المنبر)

(۶۴)

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ الْحَرْثِ، قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا، دَخَلَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ، ثُمَّ خَرَجَ وَ رَاٰى مَا فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ بِسُرْعَتِهٖ، فَقَالَ ذَكَرْتُ وَ اَنَا فِي الصَّلٰوةِ تِبْرًا عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ اَنْ يُّمْسِيَ اَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ +

ترجمہ:۔ عُقبہ بن حرث سے روایت ہے، کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر پڑھی، پھر جب آنحضرتؐ نے سلام پھیرا تو فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی کسی بیوی کے پاس اندر گئے، پھر نکلے اور لوگوں کے چہروں پر اپنے جلدی کرنے کی وجہ سے تعجب کے آثار دیکھے، پس فرمایا مجھے نماز میں کچھ سونا جو ہمارے پاس تھا یاد آیا تو میں نے ناپسند کیا کہ وہ شام یا رات ہمارے پاس رہے، سو میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دیا۔

تشریحات:۔ (تِبْرًا) هُوَ مَا كَانَ مِنَ الذَّهَبِ غَيْرَ مَضْرُوْبٍ۔
(هٰذَا الحديث ذكره البخاری فی باب تفكّر الرَّجُلِ الشَّیْءَ فِی صلاته)

(۶۵)

عَنْ كُرَيْبٍ سَاَلْتُ اُمَّ سَلَمَةَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا، ثُمَّ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ وَ عِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ فَقُوْلِيْ لَهٗ: تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ

هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَ اَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا ، فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِیْ عَنْهُ ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ ، فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِیْ اُمَيَّةَ ، سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ، وَ اِنَّهٗ اَتَانِیْ نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِیْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ ؎

ترجمہ : کریب سے روایت ہے کہ میں نے ام سلمہؓ سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا تو ام سلمہؓ نے کہا : میں نے نبی صلی اللہ علیہ کو ان سے منع کرتے سنا۔ پھر میں نے ان کو انھیں پڑھتے دیکھا جس وقت عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آنحضرتؐ داخل ہوئے اور میرے پاس کچھ عورتیں انصار کے قبیلہ بنی حرام کی تھیں، میں نے کنیز کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ پھر میں نے کہا : ان کے ایکطرف کھڑی ہوجانا اور ان سے کہنا : یارسول اللہ ! ام سلمہؓ آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہے کہ میں نے آپکو ان دو رکعتوں سے منع کرتے سنا ہے اور اب ان کو پڑھتے دیکھ رہی ہوں ، پھر اگر وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمائیں تو ان سے پیچھے ہٹ جائیو۔ پس کنیز نے ایسا ہی کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ ان سے پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب سلام پھیرا، فرمایا : اے ابو امیہ کی لڑکی تو نے مجھ سے ان دو رکعتوں کے متعلق پوچھا ہے جو عصر کے بعد (میں نے پڑھی) ہیں۔ بات یہ ہے کہ کچھ لوگ عبدالقیس کے میرے پاس آئے تو انھوں نے مجھے ان دو رکعتوں سے جو بعد ظہر پڑھی جاتی ہیں۔ اپنی طرف مصروف رکھا، سو وہی رکعتیں یہ ہیں۔

تشریحات :-

سَاَلْتُ : حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہرؓ نے کریب ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کو عائشہؓ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا ہم سب کی طرف سے ان کی خدمت میں سلام کہنا اور نماز عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھنا اور ان سے کہنا کہ ہمیں خبر ملی

ہے کہ آپ انھیں پڑھتی ہیں حالانکہ ہمیں یہ بات پہنچ چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے منع فرماتے ہیں۔ کریب نے کہا: میں عائشہ کے ہاں گیا تو میں نے جو پیغام دیکر مجھے انھوں نے بھیجا تھا وہ ان کو پہنچا دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ام سلمہؓ سے پوچھو پس میں ان کے پاس سے نکلکر ان حضرات کی خدمت میں گیا اور اُن کو حضرت عائشہؓ کے قول سے آگاہ کیا۔ اس پر انھوں نے مجھ کو جس طرح عائشہؓ کے پاس بھیجا تھا ام سلمہؓ کی طرف بھیج دیا۔ ام سلمہؓ نے کہا: سَمِعْتُ النبیَّ صلی اللہُ علیہ وسلم الیٰ آخر الحدیث۔

ثُمَّ دَخَلَ: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے ہاں داخل ہوئے اور داخل ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

یا ابْنَةَ اَبِی اُمَیَّه: ام سلمہؓ مراد ہیں اور امیّہ ان کے والد کی کنیت ہے۔ نام اُنکا سہیل تھا (وَھٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب اِذَا کُلِّمَ وَھُوَ یُصَلِّی فَاَشَارَ بِیَدِہٖ)

(۶۶)

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِسَبْعٍ وَ نَھَانَا عَنْ سَبْعٍ، اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ عِیَادَۃِ الْمَرِیْضِ، وَ اِجَابَۃِ الدَّاعِیْ وَ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ، وَ اِبْرَارِ الْقَسَمِ، وَ رَدِّ السَّلَامِ وَ تَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، وَ نَھَانَا عَنْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ، وَ الْمَیَاثِرِ، وَ خَاتَمِ الذَّھَبِ وَ الْحَرِیْرِ وَ الدِّیْبَاجِ وَ الْقَسِّیِّ وَ الْاِسْتَبْرَقِ +

ترجمہ: براء بن عازب سے روایت ہے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات کا حکم دیا اور سات سے منع کیا: حکم دیا جنازوں کے پیچھے چلنے کا، اور بیمار پُرسی کا، اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا، اور مظلوم کی امداد کا، اور قسم پوری کرنے کا، اور سلام کا جواب دینے کا، اور چھینکنے والے کو یَرْحَمُکَ اللہ کہنے کا۔ اور ہمیں منع فرمایا: چاندی کے برتنوں

(ریشمی) زین پوشوں، سونے کی انگشتری، حریر، دیبا، دھاری دار ریشمی شامی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے سے۔

(وَ هٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب الامر باتّباع الجنائز)

(۶۷)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ خَرَجَ وَ ذَالِكَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، وَ عُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ، فَقَالَ اجْلِسْ۔ فَاَبٰى، فَتَشَهَّدَ اَبُوْبَكْرٍ، فَمَالَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَ تَرَكُوْا عُمَرَ، فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ، "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، اِلَى الشّٰكِرِيْنَ" وَ اللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا النَّاسُ مِنْهُ، فَلَمْ يَسْمَعْ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا ؞

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر نکلے اور یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے اور عمرؓ لوگوں سے کلام کر رہے تھے۔ پس فرمایا (یعنی ابوبکر نے): بیٹھ جاؤ، وہ نہ مانے، تو ابوبکرؓ نے کلمۂ شہادت کہا اور لوگ عمرؓ کو چھوڑ کر ان کی طرف جھک پڑے، پس فرمایا: اما بعد سو جو کوئی تم میں سے محمدؐ کو پوجتا تھا تو یقیناً محمدؐ مر چکے ہیں، اور جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا تو بیشک اللہ زندہ ہے جو نہیں مریگا۔ اللہ عز وجلّ نے فرمایا ہے: اور محمدؐ تو پیغمبر ہی ہیں ان سے پہلے بھی پیغمبر ہو چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے، اور اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا، تو وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے گا، اور اللہ شکر کرنے والوں کو

جاوے گا۔خدا کی قسم گویا کہ لوگ جانتے ہی نہیں تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اس کو تلاوت کیا، تو لوگوں نے اس کو ان سے حاصل کیا۔اب کوئی بشر ایسا نہ تھا جو اُسے تلاوت کرتا نہ سنا جاتا ہو۔

(وَهٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب الدُّخولِ علی المیّتِ بعد المَوْتِ اِذَا اُدْرِجَ فِی اَکْفَانِہٖ)

(۶۸)

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَرْسَلَتِ ابْنَةُ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِ اَنَّ ابْنًا لِیْ قُبِضَ فَأْتِنَا، فَاَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَ يَقُوْلُ : اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ، وَ لَهٗ مَا اَعْطٰى ، وَ كُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَ لْتَحْتَسِبْ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَاْتِيَنَّهَا ، فَقَامَ وَ مَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ وَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَ رِجَالٌ ، فَرُفِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِیُّ وَ نَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ ، قَالَ حَسِبْتُهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَاَنَّهَا شَنٌّ ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هٰذَا ؟ قَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِیْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ ۔

ترجمہ :۔ اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کی صاحبزادی نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا ایک بیٹا قبض روح کی حالت میں ہے، سو ہمارے پاس تشریف لائیے۔آپ نے سلام کہتے ہوئے کہلا بھیجا کہ : اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو کچھ اس نے دیا اور ہر ایک چیز کی اسکے ہاں ایک مقرر میعاد ہے۔سو اسے صبر کرنا اور ثواب کی نیت رکھنا چاہئے۔پھر صاحبزادی نے

آنحضرت کو قسم دیتے ہوئے کہلا بھیجا کہ وہ ضرور ان کے پاس تشریف لائیں، پس وہ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، اور اُبَیّ بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر اُٹھے (اور وہاں پہنچے) پس بچہ کو اٹھا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچایا گیا اور اس کا سانس اکھڑا ہوا تھا (اسامہ بن زید کے راوی نے) کہا میں نے خیال کیا کہ اس نے یعنی اسامہ نے کہا گویا کہ وہ پرانی مشک ہے۔ پس آپ کی آنکھیں بھر آئیں، پس سعدؓ نے کہا: اے پیغمبرِ خدا! یہ کیا بات ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے، اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحمدلوں ہی پر رحم کرتا ہے +

(ھٰذَا الحَدِیث ذکرہ البخاری فی باب تعذیب المیتِ بِبُکاء اَھْلِہٖ)

(۶۹)

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَيَقُولُ: هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ رُؤْيَا قَصَّهَا، فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللهُ، فَسَأَلَنَا يَوْمًا، فَقَالَ هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قُلْنَا لَا۔ قَالَ لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهٖ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ، قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسٰى أَنَّهٗ يُدْخِلُهٗ فِي شِدْقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَ يَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا، فَيَعُودُ، فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ، قُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِهٖ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ،

فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ۔ فَانْطَلَقْنَا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَ أَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا أَنْ يَخْرُجُوْا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَ نِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ۔ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ، قَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَ وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَ فِيْ أَصْلِهَا شَيْخٌ وَ صِبْيَانٌ يَلْعَبُوْنَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَ شَبَابٌ وَ نِسَاءٌ وَ صِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَ أَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَ شَبَابٌ، فَقُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَأَيْتُ، قَالَا نَعَمْ۔ أَمَّا الَّذِيْ رَأَيْتَ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ

حَتّٰی تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ یُشْدَخُ رَاْسُهٗ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّیْلِ وَ لَمْ یَعْمَلْ فِیْهِ بِالنَّهَارِ، یُفْعَلُ بِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، وَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ، وَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّهْرِ فَاٰكِلُوا الرِّبَا، وَ الشَّیْخُ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِیْمُ، وَ الصِّبْیَانُ حَوْلَهٗ فَاَوْلَادُ النَّاسِ، وَ الَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ فَهُوَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ، وَ الدَّارُ الْاُوْلَی الَّتِیْ دَخَلْتَ الْجَنَّةُ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ، وَ اَنَا جِبْرِیْلُ وَ هٰذَا مِیْكَائِیْلُ، فَارْفَعْ رَاْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ، فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا ذَالِكَ مَنْزِلُكَ، فَقُلْتُ دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ، قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ اُدْخُلُ مَنْزِلَكَ +

ترجمہ:۔ سمرہ بن جندب سے روایت ہے۔ کہا حضرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف توجہ کرتے اور فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ کہا: اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے بیان کر دیتا۔ پھر آنحضرتؐ جو کچھ اللہ کو منظور ہوتا (تعبیر) فرماتے۔ پس ایکدن آنحضرتؐ نے ہم سے پوچھا۔ فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے آج کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا، نہیں۔ فرمایا: لیکن نے آج رات دیکھا کہ دو مرد میرے پاس آئے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نکال کر ارضِ مقدسہ کی طرف لے گئے۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور ایک آدمی کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے (ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰؒ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ) وہ اس کو اسکی باچھ میں داخل کرتا ہے یہانتک کہ اسکی گدی تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ایسا ہی عمل اس کی دوسری باچھ سے کرتا ہے۔ اس کی اس باچھ کا زخم بھر جاتا ہے تو پھر کرتا ہے

وراسی طرح (آنکڑا) رکھتا ہے - میں نے کہا : یہ کیا بات ہے ؟ ان دونوں نے کہا : چلئے - پس ہم چل پڑے ، یہانتک کہ ایک آدمی پر ہم وارد ہوئے جو اپنی گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور ایک آدمی اسکے سر پر ایک مٹھی بھر پتھر یا سنگ لئے کھڑا ہے اور اس سے اس کا سر پھوڑتا ہے - پھر جب وہ اسکو مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے - اور وہ اسکو لینے کے لئے چل پڑتا ہے - اور وہ اسکی طرف ابھی لوٹا نہیں ہوتا ، اسکے سر کا زخم بھر جاتا ہے اور اس کا سر جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے - پھر وہ اس کے پاس لوٹ کر آتا ہے اور اسکو مارتا ہے - میں نے کہا : یہ کون ہے ؟ انھوں نے کہا : چلئے - پھر ہم چلتے چلتے ایک سوراخ پر آئے جو تنور کی مانند ہے - اس کا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا فراخ ہے - اسکے نیچے آگ سلگ رہی ہے - جب اس کا شعلہ قریب ہوتا ہے تو وہ بلند ہو جاتے ہیں یہانتک کہ نکل پڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں - پھر جب بجھتا ہے تو وہیں لوٹ جاتے ہیں اور اس میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں - میں نے کہا : یہ کون لوگ ہیں ؟ انھوں نے کہا : چلئے - پس ہم چل پڑے یہانتک کہ ایک دریائے خون پر پہنچے جس میں ایک مرد دریا کے بیچ کھڑا ہے - (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم سے روایت کرتے ہوئے کہا دریا کے کنارے پر ایک مرد ہے) اس کے آگے پتھر ہیں - پس وہ آدمی جو دریا میں ہے آگے بڑھا - پھر جب اس نے نکلنا چاہا تو اس مرد نے پتھر اس کے منہ میں دے مارا - اور اسکو جہاں تھا وہیں لوٹا دیا - پس جب کبھی وہ نکلنے کے لئے آنے لگتا تو وہ اسکے منہ میں پتھر مارتا اور وہ جیسا تھا ویسا ہی لوٹ جاتا - میں نے کہا : یہ کیا معاملہ ہے ؟ ان دونوں نے کہا : چلئے - پھر ہم چلتے چلتے ایک سبز باغ کے پاس آئے جس میں ایک بہت بڑا درخت ہے اور اسکی جڑھ میں ایک بوڑھا ہے اور کچھ بچے کھیل رہے ہیں - اور کیا دیکھتے ہیں کہ درخت کے قریب ہی ایک مرد ہے جسکے آگے آگ ہے اور جسکو وہ سلگا رہا ہے - پس وہ مجھکو درخت پر لے چڑھے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت میں نے کبھی نہ دیکھا تھا - اس میں کچھ لوگ بوڑھے جوان ، عورتیں اور بچے تھے - پھر وہ مجھ کو نکال کر درخت پر لے چڑھے اور مجھے ایک ایسے گھر کے اندر لے گئے جو پہلے گھر سے بہت اچھا اور بہت بڑھ چڑھ کر تھا - اس میں بھی کچھ بڈھے اور کچھ جوان تھے - پس میں نے کہا : تم مجھے آج رات گھماتے رہے - اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کا حال بتاؤ - انھوں نے کہا : اچھا - پر وہ آدمی جس کو

آپ نے دیکھا کہ اس کی باچھیں پھاڑی جاتی ہیں، سو وہ ایسا جھوٹا شخص ہے، جو جھوٹی بات بیان کرتا ہے تو وہ اس سے لے لی جاتی ہے، یہاں تک کہ جہان کے کناروں تک جا پہنچتی ہے۔ پس قیامت کے دن تک اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہوتا رہے گا۔ اور وہ جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جاتا ہے سو وہ ایک ایسا آدمی ہے، جس کو اللہ نے قرآن تعلیم کیا، تو وہ اس سے بے خبر رات کو سو رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ اس سے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ اور وہ فریق جس کو آپ نے سوراخ میں دیکھا وہ زناکار ہیں۔ اور جسے آپ نے دریا میں دیکھا وہ رباخوار ہیں۔ اور جو پیر مرد درخت کی جڑ میں تھا۔ وہ ابراہیم ہیں اور بچے جو اس کے ارد گرد تھے وہ لوگوں کے بچے ہیں۔ اور جو شخص آگ سلگاتا تھا، وہ مالک دوزخ کا خزانچی ہے۔ اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے جنت ہے جو عام ایمانداروں کا گھر ہے۔ اور اور یہ گھر شہیدوں کا گھر ہے۔ اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہے۔ پس آپ اپنا سر اٹھائیے۔ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ میرے اوپر کی طرف بادل سا ہے۔ انھوں نے کہا: یہ تیرا گھر ہے۔ میں نے کہا: مجھے اپنے گھر میں داخل ہو لینے دو۔ انھوں نے کہا: بات یہ ہے کہ تمھاری کچھ عمر باقی ہے جو ابھی تم نے پوری نہیں کی۔ اگر پوری کر لیتے تو اپنے گھر میں آ جاتے۔

(وَهٰذَا الحدیث ذکرہ البخاریؒ فی باب ما قیل فی اولاد المشرکین)

تشریحات :-

اِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً : ایک روایت میں ہے صَلَاتَہٗ - اور دوسری میں صَلَاۃَ الغَدِ (صبح کی نماز) -

فَیَقُوْلُ هَلْ رَاٰی مِنْکُمْ اَحَدٌ : اور ایک روایت میں ہے هَلْ رَاٰی الخ اور ایک روایت میں مَنْ رَاٰی باسقاط اَحَدٌ -

رُؤیا : وَهُوَ مَمْنُوْعٌ مِنَ الصَّرْفِ کَحُبْلٰی وَلٰکِنَّهٗ یُکْتَبُ بِالْاَلِفِ -

قَالَ : اَیِ الرَّاوِیُ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ وَهُوَ اَبُوْ رَجَاء -

فَیَقُوْلُ : ای النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم -

ما شَاءَ اللّٰهُ : مِنَ القَوْلِ فی تعبیر الرؤیا ۔
کَلُّوْب : وَ يُقَالُ لَهٗ كُلَّاب : وَهُوَ مِن حدیدٍ له شعب يُعَلَّقُ فيه اللَّحْمُ وَ غَيْرُهٗ ۔
قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰى : یہ کلام بخاری میں سے ہے ۔
مُوْسٰى : ای ابن اسمعیل الّذی فی اول السند ۔
الشِّدق : عبارةٌ عن جانب الفم ۔
يَبْلُغَ : يَصِلَ ۔
مَا هٰذَا : ای ماحالُ هٰذا الرّجل . و فی روایة من هٰذا ؟ ای مَنْ هٰذَا الرجل ؟
مُضْطَجِعٌ : مُسْتَلْقٍ ۔
اَلْفِهْرُ : هُوَ حَجَرٌ مِلْءُ الْكَفِّ ۔
الشَّدخُ : کسر الشیءِ الاجوفِ ۔ بابه قطع . شَدَخَ رَأْسَهٗ فَانْشَدَخَ ۔ وَ عبارة المصباح : شدختُ رَأْسَهٗ شدخًا من باب نَفَعَ كَسَرْتُهٗ و كل عظم اجوف اذا كسرته فقد شَدَخْتَهٗ وَشَدَخْتَ القضيب كسرته فَانْشَدَخَ ۔
تَدَهْدَهَ : تَدَحْرَجَ ۔
التَّنُّوْرُ : وَ هُوَ مَا يُخْبَزُ فِيهِ ۔
اِقْتَرَبَ : بمعنى قَرُبَ ۔
صعد : من باب سَمِعَ ۔ قال فی المصباح : صَعِدَ فِی السُّلَّمِ وَ الدَّرَجَةِ من باب تَعِبَ صُعُوْدًا ۔
شَبَابٌ : و فی روایة شُبَّانٌ و هما جمعانِ لِشَابٍ ۔

فَاَوْلَادُ النَّاسِ : دَخَلَتِ الفاءُ علی الخَبَرِ لِاَنَّ هٰذِهِ الجملۃ معطوفَۃٌ عَلٰی مَدْخُولِ امّا فی قولہ امّا الّذی رَایتہ یشقُّ شِدْقَہٗ - وَهٰذَا هُوَ مَوْضِعِ تَرْجَمَۃِ البخاریِّ فَاِنَّ النّاس عام یشمل المؤمنین وغیرهم فحکم اولاد المشرکین فی الآخرۃ حکم اولاد المؤمنین -

(وَهٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب ماقیل فی اولاد المشرکین)

(۷۰)

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ ، رَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَکَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَ رَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ حِکْمَةً فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَ یُعَلِّمُهَا النَّاسَ +

ترجمہ :- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، کہا : میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا :

کوئی حَسَد (رشک) نہیں مگر دو خصلتوں میں : ایک ایسے شخص کی خصلت میں جس کو اللہ نے مال دیا اور اس کو حق میں کھپا دینے پر مسلّط کیا - اور ایک ایسے شخص کی خصلت میں ، جس کو اللہ نے دانش عطا کی ، وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے

(هٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب انفاق المال فی حقہ)

(۷۱)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ ، فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ

تَصَدَّقَ عَلٰی سَارِقٍ ، فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ ، فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی زَانِیَةٍ ، فَقَالَ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِہٖ فَوَضَعَھَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ ، فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ ، فَقَالَ اللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ ، وَعَلٰی زَانِیَةٍ ، وَ عَلٰی غَنِیٍّ ، فَاُتِیَ ، فَقِیْلَ لَہٗ ، اَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سارِقٍ فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِہٖ ، وَ اَمَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّھَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاھَا ، وَ اَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَعْتَبِرَ فَیُنْفِقَ مِمَّا اَعْطَاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ +

ترجمہ :- ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا : میں کچھ صدقہ ضرور دوں گا - پھر وہ کچھ صدقہ لے کر نکلا (تاکہ کسی مستحق کے ہاتھ میں رکھے - اتفاقاً کوئی چور مل گیا) سو اُس نے وہ (صدقہ) کسی چور کے ہاتھ پر رکھ دیا - لوگ صبح کو کہنے لگے - خیرات چور کو گئی - (یہ سنکر) اس نے کہا ! بارخدایا ! تیری ہی ستائش ہے میں ضرور کچھ صدقہ دونگا - سو وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا - اب کے (ایسا اتفاق ہوا کہ وہ صدقہ) اس نے کسی زانیہ کے ہاتھ میں رکھا - پس لوگ صبح کو باتیں کرنے لگے - کہ آج رات صدقہ ایک بدکار عورت کو گیا - پھر اس نے کہا ، اے اللہ ، تیرے ہی لئے تعریف ہے ، میں ضرور کچھ صدقہ دونگا - اب جو اپنا صدقہ لے کر نکلا تو اس کو کسی توانگر کے ہاتھ پر رکھ دیا - صبح کو لوگ کہنے لگے - خیرات ایک توانگر کو مل گئی - اس نے کہا ، بار الہا ! تیری ہی تعریف ہے چور پر ، زانیہ پر اور غنی پر - اس کے پاس کوئی (آنیوالا خواب میں ، یا کوئی ہاتف یا کوئی عالم) آیا - پس اس سے کہا گیا : پر تیرا صدقہ (جو چور پر (ہوا قبول کر لیا گیا) سو شاید وہ چوری سے باز رہے - اور جو زانیہ ہے ، سو شاید وہ اپنی زناکاری

سے باز رہے، اور جو غنی ہے سو وہ عبرت پکڑے تو اس میں سے جو اللہ نے اس کو دیا ہے خرچ کرے۔

تشریحات:

(لَاَتَصَدَّقَنَّ) یعنی وَاللہِ لَاَتَصَدَّقَنَّ۔ قسم مقدر ہے۔ لام اس پر دلالت کرتا ہے

(وَ ھٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب صدقۃ السر)

کذا قال الاجھوری ولکن المَوْجُودَ انہ فی باب (اذا تصدق علی غنی وھو لایعلم) ای لا یعلم انہ غنی ٭

(۷۲)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَ لِزَوْجِهَا اَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَ لِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَالِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا ٭

ترجمہ: عائشہؓ سے مروی ہے: کہا: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت خرچ کرے اپنے گھر کے طعام میں سے درحالیکہ وہ بگاڑنیوالی نہ ہو تو اس کو اس کا اجر اس سبب سے ملیگا کہ اس نے خرچ کیا، اور شوہر کو اس سبب سے ملیگا کہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کو بھی اسی کی مانند۔ ان میں سے بعض بعض کے اجر کو کچھ کم نہ کریگا۔

(باب من امر خادمہ بالصدقۃ)

(۷۳)

اَلْبُخَارِيُّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللهُ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرُ عَلٰى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ

بِهٖ خَصَاصَةٌ ، كَفِعْلِ اَبِىْ بَكْرٍ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهٖ ، وَ كَذٰلِكَ اٰثَرَ الْاَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ نَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ ، فَلَيْسَ لَهٗ اَنْ يُضَيِّعَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ +

ترجمہ :- البخاریؒ نے کہا : پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو کوئی لوگوں کے مال سے ، چاہتا ہو ان کا تلف کرنا ، اللہ اس کو ہلاک کر دیگا ، مگر یہ کہ معروف ہو صبر میں ، سو وہ اپنے نفس پر دوسرے کو مقدم رکھے اگرچہ اس کو فقر و حاجت ہو ، جیسا کہ ابو بکرؓ نے کیا جب کہ اپنا سارا مال خیرات کر دیا ، اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کو اپنے آپ پر مقدم رکھا - اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے - پس اس کو جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے مال صدقہ کے بہانے ضائع کرتا رہے +

تشریح : اِلَّآ اَنْ يَكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ : یہ استثناء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا حصہ نہیں ہے - یہ تو ترجمۂ بخاری در باب : لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظهر غنی میں سے استثناء ہے - اَوْ مُسْتَثْنٰى مِنْ قَوْلِهٖ بَعْدُ : وَ مَنْ تَصَدَّقَ وَ هُوَ مُحْتَاجٌ اَوْ اَهْلُهٗ مُحْتَاجُوْنَ ، اَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ بِاَنْ كَانَ صاحب الدين يَصْبِرُ عَلَى الْمَدِيْنِ -

(فَيُؤْثِرُ) پس مقدم رکھے غیر کو اپنی ذات پر -

(اِضَاعَةِ الْمَالِ) : (اپنے ذاتی) مال کے ضائع کرنے سے - پس غیر کے مال کا ضائع کرنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا - یعنی مقروض کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں سے ادھار لے کر خیرات کرتا جائے اور خیرات کو لوگوں کے مال ضائع کرنے کی علت بنائے -

(۴۷)

عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَۃٌ۔ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ لَمْ یَجِدْ؟ فَقَالَ یَعْمَلُ بِیَدِہٖ، فَیَنْفَعُ نَفْسَہٗ وَ یَتَصَدَّقُ۔ قَالُوْا فَاِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَۃِ الْمَلْھُوْفَ۔ قَالُوْا فَاِنْ لَمْ یَجِدْ؟ قَالَ فَلْیَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلْیُمْسِکْ عَنِ الشَّرِّ، فَاِنَّھَا لَھَا صَدَقَۃٌ +

ترجمہ :-

ابُوبُردہ سے روایت ہے، انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مُسلِم پر صدقہ ہے۔ پس انھوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! پھر جس کو دستیاب نہ ہو؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا، اپنے ہاتھ سے کام کرے، اس سے اپنی ذات کو نفع پہنچائے اور خیرات کرے۔ انھوں نے کہا: پھر اگر یہ بھی میسر نہ ہو۔ تو فرمایا: کسی ناچار حاجتمند کی امداد کرے۔ انھوں نے کہا: اگر یہ بھی میسر نہ ہو، تو فرمایا: بھلے کام کرے اور برائی سے رُکے تو یہی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

(ھٰذَا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب علٰی کلّ مسلم صدقۃ)

(۷۵)

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ، سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ یَا حَکِیْمُ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِسَخَاوَۃِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ، وَ مَنْ اَخَذَہٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہٗ فِیْہِ، وَ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَ لَا یَشْبَعُ، وَ الْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی +

ترجمہ :- حکیم بن حزام سے مروی ہے) کہا : مینے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو آنحضرتؐ نے مجھ کو دیا۔ مینے پھر آنحضرتؐ سے مانگا تو انھوں نے پھر مجھکو دیا۔ مینے پھر آنحضرتؐ سے مانگا تو پھر مجھکو دیا۔ پھر فرمایا : اے حکیم ! یقیناً یہ مال سبز و شیریں ہے۔ پھر جو کوئی لیگا اس کو دل کی سخاوت (بے طمعی) سے اس کو برکت ملے گی اس میں، اور جو کوئی لیگا اس کو دل کی لالچ سے، نہ برکت دی جائیگی اسکو اس میں، اور وہ اس کی مانند ہوگا جو کھائے اور اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اور اونچا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

تشریح :-

حکیم بن حزام الاسدی المکی : جوفِ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ ۶۰ سال جاہلیت میں جیئے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ سو بردے آزاد کئے۔ عرفہ میں سو بردے لیکر وقوف کیا جن کی گردنوں میں چاندی کے طوق تھے اور ان پر لکھا ہوا تھا : عُتَقَاءُ اللّٰہِ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ۔ اسلام میں حج کیا، سو اونٹ ان کے ساتھ تھے، اور ایک ہزار بکریاں نیاز کیں اور ۵۴ھ یا چون ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔

حکیم بن حزامؓ نے آنحضرتؐ کے اس قول کے بعد کہ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی، عرض کیا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! وَ الَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَیْئًا : اے پیغمبر خدا ! اسی ذات کی قسم جس نے تجھ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپ سے پیچھے کسی سے کچھ نہ لونگا اس وقت تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ حکیمؓ کو عطا کے لئے بلاتے تو وہ کوئی چیز قبول نہ کرتے۔ پھر عمرؓ نے ان کو عطا کرنے کے لئے بلایا انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا : معشر المسلمین! میں تم کو گواہ کرتا ہوں حکیمؓ پر کہ میں اس کو اس کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو اللہ نے اس فَے میں سے اس کو نصیب کیا ہے اور اس نے اس کے لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حکیمؓ نے اپنے مرتے دم تک کسی سے کوئی چیز لیکر اس کا مال کم نہ کیا (رضی اللہ عنہ)۔

مالکؒ نے موطا میں عطا بن یسار سے اخراج کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے پاس عطا بھیجی۔ تو عمرؓ نے رد کردی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: لِمَ رَدَدْتَهُ؟ یہ تم نے کیوں واپس کی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے ہمکو بتلایا نہیں تھا؟ ان خیر الاخذ ان لا یأخُذَ من اَحَدٍ شَیْئًا کہ لینے والے کو یہی بہتر ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا ذَالِكَ عَنِ المَسْئَلَةِ، وَ اَمَّا مَا كَانَ عَلٰى غَيْرِ مَسْئَلَةٍ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَكَهُ اللّٰهُ: وہ مانگ کر لینے کی بات ہے، پر جو کچھ مانگے بغیر ملے تو وہ تو رزق ہے جو اللہ نے تجھکو روزی کیا ہے۔ اس پر عمرؓ نے کہا: اسی ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو مبعوث بحق کیا ہے میں کسی سے کچھ نہ مانگونگا اور بغیر مانگنے کے جو کچھ ملے گا، اس کو لئے بغیر نہ رہونگا۔

(اس حدیث کو بخاریؒ نے باب الاستعفاف عن المَسْئَلَة میں ذکر کیا)

ترانۂ ملّی

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا + مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے + آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بُت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا + ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں + خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری + تھمتا نہ تھا کسی سے سَیلِ رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم + سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو + تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو + اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم + ہے خوں تری رگوں میں ابتک رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا + اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

النشيد الإسلامي

عالمگیر جماعت الاخوۃ الاسلامیہ کا خاص ترانہ جسے علامہ اقبالؒ کے ترانۂ ملی سے

پروفیسر محمد حسن الاعظمی اور استاد صاوی شعلان نے عربی میں ترجمہ کیا

الصِّينُ لنَا وَ العَرَبُ لنَا   وَ الهِندُ لنَا وَ الكُلُّ لنَا
أضحَى الإسْلَامُ لنَا دِينًا   وَ جَمِيعُ الكَونِ لنَا وَطَنَا
تَوحِيدُ اللهِ لنَا نُورٌ   أعدَدْنَا الرُّوحَ لنَا سَكَنَا
الكَونُ يَزُولُ وَلَا تُمحَى   فِي الدَّهرِ صَحَائِفُ سُؤدَدِنَا
بُنِيَتْ فِي الأرضِ مَعَابِدُهَا   وَ البَيتُ الأوَّلُ كَعبَتُنَا
هُوَ أوَّلُ بَيتٍ نَحفَظُهُ   بِحَيَاةِ الرُّوحِ وَ يَحفَظُنَا
فِي ظِلِّ السَّيفِ تَرَبَّينَا   وَ بَنَينَا العِزَّةَ لِدَولَتِنَا
عَلَمُ الإسْلَامِ عَلَى الأيَّامِ   شِعَارُ المَجدِ لِمِلَّتِنَا
بِهِلَالِ النَّصرِ يُضِيءُ لنَا   وَ يُمَثِّلُ خَنجَرُ سَطوَتِنَا
قُولُوا لِسَمَاءِ الكَونِ لَقَدْ   طَاوَلْنَا النَّجمَ بِرِفعَتِنَا
يَا دَهرُ لَقَدْ جَرَّبتَ عَلَى   نِيرَانِ الشِّدَّةِ عَزمَتَنَا
طُوفَانُ البَاطِلِ لَمْ يُغرِقْ   فِي الخَوفِ سَفِينَةَ قُوَّتِنَا
يَا ظِلَّ حَدَائِقِ أندَلُسٍ   أنَسِيتَ مَعَانِيَ عِشرَتِنَا
وَ عَلَى أغصَانِكَ أوكَارٌ   عُمِرَتْ بِطَلَائِعِ نَشأتِنَا
يَا دِجلَةُ هَلْ سَجَّلتِ عَلَى   شَطَّيكِ مَآثِرَ عِزَّتِنَا
أمْوَاجُكِ تَروِي لِلدُّنيَا   وَ تُعِيدُ جَوَاهِرَ سِيرَتِنَا
يَا أرضَ النُّورِ مِنَ الحَرَمَينِ   وَ يَا مِيلَادَ شَرِيعَتِنَا
رَوضُ الإسْلَامِ وَ دَوحَتُهُ   فِي أرضِكِ رَوَّاهَا دَمُنَا
وَ مُحَمَّدُ كَانَ أمِيرَ الرَّكبِ   يَقُودُ الفَوزَ لِنُصرَتِنَا
إنَّ اسمَ مُحَمَّدٍ الهَادِي   رُوحُ الآمَالِ لِنَهضَتِنَا
دَوَّتْ أُنشُودَةُ إقبَالٍ   جَرَسًا أيقَظَ فِيهِ الزَّمَنَا

لِيُعِيدَ قَوَافِلَنَا الأُولَى
فِي المَجدِ وَ يَبعَثَ أُمَّتَنَا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیامِ اسلام

جالندھر شہر

اَلْقِسْمُ الثَّانِی

رَوضُ الاطفال

مُدیر: محمد احمد خان ذاکر

کلمۂ طیبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

دوسرا سبق

ہم نے کل کے سبق میں یہ بتایا تھا کہ :

ہر ایک بول، بات، فقرے کو کَلِمہ کہہ سکتے ہیں۔ کلمے، اچھے بھی ہوتے ہیں اور کلمے بُرے بھی۔ اچھے کلمے وہ ہوتے ہیں جو فائدہ مند ہوتے ہیں۔ بُرے کلمے وہ ہوتے ہیں، جن سے نقصان پہنچتا اور تکلیف ہوتی ہے۔

پھر اچھے اور عمدہ کلموں کے فائدے بھی ایک برابر نہیں ہوتے۔ کسی کلمے کا فائدہ تھوڑا ہوتا ہے، کسی کا بہت ہوتا ہے۔ کسی کا تھوڑے وقت کے لئے ہوتا ہے، کسی کا بہت وقت کے لئے۔

دیکھو! کل ہم نے تم کو، نصیحت کے کلمے، نمونہ دکھانے کے لئے، سنائے تھے۔ ان میں سے ہر کلمہ فائدہ مند ہے۔ (۱) "سیدھی مدرسے پہنچنا"۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم جلدی مدرسے پہنچ جاؤ گی اور راستے سے اِدھر اُدھر ہو جانے سے جو دُکھ پہنچ سکتے ہیں، ان سے بچ جاؤ گی۔

(۲) "اپنے استادوں کو ادب سے سلام کرنا" اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ تم سے خوش ہونگے اور تم کو دعا دینگے۔

(۳) "استاد سبق سمجھائیں تو اسکو دھیان دے کر سنو"۔ اس سے سبق اچھی

طرح تمھاری سمجھ میں آ جائیگا اور دوسری بار کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہیگی۔

ایسے کلموں کے فائدے اپنی اپنی جگہ بہت اچھے ہیں۔ لیکن یہ طیّب کلمہ جو آج تم سیکھنے والی ہو، اس سے افضل دنیا میں کوئی کلمہ نہیں۔ اس کے فائدے اتنے ہیں کہ کوئی ان کی گنتی نہیں کر سکتا۔ یہ کلمہ وہ ہے جو نیچوں کو اونچا کر دیتا ہے، قطرے کو سمندر اور ذرّے کو سورج، موت کو زندگی اور فقر کو بادشاہی بنا دیتا ہے۔ اس اچھے کلمے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اچھا درخت ہو، اس درخت کی جڑ پاتال میں ہو، اور ٹہنیاں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں، اور ہر فصل ہر موسم میں اپنے مزیدار پھل کھانے والوں کو دے رہا ہو۔ غرض اس کلمے کی اچھائیوں اور بڑائیوں کی تعریف اتنی ہے کہ کوئی زبان اس کا بیان نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں اس کو چھوڑ کر اب اس کا تھوڑا سا مطلب بیان کرنا چاہتی ہوں، دھیان کیجئے :-

اس طیّب یعنی پاکیزہ کلمے کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہے اور دوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه۔ پہلے، پہلے حصے کے ایک ایک لفظ کو سمجھئے: پہلا لفظ:

لَا

معلّمہ: ایک لڑکی سے: اگر کوئی تم سے پوچھے: "تم بوڑھی ہو؟" اس کو کیا جواب دوگی، ایک لفظ میں؟

لڑکی: جناب! میں جواب دوں گی: "نہیں"۔

معلّمہ: دوسری لڑکی سے: اگر تم سے پوچھا جائے، 'کیا تم لڑکا ہو؟' کیا جواب دوگی؟

لڑکی: میں جواب دوں گی: نہیں۔

معلّمہ: دیکھو! اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تمھیں کسی بات کا اپنی بولی میں انکار کرنا ہو تو "نہیں" کہہ کر کرتی ہو۔ اتنا اور سمجھ لو کہ عربی بولنے والے 'نہیں' کی جگہ 'لَا' کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ سوال و جواب کی یہ صورت ہوگی :-

جواب	سوال
لَا .	هَلْ اَنْتِ شَيْخَةٌ ؟
نہیں -	کیا تو بوڑھی ہے ؟
لَا .	هَلْ اَنْتِ اِبْنٌ ؟
نہیں -	کیا تم لڑکا ہو ؟

اچھا اب تم ایسے ہی کچھ اور سوالوں اور جوابوں میں غور کرو (تختۂ سیاہ پر)

هَلْ هُنَا رَجُلٌ ؟	لَا رَجُلَ هُنَا -
کیا یہاں کوئی مرد ہے ؟	نہیں کوئی مرد یہاں -
هَلْ هُنَا اَسَدٌ ؟	لَا اَسَدَ هٰهُنَا .
کیا یہاں کوئی شیر ہے ؟	نہیں کوئی شیر یہاں -
هَلْ عِنْدَكُنَّ ذَهَبٌ ؟	لَا ذَهَبَ عِنْدَنَا .
کیا تمھارے پاس کچھ سونا ہے ؟	نہیں کوئی سونا ہمارے پاس
هَلْ لَكُنَّ طَاقَةٌ بِاِحْتِمَالِ الْجِبَالِ؟	لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ -
کیا تم کو پہاڑ اٹھانے کی طاقت ہے ؟	نہیں کوئی طاقت ہمکو اس کی -
هَلْ لَكُنَّ قُوَّةٌ بِهٰذَا ؟	لَا قُوَّةَ لَنَا بِهٖ .
کیا تم کو کچھ قوت ہے اس کی ؟	نہیں کوئی قوت ہمکو اس کی -
هَلْ لَكُنَّ قُدْرَةٌ عَلٰى هٰذَا ؟	لَا قُدْرَةَ لَنَا عَلٰى هٰذِهٖ .
کیا تمھیں قدرت ہے اس پر ؟	نہیں کوئی قدرت ہمکو اس پر -

اب بتاؤ - کیا معنٰے ہیں :-

لَا قُوَّةَ کے ؟ لڑکیاں : نہیں کوئی قوت -

لَا دِيْنَ کے ؟ " : نہیں کوئی دین -

لَا اِیمَانَ کے ؟ لڑکیاں : نہیں کوئی ایمان -
لَا صَلٰوۃَ کے ؟ ” : نہیں کوئی نماز -
لَا اِلٰہَ کے ؟ ” : نہیں کوئی اِلٰہ

اِلٰہ کس کو کہتے ہیں ؟

یہ ہم کل بتائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ +

اَلدُّرُوْسُ الْعَرَبِیَّۃُ

الدرس ۱۱

بَیْتٌ : گھر - اَلْبَیْتُ + قَلْبٌ : دل - اَلْقَلْبُ +
بَلَدٌ : شہر - اَلْبَلَدُ + مَالٌ : مال - اَلْمَالُ +
بَابٌ : دروازہ - اَلْبَابُ + ذُبَابٌ : مکھی - اَلذُّبَابُ +

تم جان چکے ہو کہ اسم (نام) دو قسم کے ہوتے ہیں -

(۱) ایک وہ اسم جو ایک قسم کی ساری ہی چیزوں پر بولے جا سکتے ہیں - مثلاً تم ہر گھر کو بَیْتٌ - ہر شہر کو بَلَدٌ ، ہر دِل کو قَلْب ، ہر مال کو مال ، ہر در کو بَاب ، ہر مکھی کو ذُبَاب کہہ سکتے ہیں -

(۲) دوسرے وہ اسم جو ایک قسم کی چیزوں میں سے ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہیں اور اور سننے والا ان سے ایک ہی چیز سمجھتا ہے -

(۱) جو اسم ایک قسم کی بہت چیزوں پر بولے جاتے ہیں ، ان کو اسماء نَکِرہ کہتے ہیں - اور جو اسم ایک ہی خاص چیز کو ظاہر کرتے ہیں انکو اسماءِ مَعْرِفَہ کہتے ہیں

(۲) ان عام اسموں کو خاص بھی بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب تم بَیْتٌ ، بَلَدٌ ، قَلْبٌ وغیرہ بولو تو ان اسموں سے دنیا جہان کا ہر ایک گھر، ہر ایک شہر اور ہر ایک دل سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن تم چاہتے ہو کسی خاص گھر، خاص شہر اور خاص دل کا ذکر کرنا، یا ایسی ہی عام نام والی کسی خاص چیز کو بیان کرنا، تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ اس کے عام نام یعنی اسم نکرہ پر اَلْ لگا دو۔ اب وہ اسم نکرہ اسم معرفہ بن جائیگا یعنی وہی خاص چیز اس اسم سے سمجھی جائیگی جس کو تم اس اسم سے ظاہر کرنا چاہتے ہو مثلاً اَلْبَیْتُ سے وہی گھر سمجھا جائیگا جس کا تم خاص طور پر ذکر کرنا چاہتے ہو۔

الدرس ۱۲

مسند الیہ	مسند +	موصوف	صفت +	موصوف	صفت +
اَلْبَیْتُ	بَعِیْدٌ +	اَلْبَیْتُ	الْبَعِیْدُ +	بَیْتٌ	بَعِیْدٌ +
اَلْبَلَدُ	قَرِیْبٌ +	اَلْبَلَدُ	الْقَرِیْبُ +	بَلَدٌ	قَرِیْبٌ +
اَلْمَالُ	قَلِیْلٌ +	اَلْمَالُ	الْقَلِیْلُ +	مَالٌ	قَلِیْلٌ +
اَلْقَلْبُ	رَقِیْقٌ +	اَلْقَلْبُ	الرَّقِیْقُ +	قَلْبٌ	رَقِیْقٌ +
اَلْبَابُ	مَفْتُوْحٌ +	اَلْبَابُ	الْمَفْتُوْحُ +	بَابٌ	مَفْتُوْحٌ +
اَلذُّبَابُ	مَذْمُوْمٌ +	اَلذُّبَابُ	الْمَذْمُوْمُ +	ذُبَابٌ	مَذْمُوْمٌ +
اَلذَّنَبُ	مَقْطُوْعٌ +	اَلذَّنَبُ	الْمَقْطُوْعُ +	ذَنَبٌ	مَقْطُوْعٌ +

ایضاحات :-

اوپر کی سطروں میں سے ہر سطر میں تین تین جملے دئے گئے ہیں۔ تم جانتے ہو جملہ کیا ہوتا ہے؟ جُمْلہ ایک کلام (بات) ہے۔ جو دو یا دو سے زیادہ کلموں کے جوڑ سے بنتا ہے اور یہ تو تم کو معلوم ہے کہ کلمہ ایک لفظ کو کہتے ہیں جو معنے رکھتا ہو۔

ہر سطر کے پہلے جملوں میں تین تین کلمے ہیں۔ دوسرے جملوں میں چار چار کلمے اور تیسرے جملوں میں دو دو کلمے۔

پہلی سطر کے پہلے جملے میں ایک کلمہ اَلْ ہے۔ دوسرا بَیْت۔ تیسرا بَعِیْد۔

اب دیکھو۔ اگر تم کو کسی گھر کے متعلق یہ بتانا ہو کہ وہ بہت فاصلے پر ہے یا کسی شہر کے متعلق بتانا ہو کہ وہ بہت تھوڑے فاصلے پر ہے تو تم اپنی زبان میں اور عربی زبان میں یوں کہو گے :-

گھر دُور ہے - شہر نزدیک ہے -

اَلْبَیْتُ بَعِیْدٌ - اَلْبَلَدُ قَرِیْبٌ -

پھر دیکھو جب تک کسی شخص، کسی چیز یا کسی جگہ کا نقشہ تمھارے ذہن میں موجود نہ ہو، تم اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ جس کو تم جانتے ہی نہیں اس کے متعلق کہہ ہی کیا سکتے ہو؟ اس لئے: جن شخصوں، چیزوں اور مقاموں کے متعلق تم کچھ بتانا یا خبر دینا چاہو تو تم کو ان کی جان پہچان ہونا ضروری ہے۔ عربی زبان میں جان پہچان کو معرفہ یا معرفت کہتے ہیں۔ اسی لئے ایسی جانی پہچانی ہوئی چیزوں اور شخصوں وغیرہ کے ناموں کو اسماء معرفہ کہتے ہیں، یعنی جان پہچان کے نام۔

پس تم اوپر کے عربی جملوں میں ایک بات تو یہ دیکھو گے کہ جن کی تم خبر دیتے ہو، ان کے نام پہلے لیتے ہو۔ یہ اس لئے کہ جس کے متعلق تم کچھ کہنا چاہو جب تک اس کا نام و نشان نہ دو اور کیا بتا سکتے ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ : (۱) جب تمھیں کسی کے متعلق کچھ کہنا ہو تو پہلے اس کا نام (اسم) لینا چاہئے، پھر جو کچھ اسکے متعلق کہنا ہو کہنا چاہئے۔

(۲) اور تم جو نام اس کا لو، وہ نام اسم معرفہ ہونا چاہئے۔ اور اگر وہ نام عام ناموں میں سے ہو یعنی نکرہ ہو تو اس پر اَلْ داخل کر کے اسکو معرفہ بنا لینا چاہئے۔

(۳) اور اوپر کی مثالوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ایسے جملوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ پہلا وہ، جس میں نام ہوتا ہے اس کا، جس کے متعلق کچھ کہا جاتا ہے۔اس حصے کو مسند الیہ کہتے ہیں۔

دوسرا وہ، جس میں وہ بات ہوتی ہے جو مسند الیہ کے متعلق کہی گئی ہوتی ہے، اس حصے کو مسند کہتے ہیں +

الدرس ۱۳

مندرجہ ذیل جملوں میں مسند اور مسند الیہ کو پہچانو :۔

(۱) اَللّٰہُ قَادِرٌ ۔ (۲) مُحَمَّدٌ نَبِیٌّ
(۳) اَلصَّلٰوۃُ فَرْضٌ ۔ (۴) اَلزَّکَاۃُ وَاجِبَۃٌ ۔
(۵) اَلسَّمَاءُ صَافِیَۃٌ ۔ (۶) اَلسَّمَاءُ مُغِیْمَۃٌ ۔
(۷) اَلْجَوُّ جَمِیْلٌ ۔ (۸) اَلْبَدْرُ طَالِعٌ ۔
(۹) اَلشَّمْسُ بَازِغَۃٌ ۔ (۱۰) اَلنُّجُوْمُ مُضِیْئَۃٌ ۔
(۱۱) اَلْقَمَرُ مُنِیْرٌ ۔ (۱۲) اَلسَّحَابُ مُتَرَاکِمٌ ۔
(۱۳) اَلْمَدْرَسَۃُ رَوْضَۃٌ ۔ (۱۴) اَلْبُسْتَانُ جَمِیْلٌ ۔
(۱۵) اَلْحَدِیْقَۃُ صَغِیْرَۃٌ ۔ (۱۶) اَلْغُصْنُ مُتَحَرِّکٌ ۔
(۱۷) اَلثَّمَرُ نَاضِجٌ ۔ (۱۸) اَلطَّیْرُ مُغَرِّدٌ ۔

فائدہ :۔ ایسے جملوں میں جن کی ابتدا اسم سے ہو۔ مسند الیہ کو مُبتدا اور مُسْنَد کو خَبر کہتے ہیں۔ مثلاً اس سبق کے پہلے جملہ میں اَللّٰہُ مبتدا ہے اور قَادِرٌ اس کی خبر ہے۔ اور معنی جملہ کے " اللہ سکت والا ہے "۔

دوسرے جملہ مُحَمَّدٌ نَبِیٌّ میں مُحَمَّدٌ اسم (معرفہ) عَلَم مُبتدا، نَبِیٌّ

اسم نکرہ اس کی خبر۔ معنی حضرت محمدؐ نبی ہیں۔ تیسرے جملہ اَلصَّلٰوۃُ فَرْضٌ ہیں، اَلصَّلٰوۃ = اَلْ لگا ہوا اسم معرفہ مبتدا۔ فَرْضٌ اسم نَکِرَہ اس کی خبر۔ معنے نماز فرض ہے۔

الفاظ کے معنے :۔

مُغَیِّمَۃٌ : ابر آلود۔ بادل والا۔	بَدْرٌ : چودھویں کا چاند۔
جَوٌّ : کرۂ ہوائی۔ فضا۔	طَالِعٌ : چڑھا ہوا۔
جَمِیْلٌ : خوشنما۔	شَمْسٌ : سورج۔
بَازِغَۃٌ : نکلا ہوا۔	نُجُوْمٌ : تارے (مفرد : نَجْمٌ)
غُصْن : ٹہنی۔	مُضِیْئَۃٌ : چمک رہا۔
مُتَحَرِّكٌ : ہلتا۔	مُنِیْرٌ : روشن۔
ثَمَرٌ : میوہ۔	سَحَابٌ : بادل۔
نَاضِجٌ : پکا ہوا۔	مُتَرَاکِم : تہ بر تہ۔
اَلطَّیْر : پرندہ۔	رَوْضَۃٌ : باغ۔
مُغَرِّدٌ : چہچہاتا۔	بُسْتَانٌ : باغ۔
حَدِیْقَۃٌ : چار دیواری والا باغ۔	

یہاں تک ہمارا بیان دوسرے سبق کی ہر سطر کے پہلے جملوں کے متعلق تھا۔ اس سبق کی ہر سطر کے دوسرے تیسرے جملوں کو ہم کل دیکھینگے۔ انشاء اللہ تعالٰے۔

اَلدَّرْسُ ١٤

اَلْعَدَدُ الْبَسِيْطُ

لِلْمُذَكَّرِ

١ - هٰذَا وَلَدٌ وَاحِدٌ
٢ - هٰذَانِ وَلَدَانِ اِثْنَانِ
٣ - هٰؤُلَاءِ ثَلَاثَةُ اَوْلَادٍ
٤ - هٰؤُلَاءِ اَرْبَعَةُ اَوْلَادٍ -
٥ - هٰؤُلَاءِ خَمْسَةُ اَوْلَادٍ -
٦ - هٰؤُلَاءِ سِتَّةُ اَوْلَادٍ -
٧ - هٰؤُلَاءِ سَبْعَةُ اَوْلَادٍ -
٨ - هٰؤُلَاءِ ثَمَانِيَةُ اَوْلَادٍ -
٩ هٰؤُلَاءِ تِسْعَةُ اَوْلَادٍ -
١٠ - هٰؤُلَاءِ عَشَرَةُ اَوْلَادٍ -

اَلْعَدَدُ الْبَسِيْطُ

لِلْمُذَكَّرِ

١ - هٰذَا كَلْبٌ وَاحِدٌ -
٢ - هٰذَانِ كَلْبَانِ اِثْنَانِ -
٣ - هٰذِهٖ ثَلَاثَةُ كِلَابٍ -
٤ - هٰذِهٖ اَرْبَعَةُ كِلَابٍ -
٥ - هٰذِهٖ خَمْسَةُ كِلَابٍ -
٦ - هٰذِهٖ سِتَّةُ كِلَابٍ -
٧ - هٰذِهٖ سَبْعَةُ كِلَابٍ -
٨ - هٰذِهٖ ثَمَانِيَةُ كِلَابٍ -
٩ - هٰذِهٖ تِسْعَةُ كِلَابٍ -
١٠ - هٰذِهٖ عَشَرَةُ كِلَابٍ

اَلْعَدَدُ الْبَسِيْطُ

لِلْمُؤَنَّثِ

١ - هٰذِهٖ بِنْتٌ وَاحِدَةٌ -
٢ - هَاتَانِ بِنْتَانِ اِثْنَتَانِ -

اَلْعَدَدُ الْبَسِيْطُ

لِلْمُؤَنَّثِ

١ - هٰذِهٖ مِحْبَرَةٌ وَاحِدَةٌ -
٢ - هَاتَانِ مِحْبَرَتَانِ اِثْنَتَانِ -

۳۔ هٰؤُلَاءِ ثَلَاثُ بَنَاتٍ۔	۳۔ هٰذِهٖ ثَلَاثُ مَحَابِرَ۔
۴۔ هٰؤُلَاءِ اَرْبَعُ بَنَاتٍ۔	۴۔ هٰذِهٖ اَرْبَعُ مَحَابِرَ۔
۵۔ هٰؤُلَاءِ خَمْسُ بَنَاتٍ۔	۵۔ هٰذِهٖ خَمْسُ مَحَابِرَ۔
۶۔ هٰؤُلَاءِ سِتُّ بَنَاتٍ۔	۶۔ هٰذِهٖ سِتُّ مَحَابِرَ۔
۷۔ هٰؤُلَاءِ سَبْعُ بَنَاتٍ۔	۷۔ هٰذِهٖ سَبْعُ مَحَابِرَ۔
۸۔ هٰؤُلَاءِ ثَمَانِیْ بَنَاتٍ۔	۸۔ هٰذِهٖ ثَمَانِیْ مَحَابِرَ۔
۹۔ هٰؤُلَاءِ تِسْعُ بَنَاتٍ۔	۹۔ هٰذِهٖ تِسْعُ مَحَابِرَ۔
۱۰۔ هٰؤُلَاءِ عَشْرُ بَنَاتٍ۔	۱۰۔ هٰذِهٖ عَشْرُ مَحَابِرَ۔

اوپر ہم نے چار مثالیں گنتی کی دی ہیں۔ ان چاروں مثالوں میں ایک سے دس تک چیزوں کی گنتی کی گئی ہے۔ عربی زبان میں گنتی کو عدد کہتے ہیں۔ اور جن لفظوں سے چیزیں گنی جاتی ہیں۔ ان کو اسمِ عدد (اَسْمَاءُ الْاَعْدَاد) کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کلمے کی جو تین قسمیں اسم۔ فعل اور حرف ہیں۔ ان میں سے گنتی کی رقمیں اسم کی قسم میں داخل ہیں۔ فعل اور حرف کی قسموں میں سے نہیں ہیں۔

اب ہم ایک سے لیکر دس تک گنتے ہیں:۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ایک	دو	تین	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نو	دس
وَاحِدٌ	اِثْنَانِ	ثَلَاثَةٌ	اَرْبَعَةٌ	خَمْسَةٌ	سِتَّةٌ	سَبْعَةٌ	ثَمَانِيَةٌ	تِسْعَةٌ	عَشَرَةٌ

ایک سے دس تک گننے میں جو ہم نے یہ دس لفظ یا کلمے بولے ہیں۔ ان میں سے ہر کلمہ اسم عدد ہے۔ وَاحِدٌ اسم عدد ہے۔ اِثْنَانِ اسم عدد ہے۔ ثَلَاثَةٌ اسم عدد ہے۔ اسی طرح اوپر تک۔ اور جن چیزوں کو ہم ان عددوں کا نام لے کر

گنتے ہیں۔ ان کو معدود کہتے ہیں۔ یعنی گنی ہوئی۔ مثلاً اوپر کی مثالوں میں ثَلَاثَةُ اَوْلَادٍ (تین لڑکے)۔ اَرْبَعَةُ اَوْلَادٍ (چار لڑکے) وغیرہ مثالوں میں ثَلَاثَةٌ۔ اَرْبَعَةٌ۔ خَمْسَةٌ۔ سِتَّةٌ اسمائے عدد ہیں اور اَوْلَادٌ وغیرہ الفاظ جو ان مثالوں میں اِن عددوں کے بعد آتے ہیں معدود کہلاتے ہیں۔

عربی کی گنتی میں اردو کی گنتی سے ایک بات نرالی پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اردو کے ہندسوں میں نر و مادہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں ایک لڑکا، ایک کتا، ایک لڑکی، ایک دوات، دو لڑکے، دو کتے، دو لڑکیاں، دو دواتیں۔ اسی طرح تین لڑکے، تین لڑکیاں آخر تک۔ اردو کے اسمائے اعداد چاہو ان سے نَروں کو گنو یا مادیوں کو، دونوں حالتوں میں یہ یکساں ہی رہتے ہیں۔ مگر عربی کے اسمائے اعداد میں یہ بات نہیں۔ یہاں عددوں میں بھی مذکر اور مؤنث کا فرق و امتیاز موجود ہے۔ یہاں لڑکوں کی گنتی کرنے لگے تو وَاحِدٌ اِثْنَانِ کہنا شروع کیا۔ اور جب لڑکیوں کی گنتی کرنے لگے تو وَاحِدَةٌ، اِثْنَتَانِ۔ گویا نروں کی گنتی نرینہ عددوں سے کی گئی اور مادیوں کی مادینہ عددوں سے۔ یہاں سے آگے ایک اور تماشہ شروع ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ نر عددوں اور مادہ عددوں کا سلسلہ تو دس تک برابر چلا جاتا ہے۔ مگر دو سے آگے نکلکر اُلٹی گنگا بہنی شروع ہو جاتی ہے یعنی تین سے لیکر دس تک مذکروں کی گنتی مؤنث عددوں سے اور مؤنثوں کی گنتی مذکر عددوں سے ہونے لگتی ہے۔

اب اس کے بعد اگر آپ ذرا اور ٹھہریں اور ان مثالوں پر چند لمحے کچھ اور غور کر لیں، تو کچھ باتیں بیگانگی کی اور بھی نظر آئینگی اور یہ بیگانگی چار مشقوں کے اسمائے اشارہ میں دکھائی دیگی۔ پہلی دونوں مثالیں مذکر کی ہیں۔ ان میں دو کے عدد تک یکسانی ہے۔ اور پھر تین سے دس تک بیگانگی۔ یعنی دوسری مشق میں اسم اشارہ هٰؤُلَاءِ کی بجائے هٰذِهٖ شروع ہو جاتا ہے۔ اس بھید کو سمجھنے کے لیے ایک بات

اور سن لیجئے۔ وہ بات یہ ہے کہ معدود اشخاص یا جو چیزیں گنی جاتی ہیں۔ وہ بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔ اوّلاً یا تو وہ بے جان ہوں گی یا جاندار اور پھر جانداروں میں سے یا بے شعور ہوں گی یا باشعور۔ بے شعوروں اور بے جانوں کی جمع کا صیغہ واحد مؤنث کے برابر برابر ہی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جس طرح واحد مؤنث کی طرف هٰذِهٖ کے کلمے سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بے عقل و شعور مذکروں کی جمع کی طرف بھی۔

اَلدَّرْسُ ١٥

١- لِاَخِیْ كِتَابٌ وَاحِدٌ.
٢- اِلٰهُنَا اِلٰهٌ وَاحِدٌ.
٣- لَهٗ صَدِیْقٌ وَاحِدٌ.
٤- وَ لَهَا صَدِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ.
٥- عِنْدَنَا رُوْبِیَةٌ وَاحِدَةٌ.
٦- لَكُمَا اِثْنَانِ مِنَ الْغِلْمَانِ.
٧- عِنْدِیْ قَلَمَانِ وَ رِیْشَتَانِ.
٨- اِشْتَرَتْ زَیْنَبُ ثَلَاثَ دَجَاجَاتٍ وَ اِشْتَرَیْتُ ثَلَاثَةَ دُیُوْكٍ.
٩- لِلْقَمَرِ ثَلَاثُ دَوَرَاتٍ وَ لِلْاَرْضِ دَوْرَتَانِ وَ لِلشَّمْسِ دَوْرَةٌ وَاحِدَةٌ.
١٠- اَلْبَرِیْدُ یُعَادِلُ اَرْبَعَةَ فَرَاسِخَ وَ لِلْفَرْسَخِ ثَلَاثَةُ اَمْیَالٍ.
١١- اَلْاِخْوَانُ ثَلَاثُ طَبَقَاتٍ، طَبَقَةٌ كَالْغِذَاءِ وَ طَبَقَةٌ كَالدَّوَاءِ وَ طَبَقَةٌ كَالدَّاءِ.

۱۲- اَلشَّاةُ لَهَا اَرْبَعُ قَوَائِمَ .

۱۳- اِشْتَرَيْتُ اَرْبَعَةَ كُتُبٍ .

۱۴- قَرَأْتُ خَمْسَةَ اَسْفَارٍ .

۱۵- حَفِظْتُ سِتَّ صَفَحَاتٍ .

۱۶- شَرِبْتُ سِتَّةَ اَكْوَابٍ .

۱۷- تَنَزَّهْتُ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

۱۸- فِيْ كُلِّ اُسْبُوْعٍ سَبْعَةُ اَيَّامٍ .

۱۹- اَلْعَنْكَبُوْتُ لَهَا ثَمَانِيَةُ اَرْجُلٍ .

۲۰- اَلْفَلَّاحُ عِنْدَهٗ ثَمَانِيْ بَقَرَاتٍ .

۲۱- سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ ثَمَانُ آيَاتٍ .

۲۲- عُمْرِيْ سَبْعُ سَنَوَاتٍ وَ عُمْرُ اَخِيْ تِسْعُ سَنَوَاتٍ.

۲۳- اُمِّيْ حَمَلَتْنِيْ فِيْ بَطْنِهَا تِسْعَةَ اَشْهُرٍ وَ اَرْضَعَتْنِيْ لَبَنَهَا حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ .

۲۴- مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرَةُ اَمْثَالِهَا .

۲۵- اَقَلُّ الْمَهْرِ عَشْرَةُ دَرَاهِمَ .

ترجمہ :- میرے بھائی کی ایک کتاب ہے (۲) ہمارا خدا ایک خدا ہے - اس (مذکر) کا ایک دوست ہے۔ (۴) اور اس (مؤنث) کی ایک سہیلی ہے - (۵) ہمارے پاس ایک روپیہ ہے - (۶) تمہارے پاس دو غلام ہیں -(۷) میرے پاس دو قلم اور دو بہنیں ہیں (۸) زینب نے تین مرغیاں خریدیں اور میں نے تین مرغے خریدے - (۹) چاند کے تین دورے (ہوتے) ہیں - اور زمین کے دو دَورے اور سورج کا ایک ہی دَورہ ہوتا ہے - (۱۰) بُریدؔ[1] چار فرسنگ کے برابر ہوتا ہے اور فرسنگ تین میل (کا) ہوتا ہے - (۱۱) بھائیوں کے تین طبقے ہوتے ہیں۔

---

[1] بارہ میل کے ایک پیمانے کو کہتے ہیں۔

ایک طبقہ غذا کی مانند ہے اور ایک طبقہ دوا کی مانند اور ایک طبقہ بیماری کی مانند - (۱۲) بکری کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں - (۱۳) میں نے خریدیں چار کتابیں - (۱۴) میں نے پڑھیں پانچ کتابیں (۱۵) میں نے یاد کئے چھ صفحے - (۱۶) میں نے پئے چھ آبخورے - (۱۷) میں نے سیر کی سات بار - (۱۸) ہر ہفتے میں سات دن ہوتے ہیں - (۱۹) مکڑی کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں - (۲۰) کسان کے پاس آٹھ گائیں ہیں - (۲۱) سورۃ التکاثر کی آٹھ آیتیں ہیں - (۲۲) میری عمر سات برس ہے اور میرے بھائی کی عمر نو برس - (۲۳) میری ماں نے مجھے اٹھایا اپنے پیٹ میں نو مہینے اور مجھے پلایا اپنا دودھ دو سال پورے - (۲۴) جو نیکی لائیگا اس کو دس برابر کی نیکیاں ملینگی - (۲۵) سب سے تھوڑا مہر دس درہم ہے +

منبہات

(۱)

۱- خَصْلَتَانِ لَا شَیْءَ اَفْضَلُ مِنْهُمَا :
اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰہِ وَ النَّفْعُ لِلْمُسْلِمِیْنَ -
وَ خَصْلَتَانِ لَا شَیْءَ اَخْبَثُ مِنْهُمَا :
اَلشِّرْكُ بِاللّٰہِ ، وَ الضَّرُّ بِالْمُسْلِمِیْنَ -

۲- مَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ بِلَا زَادٍ ، فَكَاَنَّمَا رَكِبَ الْبَحْرَ بِلَا سَفِیْنَةٍ -

۳- عِزُّ الدُّنْیَا بِالْمَالِ وَ عِزُّ الْاٰخِرَةِ بِصَالِحِ الْاَعْمَالِ -

۴- هَمُّ الدُّنْیَا ظُلْمَةٌ فِی الْقَلْبِ ، وَهَمُّ الْاٰخِرَةِ نُوْرٌ فِی الْقَلْبِ -

۵- مَنْ كَانَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَتِ الْجَنَّةُ فِیْ طَلَبِهٖ ، وَ مَنْ كَانَ فِیْ طَلَبِ الْمَعْصِیَةِ كَانَتِ النَّارُ فِیْ طَلَبِهٖ -

۶- لَا صَغِیْرَةَ مَعَ الْاِصْرَارِ ، وَ لَا كَبِیْرَةَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ

۷- هَمُّ الْعَارِفِ الثَّنَاءُ، وَ هَمُّ الزَّاهِدِ الدُّعَاءُ، لِأَنَّ
هَمَّ الْعَارِفِ رَبُّهٗ وَ هَمَّ الزَّاهِدِ نَفْسُهٗ۔

۸- طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ عَقْلُهٗ اَمِيْرًا وَ هَوَاهُ اَسِيْرًا، وَ وَيْلٌ
لِمَنْ كَانَ هَوَاهُ اَمِيْرًا وَ عَقْلُهٗ اَسِيْرًا -

۹- لَا غُرْبَةَ لِلْفَاضِلِ وَ لَا وَطَنَ لِلْجَاهِلِ.

۱۰- اَصْلُ جَمِيْعِ الْخَطَايَا حُبُّ الدُّنْيَا، وَ اَصْلُ جَمِيْعِ الْفِتَنِ
مَنْعُ الْعُشْرِ وَ الزَّكٰوةِ +

ترجمہ:- (۱) دو خصلتیں (ایسی) ہیں کہ کوئی چیز ان سے بڑھ کر نہیں - ایمان لانا اللہ پر اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو۔ اور دو خصلتیں (ایسی) ہیں کہ کوئی چیز اُن سے بُری نہیں + شرک کرنا اللہ سے اور نقصان پہنچانا مسلمانوں کو -

(۲) جو شخص قبر میں داخل ہوا بغیر توشہ کے، تو گویا وہ سمندر پر سوار ہوا بغیر کشتی کے -

(۳) دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اچھے اعمال سے -

(۴) دنیا کی فکر ایک اندھیرا ہے دل میں، اور آخرت کی فکر ایک روشنی ہے دل میں -

(۵) جو کوئی علم کی طلب میں ہو اسکی طلب میں جنت ہوتی ہے، اور جو کوئی گناہ کی طلب میں ہو اسکی طلب میں دوزخ

(۶) کوئی چھوٹا گناہ نہیں (اس پر) ہٹ کرنے کے ساتھ اور کوئی بڑا گناہ نہیں (اس سے) بخشش مانگنے کے ساتھ

(۷) خدا شناس کا ارادہ (خدا کی) ثنا کا ہوتا ہے اور زاہد کا ارادہ دعا کا ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا شناس کا مقصود اس کا پروردگار ہے اور زاہد کا مقصود اس کا اپنا آپ -

(۸) خوشی ہے اس شخص کے لئے جس کی عقل حاکم ہو اور خواہش قیدی ہو، اور خرابی ہے اس شخص کے لئے جس کی خواہش حاکم اور عقل قیدی ہو -

(۹) عالم کے لئے کوئی بے وطنی نہیں اور جاہل کا کوئی وطن نہیں -

(۱۰) تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے، اور تمام فتنوں کی جڑ دہ یکی اور زکاۃ کا نہ دینا ہے +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام اسلام

جالندھر شہر

تعلیمی صحیفہ

مدیر: محمد احمد خان ذاکر

قواعد

۱۔ رسالہ ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع اسی مہینے کی بیسویں تاریخ تک پہنچ جانی چاہیئے، ورنہ رسالہ، بشرط موجودگی قیمت پر ملیگا۔

۳۔ چندہ سالانہ ۳؎ ر۔ فی پرچہ ۴ ر۔

۴۔ اشتہارات کی اُجرت کا تصفیہ منیجر سے بذریعہ خط و کتابت کرنا چاہیئے۔

جنرل برقی پریس۔ ریلوے روڈ۔ جالندھر شہر میں چھپ کر
باہتمام محمد احمد خاں فاکر پرنٹر پبلشر دار القرآن سے شائع ہوا

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔

(بنی اسرائیل : ۸۱)

چیست دیدارِ خدائے نُہ سپہر + آنکہ بے حکمش نگردد ماہ و مہر

نقشِ حق اوّل بجان انداختن + باز اُو را در جہان انداختن

نقشِ جان تا در جہان گردد تمام + می شود دیدارِ حق دیدارِ عام

نقشِ حق داری ؟ جہان نخچیرِ تست + ہم عنان تقدیر با تدبیرِ تست

(اقبالؒ : جاوید نامہ)

نقشِ حق

ظلمتِ باطل میں ہے خنجرِ مردانِ حق + حُسنِ رُخِ آفتاب ، نُورِ دلِ بامداد

مردِ مجاہد جری ، خوف و طمع سے بری + پاک نگہ ، پاک دل ، پاک داں ، پاک زاد

عشق ہے حق کا فسوں ، عشق ہے حق کا جنوں + عشق کے خنجر سے ہے ، عقدۂ دل کی کُشاد

حق کی شہادت ہے عشق ، حق کی رفاقت ہے عشق + عشق ہے ذوقِ نماز ، عشق ہے ذوقِ جہاد

مردِ مجاہد ہے تُو ، حق کا پرستار ہو + عشق کی گفتار ہو ، عشق کی کردار ہو

(لالۂ صحرا)

عشقِ حق

زعشقِ حق اگر دیوانه گردی + بجانِ عاشقان فرزانه گردی
بیای و عاشقِ آن جانِ جان شو بجانِ تو که خود جانانه گردی

نگاه از عشقِ حق شمشیر گردد جهانِ آب و گِل نخچیر گردد
بیا خود را درین آتش بینداز که مُشتِ خاکِ تو اکسیر گردد

(منیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ عشق و سرمستی ز من بشنو نہ از واعظ
کہ با جام و سبو ہر شب قرین ماہ و پرویم (حافظؒ)

انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے "جشن جوبلی" کے موقع پر دسمبر ۱۹۳۸ء میں "لالۂ صحرا" کے عنوان سے میں نے ایک اردو نظم پڑھی جس کا موضوع عشق و ایمان تھا۔ اس میں شاعرانہ زبان اور شاعرانہ انداز میں ایمان اور مومن کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے، اور مقصود یہ ہے کہ مسلمان اس حقیقت کو پالیں کہ ایمان کا جوہر محبت الٰہی ہے جسے صوفیہ کرام اور شعراء ربانی عشق سے تعبیر کرتے ہیں، اور پھر جادۂ شریعت کو محبت سے طے کریں اور اس راہ کے شدائد و محن کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے مال و جان کی قربانی محبت سے پیش کر سکیں۔ نظم مذکور انہی دنوں روزنامہ "انقلاب" لاہور کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوئی اور بعد میں انجمن کی روئداد میں بھی چھپ گئی۔ حال ہی میں "انجمن مدرسۃ البنات جالندھر شہر" نے اس نظم کو ایک نہایت نفیس اور دیدہ زیب کتابچہ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ ہمارے زمانے میں علمی و ادبی ذوق کا فقدان عام ہے، شاعرانہ زبان و اندازِ بیان سے عام انگریزی خواں طبقہ بکلی ناآشنا ہے، اور اسلامی تعلیمات کی روح سے ناواقفی تو عالمگیر ہے۔ بعض عزیزوں اور دوستوں کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ لفظ عشق کو محبت الٰہی کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، نہیں بلکہ عین ایمان کا مرادف ٹھہرایا ہے۔ بعض صاحبوں نے تو لفظ عشق کے استعمال کے جواز و عدم جواز اور خطا و صواب کی بحث چھیڑ دی، اور سرے سے اسکے استعمال ہی کو خطا قرار دیا ؎

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست + سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

بہر حال چند عزیز طالب علم دوستوں نے خواہش ظاہر کی کہ اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا جائے جس سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو جائے۔ چونکہ میں ان دنوں "روحِ قرآن و تصوفِ اسلام" کے عنوان سے انگریزی اور اردو دو زبانوں میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس کا ایک حصہ اسی "عشق و ایمان" کے موضوع سے متعلق ہے، لہٰذا میں نے عزیزانِ موصوف کی اس خواہش کو بخوشی منظور کر لیا، اور مخدوم و مکرم قبلہ مولانا عبدالحق عباس صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ازرہ عنایت مجلہ "پیامِ اسلام" کا ایک پورا نمبر اس مقالے کے لئے وقف کر دیا۔

عشق و ایمان کا مسئلہ قرآن پاک اور تعلیمات اسلامی کی رُوح ہے اور اتنا وسیع ہے کہ کائنات کی ہر شے پر محیط

ہے۔ میں اس مختصر مقالے میں صرف یہ کوشش کرونگا کہ ایمان کی حقیقت اور مومن کے خصائص واضح ہو جائیں اور عشق کے متعلق اُن اساتذۂ شعراء کے کافی اشعار نقل کر دیے جائیں جنکا کلام اس بارے میں سند کا حکم رکھتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے فارسی اور اُردو اشعار زیادہ تعداد میں نقل کرونگا تاکہ قارئین کرام یہ خیال نہ کریں کہ قدماء نے جو لکھا سو لکھا اب زمانہ بدل چکا ہے، اسلئے اس لَے کو بڑھانا نہیں چاہیئے کیونکہ یہ بے وقت کی راگنی ہے۔ فطرت انسانی وہی ہے، زندگی کی حقیقت بھی ہے، اور حقیقی شاعر زندگی کے حقائق ثابتہ سے کبھی روگردانی نہیں کر سکتا۔

میرا مقصود دماغوں کو مرعوب اور زبانوں کو ساکت کرنا نہیں بلکہ یہ آرزو ہے کہ دلوں میں راہ پیدا کرکے ایمان کی تخم ریزی کر سکوں تاکہ عمل صالح کے کشت زار لہلہانے لگیں۔ ایمان کے متعلق قرآن پاک کی آیات اور عشق کے متعلق شعراء کے اشعار اتنی تعداد میں درج کر دیئے ہیں کہ ہر شخص اُن کو سمجھ کر اس موضوع کے بارے میں اپنے نتائج خود اخذ کر سکتا ہے۔ میں نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ باغ کے پھلوں اور پھولوں کے اوصاف بیان کرنے میں زیادہ وقت صرف کروں، بلکہ خود باغ کے دروازے کھول دیئے ہیں تاکہ اسمیں داخل ہو کر ہر کوئی اپنی استعداد کے مطابق نگاہ کو نُور، قلب کو سرُور، اور کام و دہن کو لذت سے بہرہ اندوز کر سکے۔

یہ مقالہ ایک مقدمہ، پانچ فصلوں، اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، بہ تفصیل ذیل:-

مقدمہ: ایمان اور عشق و محبت کے متعلق چند متفرق تمہیدی باتیں۔

فصل اول: نورِ ایمان: ایمان اور مومن کی حقیقت۔

فصل دوم: آفتاب حقائق: تاریخی اور مذہبی حقائق کے متعلق اشارات: فصل اول کے مباحث کی تشریح و توضیح و تصدیق

فصل سوم: بزمِ عشق: مجاز و حقیقت۔

فصل چہارم: شمشیر شہادت (شواہد شعر فارسی) اس فصل میں مندرجہ ذیل ۹ شاعروں کا وہ کلام ہے جسمیں لفظ عشق کا استعمال ہے یا اسکی تشریح ہے:- سنائی، عطّار، رومی، سعدی، عراقی، خسرو، حافظ، جامی، اقبال۔

فصل پنجم: شمشیر شہادت (شواہد شعر اردو) اس فصل میں چار اُردو شاعروں کا کلام ہے: درد، غالب، حالی، اقبال۔

خاتمہ: خلاصۂ مطالب، اور نظم "لالۂ صحرا" کے متعلق چند اشارات۔

اس مقالے کی ترتیب کے دوران میں کتب ذیل میرے پیش نظر رہیں :-

(۱) قرآن مجید -
(۲) ترجمان القرآن (حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہٗ)
(۳) حجۃ اللہ البالغہ (حضرت شاہ ولی اللہؒ)
(۴) التفہیمات الالٰہیہ (" ")
(۵) دعوۃ الرسل الی اللہ تعالیٰ (محمد احمد العدویؒ)
(۶) الذریعہ الی مکارم الشریعہ (علامہ راغب اصفہانیؒ)
(۷) احیاء علوم الدین (امام محمد غزالیؒ)
(۸) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی (علامہ ابن قیم)
(۹) صراط مستقیم (فارسی) : (حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ)
(۱۰) فیہ ما فیہ (فارسی) : ملفوظات حضرت مولانا رومیؒ
(۱۱) الجامع الصغیر (حافظ جلال الدین السیوطیؒ)
(۱۲) بستان العارفین (علامہ حافظ ابوزکریا النووی)
(۱۳) مقدمہ (علامہ ابن خلدون)

---

(۱۴) حدیقۃ الحقیقۃ (حکیم سنائیؒ غزنوی)
(۱۵) منطق الطیر (عطارؒ)
(۱۶) مثنوی (رومیؒ)
(۱۷) دیوان شمس تبریز (رومیؒ)
(۱۸) بوستان (سعدیؒ)
(۱۹) دیوان عراقی
(۲۰) مثنوی عشاق نامہ (عراقی)
(۲۱) کلیات دواوین خسرو (امیر خسروؒ دہلوی)
(۲۲) دیوان حافظؒ
(۲۳) دیوان جامیؒ
(۲۴) یوسف زلیخا (جامیؒ)
(۲۵) مثنوی اسرار و رموز (اقبالؒ)
(۲۶) پیام مشرق (")
(۲۷) زبور عجم "
(۲۸) جاوید نامہ "
(۲۹) ارمغان حجاز "

---

(۳۰) دیوان غالب
(۳۱) دیوان حالی
(۳۲) بانگ درا (اقبالؒ)
(۳۳) بال جبریل "
(۳۴) ضرب کلیم "

محمد اکبر منیر

مقدمہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝
(آل عمران : ۱۶۹)

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
(حافظؒ)

آدم فانی کی سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ اُسے بقا حاصل ہو اور وہ حیاتِ جاودانی سے ہمکنار ہو سکے۔ یہ چیز اُسے ایمان سے حاصل ہو سکتی ہے، جسے صوفی مفکرین اور اسلامی شعراء عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔

حافظ: ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق + ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اقبال: تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ + سلسلۂ روز و شب، صیرفیٔ کائنات
تو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار + موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات

لیکن ہاں

ہے مگر اس نقش میں، رنگِ ثباتِ دوام + جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
مردِ خدا کا عمل، عشق سے صاحبِ فروغ + عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رَو + عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام

فارسی شاعری میں سنائی اور عطار نے عشق کو بہت وسیع معنوں میں استعمال کیا۔ رومی نے اسے وسیع سے وسیع تر کر دیا، یہانتک کہ عشق اور عقل شاعری کی دو مستقل اصطلاحیں بن گئیں۔ ہمارے زمانے میں اقبال نے انکو اپنایا، اور نہ فقط اپنے فارسی بلکہ اردو کلام میں بھی کثرت سے ان دو لفظوں کا استعمال کیا۔ رومی اور اقبال کے ہاں عشق کے استعمال اور کہیں کہیں عقل کے ساتھ مقابلے کو ملاحظہ فرمائیے :۔

رومی : آتشِ عشق است کاندر نے فتاد + جوششِ عشق است کاندر مے فتاد

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد + کوہ در رقص آمد و چالاک شد
گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را + کے وجودے دادمے افلاک را
عشق بحرے آسماں بروے کفے + چوں زلیخا در ہوائے یوسفے
دور گردوں ہا ز موجِ عشق داں + گر نبودے عشق بفسردے جہاں
پس چہ باشد عشق دریائے عدم + در شکستہ عقل را آنجا قدم
عقل جزوی عشق را منکر بود + گرچہ بنماید کہ صاحب سر بود
عقل راہِ نا امیدی کے رود + عشق باشد کان طرف بر سر دود
لا ابالی عشق باشد نے خرد + عقل آن جوید کزان سودے برد
نے خدا را امتحانے مے کند + نے درِ سود و زیانے مے زند
اقبال: زرسم و راہِ شریعت نکردہ ام تحقیق + جز اینکہ منکرِ عشق است کافر و زندیق
اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی + نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق
زندگی را شرع و آئین است عشق + اصلِ تہذیب است دیں، دین است عشق
زعشق درسِ عمل گیر و ہرچہ خواہی کن + کہ عشق جوہرِ ہوش است و جانِ فرہنگ است
علم از تحقیق لذت مے برد + عشق از تخلیق لذت مے برد
ہر کہ او را لذتِ تخلیق نیست + پیشِ ما جز کافر و زندیق نیست
در بود و نبودِ من اندیشہ گماں ہا داشت + از عشق ہویدا شد این نکتہ کہ ہستم من
عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق + عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق + عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق + معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے + عشق بیچارہ نہ مُلا ہے نہ زاہد نہ حکیم
عقل را سرمایہ از بیم و شک است + عشق را عزم و یقیں لاینفک است

تہی از ہا و ہو میخانہ بودے ✦ گل ما از شرر بیگانہ بودے
نبودے عشق و این ہنگامۂ عشق ✦ اگر دل چون خرد فرزانہ بودے

میں نے ان دو لفظوں اور ان شعراء ربانی کے ہاں ان کے استعمال پر بہت غور کیا: کبھی خیال کرتا کہ عشق آخرت کی محبت، اور عقل دنیا کی شیفتگی ہے۔ کبھی اس نتیجہ پر پہنچتا کہ عشق کا معنی ہے خوف اور طمع (رغبۃ اور رھبۃ) خدا سے، اور عقل کا مفہوم ہے خوف اور طمع ماسوا سے۔ آخرکار بتوفیقِ خداوندی قرآن پاک کے گہرے مطالعہ سے ایمان اور مومن اور نفاق اور منافق کی حقیقت واضح ہوئی تو دیکھا کہ ان بزرگوں کے ہاں عشق اور عقل ٹھیک ٹھیک ایمان اور نفاق کے مرادف واقع ہوئے ہیں۔ قرآن پاک نے ایمان اور نفاق کی حقیقت کو زیادہ تر مومنوں اور منافقوں کے اعمال و خصائص کو تفصیل سے بیان کر کے واضح کیا ہے: اگر یہ حقیقت کما حقہٗ پیشِ نظر ہو تو ایمان و نفاق کے تمام ثمرات و لوازمات کا عکس عشق و عقل کے آثار و علائم میں صاف طور پر دکھائی دیگا۔ اسی بنا پر ہم نے فصلِ اول و فصلِ دوم میں مومنوں کے خصائص کے علاوہ منافقوں کے خصائص کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

ایمان کے عناصر، جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا، یقین اور محبتِ الٰہی ہیں اور اسکا مرادف شعراء ربانی کے ہاں عشق ہے۔ گویا عشق میں وہ تمام باتیں ہونگی جو یقین اور محبتِ الٰہی کے خصوصیات ہیں، مثلاً اخلاص، ایثار، روحِ قربانی، صداقت، شجاعت، سخاوت، مروت، عفت، بیباکی، رحم و ہمدردی، ثبات و استقامت، عزم و یقین وغیرہ۔ اسکے برعکس نفاق میں شک اور مادی زندگی کی محبت کے تمام لوازمات موجود ہونگے، مثلاً تذبذب، ریاکاری، عیاری، نمائش، حسد و بغض و کینہ، حرص و طمع و بخل، کذب و دروغ، جبن و ہراس، کبر، غیبت وغیرہ۔ عقل کا استعمال ان شعراء کے ہاں بیشتر انہی معنوں میں ہوا ہے، علی الخصوص جب عشق کے مقابلے میں اس کا ذکر ہو۔ اور یہ عقل جزوی ہے جو کم نگاہ، کوتہ اندیش اور ہوس پیشہ ہے، اور فوری مادی فائدہ پر مرتی ہے: وہ جوہر نورانی نہیں جس سے ادراک حقیقی معنوں میں جلا پاتا ہے۔ علامہ راغب "الذریعۃ" میں اسے عقلِ دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں: یہی وہ زیرکی ہے جو مولانا روم رح کے قول کے مطابق ابلیس کا خاصہ ہے: آدم عشق سے بہرہ یاب ہے ؎

داند آن کو نیک بخت و محرم است ✣ زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است

جب اس خاص نقطۂ نظر سے شعراء ربانی کے کلام کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ اکثر عشق کو بہت وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں، اور محبت الٰہی کا مفہوم اور اسکے لوازمات کا ذکر تو سب کے ہاں پایا جاتا ہے:
اور یہی ایمان کا جوہر ہے، کیونکہ خدائے پاک کی محبت کا زبردست جذبہ خود یقین کا خلاق ہے۔ یہی عشق ہے جس سے "جان مرد صاحبدل" زندہ ہوتی ہے، یہی عشق ہے جس کی حقیقت کو "ارباب خرد" پا نہیں سکتے لیکن مشتاقانِ جمالِ ایزدی اس سے کیف و سرور حاصل کرتے ہیں۔ یہی عشق ہے جو رُوح یعنی جوہرِ حیات کا حکم رکھتا ہے اور اسی سے تخلیقِ کائنات واقع ہوئی ہے اور اسی پر ہستیٔ کائنات کا انحصار ہے، اور پھر یہی عشق ہے جسکے باعث عاشقانِ حق خوشی خوشی اُس کی راہ میں اپنا خون بہا دیتے ہیں:-

حافظ: بعشق زندہ بود جانِ مردِ صاحبدل ✣ اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری

جامی: پیش ارباب خرد شرح مکن مشکل عشق ✣ نکتۂ خاص مگو مجلسِ عام است اینجا

جامی از شوق تو شد مست ز می دیدہ نہ جام ✣ بزم عشق است چہ جای می و جام است اینجا

حالی: پیش از ظہور عشق کسی کا نشاں نہ تھا ✣ تھا حسن میزبان کوئی میہماں نہ تھا

دارا و جم کو تیرے گداؤں پہ رشک ہے ✣ نرخِ متاعِ عشقِ الٰہی گراں رہے

مرزا مظہر جانجاناں: بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ✣ خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

اقبال: عشق را در خون تپیدن آبروست ✣ ارہ و چوب و رسن عیدین اوست

در رہِ حق ہر چہ پیش آید نکوست ✣ مرحبا نامہربانیہای دوست

لغت میں عشق کے معنی زبردست علاقۂ قلبی اور افراطِ محبت کے ہیں۔ اور محبت کے معنی طبیعت کا میلان کسی چیز کی طرف جو اُسے پسندیدہ اور مرغوب ہو۔ ملاحظہ ہو:-

حبّہ و احبّہ: رغب فیہ۔ المحبّۃ: میل الطبع الی الشیٔ الملذ۔ عشقہ: تعلق بہ قلبہ، فھو عاشق۔ تعشّقہ: تعلق بہ قلبہ۔ العشق: افراط الحب۔ (المنجد)

امام غزالی، احیاء جلد ۴ میں لکھتے ہیں: الحب عبارۃ عن میل الطبع الی الشئ الملذ فان تأکد ذالک المیل وقوی سمی عشقا۔ یعنی محبت کسی لذت انگیز شئے کی طرف میلان طبع ہے اور اگر یہ میلان راسخ اور زبردست اور قوی ہوجائے تو اسکا نام عشق ہے۔

علامہ راغب "الذریعۃ" میں لکھتے ہیں: المحبۃ میل النفوس الی ماتراہ اوتظنہ خیرا، اما العشق فمحبۃ بافراط: یعنی طبائع جس چیز کو اچھا سمجھیں یا اچھا خیال کریں وہ محبت ہے اور افراط محبت کا نام عشق ہے۔

علامہ ابن قیم نے الجواب الکافی میں محبت کے چھ مراتب درج کئے ہیں، یعنی محبت عام ہے اور مدارج ومراتب خاص احوال وکوائف محبت ہیں:۔ (۱) العلاقۃ (۲) الصبابۃ (۳) الغرام (۴) العشق (۵) الشوق (۶) التیم۔ اسی کتاب میں علامہ موصوف ایک دوسرے مقام پر تعبد یعنی عبادۃ کی حقیقت کے متعلق فرماتے ہیں کہ تعبد کی خاصیت یہ ہے کہ محبوب کیلئے محبت ہو خشوع وخضوع کے ساتھ، بلکہ تعبد محبت کا آخری مرتبہ ہے اور اسے التیم بھی کہتے ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے: وخاصیۃ التعبد الحب مع الخضوع والذل للمحبوب، فمن احب شیئا وخضع لہ فقد تعبد قلبہ لہ، بل التعبد اٰخر مراتب الحب ویقال لہ التیم ایضا، فان اول مراتبہ العلاقۃ۔

صوفیہ کرام نے بھی منازل محبت گنوائی ہیں، ان کے یہاں یہ منزلیں گیارہ ہیں:۔
موافقت، میل، مؤانست، مودت، ہوا (ریاضت ومجاہدہ) خلت، الفت، شغف، تیم، ولہ، اور عشق۔

صوفیہ کے نزدیک آخری منزل عشق ہے، اور یہ محبت کا آخری درجہ ہے جہاں محبت کمال کو پہنچ جاتی ہے اور قلب کو ایک نہایت لطیف پاکیزہ روحانی کیفیت نصیب ہوتی ہے جس سے حقیقی تعبد اور پرستش کا ظہور ہوتا ہے۔ عبد اور عبادت کی اصل روح کو سمجھنے کے لئے یہ حقیقت پیش نظر ہونی چاہئے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ)۔

علامہ ابن قیم ایک موقعہ پر لکھتے ہیں (وکل حرکۃ فی العالم العلوی والسفلی فاصلھا

المحبۃ، فھی علتھا الفاعلیۃ و الغائیۃ) یعنی عالم سماوی اور عالم ارضی میں ہر حرکت کی اصل محبت ہے اور یہی اسکی علت فاعلی اور علت غائی ہے۔ یہ مسئلہ تشریح طلب ہے اور اسکی یہاں گنجائش نہیں، لیکن اگر ذیل کی آیت اور اسی مضمون کی دیگر آیات قرآنی پر غور کیا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے: یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (الجمعہ: ۱)۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو جائیگا کہ مولانا رومؒ وغیرہ کیوں عشق کو جوہر حیات، روح ہستی اور مایۂ تخلیق قرار دیتے ہیں۔

فارسی اور اردو شاعری میں عشق کیلئے مجاز اور حقیقت کی اصطلاحیں وضع کی گئی ہیں: اگر محبت کا زبردست جذبہ خدائے پاک کے متعلق ہو تو اسے عشق حقیقی کہتے ہیں اور اگر ماسوا یعنی ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز (علی الخصوص انسان) سے ہو تو اسے عشق مجازی سے تعبیر کرتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ عشق حقیقت کے سلسلے میں استعمال نہیں ہوتا (اسکی وجہ ہم آگے چل کر بیان کرینگے) بلکہ مجازی معنوں میں ہی آتا ہے۔ علامہ ابن قیم اسکی دو قسمیں قرار دیتے ہیں: مذموم و محمود۔ مذموم کو وہ "عشق الصور" (یعنی صورتوں یا صورت کا عشق) کا نام دیتے ہیں اور یہ ناپسندیدہ ہے۔ محمود کیلئے "عشق عفیف" (یعنی پاک عشق) کی اصطلاح قائم کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وانما الکلام فی العشق العفیف و ھذا عشق السلف الکرام و الائمۃ الاعلام یعنی ہماری مراد یہاں پاک عشق سے ہے جسکی نسبت بڑے بڑے بزرگوں سے رہی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اس کیلئے تعریفی و توصیفی جملے استعمال کئے ہیں اور بعض حکماء و شعراء کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں: عشق عفیف سے رقت طبع اور ترویح نفس حاصل ہوتی ہے، اور شجاعت و سخاوت و مروت ایسے مکارم اخلاق ظہور میں آتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بوجھوں کو ہلکا کرتا ہے، روح میں لطافت پیدا کرتا ہے، قلب کی کدورتوں کو صاف کرتا ہے، اور شریفانہ افعال پر برانگیختہ کرتا ہے۔" "العشق داء افئدۃ الکرام" یعنی عشق شریف طبع انسانوں کے دلوں کی بیماری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ "تفہیمات الٰہیہ" میں لطیفۂ قلب کو حرکت میں لانے اور بیدار کرنے کے لئے "عشق عفیف" کو چارۂ کار تجویز فرماتے ہیں: "اگر خواہیم کہ لطیفۂ قلب کسے را بجنبانیم و آنرا بیدار سازیم چارۂ

جنبانیدن و بیدار ساختن او عشق عفیف است کہ درآنجا در اقبال سرورے و در ادبار وحشتی پیدا می شود و بعض ادا ہای معشوق وہیئات او متعلق قلب گردد . . . . . و اگر خواہیم کہ از لطیفۂ قلب بروح نقل کنیم چارۂ نقل او برگماشتن نسبت طہارت و مناجات است" (جلد اول: تفہیم ۷ ۵)۔

یہی عشق عفیف ہے جس کے متعلق نواب شیفتہ لکھتے ہیں : ؎

طوبیٰ لہم جو کشتۂ عشقِ عفیف ہیں　＋　کیا سبشا اس گروہ کے حسن مآب میں

اور یہی عشقِ عفیف جس کے بارے میں مولانا حالی فرماتے ہیں : ؎

عشق سنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید　＋　خودبخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا

؎ تعزیرِ جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب　＋　بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد

قرآن پاک اور حدیث شریف میں لفظ عشق نہیں آیا، بلکہ جیسا کہ علامہ ابن قیم نے "روضۃ المحبین" میں تصریح کی ہے۔ قدیم عرب شاعری میں بھی اسکا استعمال نہیں ہوا۔ وہ حدیث جو عام طور پر باختلاف الفاظ روایت کی جاتی ہے (یعنی من عشق وعفّ وکتم ومات فھو شھید، یا من عشق وکتم وعف وصبر غفر اللہ لہ وأدخلہ الجنۃ) موضوع ہے۔ چنانچہ علامہ ممدوح الجواب الکافی میں لکھتے ہیں: اما الحدیث من عشق وعف الخ من الموضوعات، والصواب فی الحدیث انہ من کلام ابن عباسؓ یعنی یہ حدیث موضوع ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کا قول ہے۔

بہرحال قرآن پاک میں عشق کا لفظ استعمال نہیں ہوا، قرآن وحدیث کی اصطلاح ایمان ہے جسکا جوہر محبت الٰہی ہے۔ وہ خوش بخت ہستیاں یعنی صحابہ کرامؓ جنھوں نے بارگاہ نبوت میں تربیت پائی تھی، اور پھر وہ سعادتمند افراد یعنی تابعین جنکو صحابہؓ کا شرف ملاقات نصیب ہوا تھا، خوب جانتے تھے کہ ایمان کی روح محبت الٰہی اور اسکی تبعیت میں محبت رسولؐ ہے اور شریعت کے فرائض وسنن میں اگر روحِ محبت کارفرما نہیں تو اعمال ایک جسدِ بے روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن جب کچھ زمانہ گذر گیا اور مادی زندگی کی محبت زیادہ گھر کر گئی اور مسلمانوں کی نظر آخرت پر نہ رہی، تو یہ حقیقت فراموش ہونے لگی۔ اسوقت انسانوں کا ایک گروہ پیدا ہوا جس نے

محبت خدا اور محبت رسول پر زور دینا شروع کیا۔ یہ لوگ صوفی کہلائے اور انکا مقصد وحید یہ تھا کہ مسلمان محبت الٰہی کو دنیا پر ترجیح دینا سیکھیں اور صدر اوّل کی طرح سادگی اور سختی کی زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالیں۔ ان کے قول وعمل میں وہی رُوح کارفرما تھی جو ابتدائی مسلمانوں میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اور حضرت شیخ علی ہجویریؒ نے "کشف المحجوب" میں اکثر صحابہ کو صوفیوں میں شمار کیا ہے۔ جب ایران کے شعراء ربانی کو ایمان کی اس نہایت نمایاں خصوصیت کو اُجاگر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے لفظ عشق کو اپنایا اور انھی وسیع معنوں میں اسکا استعمال شروع کیا جو ایمان اور مومن کی قرآنی حقیقت سے وابستہ ہیں اس لحاظ سے لفظ عشق کو عربی نہیں بلکہ فارسی (اور وہ بھی خاص شاعری کی اصطلاح) تصور کرنا چاہئے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتاب "صراط مستقیم" (جو حقیقت میں حضرت مجدد شہیدؒ کے ملفوظات ہیں) کے مطالعہ سے مجھے اپنے نظریے میں بہت زیادہ تقویت ہوئی کیونکہ انھوں نے حبّ ایمانی اور حبّ عشقی کی دو اصطلاحیں قائم کر کے ایمان کو عین عشق کا مرادف قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے باب اول سے یہاں دو ایک اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ صوفیہ کے ہاں محبت الٰہی کی تحصیل میں کمال حاصل کرنے کیلئے ریاضات شاقہ کا عمل خاص طریقوں کے مطابق رائج تھا اور ہے اور کتاب وسنت کی پوری پوری پابندی نہایت شدت سے لازمی ہے۔ لیکن حضرت مجدد شہیدؒ نے ان ریاضات کو خاص طور پر محل اعتنا نہیں ٹھیرایا، بلکہ زیادہ تر اسوۂ رسولؐ کو پیش نظر رکھا ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیلؒ پہلے طریقوں کو حبّ عشقی سے اور مجدد شہیدؒ کے طریقے کو حبّ ایمانی سے تعبیر کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، ان سب کا مقصود محبت الٰہی کا حصول ہے۔

"ثمرۂ شریعت وطریقت، واساس حقیقت ومعرفت تحصیل محبت حضرت حق است۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو چن لیتا ہے اور اپنے فضل وکرم سے انھیں محبت کی دو قسموں (یعنی حبّ ایمانی اور حبّ عشقی) میں سے ایک یا دونوں کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ چونکہ حبّ ایمانی کے احوال ومقامات اور نتائج وثمرات نبوت کے سرچشمہ پر منتہی ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم اس طریق کو راہ نبوت اور نسبت نبوت سے تعبیر کرتے

ہیں، اور چونکہ حبّ عشقی اور اسکے احوال و مقامات اور نتائج و ثمرات ولایت کے سرچشمہ پر منتہی ہوتے ہیں اس لئے ہم اسکو راہ ولایت اور نسبت ولایت کا نام دیتے ہیں　　لیکن مقصد میں ہیں دونو طریقے ایک ۔ فرق فقط اتنا ہے کہ ائمہ طریقت اور پیشوایانِ حقیقت (یعنی سالکان راہ حب عشقی) نے مستقل طور پر طریق تحصیل کمالات راہ نبوت کو امتیازی حیثیت نہیں دی ۔

اس سے ذرا آگے حبّ عشقی کے متعلق فرماتے ہیں: حب کیفیت عشقی کی حدت و قوت جذب تجلی الٰہی اور کمال انجذاب رُوح کے باعث پردے پھٹتے ہیں تو بموجب کلام پاک (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا) اور (فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ) جمال ایزدی کا مشاہدہ میسر آتا ہے ۔

اور سبحان اللہ کیا مقام ہے کہ مشتِ خاک افلاک پر پہنچ جاتی ہے ۔

"سبحان اللہ زہے تاثیر حبّ عشقی وخہی جذب تجلی علمی کہ بسبب آن این مشتے خاک در مقام مقدس و پاک چقدر چالاک گردیدہ و ایں تراب مہین در مجلس قرب رب الارباب عظیم چہ مقعد صدق و مقام کریم یافتہ: ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد　＋　کوہ در رقص آمد و چالاک شد" (صفحہ ۱۲ و ۱۳)

بہت سے مباحث کے بعد فرماتے ہیں: "مدانی کہ در میان راہ ولایت و راہ نبوت تباین است حتیٰ کہ سالکان راہ ولایت ہرگز بہ مقامات راہ نبوت فائز نشوند یا طالبان راہ نبوت مورد حالات ولایت نگردند، یا ارباب حب عشقی عاطل از حبّ ایمانی باشند و اصحاب حبّ ایمانی غافل از حالات عشقیہ بمانند"۔ حاشا و کلا۔ یعنی یہ نہ خیال کرنا کہ ان دو طریقوں میں فرق و اختلاف ہے، یا یہ کہ دونو طریقوں کے سالک ایک دوسرے کے مقامات و حالات سے ناواقف ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ اصحاب حب ایمانی حالات عشقیہ سے واقف ہیں اور ارباب حبّ عشقی مقامات راہ نبوت پر فائز ہوتے ہیں ۔ (صفحہ ۴۰)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عشق کا مفہوم اتنا مقدس، اتنا بلند اور اتنا پاکیزہ ہے تو پھر اسکے متعلق غلط فہمی کیوں ہے ؟ اس کے چند اسباب ہیں :۔

(۱) عصر حاضر کی مادی تہذیب سوز عشق سے عاری ہے اور اسی کا پرتو ذہنی و سیاسی غلامی نے قبول

لیا ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں :۔

آبِ حیوان از دمِ خنجر طلب　ق　از دہانِ اژدہا کوثر طلب

سنگِ اسود از درِ بت خانہ خواہ　+　نافۂ مشک از سگِ دیوانہ خواہ

سوزِ عشق از دانشِ حاضر مجوی　+　کیفِ حق از جامِ این کافر مجوی

دانشِ حاضر حجابِ اکبر است　+　بت پرست و بت فروش و بتگر است

عشق افلاطونِ علت ہای عقل　+　بہ شود از نشترش سودای عقل

این مئے دیرینہ در میناش نیست　+　شورِ "یارب" قسمتِ شبہاش نیست

(۲) بعض طبائع میں ذہنی لطافت اور روحانی نظافت کا پیدائشی فقدان ہوتا ہے، اسلئے وہ عشق کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رکھتے۔ وہ بلندی نظر سے محروم ہیں اور مظاہر کائنات کے مشاہدے سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ معنوی حقائق کا تصور انکے بس کا روگ نہیں۔ عشقِ حقیقی کا کوئی مفہوم قائم کرنا ایسے انسانوں کے لئے قطعاً محال ہے۔ جس طرح شعر گوئی یا شعر فہمی اور مناظر قدرت کے حسن و جمال سے بہرہ اندوز ہونا ہر کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ اسی طرح مفہوم عشق کی رفعتوں تک پرواز کرنا بھی ہر شخص کا کام نہیں۔

(۳) قومی تنزل اور ذہنی غلامی کے باعث فطرت کی پاکیزگی اور بلندی مفقود ہو جاتی ہے، اور الفاظ کے مفہوم میں بھی پستی اور ناپاکی آجاتی ہے۔ شعر کتنی بلند چیز ہے: حقیقی شعراء کی دنیا پرستش کرتی ہے۔ لیکن اپنے ہاں کی مجالس مشاعرہ کو دیکھئے تو اکثر حالتوں میں مسخروں کا اجتماع نظر آئیگا۔ اور شاعروں ہی سے شعر کے متعلق رائے قائم کی جائیگی۔ جب ہمت کی بلندی، ارادوں کی زبردستی، فطرت کی پاکیزگی، فتحمندی و کامرانی کی روح، عزم و یقین اور شجاعت ادبی موجود نہ ہوگی تو شعر کے اندر جان کہاں سے آئیگی۔ اور جب شعر بیجان ہوگا، تو پھر اسے کچھ کہہ لیجئے آپکو حق پہنچتا ہے۔ لیکن شعر کی حقیقت سے تو پھر بھی روگردانی نہیں کی جاسکتی۔

مذہب کے لفظ پر غور فرمائیں: کتنا مقدس لفظ ہے۔ لیکن مذہب کے نام پر ظالموں نے لامذہبی سے کام لیکر وہ کارنامے انجام دئے ہیں کہ آجکل مذہب کو نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے، اور یہ آواز برابر فضا میں گونج رہی ہے کہ مذہب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیئے۔ تو کیا اس بنا پر آپ مذہب کے اصلی مفہوم سے

آنکھیں بند کرلینگے ؟

بہشت کے لفظ کو دیکھئے: کم نگاہوں اور جاہلوں نے جو ذہنی و قلبی مسرتوں اور روحانی لذتوں سے نا آشنا ہیں اسکا مفہوم فقط یہ سمجھ رکھا ہے کہ باغات ہیں اور نہریں اور حوریں اور غلمان اور شراب کا دور۔ کیا انھوں نے قرآن پاک میں کبھی نہیں پڑھا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذَّابًا ؟ کیا مومنوں کیلئے لقاء الٰہی اور جمالِ خداوندی کے دیدار کی بشارت کی انھیں مطلقاً خبر نہیں ؟ اور پھر سب سے بڑھکر رِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ أَكْبَرُ کے الفاظ انھیں کبھی سنائی نہیں دئے ؟ پھر کیا ہم یہی سمجھیں کہ بہشت کا مفہوم فقط انسان کی جسمانی خوشیوں تک محدود ہے ؟

یہی حال لفظ عشق کا ہے۔ قومی تنزل اور ذہنی غلامی کے باعث طبیعتوں میں کثافت اور نگاہوں میں ناپاکی آگئی ہے اسلئے عشق کے پاکیزہ اور بلند تصور کی طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوسکتے۔

(۴) عشق کو ہوا و ہوس کا مفہوم دینے کی غلطی عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی شعراء ہمیشہ عشق و ہوس کے درمیان امتیاز کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں :-

رباعی: این شیوۂ عشق ہر خسے را نبود + این واقعہ ہر بوالہوسے را نبود
منکر چہ شوی بحالت زندہ دلان + نے آنچہ ترا نیست کسے را نبود

حالی: بوالہوس عشق کی لذت سے خبردار نہیں + ہیں مئے ناب کے دلال قدح خوار نہیں

اقبال: در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست + آن تیشۂ فرہادے این حیلۂ پرویزے
اگر نہ بوالہوسی با تو نکتۂ گویم + کہ عشق پختہ تر از نالہ ہای بے اثر است
رمز عشق تو بہ ارباب ہوس نتوان گفت + سخن از تاب و تب شعلہ بہ خس نتوان گفت

(۵) بعض اوقات، بعض حضرات، بلا سبب لفظ عشق پر ناک بھوں چڑھا لیتے ہیں، اس کی وجہ ادبی معلومات کی کمی اور فطرت انسانی سے ناواقفی ہے۔

عشق اور لفظ عشق کے استعمال کے سلسلے میں بعض لوگوں سے عجیب و غریب باتیں سننے میں آئی ہیں

یہاں فقط تین کا ذکر کرتا ہوں :-

(۱) "چونکہ لفظ عشق قرآن پاک میں نہیں اسلئے اسے استعمال نہیں کرنا چاہیئے ۔"

اس کے متعلق پہلی گزارش یہ ہے کہ آپ اسے استعمال نہ کریں، کوئی آپکو مجبور نہیں کرتا ۔

دوسری عرض یہ ہے کہ مختلف زبانوں میں الفاظ اسی وقت پیدا ہوتے اور استعمال کئے جاتے ہیں جب کسی معین مفہوم کو ادا کرنے کی ضرورت پیش آئے ۔

تیسری یہ کہ کیا آپ ہمیشہ وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کیلئے آپکے پاس قرآنی سند موجود ہو ؟

چوتھی گزارش یہ ہے کہ پہلے قرآن پاک سے شعر کا جواز ہی ثابت کر دیجئے، لفظ عشق کا استعمال تو بعد کی بات ہے ۔

ہاں البتہ یہ ایک معقول سوال ہے کہ قرآن پاک میں لفظ عشق کیوں استعمال نہیں ہوا ؟

میں نے جہاں تک غور کیا ہے اسکے تین وجوہ ہیں :-

(ا) قرآن پاک جاہلیت کی زبان میں نازل ہوا، اور جاہلیت کی عربی شاعری میں لفظ عشق استعمال نہیں ہوا ۔

(ب) عرب لفظِ عشق خدا تعالیٰ کی محبت کے معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے، کیونکہ ان کے ہاں حیات بعد الممات کا عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے لقائے ذات باری تعالیٰ کا تصور ہی موجود نہ تھا ۔

(ج) تیسری وجہ، جو میرے خیال میں حقیقی وجہ ہے، یہ ہے کہ قرآن پاک ہمیشہ وہ الفاظ استعمال کرتا ہے، جن میں مفہوم کی عمومیت کا پہلو نکلتا ہو، تاکہ خصوصی صورتوں کے تغیر و تبدل کے باوجود اس کی حقیقت ثابتہ ہمیشہ کے لئے قائم رہے ۔ مثلاً قرآن پاک میں حدید کا لفظ استعمال ہوا ہے (وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَأْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ الحدید، ۲۵) اور کسی ہتھیار کا نام نہیں لیا گیا، یہانتک کہ سیف کا لفظ بھی نہیں جو جہاد بالقتال کے سلسلے میں قدرتی طور پر آسانی سے آسکتا تھا ۔ اب دنیا کتنی ہی بدلتی جائے حدید ہتھیاروں وغیرہ کی صورت میں کتنی ہی شکلیں اختیار کرتا جائے، لیکن پھر بھی حدید ہی رہیگا ۔ گویا قرآن پاک ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو زمانے کے تغیر و انقلاب سے پرانے نہیں ہو جاتے بلکہ ہمیشہ تازہ رہتے ہیں اور عمومیت کے مفہوم کے حامل ہوتے ہیں ۔

اسی طرح محبت اور حُب کے الفاظ ہیں جو قرآن پاک میں آتے ہیں اور جن کا مفہوم عام اور عالمگیر ہے خدا کے متعلق بھی استعمال ہو سکتے ہیں اور زمین و آسمان میں ہر چیز کے لئے بھی۔ محبت کے مراتب پر جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، پھر ایک نظر ڈالئے: وہ خاص حالتیں ہیں جن کے لئے وہ خاص الفاظ وضع کئے گئے ہیں عشق بھی اُنھی میں سے ایک ہے۔ محبت عام ہے، عشق خاص ہے: قرآن پاک اس قاعدے کے مطابق محبت کا لفظ استعمال کریگا، عشق کا نہیں کریگا۔

(۲) "ماں باپ، بھائی بہن، بیٹے بیٹی کے متعلق عشق کا لفظ کیوں استعمال نہیں کرتے، بلکہ محبت بولتے ہیں" یہاں بھی لفظ محبت کی عمومیت اور لفظ عشق کی خصوصیت پیش نظر رہنا چاہیئے۔ جب تک محبت کی حدت و شدت اور فرقت و جدائی سے اضطراب و بیتابی کی وہ حالت پیدا نہیں ہوگی اُس پر عشق کا اطلاق کس طرح ہوگا؟ عشق کا جوہر ہی سوز و بیتابی ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اسی ایک شخص یا چیز میں استغراق ہو اور اس سے دوری و جدائی ہو۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائیگی تو پھر لفظ کا اطلاق بھی ہو گا۔ آپ نے حالی کا قول سنا ہوگا: ع

یعقوب سے بشر کو دی تو نے ناصبوری

عام طور پر اس قسم کی بات کہنے والے اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ محبت اور عشق مرادف الفاظ نہیں ہیں۔ ماں باپ یا بھائی بہن کی محبت کوئی غیر معمولی حالت نہیں ہے، اس میں سارا جہان شریک ہے بلکہ کوئی یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھے ماں سے یا بہن سے محبت ہے، کیونکہ یہ امر مسلم اور ثابت ہے اور ہر کوئی جانتا ہے۔

(۳) "عشق ایک بیماری ہے" ــــــــــ بیشک، لیکن آپ اوپر پڑھ آئے ہیں العشق داء افئدۃ الکرام، یعنی عشق بیماری ہے ان لوگوں کے دلوں کی جو شریف، بہادر اور سخی ہیں، جن میں قربانی اور ایثار کا مادہ موجود ہے، جو مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کر سکتے ہیں، اور اگر ضرورت پیش آئے تو دوست کی راہ میں اپنی جان پر بھی کھیل جانے کے لئے تیار ہیں۔

رباعی: در مسلخ عشق جز نکو را نکشند + لاغر صفتان زشت رُو را نکشند

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز + مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

اقبال: ندارد کار با دون ہمتان عشق + تذرو مردہ را شاہین نگیرد

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے + شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

حالی: عشق سے ہے مجتنب زاہد عبث + شیر کو صیدِ زبوں سے کیا غرض

محبت عام ہے، جب یہ کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں، اور یہ حالتِ استغراق ہے۔

در کلام خدای مے خوانی + کہ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ

چون محبت رسد بعین کمال + در دل و جان و الہان جمال

عشق نامش نہند اولوالاشواق + چون رسد آن بحد استغراق

(عراقی: عشاق نامہ)

ہاں، عشق حالت استغراق ہے کہ ایک ہی کے لئے محبت ہو سکتی ہے، ایک سے زیادہ کے لئے نہیں یہ باری تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے کہ ایک ہی وقت میں ہر چیز کے لئے اُس کے پاس محبت بے حساب ہے۔

"پرسیدیکی کہ عاشقی چیست؟ گفتم کہ چو ماشوی بدانی۔ عشق محبت بے حساب است، جہت آن گفتہ اند کہ صفت حق است بحقیقت و نسبت اُو بہ بندہ مجاز است۔ یُحِبُّھُمْ تمامست یُحِبُّوْنَہٗ کدامست؟"

(جلال الدین رومیؒ: مثنوی دیباچہ دفتر دوم)

فصل اوّل: نورِ ایمان

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ: ۱۶۵)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا، وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۵ (الحجرات: ۱۵)

؎ مومن از عشق است و عشق از مومن است + عشق را ناممکن ما ممکن است

(اقبالؒ)

ہم نے اس مختصر مقالے کو ایک مقدمہ، پانچ فصلوں، اور ایک خاتمہ کی صورت میں اسلئے ترتیب نہیں دیا کہ مبسوط مباحث پیدا کر کے اُن کو نہایت تفصیل سے بیان کرینگے، کیونکہ اسکی تو یہاں گنجائش ہی نہیں: بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس سلسلے میں تمام مطالب نہایت صاف اور واضح صورت میں سامنے آجائیں اور فکر و نظر کی اُلجھنیں پیدا نہ ہوں۔ اس بنا پر اس مضمون کو متفرق یادداشتوں کا مجموعہ تصور کرنا چاہیئے۔ جن میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مواد قارئین کرام کے لئے مہیا کیا جائے۔

اس فصل کے مباحث مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام و ایمان۔ (۲) محبت خدا و محبت رسولؐ۔

(۳) مومنوں کے اعمال و خصائص۔ (۴) منافقوں کے اعمال و خصائص۔

(۱)

اسلام و ایمان

سورۃ الحجرات کی جو آیت ہم نے اوپر نقل کی ہے اس میں سچے مومنوں کی تعریف ہے سچے مومن وہ ہیں جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائیں (یعنی تصدیق کریں)، پھر کسی طرح کے شک سے کام نہ لیں، اور خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں (یعنی خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے اور اپنی جانوں کو زیادہ سے زیادہ استعمال

کرنے میں سر توڑ کوشش کریں) - لغت میں ایمان کا معنی یقین ہے، لیکن تاکیداً فرمایا کہ "پھر شک نہ کریں"؛ گویا ایمان کے عناصر میں سے پہلا عنصر یقین ہے - جہاد بالاموال والانفس کیلئے ایسی رُوح درکار ہے جو اخلاص، شجاعت، سخاوت، ایثار اور قربانی سے لبریز ہو اور یہ رُوح محبت ہے جو زندگی کا پس منظر اور کارخانۂ حیات کی جان ہے - پس ایمان کے دو عنصر ہوئے : یقین اور محبت -

---

علامہ راغب الذریعہ میں فرماتے ہیں: "ایمان ہے حق کیلئے خشوع و خضوع بطور تصدیق و یقین - خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ) اور 'وجل القلب' حق کے لئے خوف و خضوع ہے بطور تصدیق 'یقین کے ساتھ - یہ ہے ایمان کی اصل" ــــــ انکی عبارت یہ ہے: الایمان ھو الاذعان الی الحق علی سبیل التصدیق له والیقین - وقال (اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ) و وجل القلب ھو الخشیة للحق علی سبیل التصدیق له بالیقین - ھٰذا اصل الایمان - پھر ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا "کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت جس نے دل (قلب) سے کہی وہ مومن ہے" آگے چلکر لکھتے ہیں: ولما کان الایمان متعلقا بالقلب والاسلام بفعل الجوارح و التقوٰی بقمع الھوی قال: الاسلام علانیة والایمان فی القلب والتقوٰی ھٰھنا" واشار الی الصدر (یعنی چونکہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے، اسلام کا اعضاء و جوارح سے اور تقوٰی کا ہوا و ہوس کے قلع قمع سے، اسلئے حضور صلعم نے فرمایا: اسلام ظاہر سے تعلق رکھتا ہے، ایمان دل میں ہے اور تقوٰی یہاں ہے" اور اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا -

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ ایمان، اسلام اور تقوٰی لازم و ملزوم ہیں، اسلئے خدا تعالےٰ نے فرمایا : (فِی الْجَنَّةِ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ) یعنی یہاں متقین سے مراد مومنین اور مسلمین بھی ہے -

---

امام غزالیؒ نے احیاء (جلد اول) میں ایمان اور اسلام پر لغوی، تفسیری، اور فقہی شرعی حیثیت سے نہایت مبسوط بحث کی ہے: ہم یہاں چند جملے جو ہمارے لئے مفید مطلب ہیں نقل کرتے ہیں - فرماتے ہیں :-

الایمان عبارۃ عن التصدیق والاسلام عبارۃ عن التسلیم والاستسلام بالاذعان و الانقیاد۔ وللتصدیق محل خاص وھو القلب و اللسان ترجمانہ، و اما التسلیم فانہ عام فی القلب و اللسان والجوارح۔ الاسلام اعم والایمان اخص: فکان الایمان عبارۃ عن اشرف اجزاء الانسان، فاذن کل تصدیق تسلیم ولیس کل تسلیم تصدیقا۔ یعنی ایمان کا مفہوم ہے تصدیق اور اسلام کا تسلیم یعنی اطاعت و فرمانبرداری، تصدیق کیلئے خاص جگہ ہے اور وہ قلب ہے جسکی ترجمان زبان ہے۔ تسلیم عام ہے قلب، لسان اور اعضا کیلئے۔ اسلئے اسلام عام ہے اور ایمان خاص۔ ہر تصدیق کیلئے تسلیم لازمی ہے، لیکن ہر تسلیم کیلئے تصدیق ضروری نہیں۔ یہ فرق بیان کرتے ہوئے امام صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے جسکی روایت حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "رسول پاک نے کچھ لوگوں کو مال عطا فرمایا اور ان میں سے ایک شخص کو کچھ نہ دیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا اور کچھ نہیں دیا حالانکہ وہ مؤمن ہے، جنابؐ نے فرمایا: بلکہ مسلم ہے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی بات کا اعادہ کیا اور رسولؐ پاک نے بھی اپنے جواب کا اعادہ فرمایا کہ وہ مؤمن نہیں بلکہ کہو مسلم ہے۔" گویا مسلم عام ہے اور مؤمن خاص۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" (جلد اول) میں ایمان پر نہایت جامع و مانع بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شریعت میں ایمان چار معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے:۔

(۱) احکام دنیا کے متعلق جو ظاہری امور کی اطاعت سے وابستہ ہیں۔

(۲) احکام آخرت کے متعلق جن پر نجات اخروی اور کامیابی درجات کا مدار ہے۔

(۳) تصدیق دل سے ان باتوں کی جو ضروری ہیں (مراد صفات ایمان)۔

(۴) السکینۃ والھیئۃ الوجدانیۃ التی تحصل للمقربین یعنی وہ اطمینان و وقار اور وجدانی کیفیت جو مقربین کو حاصل ہوتی ہے۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اسلام زیادہ واضح اور عام ہے ایمان سے، اسی لئے قرآن پاک میں ہے (قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا) اور نبی کریمؐ نے سعدؓ بن ابی وقاص کو فرمایا: "او مسلماً یعنی بل مسلماً"۔ حدیث ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، اور آیت کا ذکر اور تشریح آگے آتی ہے۔ اور چوتھے معنی کے لحاظ سے الاحسان کی اصطلاح ایمان سے زیادہ

واضح اور عام ہے۔ الاحسان کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا: الاحسان ان تعبد الله کانك تراه، فان لم تکن تراه فانه یراك، یعنی احسان (یعنی اچھائی اور نیکی کی حقیقت) یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھتے ہو، اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب نے اخلاص عمل اور نفاق عمل کے فرق کو واضح کرنے کے لئے دو حدیثیں منافق اور ایمان کے متعلق نقل کی ہیں:-

(۱) "اربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً، ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها: اذا ائتمن خان واذا حدث کذب، واذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر (یعنی چار خصلتیں ہیں جس میں یہ چاروں جمع ہوجائیں وہ پورا منافق ہے، اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھو نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی، وہ خصلتیں یہ ہیں: امانت میں خیانت، جھوٹ بولنا، بدعہدی یا وعدہ خلافی، غصہ میں آکر آپے سے باہر ہوجانا یا خصومت میں حق سے انحراف کرنا)۔

(۲) "ثلاث من کن فیه وجد بهن حلاوة الایمان، ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما، وان یحب المرء لایحبه الا لله، وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار" (یعنی جس شخص میں تین خصلتیں ہونگی وہ حلاوت ایمانی سے بہرہ یاب ہوگا: ہر چیز سے بڑھکر محبت ہو اللہ اور رسول سے، دوسرے انسانوں سے للہ محبت ہو (مع اللہ نہو، جو شرک کی صورت ہے) اور کفر کی طرف لوٹنے کو اتنا ہی بُرا سمجھے جتنا کہ آگ میں ڈالے جانے کو بُرا سمجھتا ہے)۔

جس آیت کا شاہ صاحب نے ذکر کیا ہے (اسلام و ایمان کے بارے میں) وہ یہ ہے: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ط (الحجرات: ۱۴) یعنی کہتے ہیں کہ ہم مومن بن گئے، اے پیغمبر ان سے کہو تم مومن نہیں بن گئے بلکہ کہو کہ ہم نے اسلام کا اظہار کیا اور مسلم ہو گئے کیونکہ ابھی ایمان تو تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ گویا خدا تعالیٰ کے فرمانے کا مقصود یہ ہے کہ ایمان کا قلب سے تعلق ہے اور وہ ابھی دُور کی چیز ہے۔ تم نے تو ابھی دائرہ اسلام میں قدم رکھا ہے۔ اسی آیت کے بعد وہ آیت ہے جس سے ہم نے ایمان کے عناصر (یقین اور محبت) کا استخراج کیا ہے، اور جس میں خدا تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کے

فرق کو واضح کرنے کیلئے سچے مومنوں کی تعریف کی ہے ۔

مباحث مذکورہ کا ماحصل یہ ہے کہ ایمان کا قلب سے تعلق ہے، اور قلب کی اصلاح ہی شریعت کا مطمح نظر ہے قلب کی اصلاح ہوگئی تو انسان صالح ہوگیا، اور اگر قلب ہی فاسد ہوگیا تو انسان بھی فاسد ہوگا۔ اسی لئے رسولؐ پاک نے فرمایا: اَلَا وانّ فی الجسد مُضْغَۃً، اذا اصلحت صلح الجسدُ کلّہ، واذا فسدت فسد الجسد کلّہ، الا وھی القلب ۔ یعنی قلب صالح ہو تو تمام بدن صالح، اور قلب فاسد ہو تو تمام بدن فاسد۔

قلب کی اصلاح کیلئے ایمان ہے جس کے عناصر یقین اور محبت ہیں، اور خدا اور رسولؐ پر یقین کی ابتدائی منزل بھی اسی لئے ہے کہ ان سے محبت ہو۔ گویا ایمان کا جوہر محبت الٰہی ہے اور اسکی تبعیت میں رسولؐ پاک کی محبت ۔

(۲) محبت خدا و محبت رسولؐ

محبت کی چار قسمیں ہیں :۔

(۱) محبۃ اللہ : یعنی خدا کی محبت، یہی اصلی، حقیقی، خاص، اور محبت بالذات ہے، باقی سب محبتیں اسکی تبعیت میں ہیں، اور حقیقی معنوں میں کسی اور محبت کا مستقل وجود نہیں۔ اگر اس محبت کا پرتو موجود ہے، تو دوسری محبتیں جائز ہیں ورنہ اَنْدَادًا مِنْ دُوْنِ اللہ کا حکم رکھتی ہیں اور شرک ہیں۔ حدیث شریف ہے : من احبّ للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان ۔ اور قرآن پاک میں ہے : وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ۔ اللہ پر ایمان اور اللہ کی محبت دونو لازم و ملزوم ہیں، اور مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی محبت رکھنے والا ہو ۔ اس کے متعلق کچھ اشارات فصل سوم میں آئینگے ۔

(۲) محبۃ ما یحبّ اللہ : ان چیزوں سے محبت جنکو اللہ چاہتا ہے۔ انسان کو وہ چیزیں پیاری ہوں جو اللہ کو پیاری ہیں

(۳) الحبّ للہ و فی اللہ : یعنی اللہ کی خاطر کسی چیز سے محبت ہو، بالاستقلال محبت نہو ۔

(۴) المحبۃ مع اللہ : یہ شرک اور مشرکین کی محبت ہے، اور یہ گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔ ہاں حقیقی توبہ سے اس گناہ کا داغ بھی دُھل سکتا ہے ۔

رسولؐ پاک کی محبت دوسری یا تیسری صنف کے ماتحت آئیگی، اور یہ محبت ایمان کا جزو ہے۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: واذا کان الحب اصل کل عمل من حق و باطل، اصل الاعمال الدینیۃ حب اللّٰہ و رسولہٗ، یعنی چونکہ محبت ہر عمل کی اصل ہے، حق ہو یا باطل، اسلئے دینی اعمال کی اصل اللہ اور رسولؐ کی محبت ہے۔ قرآن پاک میں ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱) یعنی اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو رسولؐ پاک کی پیروی کرو اللہ کو تم سے محبت ہوگی — اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ (الفتح: ۱۰)۔ بیعتِ رسولؐ خود اللہ کی بیعت ہے۔ اس بارے میں سورۃ التوبہ کی آیت قولِ فیصل کا حکم رکھتی ہے: ۔قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (التوبۃ: ۲۴) — یعنی اے پیغمبر مسلمانوں سے کہدے "اگر ایسا ہے کہ تمھارے ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہنیں، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑجانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تم کو اسقدر پسند ہیں، یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے، اس کے رسولؐ سے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں، تو (کلمۂ حق تمہارا محتاج نہیں) انتظار کرو، یہانتک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ (کا مقررہ قانون ہے کہ وہ) فاسقوں پر (کامیابی و سعادت کی) راہ نہیں کھولتا۔

"ترجمان القرآن" میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ آیت مہات مواعظ میں سے ہے اور اس باب میں قطعی ہے کہ اگر حبِ ایمانی وغیر ایمانی میں مقابلہ ہو جائے تو مومن وہ ہے جسکی حبِ ایمانی پر دنیا کی کوئی محبت اور علاقہ بھی غالب نہ آسکے۔ یہاں آٹھ چیزوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کی مدنی زندگی کی الفتوں کے بڑے رشتے ہیں اور اپنی جگہ مطلوب و ضروری ہیں۔ لیکن اگر محبت ایمانی میں اور ان میں مقابلہ ہو جائے تو پھر مومن وہ ہے جس پر ان تمام الفتوں میں سے کسی الفت کا بھی جادو چل نہ سکے اور کوئی علاقہ بھی اسے اتباعِ حق سے روک نہ سکے۔ محبت ایمانی کی اس آزمائش میں صحابہ کرامؓ جس طرح پورے اترے اسکی شہادت تاریخ نے محفوظ کرلی ہے۔ بلاشائبۂ مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا

ہوگا جیسا صحابہؓ نے اللہ کے رسولؐ سے راہِ حق میں کیا۔ انھوں نے اس محبت کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا جو انسان کر سکتا ہے، اور پھر اسی کی راہ سے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے (جلد دوم: صفحہ ۸۴)۔

اب حدیث کو لیجئے، فرمایا: والذی نفسی بیدہٖ لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین۔ یعنی رسولؐ پاک نے فرمایا: خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اسکی اولاد اور ماں باپ اور تمام انسانوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہوں (صحیحین: حدیث انسؓ)۔ اور صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں"۔ حضور نے فرمایا: "نہیں اے عمرؓ! جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہوں" اسوقت تک تمہارا ایمان درست نہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اُس ذات کی قسم جس نے آپکو سچا نبی کر کے بھیجا آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ" پیارے ہیں"۔ رسولؐ پاک نے فرمایا: "ہاں اے عمرؓ! اب"۔ یعنی اب تمہارا ایمان ٹھیک ہوا۔

(۳) مومنوں کے اعمال و خصائص

(ا) اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرۃ: ۲-۵)۔ (۱) جو غیب (کی حقیقتوں) پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی اُن پر یقین (۲) نماز قائم کرتے ہیں۔ (۳) اور ہم نے جو کچھ روزی انھیں دے رکھی ہے اسے (نیکی کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ (۴) جو اس (سچائی) پر ایمان رکھتے ہیں جو تم (یعنی پیغمبر اسلام) پر نازل ہوئی ہے۔ (۵) اور ان تمام سچائیوں) پر جو تم سے پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ (۶) اور آخرت کی زندگی کے لئے بھی انکے اندر یقین ہے۔

(ب) لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ

بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرة: ۱۷۷)۔ نیکی اور بھلائی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات ظواہر و رسوم کی کر لی) نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو (۱) اللہ پر، آخرت کے دن پر، ملائکہ پر، آسمانی کتابوں پر، اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (۲) اور خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگوں کو دیتے اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ (۳) نماز قائم کرتے ہیں۔ (۴) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (۵) اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں، جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ (۶) تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا لڑائی (میں خوف و ہراس) کا وقت، ہر حال میں صبر کرنیوالے (اور راہ میں ثابت قدم) ہوتے ہیں۔

(ج) اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبۃ: ۱۱۲)

سچے مومنوں کے اوصاف و مدارج یہ ہیں: —

(۱) اَلتَّائِبُوْنَ: یعنی جو اپنی توبہ میں پکے اور سچے ہوتے ہیں اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتے اور اپنی غفلتوں اور لغزشوں پر نادم رہتے ہیں۔

(۲) اَلْعَابِدُوْنَ: جو اللہ کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں، یعنی خاص وقتوں اور خاص شکلوں کی عبادت بھی پورے اخلاص اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں، اور انکی عام فکری حالت بھی عبادت گذاری کی ہے اور اس میں ایک عابدانہ روح کام کرتی رہتی ہے۔

(۳) اَلْحَامِدُوْنَ: یعنی وہ جو اپنے قول اور فکر دونوں سے اللہ کی حمد و ستائش کرتے ہیں، گویا ان کا شغل ذکر و فکر ہے، ذکر سے دل اور فکر سے دماغ زندہ رہتا ہے۔

(۴) اَلسَّائِحُوْنَ: وہ جو راہ حق میں سیر و سیاحت کرتے ہیں۔ زمین میں عبرت کیلئے گردش کرتے ہیں، علم کیلئے گھروں سے نکلتے ہیں، راہ حق میں جد و جہد کرتے ہوئے مختلف سمتوں کا رُخ کرتے ہیں، حج کیلئے بری و بحری مسافتیں طے کرتے ہیں۔

(۵) اَلرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ: جو اللہ کے آگے جھکتے ہیں اور رکوع و سجود سے کبھی نہیں تھکتے۔ ایک چوکھٹ پر

سر کو جھکا کر سب آستانوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ خدا کے حضور میں سرنگوں ہوتے ہیں تاکہ ہر جگہ سر بلند رہ سکیں۔

(۶) اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ: جو نیکی کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں یعنی صرف اپنے ہی نفس کی اصلاح پر قانع نہیں ہو جاتے، بلکہ دوسروں کی بھی اصلاح کرتے اور دنیا میں حق و عدالت کے نشر و قیام کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

(۷) اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ: جو ان تمام حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں جو اللہ نے انسانوں کیلئے ٹھہرا دی ہیں یعنی اللہ کے مقرر کئے ہوئے واجبات و حقوق انسانی کی حدوں کو ٹوٹنے نہیں دیتے کیونکہ اس سے امن و سعادت کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں۔

نوٹ: یہ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۲ تھی۔ اس سے پہلے آیت ۱۱۱ (اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ) میں حب ایمانی کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ فرمایا جو لوگ اللہ پر ایمان لائے تو ایمان کا معاملہ یوں سمجھو کہ انھوں نے اپنا سب کچھ اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالا، جان بھی اور مال و متاع بھی، اب انکی کوئی چیز اپنی نہ رہی، اللہ اور اسکی سچائی کی ہو گئی: ؎

بندگانِ تو کہ در عشق خداوندانند - دو جہاں را بہ تمنائے تو بفروختہ اند

پھر اللہ کی طرف سے اسکے معاوضہ میں نعیم ابدی کی کامرانیاں انھیں عطا ہوئیں۔ یہ گویا خرید و فروخت کا ایک معاملہ تھا جو اللہ میں اور عشاق حق میں طے پا گیا، اب نہ بیچنے والا اپنی متاع واپس لے سکتا ہے نہ خریدنے والا قیمت لوٹائیگا۔ اور چونکہ مقصود اللہ کے لطف و کرم کا اظہار تھا۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے معاملہ کو اپنی طرف سے شروع کیا کہ اللہ نے مومنوں سے خرید لیا۔ (ترجمان القرآن جلد دوم)۔

(د) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ، اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ، يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ (المائدۃ: ۵۴)۔ اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا (تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اسکے پھر جانے سے دین حق کو کچھ نقصان پہنچیگا) قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ (سچے مومنوں کا) پیدا کر دے:

(۱) جن سے خدا کو محبت ہو گی، (۲) اور جو خدا سے محبت رکھنے والے ہونگے (۳) مومنوں کے مقابلے میں نہایت نرم اور

جھکے ہوئے (۴) لیکن دشمنوں کے مقابلے میں نہایت سخت (۵) اللہ کی راہ میں (جان و مال سے) جدوجہد کرینگے (۶) اور کسی ملامتگر کی ملامت سے نہیں ڈرینگے ۔

(۸) سورۃ المؤمنون کے شروع میں مومنوں کے پانچ وصف بیان فرمائے ہیں جو قرآن کے نزدیک ایمان و عمل کے مرقع میں سب سے زیادہ نمایاں خط و خال ہیں ۔ جس زندگی میں یہ خصائص نہ ہوں وہ مومن زندگی نہیں سمجھی جاسکتی ۔

(۱) نماز کی محافظت کرتے ہیں اور اسے خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں، یعنی نہایت عجز و انکسار سے ۔

(۲) نکمی باتوں سے رُخ پھیر لیتے ہیں، یعنی ہر اس بات سے مجتنب رہتے ہیں جو نکمی ہو، صرف انھی باتوں میں مصروف رہتے ہیں جو دین و دنیا میں نافع ہوں ۔

(۳) زکوٰۃ ادا کرنے میں سرگرم ہیں: یعنی اپنی کمائی اپنے محتاج بھائیوں کے لئے خرچ کرتے ہیں ۔

(۴) اپنے ستر کی نگہداشت سے کبھی غافل نہیں ہوتے، یعنی زنا و حرامکاری سے آلودہ نہیں ہوتے ۔

(۵) اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں: یعنی امانت دار ہیں اور اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں ۔

(۹) سورۂ الفرقان میں ۶۳ سے ۷۴ آیات تک عباد الرحمٰن کا ذکر ہے، ان کے یہ اوصاف ہیں: ۔

(۱) وہ زمین پر آہستگی اور نرمی سے چلتے ہیں ۔ (۲) جب جاہل اُن سے مخاطب ہوں تو کہتے ہیں صاحب سلامت ۔

(۳) اپنے رب کے آگے سجدے میں یا کھڑے رات کاٹتے ہیں ۔ (۴) کہتے ہیں اے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹانا ۔

(۵) جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ ہی اسراف اور فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی تنگی، بلکہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

(۶) اور اللہ کے ساتھ اور حاکم نہیں پکارتے، یعنی کسی کو اسکا شریک نہیں بناتے ۔ (۷) جس جان کا خون بہانے سے اللہ نے منع کیا ہے، اسکا خون نہیں بہاتے ۔ (۸) زنا اور بدکاری نہیں کرتے ۔ (۹) جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے ۔ (۱۰) جب نکمی باتوں کے پاس سے گذریں تو بزرگانہ انداز سے گذر جاتے ہیں ۔ (۱۱) جب اُن کو اُن کے رب کی باتیں یاد دلائی جائیں تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں پڑتے (بلکہ سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، اور غور و فکر کرتے ہیں) ۔ (۱۲) وہ کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پرہیزگاروں کے لئے امام (یعنی رہبر اور نمونہ، کہ ہم نیک ہوں اور وہ ہماری پیروی کریں) ۔

ہم نے قرآن پاک کے چھ مقامات سے تقریباً لفظی ترجمے کے ساتھ مومنوں کے خصائص بیان کئے ہیں تاکہ اس بات پر غور کرنے کیلئے کافی مواد پیش نظر ہو جائے کہ مومن کا خمیری محبت الٰہی کا زبردست جذبہ ہے۔ اور اس کے کارفرما ہونے کے بغیر یہ اوصاف پیدا نہیں ہو سکتے۔ اب ہم بفحوائے تعرف الاشیاء باضدادھا، منافقوں کے عام اعمال وخصائص جن کا قرآن پاک میں ذکر ہے، مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔

(۴) منافقوں کے اعمال وخصائص

مصری فاضل شیخ محمد احمد العدوی نے اپنی نہایت مفید اور کارآمد کتاب "دعوۃ الرسل الی اللہ تعالٰی" میں منافقوں کے اخلاق واوصاف تفصیل سے لکھے ہیں۔ ہم اسی کتاب سے اسکا خلاصہ درج کرتے ہیں:۔

(۱) من صفاتہم انہم یعاملون اللہ معاملۃ المخادع، لا معاملۃ المخلص (یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَہُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ) منافقوں کا معاملہ اللہ سے مکر و فریب کا ہے، اخلاص کا نہیں۔

(۲) من صفات المنافقین الذبذبۃ والاضطراب بین حزب المؤمنین وحزب الکافرین، فلا یستطیعون ان یکونوا مع احد الفریقین ظاھراً و باطناً۔ منافقوں میں تذبذب ہوتا ہے، مومنوں اور کافروں میں سے کسی ایک گروہ کا ساتھ سچے طور پر نہیں دے سکتے۔

(۳) من اخلاق المنافق ان یعجبک قولہ ویسوؤک عملہ۔ منافق کے قول سے آپکے دل میں تحسین وتعجب کے جذبات پیدا ہونگے، لیکن اسکے عمل سے دکھ پہنچیگا۔ قول وعمل میں بعد المشرقین ہوگا۔

(۴) انّھم نفعیّون، لا یریدون الا مصلحتھم الدنیویۃ وغایتھم المادیۃ۔ یہ لوگ مادی زندگی کے منافع پر فریفتہ ہیں۔ اسلئے خود غرض ہیں اور اپنی دنیوی مصلحتوں کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں۔ اسی لئے ہر ایک کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ابن الوقت ہیں۔

(۵) من اخلاق المنافقین جبنہم وخورہم، فلا تجد لھم شجاعۃ ادبیۃ، یتجلی ذالک الجبن الخالع فی تخلفہم عن القتال وتلمسہم المعاذیر۔ منافق بزدل اور ڈرپوک ہیں اور ان میں اخلاقی جرأت

نہیں۔ اپنی بزدلی کے باعث جہاد بالقتال میں شریک نہیں ہوتے تھے بلکہ بہانہ تراشی کر کے مسلمانوں سے الگ ہو جاتے تھے

(۶) من اوصاف المنافقین انہم لم یرضوا اللہ ورسولہ حکما فیما یعرض لہم من خلاف، فحکومتہم غیر حکومۃ المؤمنین ومرجعہم غیر مرجعہم۔ یعنی مسلمان تو نزاع وخلاف کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرتے، لیکن منافق اسکو پسند نہیں کرتے۔

(۷) من صفات المنافقین انتصارھم باعداء المؤمنین، وموالاتہم ایاھم، وابتغاؤھم العزۃ منہم۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے مدد چاہتے ہیں، ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ان سے عزت کے خواہاں ہیں۔

(۸) من صفاتہم إکثارھم من الحلف، فتراھم کثیری الأیمان وکثیری الکذب۔ چونکہ جھوٹے ہیں۔ اسلئے بہت قسمیں کھاتے ہیں اور ان پر بہت زور دیتے ہیں۔

(۹) من اخلاقہم نقضہم العھد واخلافہم الوعد، وھو من فروع الکذب۔ بدعہدی اور وعدہ خلافی ان کا خاصہ ہے، اور یہ دروغ ہی کی شاخ ہے۔

(۱۰) من اخلاقہم، لینہم فی القول، ودھانہم فی الحدیث، وھو ما یشیر لہ القرآن الکریم فی قولہ (وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ) فتری لھم لحنًا خاصًا۔ بات بڑی باریکی اور نرمی سے کرینگے، اور گفتگو میں رنگ آمیزی سے کام لینگے۔ ان کے اسی وصف کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے کہ تم ان کو انکی گفتگو کے لب ولہجہ سے ہی پہچان لوگے۔ اُن کا لہجہ اور انداز ہی مخصوص ہے۔

فَصْلُ دُوُمْ: آفتابِ حقائق

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (الانفال ۷۴)

طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش + تازہ کن با مصطفیٰ پیمانِ خویش

(اقبالؒ)

اللہ پہ ایمان اور اللہ کی محبت کا زبردست جذبہ دونوں لازم و ملزوم ہیں، اور مومن وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی محبت رکھنے والا ہو۔ شعراء ربانی اور صوفی مفکرین اللہ کی محبت کے زبردست جذبے کو عشق سے تعبیر کرتے ہیں، پس ایمان اور عشق لازم و ملزوم ہیں اور مومن وہ ہے جو خدا کا عاشق ہو۔ ع مومن از عشق است و عشق از مومن است، کا یہی معنی ہے۔ صحابہ کرام رضی نے جب رسولؐ پاک کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ایمان کا عہد و پیمان کیا، تو گویا انھوں نے اسی عشق باری تعالیٰ کا پیمان کیا تھا۔ اور آج ہم اگر چاہیں کہ ہم میں ایمان کی روح پیدا ہو جائے تو اسکے سوا چارہ نہیں کہ اپنے اندر عشقِ خداوندی کی رُوح پیدا کر کے پھر حقیقی معنوں میں رسولؐ پاک سے تجدید بیعت کریں۔ اس کا یہ معنی ہوگا کہ سورۂ التوبۃ کی اس آیت کا مفہوم جو ہم اُوپر نقل کر آئے ہیں، ہمیشہ ہمارے سامنے رہیگا، کیونکہ وہ حب ایمانی کا معیار ہے، اور ہم ہمیشہ خدا اور رسولؐ کی محبت کو ہر محبت پر ترجیح دیتے رہینگے۔

آؤ ذرا تھوڑی دیر کے لئے دیکھیں کہ عشق حق کی یہی تلوار نہیں ہے جو ہمیں تاریخی و مذہبی حقائق کے اندر چمکتی نظر آتی ہے، اور جس سے اللہ کے عاشقوں نے ہمیشہ دونوں جہانوں کو مسخر کیا ہے ؟

ہماری ملت، ملت ابراہیمی، اور ہمارا دین، دین ابراہیمی ہے، اور ہماری نسبت اُسی موحد اور عاشق حق سے ہے۔ وہ مُسلم تھا، اور قرآن پاک نے ہمیں بھی یہی نام دیا ہے۔ مسلم خدا کا مطیع و فرمانبردار ہے، لیکن اگر اس اطاعت و فرمانبرداری میں عشق و مستی نہیں تو یہ اطاعت و فرمانبرداری بے رُوح ہے۔ چند مرحلے تو ممکن ہے طے کئے جا سکیں لیکن جب بڑی بڑی ابتلاؤں اور آزمائشوں کا وقت آجائے تو پھر جذبۂ عشق کے بغیر اُن پر پورا اترنے کا تصور بھی محال ہے۔ ملت ابراہیمی کی حقیقت وہ مقامات ہیں جن میں حضرت خلیل اللہؑ نے اپنے عشق باری تعالےٰ کا ثبوت دیا ہے اور بارگاہ ایزدی سے خلعتِ خُلّت "سے سرفراز ہوئے ہیں۔ وہ خلیل اللہ یعنی اللہ کے دوست ہیں، اور ان کے دل میں خدا کے مقابلے میں ماسوا کی محبت کا کامل فقدان ہے۔ انھیں خدا سے عشق ہے۔ اسی عشق سے ان میں وہ شجاعت اور بیباکی پیدا ہوتی ہے جس کی بنا پر نمرود جیسے جابر و قاہر شہنشاہ کے دربار میں وہ توحید خداوندی کا اعلان کرتے ہیں اور اُسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، یہی عشق ان میں وہ یقین کی رُوح پیدا کرتا ہے جو نار کو گلزار بنا دیتی ہے، یہی عشق ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم ہجرت کے موقع پر اُن کے آڑے آتا ہے، اسی عشق کی تلوار

ہے جو بیٹے کی محبت کو ذبح کر کے انھیں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی پر آمادہ کر دیتی ہے اور یاد رکھئے پھر یہی عشق ہے جو تاسیس کعبہ کا باعث ہے جس کی دیواروں کو چنتے وقت وہ ایک نبیؐ کی بعثت اور ایک امت مسلمہ (یعنی خدا کی فرمانبردار امت) کی پیدائش کے لئے دعا کرتے ہیں: تاکہ اس نبیؐ اور اس امت کے ذریعے حق کا بول بالا ہو، بت پرستی کی جڑیں کٹ جائیں، توحید اپنے حقیقی رنگ میں آشکار ہو، اور محبوب حقیقی کے عشق کے نور سے انسانی دلوں کی بستیاں جگمگا اٹھیں۔

چنانچہ حضرت خلیل اللہ کی دعا قبول ہوئی اور ایسا ہی ہوا۔ نبی اُمّیؐ کا ظہور ہوا، حق کا بول بالا ہوا، بت پرستی کی جڑیں کٹ گئیں، توحید اپنے حقیقی رنگ میں آشکار ہوئی، اور محبوب حقیقی کے عشق سے قلوب انسانی بُقعۂ نور بن گئے۔ حضور سرورِ کائناتؐ کے عشق خداوندی کے متعلق مولانا رومؒ فرماتے ہیں:۔

با محمد بود عشق پاک جُفت ✦ بہر عشق اُو را خدا لولاک گُفت

منتہیٔ عشق چون او بود فرد ✦ پس مر او را ز انبیا تخصیص کرد

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلعم کے رگ و ریشہ میں عشق ذات باری تعالیٰ سرایت کئے ہوئے تھا، اور آپکے قلب مبارک میں ہر وقت وہی نور جلوہ گر تھا۔ جنابؐ کی تو تربیت ہی خدا تعالےٰ نے اس انداز میں کی تھی کہ اُسی کی یاد آپ کی زندگی کا سرمایہ ہو، چنانچہ فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل: ۸) یعنی اپنے رب کے نام کا ہی ورد کرتے رہو اور سب چیزوں سے توجہ کو ہٹا کر اُسی کی طرف اپنی تمام ہستی کے ساتھ متوجہ ہو جاؤ۔ قرآن پاک میں ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب: ۴) یعنی جن کو لقائے الٰہی اور یوم آخرت کی توقع ہے اور جو اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں ان کیلئے رسولؐ پاک کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ایک دوسرے مقام پر (سورۂ الممتحنۃ: آیات ۴ اور ۶) فرمایا کہ ابراہیمؑ اور اسکے ساتھیوں میں تمہارے لئے "اسوۂ حسنہ" ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو لقائے الٰہی اور یوم آخرت کی توقع رکھتے ہیں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت خلیل اللہ اور انکے رفقاء نے توحید خالص کا اعلان کر کے عشقِ الٰہی کا ثبوت دیا تھا۔ یہاں ایک نکتہ پیش نظر رہنا چاہیئے، وہ یہ کہ قرآن پاک میں "اسوۂ حسنہ" کے سلسلے میں فقط رسولِ کریمؐ اور اور حضرت ابراہیمؑ کے نام آئے ہیں اور کسی نام کا ذکر نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مقام "خُلّة" فقط ان دو بزرگ ہستیوں

کو عطا ہوا ہے، کوئی تیسری ہستی اس میں شریک نہیں۔ قرآن پاک میں ہے: وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا (النساء: ۱۲۵)۔ حضور صلعم نے فرمایا: انّ اللہ اتخذنی خلیلاً کما اتخذ ابرٰھیم خلیلا۔ یعنی خدا تعالٰے نے مجھے بھی ابراہیمؑ کی طرح اپنا "خلیل" (دوست) بنایا۔ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوا: لوکنت متخذا من اھل الارض خلیلا لا تخذت ابا بکر خلیلاً ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ یعنی اگر میں انسانوں میں سے کسی کو "خلیل" بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن میں تو خلیل اللہ (اللہ کا دوست) ہوں۔ علامہ ابن قیمؒ الخلّۃ کے متعلق لکھتے ہیں: وھی تتضمن کمال المحبۃ ونھایتھا بحیث لا یبقی فی القلب لمحبہ سعۃ لغیر محبوبہ، وھی منصب لا یقبل المشارکۃ بوجہ ما، وھذا المنصب خاصۃ للخلیلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھما ابرٰھیم ومحمدؐ۔ واما ما یظنہ بعض الظانین ان المحبۃ اکمل من الخلۃ وان ابرٰھیم خلیل اللہ وان محمداً حبیب اللہ فمن جھلہ۔ یعنی خُلّت کمال و انتہاء محبت ہے، یہانتک کہ پھر محبوب کے سوا دل میں کسی کی محبت کے لئے جگہ نہیں رہتی، اور یہ وہ مقام ہے جہاں کسی کی مشارکت کا امکان نہیں اور یہ مقام دو ہستیوں کے لئے مخصوص ہے: ابراہیمؑ اور محمدؐ کے لئے۔ اور جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محبت زیادہ کامل ہے خُلّت سے، اور کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں اور محمدؐ حبیب اللہ ہیں تو یہ ان کی جہالت اور ناواقفی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالٰی نے تو رسولؐ پاک کو اس سے بھی بلند "عبدہٗ" کا مقام عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ سراپا عبادت تھے، اور معلوم ہے کہ عبادت وہ مقام محبت ہے جس کے آگے کوئی مقام نہیں۔ مولانا رومؒ کے اشعار جو ہم نے اوپر نقل کئے ہیں ان کا یہی معنی ہے۔ حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ نیند میں میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار ہوتا ہے یعنی یاد الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ اسی مقام کی برکت سے حضورؐ کو معراج نصیب ہوئی۔ اور اسی کی بنا پر عشق الٰہی کے ساتھ حضورؐ کا عشق جزو ایمان قرار پایا۔

صحابہؓ کرام، جنہوں نے بارگاہ نبوتؐ میں تربیت پائی، یقین و محبت یعنی عشق کے مجسمے تھے۔ صداقت اسلام کا انھیں کامل یقین تھا اور خدا اور رسول کی راہ میں سراپا محبت تھے۔ مکی زندگی میں انھیں زبردست ابتلائیں پیش آئیں اور ہمیشہ مصائب و تکالیف کا سامنا رہا، لیکن عشق کی تلوار نے ہر مہم کو سر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے صحابہؓ جو

اعیان قریش میں سے تھے اسلام لائے تو ان پر کفار کی طرف سے سختیاں ہوئیں، اور جو بیچارے غریب اور غلام تھے انکی تو کچھ پوچھنے ہی نہیں۔ انکو نہایت بیدردی سے پیٹا جاتا تھا، عرب کے ریگستان کی دوپہر کے وقت ننگے بدن ریت پر ڈال دیا جاتا تھا، سینے پر تپتے ہوئے بھاری پتھر رکھدئے جاتے تھے، کوئلوں پر لٹا دیا جاتا تھا ـــــ فقط اس لئے کہ اسلام کو چھوڑدیں۔ وہ یہ سب کچھ برداشت کرتے تھے لیکن اسلام کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ یہ خدا و رسول کے عشق کا جادو تھا جس کی وجہ سے وہ یہ تمام تکلیفیں خوشی خوشی برداشت کرتے تھے۔ لیکن یہ تو ابھی عشق کی ابتدا تھی۔ اب ہجرت کا حکم ہوتا ہے: یعنی دنیا جہان کی ہر چیز کو تیاگ دو، خدا اور رسولؐ کی خاطر یعنی گھروں کو چھوڑو، عورتوں کو چھوڑو، بچوں کو چھوڑو، جائدادوں کو چھوڑو، غرض ہر چیز کو چھوڑو اور رسول خدا کا ساتھ دو۔ ان عاشقانِ حق نے اس پر بھی بصد خوشی لبیک کہا۔ عشق کی یہ منزل بھی طے ہوئی۔ اب حکم ہوا کہ اپنے رشتہ داروں سے برسرپیکار ہو جاؤ اور خدا اور رسولؐ کے عشق کا ثبوت دو۔ جنگ بدؔر تمام انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کی واحد جنگ ہے، صحائف تاریخ میں کہیں اسکی نظیر نہیں ملیگی۔ دنیاوی مال و متاع کے لئے تو انسانوں نے ضرور اپنے خون کے رشتہ داروں کی گردنیں کاٹی ہیں۔ لیکن عشق الٰہی اور حفاظت دین کی خاطر اپنوں سے نبرد آزما ہونے کی ایسی مثال آپکو نظر نہیں آئیگی۔ یہ ہر دو صفت عشق و محبت کے کرشمے ہیں جن سے یہ مشکل منزلیں طے ہوتی ہیں۔ ہجرت کا واقعہ، تاریخ اسلام میں، محبت کی اصلی تصویر اور عشق کا حقیقی مرقع ہے، ایمان اور اسلام کی حقیقت اس میں جلوہ گر ہے: اسی لئے اسلامی تقویم کو مرتب کرتے وقت ہجرت سے اسکا آغاز کیا گیا۔

بعد کی تاریخ میں بھی جبکہ صحابہؓ کرام ایرانی اور رومی شہنشاہیوں سے برسرپیکار تھے، یہ جو ہم سنتے ہیں کہ ھم باللیل رُھبان و بالنھار فرسان (رات کو راہب یعنی عبادتگذار اور دن کو شہسوار ہیں) تو اسکا یہی معنی ہے کہ عشق الٰہی سے سرشار راتیں عبادت میں گذار دیتے تھے اور دن شمشیر زنی میں کاٹتے تھے۔

ارکان اسلام کی حقیقت پر بھی غور کریں تو یہی عشق و محبت کا منظر سامنے آتا ہے۔ کلمۂ شہادت تو ہے ہی عشق کا اعلان۔ نماز، عبادت یعنی آخری درجہ محبت کی بہترین شکل ہے جس میں محبوب کی یاد ہے اور اس کے سامنے خشوع خضوع اور انتہائی عجز و انکسار کا اظہار ہے۔ معین و مخصوص اوقات تو فرائض میں شامل ہیں، ان کے علاوہ بھی لوگ

آپ جتنا قرب اس محبوب حقیقی سے حاصل کرنا چاہیں اسی عبادت کے ذریعے آپکو حاصل ہو سکتا ہے اور آپ ایک ایسے نُور کے مالک ہو سکتے ہیں جو آپکے دل و دماغ کو روشن کر دیگا۔ روزہ کا تو مقصود ہی ہے تقویٰ کا حصول جس سے دل پاک صاف ہو کر ایک ایسے آئینے کی شکل اختیار کرے جس میں محبوب حقیقی کا عکس پڑسکے۔ عشق قربانی کی رُوح پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے مال کی محبت کو کم کرنے کے لئے زکوٰۃ کا فریضہ ہے۔ حج عشق و محبت کی ایک دلکش تصویر ہے کہ میدانوں اور پہاڑوں بیابانوں اور ریگستانوں کو طے کرکے خدا کے عاشقوں کا گروہ کوچہ دوست میں پہنچتا ہے تاکہ اس مقدس آستانے پر اپنی تمام نیازمندیوں کی بھینٹ چڑھائے اور اپنے جنون عشق اور وارفتگی و شیفتگی کا ثبوت دے۔ فقط دو چادریں پہن کر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا عقل کی تصویر نہیں بلکہ عشق کا مرقع ہے۔

فصل سوم: بزم عشق

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (یونس: ۹)

جامی از شوق تو شد مست نہ می دیدہ نہ جام + بزم عشق است چہ جامی می دجام است این جا

ہاں تو ان تمام تاریخی و مذہبی حقائق میں ہمیں عقل و خرد کے نقوش نہیں بلکہ عشق و محبت کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ محبت زندگی کا پس منظر ہے اور یہ جذبہ قلب انسانی کی طینت اور سرشت میں لازم رکھا گیا ہے۔ ہر انسان اس سے خوب واقف ہے، اور اگر اس کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت کو بیان کریں تو وہ روز روشن کی طرح آشکار ہو جا سکتی ہے لفظ ایمان کا معنی لغت کی رو سے فقط یقین تھا، لیکن قرآن پاک نے اسے ایک اصطلاح بنا دیا ہے، اور خدا تعالیٰ نے اسکی حقیقت واضح کرنے کے لئے لفظ محبت اور حب سے کام لیا جو انسان کی دیکھی بھالی اور جانی بوجھی چیز ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ایمان کا جوہر زبردست جذبہ محبت الٰہی ہے، تو ایک زندہ حقیقت ہمارے سامنے متشکل ہو جاتی ہے، جو فقط لفظ ایمان سے سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ فطرت انسانی کی اسی حقیقت کے پیش نظر اللہ تعالےٰ اپنی کتاب

مقدس میں یُحِبُّ اور لَا یُحِبُّ کی اصطلاحیں استعمال فرماتا ہے، یعنی وہ چیزیں جو اسے محبوب ہیں، اور وہ جو اسے ناپسند ہیں۔ چنانچہ یُحِبُّ کے سلسلے میں فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّہِّرِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا۔ یعنی نیکی کرنے والے، توبہ کرنے والے، پاکباز، پرہیزگار، (شدائد میں) صبر کرنے والے، (اپنے کاموں میں خدا پر) بھروسا کرنے والے، عدل کرنیوالے، اور مجاہدین فی سبیل اللہ ـــــ یہ سب خدا کو محبوب اور پیارے ہیں۔

لَا یُحِبُّ کے سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، .... الکافرین، ... الظالمین، ... المفسدین، ... المسرفین، ... الخائنین، ... المستکبرین، ... الفرحین۔ یعنی زیادتی کرنیوالوں، خدا کے منکروں، ظالموں، مفسدوں، فضول خرچوں، خیانت کرنیوالوں، مغروروں، اور اترانے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

یُحِبُّ اور لَا یُحِبُّ کے سلسلے میں ایک حقیقت تو واضح ہوگئی، یعنی حُبّ یا نفی حُبّ کے ذکر سے ہم مفہوم کو اچھی طرح پالیتے ہیں۔ لیکن اس میں ایک اور زبردست حقیقت بھی مستور ہے، اور وہ یہ کہ محبوب حقیقی جس چیز کو دوست نہیں رکھتا ہمیں بھی اس سے دشمنی ہونی چاہئے۔ محبت کی حقیقت ہی یہی ہے کہ ہر وہ چیز جو محبوب کی دشمن ہے اور اسکی مخالف ہے، عاشق کے لئے بھی دشمن اور مخالف کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں عاشق کی "پسند" اور "ناپسند" کا تو سوال ہی نہیں۔ محبوب جسے پسندیدہ کہے وہ پسندیدہ ہے اور جسے ناپسندیدہ کہدے وہ ناپسندیدہ ہے ــ قرآن پاک میں اسی لئے موالات (دوستی) کے ساتھ معادات (دشمنی) کا بھی متعدد مقامات پر ذکر آتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب خدا تعالےٰ کی موالات کا اعلان کیا تو بتوں کی معادات کا بھی ذکر فرمادیا:۔ فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ (الشعراء: ۷۷)۔

مجاز اور حقیقت کی اصطلاحوں کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں، اور ایک دوسرے مقام پر محبت کی چار قسمیں بیان کرکے ہم نے لکھا تھا کہ محبۃ اللہ ہی فقط ایک حقیقت ثابتہ ہے، باقی محبتوں پر اگر اس محبت کا پرتو ہے تو ان کا وجود ہے ورنہ انکی کوئی اصلیت نہیں۔ ما سوا میں سے کسی چیز سے بھی اگر ہم اپنی تمام روح اور تمام قلب کے ساتھ محبت کرینگے تو یہ پرستش و عبادت کی شکل ہوگی جو محبت کا انتہائی مقام ہے، اور اس لئے شرک کے گناہ عظیم کے مرتکب ہونگے۔ اسی بنا پر عشق کو مومن اور عقل کو کافر قرار دیا جاتا ہے۔ عشق چاہتا ہے کہ فقط محبوب حقیقی کے لئے ہو رہے اور دونو جہانوں کو اپنے اندر گم کردے، تاکہ اسی کے انوار و تجلیات کا پرتو ہر جگہ دکھائی دے۔ لیکن عقل، دنیا کی مادی منفعتوں پر مٹنے والی عقل، اپنے لئے ہزاروں بت بناتی ہے اور انکی پرستش کرتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں حیات دنیوی کو "لھو و لعب" اور حیات اُخروی کو "الحیوان" (حقیقی زندگی) اور "خیرٌ وَّ ابقیٰ" سے تعبیر کیا ہے تا اسکی محبت میں مبتلا ہو کر خدا کی محبت سے غافل نہ ہو جائیں جو ایمان کی اصلی اور حقیقی شرط ہے۔

عشق مجازی کی اصطلاح ما سوا میں سے ہر چیز کے سلسلے میں استعمال کی جا سکتی ہے، لیکن انسانی عشق و محبت کے لئے خاص ہے۔ یہ عشق صورت ہے، جو کبھی پائدار نہیں ہو سکتا، کیونکہ ع

گل ہمیں پنج روز و ششں باشد

اسی لئے شعرا ربانی نے اسکو "عشقِ عفیف" سے ممتاز کرنے کیلئے ہوس اور ہوسناکی سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یہ تو ہم فقط اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اصلی چیز عشق حقیقی ہے اور یہی ایمان کا جوہر ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے

آنچہ معشوق است صورت نیست آن + خواہ عشق این جہان، خواہ آن جہان
آنچہ بر صُورت تو عاشق گشتۂ + چون برون شد جان، چرایش ہشتۂ
صورتش برجاست، این سیری ز چیست + عاشقا وا بین کہ معشوقِ تو کیست؟
پرتو خورشید بر دیوار تافت + تابشِ عاریتی دیوار یافت
بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم + وا طلب اصلے کہ پایدا و مقیم
عشق زا وصافِ خدای بے نیاز + عاشقی بر غیر او باشد مجاز

غیر معشوق ار تماشائے بود + عشق نبود ہرزہ سودائے بود
ہست معشوق آنکہ اُو یکتو بود + مبتدا و منتہایت اُو بود
عشق بر مُردہ نباشد پائدار + عشق را برحیؔ جان افزای دار
عشق زندہ در روان و در بصر + ہر دمے باشد زغنچہ تازہ تر
عشق آن زندہ گزین کو باقیست + وز شراب جانفزایت ساقیست
عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا + یافتند از عشق اُو کار و کیا
چند بازی عشق بانقش سبُو + بگذر از نقش سبُو و آب جُو
عاشق صنع خدا بافر بود + عاشق مصنوع اُو کافر بود
درمیان این دو فرقے بس خفی ست + خود شناسد آنکہ در رویت صفی ست

اپنے دیوان میں بھی مولانا رحؔ نے اس مضمون پر بہت اشعار لکھے ہیں، یہاں صرف دو بیت نقل کرتا ہوں :-

شدۂ غلام صورت بمثال بت پرستان + تو چو یوسفی ولیکن سوئے خود نظر نداری
بخدا جمال خود را چو در آئینہ ببینی + بت خویش ہم تو باشی بکسے گذر نداری

اگر انسان کی حقیقت پر نظر ہو تو "عشق صورت" کیا "عشق سیرت"، کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا، ان معنوں میں کہ اپنے تمام قلب و رُوح سے کسی ایک انسان ہی کے لئے ساری نیازمندیاں وقف کر دی جائیں۔ اس بارے میں فقط سرور کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین صلعم کی ذات مبارک مستثنےٰ ہے جن کا عشق جزو ایمان ہے اور جسکی صورت یہ ہے کہ آپ کی زیادہ سے زیادہ اطاعت اور پیروی کی جائے اور اسے عشق خداوندی کی زیادتی کا وسیلہ بنایا جائے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے مخلوقات کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جو محبت کی کامل ترین شکل ہے اور اُسمیں خشوع اور خضوع عجز و انکسار بدرجۂ کمال شامل ہے۔ اسلام اور ملت ابراہیمی کی حقیقت یہی ہے۔ اسی لئے رسولؐ پاک نے فرمایا: "جو اللہ کی خاطر محبت کرے، اللہ کی خاطر بغض سے کام لے، اللہ کی خاطر عطا کرے، اور اللہ کی خاطر (دینے سے) ہاتھ روک لے، اسکا ایمان کامل ہے"۔ سچی محبت "توحید محبوب" کی مقتضی ہے اور چاہتی ہے کہ کسی کو اس کی محبت میں

شریک نہ کیا جائے۔ اسی "توحید محبت" کی خاطر خدائے پاک نے تمام نبیوں اور رسولوں کو بھیجا، اور اسی کے لئے زمین و آسمان اور جنت و جہنم وجود میں آئے تاکہ مومنوں اور عاشقان الٰہی کو جنت میں جگہ ملے اور مشرکوں اور عاشقان ماسوا کو جہنم میں ڈالا جائے۔ اور یہی ہے حقیقت، شہادت کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی، جسکے متعلق حضور سرور کائنات ؐ نے فرمایا: "جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔

علامہ ابن قیم "الجواب الکافی" میں لکھتے ہیں: "خدا تعالےٰ نے فرمایا (الزخرف: ۲۶-۲۸) "جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم کو کہا کہ میں ان چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو الگ ہوں (اور میں تو کسی کو نہیں پوجونگا) سوائے اس ذات پاک کے جسنے مجھے پیدا کیا۔ سو وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائیگا، اور یہی بات (یعنی کلمۃ باقیۃ) ابراہیم پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں" (الآیۃ)۔ حضرت ابراہیم ؑ نے اسی موالات الٰہی (یعنی اعلان توحید) اور اللہ کے سوا ہر معبود سے علیحدگی کو "کلمۃ باقیۃ" کی صورت میں اپنے پیچھے چھوڑا، اور یہ کلمہ انبیاء اور انکی پیروی کرنیوالوں کو یکے بعد دیگرے وراثت میں پہنچتا رہا۔ اور یہ ہے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ، جو اس امام موحدین کے مقتدیوں کو یوم قیامت تک وراثت میں ملتا رہیگا۔ یہی وہ کلمہ ہے جس سے زمین و آسمان وجود میں آئے اور جس پہ خدا تعالےٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ اسی کلمہ پر ملت کی بنیادیں استوار ہوئیں، اسی پر قبلہ کی تعیین ہوئی اور اسی کے لئے جہاد کی تلواریں بے نیام کی گئیں۔ اور یہ خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ کا حق ہے اپنے تمام بندوں پر۔ اس کلمہ کی روح اور اسکا راز خدائے پاک کی وحدانیت ہے محبت میں، تعظیم و تکریم میں، بیم و امید میں، اور توکل، انابت، رغبت، رہبت وغیرہ تمام لوازمات میں۔ پس انسان کسی اور سے محبت نہ کرے، اور جب کبھی کسی اور سے محبت ہو تو اسی کی محبت کی تبعیت میں ہو اور اسی کی محبت کی زیادتی کا وسیلہ بنے۔ اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے، اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔ توکل ہو تو اسی پر، رغبت ہو تو اسی کی طرف۔ قسم کھائے تو اسی کے نام کی، اور نذر دے تو اسی کی خاطر۔ اطاعت کرے تو اسی کے حکم کی، اور مصائب میں مدد چاہے تو اسی سے۔ اس کے سوا کسی سے التجا نہ کرے اور کسی کو سجدہ نہ کرے، اور ذبح کرے تو اسی کے لئے اور اسی کے نام پہ۔ اگر ان تمام باتوں کو ایک ہی جملہ میں ادا کرنا چاہیں تو وہ یہ ہے کہ عبادت کی تمام انواع و اقسام میں انسان اس ذات پاک کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے ——— یہ ہے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی تحقیق۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے ہر اس انسان پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے جو حقیقی معنوں میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ

کی شہادت دے، اس شہادت کی حقیقت کو اپنے لئے فرض عین قرار دے، اور پھر اُس پر قائم وثابت رہے۔ ہاں قائم وثابت رہے اس شہادت پر ظاہر و باطن اور دل و جان سے۔ پھر وہ اس گروہ میں شامل ہے جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ (المعارج: ۳۳)

یہ ہے مومن کی شان اور یہ ہے ایمان کی حقیقت۔ یہ ہے وہ عشق جو اسلام مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ ہی ہیں وہ عاشقان حق جو قرآن پاک کی تعلیم کا مطمح نظر ہیں۔ انہی مومنوں کے لئے دو توجہانوں میں ظفر و کامیابی اور فلاح و کامرانی کی وہ تمام بشارتیں ہیں، جو ایمان کے ثمرات ہیں اور جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اسی حقیقت کی طرف علامہ اقبال مرحوم اشارہ فرماتے ہیں: ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازو کا؟ + نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

ولایت، پادشاہی، علمِ اشیا کی جہانگیری + یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں!

فصلِ چہارم: شمشیر شہادت (شواہد شعر فارسی)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف: ۱۰۹)

شرح عشق ار من بگویم بر دوام + صد قیامت بگذرد وان ناتمام

زانکہ تاریخِ قیامت را حد است + حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزد است

(رومیؒ)

ہاں یہی شہادت لا الٰہ الا اللہ ــــــــ شہادت جو کہ زندہ و بیدار ہو، خوابیدہ و مردہ نہو، اور حق و قائم ہو ظاہر و باطن اور دل و جان کے ساتھ ــــــــ یہی ایمان کا جوہر اور عشق کا حقیقی مقام ہے۔ اسکے پیش نظر یہ حقیقت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ عالم وجود کی تمام نیرنگیاں اور سحر کاریاں عشق کی رہین منت ہیں۔ حسن کبھی جمال کو یہ عشق کبھی ایک عالمگیر روح کی شکل میں دکھائی دیتا ہے جس سے کائنات کی آفرینش عمل میں آتی اور کبھی ایک تجلی کی صورت

ہر نظر آتا ہے جس کی تڑپ کائنات کے ذرّے ذرّے میں موجود ہے اور ہمیشہ سرمایۂ حیات ثابت ہوتی ہے۔ اسی عشق کے نور سے مناظرِ حسن و جمال کی رنگینیاں وجود میں آتی ہیں، اور اسی عشق کی موسیقی سے دل و جان میں رقص کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جہانِ رنگ و بو کی پاکیزگی و پختگی، تناسب و توازن، اور ترنّم و موسیقی کا سرچشمہ یہی جذبۂ عشق ہے: مذہب اسی چشمہ سے پھوٹتا ہے، اور تمام فنونِ لطیفہ اسی کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اگر اس آفتابِ عالمتاب کی حرارت اور روشنی ہے تو مذہب اور علوم و فنون بھی اپنی جاں بخش اور رُوح افزا صورت میں قائم اور زندہ ہیں، ورنہ وہ ایک قالبِ بے رُوح کی حیثیت رکھتے ہیں اور حقیقی معنوں میں انہیں مردہ تصور کرنا چاہیئے۔ عشق کی یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر عصرِ حاضر کے اسلامی شاعر، فیلسوف اور مفکر علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

ے　زرسم و راہِ شریعت نکردہ ام تحقیق　+　جز اینکہ منکرِ عشق است کافر و زندیق

اور عشق کی اسی جامعیت کے پیشِ نظر مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں: -

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان　+　چون بہ عشق آیم خجل باشم ازان
گرچہ تفسیرِ زبان روشن گر است　+　لیک عشقِ بے زبان روشن تر است
عقل در شرحش چو خر در گل بخفت　+　شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب　+　گر دلیلت باید ازوے رُو متاب

بہرحال عشق ایک جامع لفظ ہے جس کے مفہوم کی وسعت تمام کائنات کو اپنے دامن میں لپیٹ لیتی ہے اور کسی اور زبان کے اندر اگر کوئی اور لفظ موجود ہے تو وہ فقط قرآن پاک کی اصطلاح لفظ ایمان ہے۔ ہاں کسی اور زبان یا لٹریچر کے اندر کوئی لفظ نہیں جو اتنے وسیع مفہوم پر حاوی ہو۔ اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کی تو غالباً ضرورت نہیں رہی کہ دنیا کی تمام ادبی زبانوں میں بلند ترین لٹریچر وہی ہے جو اپنی گوناگوں شکلوں میں بالواسطہ یا بلاواسطہ عشق کا بیان یا اُسکی تفسیر ہے۔

اُوپر بھی ہم شعراء کا کلام نقل کرتے آئے ہیں، اور اب ہم فنِ شعر کے چند مستند اساتذہ کا کچھ کلام درج کرتے ہیں تاکہ قارئینِ کرام خود اندازہ کر سکیں کہ ہمارے بیانات کہاں تک حقیقتِ مذکور کی آئینہ داری کرتے ہیں!

فارسی میں صوفیانہ شاعری کا آغاز حضرت سُلطان ابوسعید ابوالخیرؒ سے ہوا ہے۔ ہم یہاں تبرّکاً ان کی دو رباعیاں نقل کرتے ہیں: -

(۱)　آنروز کہ آتشِ محبت افروخت　+　عاشق روشِ سوز ز معشوق آموخت

از جانب دست سرزد این سوز و گداز ✦ تا در نگرفت شمع پروانہ نسوخت

(۲) جز در رہ عشق تو نپوید ہرگز ✦ دل راز ترا بکس نگوید ہرگز
صحرای دلم عشق تو شورستان کرد ✦ تا مہر دگر کسے نروید ہرگز

سنائیؒ

فارسی صوفیانہ شاعری کا حقیقی معنوں میں اولین صحیفہ حکیم سنائی غزنویؒ کی مثنوی "حدیقۃ الحقیقۃ" تصور کی جاتی ہے۔ رومیؒ حکیم سنائی کی تعریف میں فرماتے ہیں :- ؎

ترک جوشی کردہ ام من نیم خام ✦ از حکیم غزنوی بشنو تمام (مثنوی)

؎ عطار رُوح بود و سنائی دو چشم اُو ✦ ما از پئے سنائی و عطار آمدیم (دیوان)

"حدیقہ" میں باب پنجم عشق کے متعلق ہے (بعض نسخوں میں یہ باب ہشتم ہے) ہم اس سے چند اشعار درج کرتے ہیں :-

دلبر دلربای، عشق آمد ✦ سر بر سر نمای، عشق آمد
عشق با سر بریدہ گوید راز ✦ زانکہ داند کہ سر بود غماز
خیز و بنمای عشق را قامت ✦ کہ مؤذن بگفت قد قامت
عشق ہیچ آفریدہ را نبود ✦ عاشقی جز گزیدہ را نبود
آب آتش فروز عشق آمد ✦ آتش آب سوز عشق آمد
عشق بی چار میخ تن باشد ✦ مرغ دانا قفس شکن باشد
جان کہ دور از یگانگی باشد ✦ دان کہ چون مرغ خانگی باشد
کشش بسوئ علو سفر نبود ✦ پر بود لیک اوج پر نبود
ہمتش آن بود کہ دانہ خورد ✦ قوتش آنکہ گرد خانہ پرد
بندۂ عشق باش تا برہی ✦ از بلاہا و زشتی و تبہی
بندۂ عشق جان حر باشد ✦ مرد کشتی نہ، مرد دُر باشد

عاشق آنست کو ز جان و تن + زود برخیزد او نگفت سخن
جان و تن را بسے محل ننہد + گنج را سکۂ دغل ننہد
کردگار لطیف و خالق بار + ہست خود پاک و پاک خواہد کار
خطۂ خاک لہو و بازی راست + عالم پاک پاکبازی راست
گر نکو بنگری نہ جائے شک است + عشق را راہ و رای نہ فلک است
راہ نارفتہ را نیافتن است + عشق بے خویشتن شتافتن است
عاشقی خود نہ کار فرزانہ است + عقل در راہ عشق دیوانہ است
در رہ عشق کائنات ہمہ + ستد از عجز خود برات ہمہ
عشق برتر ز عقل و از جان است + لِیْ مَعَ اللّٰہِ وقت مردان است
ہرچہ در کائنات جزو کل است + در رہ عشق طاقہائے پل است
عقل مردیست خواجگی آموز + عشق دردیست پادشاہی سوز
زیرکی دیو و عاشقی آدم + آن بمان تا بدین رسی در دم
عشق در پیش گیر و دل بگذار + کز دلِ خیرہ بر نیاید کار
مرد را عشق تاج سر باشد + عشق بہتر ز ہر ہنر باشد
قدم عقل نقد حالی جوی + شعلۂ عشق لا اُبالی گو
چون بترسی ہمی ز مُردن خویش + عاشقی باش تا نمیری بیش
کہ اجل جان زندگان را بُرد + ہر کہ از عشق زندہ گشت نمُرد
آتش بار و برگ باشد عشق + ملک الموت مرگ باشد عشق
عاشقی کار شیر مردان است + نہ بدعوی است بل بہ بُرہان است
عشق مردان بود براہ نیاز + عشق تو ہست سوئی نان و پیاز
عشق، چون شمع زندہ، خواہد مرد + دیدہ و دل سپید و طلعت زرد

کے در آئی بچشم مرد خرد ✦ تو فروشی نفاق و نفس خرد

باطن تو حقیقتِ دل تست ✦ ہر چہ جز باطن تو باطل تست

دین ز دل خیزد و خرد ز دماغ ✦ دین چو روز آمد و خرد چو چراغ

آفتابی ببایدا انجم سوز ✦ بچراغِ تو شب نگردد روز

از تن و جاہ و عقل و جان بگذر ✦ در رہِ حق دلے بدست آور

آنچنان دل کہ وقت پیچا پیچ ✦ جز خدا اندرو نباشد ہیچ

عطارؒ

ہفت شہر عشق را عطار گشت ✦ ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم (رومی)

شعر میں عطارؒ کا شاہکار مثنوی "منطق الطیر" ہے۔ اس کی بحر اور مولانا رومؒ کی مشہور و معروف مثنوی کی بحر ایک ہی ہے۔ منطق الطیر میں ہدہد پرندوں کو سیمرغ کے پاس (جس سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے) جانے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ پرندے معذرت کرتے ہیں اور ہدہد جواب میں عشق حقیقی کے نکات بیان کرتا ہے۔ آخر پرندے یہ طویل سفر اختیار کرتے ہیں، اور دوران سفر میں اپنے اشکالات پھر پیش کرتے ہیں، اور ہدہد پھر جواب میں بہت سے رموز و اسرار کے چہرے سے نقاب اٹھاتا ہے۔ ہم یہاں عشق کے متعلق کچھ اشعار نقل کرتے ہیں :-

ہدہد بہ بلبل: ہدہدش گفت اے بصورت ماندہ باز ✦ بیش ازیں در عشق و رعنائی مناز

عشق رُوی گل بسے خارت نہاد ✦ کارگر شد بر تو و کارت نہاد

گل اگرچہ ہست بس صاحب جمال ✦ حُسن اُو در ہفتہ گیرد زوال

عشق چیزی کان زوال آرد پدید ✦ کاملان را زان ملال آید پدید

ہدہد بہ بوتیمار: گر تو از دریا نیائی بر کنار ✦ غرق گرداند ترا پایان کار

میزند اُو خود ز شوق دوست جوش ✦ گاہ در موج است گاہے در خروش

ہست دریا چشمۂ از جُوئے اُو ✦ تو چرا قانع شوی بے رُوے اُو

داد دریا آن نکو دل را جواب ✦ کز فراق دوست دارم اضطراب

خشک لب بنشستہ ام مدہوش من ✦ ز آتش عشقش شدہ در جوش من

ہدہد بہ بوم: ہدہدش گفت اے زعشق گنج مست + من گرفتم کامدت گنجی بدست
عشق گنج وحب زر از کافر لیست + ہر کہ اُو را دوست دارد آذر لیست
ہر دلے کو عشق زر گیرد خلل + در قیامت صورتش گردد بدل

ہدہد بہ مرغان: ہدہد آنکہ گفت اے بیجا صلان + عشق کے نیکو بود از بددلان
ای گدایان چند ازین بیجاصلی + راست ناید عاشقی و بددلی
ہر کرا در عشق چشمی باز شد + پای کوبان آمد و جانباز شد
چون کسے را نیست چشم آن جمال + وز جمالش ہست صبر ما محال
با جمالش عشق نتوانست باخت + از کمال لطف خود آئینہ ساخت
ہست آن آئینہ دل بر دل نگر + تا ببینی رُوے اُو در دل نگر

ہدہد ہبر چنین گفت آن زمان + کانکہ عاشق شد نیندیشد ز جان
سدرہ جان است جان ایثار کن + پس برافگن پردہ و دیدار کن
عشق آتش در ہمہ خرمن زند + ارہ بافرقش نہند اُو تن زند
درد و خون دل بباید عشق را + قصۂ مشکل بباید عشق را
ساقیا خون جگر در جام کن + گر نداری درد از ما وام کن
عشق را درد ے بباید پردہ سوز + گاہ جان را پردہ درگہ پردہ دوز
عشق مغز کائنات آمد مدام + لیک نبود عشق بے دردے تمام
قدسیاں را عشق ہست و درد نیست + درد را جز آدمی درخورد نیست

ہر کہ اُو ہمرنگ یار خویش نیست + عشق اُو جز رنگ و بوئے بیش نیست
عشقہائے کز پئے رنگے بود + عشق نبود عاقبت ننگے بود

رُومی ؒ

سہ تن من بہ ماہ ماند کہ زعشق می گدازد + دل من چو چنگ زہرہ کہ گسستہ تار بادا

مولانا رومؒ کے حقائق و معارف زندۂ جاوید اور زبانِ زد خلائق ہیں انکی مثنوی کے متعلق کہا گیا ہے:

؎ مثنوئ مولوئ معنوی ٭ ہست قرآن در زبان پہلوی

خود مصنف کے متعلق مشہور ہے :

؎ من چہ گویم وصف آں عالی جناب ٭ نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

مثنوی اور دیوان کے موضوع کے لئے اگر ایک لفظ مطلوب ہو تو وہ عشق ہے۔ مثنوی سے اشعار اوپر بھی نقل کئے جا چکے ہیں، یہاں بھی ہم تبرکاً چند اشعار شروع کتاب سے نقل کرتے ہیں :-

بشنو از نے چون حکایت می کند ٭ از جدائیہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند ٭ از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق ٭ تا بگویم شرح درد اشتیاق
ہر کسے کو دُور ماند از اصل خویش ٭ باز جوید روزگار وصل خویش
آتش است این بانگ نای و نیست باد ٭ ہر کہ این آتش ندارد نیست باد
آتش عشق است کاندر نے فتاد ٭ جوشش عشق است کاندر مے فتاد
نے حریف ہر کہ از یارے بُرید ٭ پردہایش پردہائے ما درید
ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید ٭ ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
نے حدیث راہ پُر خُون می کند ٭ قصہای عشق مجنُون می کند
محرم این ہوش جز بیہوش نیست ٭ مر زبان را مُشتری جز گوش نیست
در نیابد حال پختہ ہیچ خام ٭ پس سخن کوتاہ باید و السلام
بند بگسل باش آزاد اے پسر ٭ چند باشی بند سیم و بند زر
ہر کرا جامہ ز عشقی چاک شد ٭ اُو ز حرص و جملہ عیبے پاک شد
شاد باش اے عشق خوش سودائ ما ٭ اے طبیب جملہ علت ہائ ما
ای دوای نخوت و ناموس ما ٭ ای تو افلاطون و جالینوس ما
جسم خاک از عشق بر افلاک شد ٭ کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طُور آمد عاشقا ٭ طور مست و خرّ موسیٰ صاعقا

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ ✦ زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

چون نباشد عشق را پروای او ✦ او چو مرغی ماند بے پر، وای او

من چگونہ ہوش دارم پیش و پس ✦ چون نباشد نور یارم پیش و پس

عشق خواہد کاین سخن بیرون بود ✦ آئنہ غماز نبود چون بود

آئنہ ات دانی چرا غماز نیست ✦ زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست

دیوان بھی والہانہ جوش و سرمستی کا ایک بحر بے پایاں ہے ہم یہاں دو غزلوں کے چند اشعار درج کرتے ہیں:۔

(۱) اے عاشقاں اے عاشقاں آنکس کہ بیند روی او ✦ شورہ گردد بخت او آشفتہ گردد خوے او

معشوق را جویاں شود دکان او ویران شود ✦ بر روی و سر پویاں شود چون آب اندر جوی او

در عشق چون مجنون شود سرگشتہ چوں گردون شود ✦ پر کیسہ چوں قارون شود چون راہ یابد سوی او

جان ملک سجدہ کند آنرا کہ او را خاک شد ✦ ترک فلک چاکر شود آنرا کہ شد ہندوی او

عشقش دل پر درد را برکف نہد بوی کند ✦ چون خوش نباشد آن دلے کو ہست دستنبوی او

شاہان ہمہ مسکین او خوبان قراضہ چین او ✦ شیران زدہ دم بر زمین پیش سگان کوی او

او ہست از صورت بری کارش ہمہ صورتگری ✦ ای دل ز صورت نگذری زیرا نۂ یکتوی او

داند دل ہر نیک دل ز آواز دل ز آواز گل ✦ غریدن شیر است این در صورت آہوی او

آن عشق شد مہمان ما زخمی برد بر جان ما ✦ صد رحمت و صد آفرین بر دست و بر بازوی او

(۲) ای بردہ جان و تن در پای او ✦ ہر دو عالم غرقۂ دریای او

در شمار عاشقاں بودیم دوش ✦ بر مثال ریگ در صحرای او

خیمہ بر خیمہ طناب اندر طناب ✦ پیش شاہ عشق و لشکرہای او

خیمۂ جان را ستون از نور پاک ✦ نور جاں از تابش سیمای او

عشق شیر و عاشقان اطفال شیر ✦ درمیان پنجۂ دہ تای او

درکدامیں پردہ پنہانست عشق ✦ کس نہ بیند کس نداند جای او

عشق چون خورشید ناگہ سر کشد ✦ بر شود تا عرش حق غوغای او

نوٹ:- یہ فاضلانہ مقالہ جس میں فلسفۂ عشق و ایمان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جناب پروفیسر [illegible] صاحب [illegible] کے [illegible] جناب [illegible] صاحب موصوف کے نہایت ممنون ہیں کہ انھوں نے [illegible] شائع ہوگا۔ (ایڈیٹر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام امام

جالندھر شہر

اَلقِسمُ الثّانی

رَوضَۃُ الاطفال

مُدیر: محمد احمد خان ذاکر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْبَرَاعِمُ الْبَاسِمَةُ

اَلْبُرْعُومَةُ الْاُولٰی

هُوَ : وہ (مذکر)
فَوْق : اوپر

هِيَ : وہ (مؤنث)
تَحْت : نیچے

دَاخِل : اندر
هَلْ : کیا

خَارِج : باہر
أَوْ : یا

---

۱ : هُوَ دَاخِلًا .
۲ : هِيَ دَاخِلًا .

۳ : هُوَ فِي الدَّاخِلِ .
۴ : هِيَ فِي الدَّاخِلِ .

۵ : هُوَ خَارِجًا .
۶ : هِيَ خَارِجًا .

۷ : هُوَ فِي الْخَارِجِ .
۸ : هِيَ فِي الْخَارِجِ .

۹ : هُوَ فَوْقُ
۱۰ : هِيَ فَوْقُ

۱۱ : هُوَ تَحْتُ
۱۲ : هِيَ تَحْتُ

۱۳ : هُوَ اَوْ هِيَ فَوْقُ .
۱۴ : هِيَ اَوْ هُوَ تَحْتُ .

۱۵ : هُوَ فِي الدَّاخِلِ اَوْ فِي الْخَارِجِ .

۱۶ : هِيَ دَاخِلًا اَوْ خَارِجًا .

تمرین ۱ : عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) وہ (مرد) اوپر ہے۔ (۲) وہ (مرد) نیچے ہے۔ (۳) وہ (عورت) اندر ہے (۴) وہ (عورت) باہر ہے۔ (۵) وہ یا تو باہر ہے یا اندر ہے۔ (۶) وہ (مرد) یا وہ (عورت) اندر ہے۔

اَلدَّرْسُ الثَّانِیَۃ

نَعَمْ : ہاں + لَا : نہیں + فِیْ : میں + بِجَانِبِ : پاس + اَیْنَ : کہاں + ہٗ : اس (مرد) کا یا کو + هَا : اس (عورت) کا یا کو +

(۱) هَلْ هُوَ دَاخِلٌ ؟ نَعَمْ، هُوَ فِی الدَّاخِلِ .
(۲) هَلْ هِیَ فِی الدَّاخِلِ ؟ نَعَمْ، هِیَ دَاخِلًا .
(۳) هَلْ هِیَ فَوْقُ ؟ لَا، هِیَ تَحْتُ .
(۴) هَلْ هُوَ تَحْتُ ؟ لَا، هُوَ فَوْقُ .
(۵) اَیْنَ هُوَ ؟ هُوَ خَارِجٌ .
(۶) اَیْنَ هِیَ ؟ هِیَ فِی الدَّاخِلِ .
(۷) اَیْنَ هُوَ ؟ هُوَ بِجَانِبِهٖ .
(۸) اَیْنَ هِیَ ؟ هِیَ بِجَانِبِهَا .

تمرین ۲ : عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) کیا وہ باہر ہے ؟ (۲) نہیں وہ اوپر ہے -
(۳) کیا وہ اندر ہے ؟ (۴) نہیں وہ نیچے ہے -
(۵) وہ کہاں ہے ؟ (۶) وہ اس کے پاس ہے -

اَلْبُرْعُوْمَةُ الثَّالِثَةُ

كَلْبٌ : کوئی کتا + اَلْكَلْبُ : کتا +

كَلْبَةٌ : ایک کتیا + اَلْكَلْبَةُ : کتیا +

قِطٌّ : ایک بلا + اَلْقِطُّ : بلا +

فَأْرٌ : ایک چوہا + اَلْفَأْرُ : چوہا +

قِطَّةٌ : بلی + فَأْرَةٌ : چوہیا +

وَ : اور + مَعَ : ساتھ +

---

(۱) كَلْبٌ وَ قِطٌّ . (۲) قِطٌّ وَ قِطَّةٌ .

(۳) فَأْرٌ وَ فَأْرَةٌ . (۴) اَلْكَلْبُ وَ الْقِطُّ .

(۵) فَأْرٌ مَعَ فَأْرَةٍ . (۶) اَلْفَأْرَةُ مَعَ الْقِطَّةِ .

(۷) اَلْكَلْبُ بِجَانِبِهٖ . (۸) اَلْقِطَّةُ بِجَانِبِهَا .

(۹) اَلْكَلْبَةُ مَعَ الْكَلْبِ .

تمرین ۳ : عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) ایک کتا اور ایک کتیا - (۲) کتیا بلی کے ساتھ -(۳) وہ کتا ہے (۴) وہ بلی ہے - (۵) ایک بلی ایک چوہے کے پاس - (۶) بلا اور چو (۷) وہ کتیا ہے -

---

اَلْبُرْعُوْمَةُ الرَّابِعَةُ

كَانَ : (وہ) تھا - ظَرِيْفٌ : سیانا -

كَانَتْ : (وہ) تھی - لَطِيْفٌ : عمدہ -

هُوَ : وہ (ہے) ۔ ثَوْرٌ : بیل ۔
هِیَ : وہ (مؤنث) (ہے) ۔ بَقَرَةٌ : گائے ۔
كَبِيْرٌ : بڑا ۔ ظَرِيْفَةٌ : سیانی ۔
كَبِيْرَةٌ : بڑی ۔ لَطِيْفَةٌ : نفیس ۔

---

(۱) هُوَ كَلْبٌ ظَرِيْفٌ . (۲) هِیَ كَلْبَةٌ ظَرِيْفَةٌ .
(۳) هُوَ قِطٌّ لَطِيْفٌ . (٤) هِیَ قِطَّةٌ لَطِيْفَةٌ .
(۵) اَلْقِطُّ كَانَ مَعَ فَارٍ . (٦) اَلْقِطَّةُ كَانَتْ مَعَ الْفَارَةِ .
(۷) هُوَ ثَوْرٌ كَبِيْرٌ . (۸) هِیَ بَقَرَةٌ كَبِيْرَةٌ .
(۹) اَلثَّوْرُ دَاخِلًا . (۱۰) اَلبَقَرَةُ فِی الخَارِجِ .

تمرین ۴ :

مرغا : دِيْكٌ + چوزہ : فَرْخَةٌ ـ فَرْخٌ +
مرغی : دَجَاجَةٌ + پر : عَلٰی

(۱) ایک مرغا اور ایک مرغی ۔ (۲) ایک چوزہ ایک مرغی کے ساتھ ۔
(۳) ایک مرغی ایک چوزے کے پاس ۔ (۴) چوزہ بیل کے اوپر ہے ۔
(۵) مرغی گائے پر ہے ۔ (۶) وہ بڑا مرغا ہے ۔
(۷) وہ چھوٹا چوزہ ہے ۔
(۸) چھوٹا چوزہ بڑی مرغی کے پاس ہے ۔
(۹) یا گائے اندر ہے یا بیل ۔

اَلْدَّرْسُ الْخَامِسَۃُ ۔

وَلَدٌ : لڑکا ۔	أَ : کیا ۔
بِنْتٌ : لڑکی ۔	بَیْتٌ : گھر ۔
حَصِیْرٌ : چٹائی ۔	مَدْرَسَۃٌ : مکتب ۔
سَرِیْرٌ : چارپائی ۔	اَمْ : یا ۔

---

(۱) أَ ھُوَ وَلَدٌ اَمْ بِنْتٌ ؟
(۲) ھَلِ الْوَلَدُ فِی الْبَیْتِ اَمْ فِی الْمَدْرَسَۃِ ؟
(۳) ھَلْ کَانَ الْکَلْبُ ظَرِیْفًا ؟
(٤) أَ کَانَ کَلْبُ الظَّرِیْفُ عَلَی الْحَصِیْرِ ؟
(٥) نَعَمْ کَانَ الْکَلْبُ الظَّرِیْفُ مَعَ الدِّیْکِ اللَّطِیْفِ عَلَی الْحَصِیْرِ الْکَبِیْرِ ۔
(٦) ھَلْ فِی الْبَیْتِ بِنْتٌ ؟ (۷) ھَلْ فِی الْمَدْرَسَۃِ وَلَدٌ ؟
(۸) اَیْنَ الْوَلَدُ ؟ (۹) مَنْ ھُوَ بِجَانِبِ الْبِنْتِ الصَّغِیْرَۃِ ؟
(۱۰) اَلْوَلَدُ الْکَبِیْرُ فِی السَّرِیْرِ ۔

تمرین ۵ :۔

(۱) کیا (وہ) مرغا ہے یا مرغی ؟ (۲) کیا بلا عمدہ ہے ؟ (۳) کیا لڑکا سیانا تھا ؟ (۴) کیا لڑکی چھوٹی تھی ؟ (۵) لڑکی چار پائی پر ہے ۔ (٦) چھوٹی لڑکی چھوٹے لڑکے کے ساتھ چارپائی پر ہے ۔ (۷) چوزہ اوپر ہے ۔ (۸) مرغا نیچے ہے ۔ (۹) وہ بڑا ہے یا چھوٹا ہے ۔

اَلدَّرْسُ السَّادِسَۃُ

هُوَ : وہ (مذکر) ۔ أَنَا : میں (مذکر و مؤنث)

هٗ : اُس کا ۔ یْ : میرا ۔

هِیَ : وہ (مؤنث) ۔ كِتَابُهٗ : اُس (مذکر) کی کتاب ۔

هَا : اس (مؤنث) کا ۔ كِتَابُهَا : اُس (مؤنث) کی کتاب

أَنْتَ : تو (مذکر) قَلَمُكَ : تیرا (مذکر کا) قلم ۔

كَ : تیرا + كِ : تیرا (مؤنث)۔ قَلَمُكِ : تیرا (مؤنث کا) قلم ۔

أَنْتِ : تو (مؤنث) بَيْتِیْ : میرا گھر ۔

هُنَا : یہاں + هُنَاكَ : وہاں +

---

(۱) هُوَ دِيكُهٗ . (۲) هِیَ دَجَاجَتُهَا .

(۳) أَيْنَ فَرْخَتُكَ وَ أَيْنَ فَرْخَتُهَا ؟

(٤) أَنْتَ وَلَدٌ ظَرِيفٌ . (۵) أَنْتِ بِنْتٌ لَطِيفَةٌ .

(٦) قَلَمِی هُنَا وَ كِتَابِی هُنَاكَ . (۷) كَانَتِ الْبِنْتُ هُنَا .

(۸) هَلِ الْوَلَدُ مَعَ الْبِنْتِ هُنَاكَ ؟

(۹) دِيكِیْ فِی بَيْتِی مَعَ دَجَاجَتِی .

(۱۰) اَلْقِطُّ الْكَبِيْرُ مَعَ الْوَلَدِ الصَّغِيْرِ .

تمرین ۶ :-

(۱) میرا قلم کہاں ہے ؟ (۲) تیرا قلم وہاں ہے ۔ (۳) گھر میں کون ہے ؟

(۴) گھر میں ایک کتا ایک بلا اور ایک مرغا ہے ۔ (۵) تمھاری کتاب اور

تمہارا قلم میرے گھر میں ہے - (۶) چٹائی پر کون ہے ؟

ترجمہ

"مسکراتی کلیاں"

۱ : پہلی کلی

(۱) وہ (نر) اندر ہے - (۲) وہ (مادہ) اندر ہے -

(۳) وہ (مذکر) اندر ہے - (۴) وہ (مؤنث) اندر ہے -

(۵) وہ (مذکر) باہر ہے - (۶) وہ (مؤنث) باہر ہے -

(۷) وہ (مذکر) باہر ہے - (۸) وہ (مؤنث) اندر ہے -

(۹) وہ (مذکر) اوپر ہے - (۱۰) وہ (مؤنث) اوپر ہے -

(۱۱) وہ (مذکر) نیچے ہے - (۱۲) وہ (مؤنث) نیچے ہے -

(۱۳) وہ (مذکر) یا (مؤنث) اوپر ہے - (۱۴) وہ (مذکر) یا (مؤنث) نیچے ہے -

(۱۵) وہ (مذکر) یا تو اندر ہے یا باہر ہے - (۱۶) وہ (مؤنث) اندر ہے یا باہر ہے -

دوسری کلی

(۱) کیا وہ (مرد) اندر ہے ؟ ہاں وہ اندر ہے -

(۲) کیا وہ (عورت) اندر ہے ؟ ہاں وہ اندر ہے -

(۳) کیا وہ (عورت) اوپر ہے ؟ نہیں وہ نیچے ہے -

(۴) کیا وہ (مرد) نیچے ہے ؟ نہیں وہ اوپر ہے -

(۵) وہ کہاں ہے ؟ وہ باہر ہے -

(۶) وہ (عورت) کہاں ہے ؟ وہ اندر ہے -

(۷) وہ (مرد) کہاں ہے ؟ وہ اس (مرد) کے پاس ہے ۔
(۸) وہ (عورت) کہاں ہے ؟ وہ (عورت) اس (عورت) کے پاس ہے ۔

"تیسری کلی"

(۱) ایک کتا اور ایک بلا ۔ (۲) کوئی بلا اور کوئی بلی ۔
(۳) کوئی چوہا اور کوئی چوہیا ۔ (۴) کتا اور بلا ۔
(۵) ایک چوہا ایک چوہیا کے ساتھ ۔ (۶) چوہیا بلی کے ساتھ ۔
(۷) کتا اس کے پاس ہے ۔ (۸) بلی اس عورت کے پاس ہے ۔
(۹) کتیا کتے کے ساتھ ہے ۔

"چوتھی کلی"

(۱) وہ ایک سیانا کتا ہے ۔ (۲) وہ ایک سیانی کتیا ہے ۔
(۳) وہ ایک عمدہ بلا ہے ۔ (۴) وہ ایک عمدہ بلی ہے ۔
(۵) بلا چوہے کے ساتھ تھا ۔ (۶) بلی چوہیا کے ساتھ تھی ۔
(۷) وہ بڑا بیل ہے ۔ (۸) وہ بڑی گائے ہے ۔
(۹) بیل اندر ہے ۔ (۱۰) گائے باہر ہے ۔

"پانچویں کلی"

(۱) کیا وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے ؟ (۲) کیا لڑکا گھر میں ہے یا مدرسہ میں ؟
(۳) کیا کتا سیانا تھا ؟ (۴) کیا سیانا کتا بوریئے پر تھا ؟
(۵) ہاں ہشیار کتا نفیس مرغے کے ساتھ بڑے بوریئے پر تھا ؟
(۶) کیا گھر میں کوئی لڑکی ہے ؟ (۷) کیا مدرسہ میں کوئی لڑکا ہے ؟
(۸) لڑکا کہاں ہے ؟ (۹) چھوٹی لڑکی کے پاس کون ہے ؟
(۱۰) بڑا لڑکا چارپائی پر ہے ۔

"چھٹی کلی"

(۱) وہ اس کا مرغا ہے۔ (۲) وہ اس کی مرغی ہے۔

(۳) تیرا چوزہ کہاں ہے اور اس عورت کا چوزہ کہاں ہے؟ (۴) تو ایک ہوشمند لڑکا ہے۔

(۵) تو ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ (۶) میرا قلم یہاں اور میری کتاب وہاں ہے

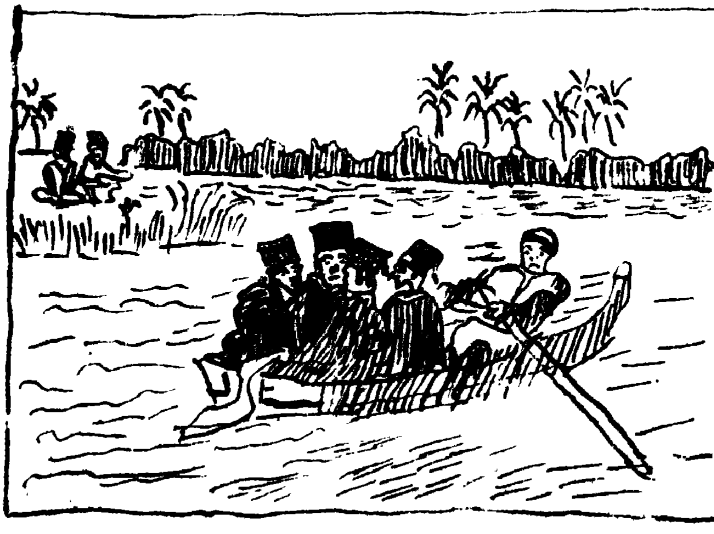
(۷) لڑکی یہاں تھی۔ (۸) کیا لڑکا لڑکی کے ساتھ وہاں ہے؟

(۹) میرا مرغا میری مرغی کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔ (۱۰) بڑا بلا چھوٹے لڑکے کے ساتھ ہے۔

اَلدُّرُوسُ العَرَبِیَّۃ

اَلعَقَائِد

۱ : اَللّٰہُ وَاحِدٌ



مَرْکَبٌ یَسِیْرُ مُطْمَئِنًّا

(۱) أَحْمَدُ : أَرَى مَرْكَبًا فِي النَّهْرِ .
(۲) وَجِيه : نَعَمْ ، وَ لَا أَرَى فِيهِ إِلَّا مَلَّاحًا وَّاحِدًا .
(۳) أَحْمَد : أَرَى الْمَرْكَبَ يَسِيرُ مُطْمَئِنًّا سَالِمًا .
(٤) وَجِيه : وَ أَرَى رُكَّابَهُ جَالِسِينَ مُطْمَئِنِّينَ .



(مَرْكَبٌ مُشْرِفٌ عَلَى الْغَرَقِ)

(۵) أَحْمَد : وَ هٰذَا مَرْكَبٌ آخَرُ .
(٦) وَجِيه : وَ لٰكِنِّي أَرَى فِيهِ مَلَّاحَيْنِ .
(۷) أَحْمَد : يَظْهَرُ لِي أَنَّهُمَا مُخْتَلِفَانِ فِي الرَّأْيِ .
(۸) وَجِيه : نَعَمْ ، وَ قَدْ سَمِعْتُهُمَا يَتَجَادَلَانِ .
(۹) أَحْمَد : وَ لِذٰلِكَ مَالَ الْمَرْكَبُ بِرَاكِبِيهِ .
(۱۰) وَجِيه : وَ لَا بُدَّ أَنْ يَغْرَقُوا .
(۱۱) أَحْمَد : مَسَاكِين ! مَا الَّذِي ... فِي هٰذِهِ الْمُصِيبَةِ؟
(۱۲) وَجِيه : إِخْتِلَافُ عَمَلِ الْمَلَّاحِينَ وَ عِنَادُهُمَا .

(۱۳) احمد : إِذَنْ كُلُّ عَمَلٍ يَتَنَازَعُ فِيْهِ عَامِلَانِ يَفْسُدُ نِظَامُهُ .
(۱۴) وجیه : نَعَمْ ، وَ كُلُّ عَمَلٍ يُسَيِّرُهُ رَئِيْسٌ وَاحِدٌ يَكُوْنُ مُنَظَّمًا ، وَ لِذٰلِكَ نَرٰى اَعْمَالَ اللهِ فِي الْكَوْنِ مُنَظَّمًا .
(۱۵) احمد : اَرِنِي بَعْضَ اَعْمَالِ اللهِ الْمُنَظَّمَةِ .
(۱۶) وجیه : هٰذِهِ الشَّمْسُ تَطْلُعُ كُلَّ يَوْمٍ ثُمَّ تَغْرُبُ بِنِظَامٍ، وَ اللَّيْلُ يَعْقُبُهُ النَّهَارُ بِنِظَامٍ، وَالْاِنْسَانُ يَبْدَأُ صَغِيْرًا ، ثُمَّ يَكْبَرُ بِنِظَامٍ ، لِاَنَّ مُنَظِّمَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ وَ مُدَبِّرَ اَمْرِهَا وَاحِدٌ ، هُوَ اللهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى .
(۱۷) احمد : اَلَيْسَ مَعَهٗ اَحَدٌ يُسَاعِدُهٗ عَلٰى هٰذَا النِّظَامِ؟
(۱۸) وجیه : لَوْ كَانَ مَعَهٗ اِلٰهٌ غَيْرُهٗ لَخَرِبَتِ الدُّنْيَا كَمَا غَرِقَ الْمَرْكَبُ الثَّانِيْ . قَالَ تَعَالٰى (قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ) وَ قَالَ (وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ)۔

اَسْئِلَة

(۱) لِمَا غَرِقَ الْمَرْكَبُ الثَّانِيْ ؟
(۲) مَاذَا يَحْدُثُ لَوْ :
ا : كَانَ فِي الْفَصْلِ مُدَرِّسَانِ يَتَكَلَّمَانِ ؟
ب: كَانَ لِلْجَيْشِ قَائِدَانِ ؟

ج : كَانَ لِلْقَرْيَةِ عُمْدَتَانِ ؛

معنى المفردات

كلمه	معناها
اَحَدٌ	وَاحِدٌ
الرَّأْىُ	اَلْفِكْرُ
يَعْقُبُهُ	يَأْتِى بَعْدَهُ
المُصِيْبَةُ	النَّكْبَةُ
يَتَنَازَعُ فِيْهِ	يَخْتَلِفُ فِيْهِ
اَلْمَلاَّحُ	اَلْعَامِلُ فِى السُّفُنِ

اَلدَّرْسُ الثَّانِى

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ



(حَدِيْقَةٌ نَاضِرَةٌ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ)

(۱) صَلَاح : مَا أَجْمَلَ هٰذِهِ الْحَدِيْقَةَ ! يَا مُصْطَفٰى !
(۲) مُصْطَفٰى : نَعَمْ هِيَ جَمِيْلَةٌ، وَ فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ.
(۳) صَلَاح : إِنَّ الْبُسْتَانِيَّ الَّذِي أَوْجَدَهَا لَرَجُلٌ قَادِرٌ.
(٤) مُصْطَفٰى : اَلْبُسْتَانِيُّ يَا أَخِي ! لَمْ يُوْجِدْ فِيْهَا شَيْئًا.
(۵) صَلَاح : آهْ. مَنِ الَّذِي أَوْجَدَ فِيْهَا هٰذِهِ الْأَشْجَارَ الْجَمِيْلَةَ ؟
(٦) مُصْطَفٰى : اَللّٰهُ أَوْجَدَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْهَا.
(۷) صَلَاح : أَرَى الْبُسْتَانِيَّ يَغْرِسُ النَّخْلَ، وَ يَبْذُرُ الْحُبُوبَ وَ يَسْقِيْهَا، فَيُخْرِجُ مِنْهَا بَلَحًا وَ حَبًّا وَ فَاكِهَةً.
(۸) مُصْطَفٰى : اَلْبُسْتَانِيُّ هُوَ الَّذِي وَضَعَ الْحَبَّ، وَ سَقَى الزَّرْعَ وَ لٰكِنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى إِنْبَاتِهِ وَ إِخْرَاجِ ثَمَرِهِ
(۹) صَلَاح : اَلْبُسْتَانِيُّ وَضَعَ الْحَبَّ، وَ سَقَى الْأَرْضَ، وَ أَخْرَجَ الثَّمَرَ وَحْدَهُ.
(۱۰) مُصْطَفٰى : لَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ، هَلْ رَأَيْتَ بَيْتًا يُبْنٰى بِغَيْرِ بَنَّاءٍ ؟
(۱۱) صَلَاح : فَمَنِ الَّذِي يُخْرِجُ الزَّرْعَ وَ الثَّمَرَ مِنَ الْأَرْضِ
(۱۲) مُصْطَفٰى : اَللّٰهُ الَّذِي يُنْبِتُ النَّبَاتَ، وَ يُخْرِجُ الثَّمَرَ أَلَا تَرٰى أَنَّ الزَّارِعَ يَضَعُ حَبَّةً فِي الْأَرْضِ، لَا يَدْرِي كَمْ يَكُوْنُ مِنْهَا، فَيُخْرِجُ اللّٰهُ بِقُدْرَتِهِ مِنْهَا عُوْدًا فِيْهِ حَبَّاتٌ كَثِيْرَةٌ، رِزْقًا لَنَا.

قَالَ تَعَالٰى : فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهِ ۝

صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّاo ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّاo فَاَنْبَتْنَا
فِيهَا حَبًّاo وَ عِنَبًا وَّ قَضْبًاo وَّ زَيْتُونًا وَّ نَخْلًاo وَّ
حَدَائِقَ غُلْبًاo وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّاo مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْo

(۱۳) صلاح : وَ هَلْ خَلَقَ اللّٰهُ الْبِحَارَ، وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ؟
(۱٤) مصطفٰی : نَعَمْ، وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فِي الدُّنْيَا بِقُدْرَتِهٖ.
(اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌo)

تمرین

(۱) مَنِ الَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ وَ مَا فِيهَا ؟
(۲) مَنِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَ الْكَوَاكِبَ ؟
(۳) مَنْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؟
(٤) مَنْ اَوْجَدَ الْحَيَوَانَاتِ وَ النَّبَاتَاتِ ؟
(٥) مَنْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ فِي الْاَرْضِ ؟

معنی المفردات

الكلمه	معناها	الكلمه	معناها
صَبَبْنَا الْمَاءَ	اَنْزَلْنَا الْمَطَرَ	قَضْبًا	مَا تَأْكُلُهُ الْبَهَائِمُ
شَقَقْنَا الْاَرْضَ	اَخْرَجْنَا مِنْهَا النَّبَاتَ	غَرَسَ	زَرَعَ
		غُلْبًا	كَثِيْرَةُ الْاَشْجَارِ
اَلْبُسْتَانِيُّ	مَنْ يَعْمَلُ فِي الْبَسَاتِيْنِ	اَلْاَبُّ	مَا تَرْعَاهُ الْبَهَائِمُ
		وَكِيْلٌ	قَائِمٌ بِشُئُوْنِ خَلْقِهٖ

ا۔ عقیدے

ا۔ اللہ ایک ہے

"ایک کشتی جو نچنت چل رہی ہے"

(۱) احمد : مَیں دریا میں ایک کشتی دیکھتا ہوں -

(۲) وجیہ : ہاں ! اور اس میں مجھے ایک ہی ملّاح دکھائی دیتا ہے -

(۳) احمد : مَیں دیکھتا ہوں کشتی اطمینان سے صحیح و سالم چلی جاتی ہے -

(۴) وجیہ : اور مَیں اس کی سواریوں کو چین سے بیٹھے دیکھتا ہوں -

"ایک کشتی جو ڈوبنے کو ہے"

(۵) احمد : اور یہ دوسری کشتی ہے -

(۶) وجیہ : لیکن مَیں اس میں دو ملاح دیکھتا ہوں -

(۷) احمد : مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی رائے جدا جدا ہے -

(۸) وجیہ : ہاں ! اور میں نے ان دونوں کو آپس میں جھگڑتے سنا ہے -

(۹) احمد : اسی لئے تو کشتی اپنے سواروں سمیت جھک گئی ہے -

(۱۰) وجیہ : یہ (لوگ) ضرور ڈوب کر رہیں گے -

(۱۱) احمد : آہ ! غریب - کس بات نے ان کو اس مصیبت میں ڈال دیا -

(۱۲) وجیہ : ملاحوں کی کشمکش اور ان کی ضد نے -

(۱۳) احمد : جب تو ہر کام جس میں دو کارکن آپس میں جھگڑیں - اس کا سلسلہ بگڑ جائیگا -

(۱۴) وجیہ : ہاں ؛ ہر ایک کام جس کو ایک ہی افسر چلائے، وہ منظم ہوتا ہے - اسی لئے ہم جہان میں اللہ کے کاموں کو باضابطہ دیکھتے ہیں -

(۱۵) احمد : مجھے اللہ کے کچھ باضابطہ کام دکھاؤ -

(۱۶) وجیہ : دیکھو! یہ سورج ہے، ہر روز ضابطے کے ساتھ طلوع ہوتا ہے، پھر ڈوب جاتا ہے۔ اور رات کے پیچھے دن باقاعدہ آتا ہے۔ اور انسان پہلے چھوٹا ہوتا ہے۔ پھر ایک دستور کے مطابق بڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کو ضابطہ میں رکھنے اور ان کے کام کا انتظام کرنے والا ایک ہے اور وہ اللہ ہے جو پاک و برتر ہے۔

(۱۷) احمد : کیا اس کے ساتھ کوئی اور نہیں۔ جو اس کی اس نظام میں مدد کرے۔

(۱۸) وجیہ : اگر اس کے ساتھ کوئی خدا اس کے سوا اور ہوتا تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ جیسے کہ وہ دوسری کشتی ڈوب گئی۔

اللہ نے فرمایا ہے (کہہ دو وہ اللہ ایک ہے) اور فرمایا (اور تمھارا معبود ایک خدا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

"أَجْوِبَة"

(۱) غَرِقَ الْمَرْكَبُ الثَّانِي لِاخْتِلَافِ رَأْيِ الْمَلَّاحِيْنَ وَ عَمَلِهِمَا.

(۲) (ا) لَوْ :-

كَانَ فِي الْفَصْلِ مُعَلِّمَانِ لَصَارَ الدَّرْسُ لَغَطًا.

(ب) كَانَ لِلْجَيْشِ قَائِدَانِ لَفَسَدَ نِظَامُهُ.

(ج) كَانَ لِلْقَرْيَةِ عُمْدَتَانِ لَأَفْسَدَا أَمْرَهَا.

درس ۲

"اللہ ہر چیز کا خالق ہے"

(ایک سرسبز باغ جس میں ہر قسم کے پھل ہیں)

(۱) صلاح : مصطفےٰ! دیکھو یہ باغ کیسا خوشنما ہے۔

(۲) مصطفےٰ : یہ خوشنما ہے اور اس میں ہر چیز ہے۔

(۳) صلاح : یقیناً جس باغبان نے اس کو لگایا ہے۔ وہ کوئی ماہر آدمی ہے

(۴) مصطفےٰ : بھائی میرے ! باغبان نے اس میں کوئی چیز پیدا نہیں کی -

(۵) صلاح : آہ ! وہ کون ہے جس نے اس میں ایسے ایسے خوبصورت درخت پیدا کئے ہیں ؟

(۶) مصطفےٰ : اللہ نے اس میں ہر چیز پیدا کی ہے -

(۷) صلاح : میں دیکھتا ہوں کہ باغبان کھجور کے پیڑ لگاتا ہے اور دانے بوتا ہے اور انکو سینچتا ہے، تو ان میں سے کھجوریں، دانے اور میوے نکالتا ہے -

(۸) مصطفےٰ : ہاں ، باغبان ہی نے دانے بوئے اور کھیتی سینچی لیکن وہ اس کو اگانے اور اس کا پھل نکالنے کی طاقت نہیں رکھتا -

(۹) صلاح : باغبان نے اکیلے ہی دانے بوئے، زمین کو پانی دیا اور پھل نکلے -

(۱۰) مصطفےٰ : یہ نہیں ہو سکتا۔ تم نے کوئی ایسا گھر بھی دیکھا ہے جو بغیر معمار کے بن جائے !

(۱۱) پھر کون ہے جس نے کھیتی کو اور پھلوں کو زمین سے نکالا ؟

(۱۲) وہ اللہ ہے جو پودوں کو اگاتا اور پھلوں کو نکالتا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ کسان زمین میں بیج ڈالتا ہے۔ نہیں جانتا اس سے کتنی پیداوار ہوگی۔ پھر اللہ اپنی قدرت سے اس میں سے تنہ نکالتا ہے۔ جو بہت سے دانوں کو ہماری روزی کے لئے اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (آدمی اپنے کھانے کو دیکھ لے۔ کہ ہم نے پانی کو زور سے برسایا، پھر ہم نے زمین کو پھاڑ کر چیرا۔ پھر اس میں اناج، انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغ اور میوہ اور گھاس اگائے، تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے کام آنے کو)

(۱۳) صلاح : اور کیا سمندروں ، اور آفتاب و ماہتاب کو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے ؟

(۱۴) مصطفےٰ : ہاں ! اور اُسی نے ہر شئے کو جو دنیا میں ہے اپنی قدرت سے پیدا کیا -
(اللہ ہر شئے کا خالق ہے اور ہر شئے کا کارساز ہے) -

الاجوبه

(١) اَللهُ الَّذِی خَلَقَ الْاَرْضَ وَ خَلَقَ مَا فِیْهَا ۔
(٢) اَللهُ الَّذِی خَلَقَهُمَا .
(٣) خَلَقَ اللهُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ .
(٤) اَللهُ أَوْجَدَ الْحَيَوَانَاتِ وَ النَّبَاتَاتِ .
(٥) اَللهُ خَلَقَ الْإِنْسَانَ فِي الْاَرْضِ .

مَا نَأْخُذُهُ مِنَ الْحَيَوَانِ وَغَيْرِهٖ

(١) مِنَ الْحَيَوَانِ نَأْخُذُ اللَّبَنَ ــ وَ مِنَ اللَّبَنِ نَأْخُذُ الْجُبْنَ وَ الزُّبْدَ ــ وَ مِنَ الزُّبْدِ نَأْخُذُ السَّمْنَ .
(٢) مِنَ الْحَيَوَانِ نَأْخُذُ الصُّوْفَ وَ الشَّعْرَ وَ الْوَبَرَ فَنَصْنَعُ مِنْهَا الثِّيَابَ .
(٣) مِنَ الْحَيَوَانِ نَأْخُذُ الْحَرِيْرَ ــ وَ مِنَ الْحَرِيْرِ نَصْنَعُ الْمَلَابِسَ وَ الْمَنَادِيْلَ .
(٤) مِنَ الْحَيَوَانِ نَأْخُذُ الْجِلْدَ ــ وَمِنَ الْجِلْدِ نَصْنَعُ النِّعَالَ .
(٥) مِنَ الطُّيُوْرِ نَأْخُذُ الْبَيْضَ وَ اللَّحْمَ وَ الرِّيْشَ ۔ وَمِنَ الْبَيْضِ نَعْمَلُ أَنْوَاعًا مِنَ الطَّعَامِ .
(٦) مِنَ النَّبَاتِ نَأْخُذُ الْقُطْنَ وَ النِّيْلَ لِنَعْمَلَ مِنْهَا الْمَلَابِسَ
(٧) مِنَ الْاَشْجَارِ نَأْخُذُ الْفَاكِهَةَ لِنَأْكُلَهَا ــ وَ نَأْخُذُ الْخَشَبَ لِنَصْنَعَ مِنْهُ الْاَبْوَابَ وَ الشَّبَابِيْكَ وَالْكَرَاسِيَّ وَ السَّوَاقِيَ وَ غَيْرَ ذَالِكَ

(٨) مِنْ جَوْفِ الْاَرْضِ نَاْخُذُ الْمَعَادِنَ وَ الْاَحْجَارَ، وَمِنْهَا نَعْمَلُ اَشْيَاءَ كَثِيْرَةً نَنْتَفِعُ بِهَا.
فَمِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ نَتَّخِذُ حِلْيَةً وَ نُقُوْدًا — وَمِنَ الصَّفِيْحِ تُصْنَعُ الْكِيْزَانُ وَ الْعُلَبُ وَ الْفَوَانِيْسُ — وَ مِنَ الْحَدِيْدِ تُصْنَعُ اَدَوَاتٌ كَثِيْرَةٌ كَالْآلَاتِ الزِّرَاعَةِ وَ اَدَوَاتِ الْمَنَازِلِ وَ غَيْرِهَا — وَ مِنَ النُّحَاسِ تُصْنَعُ اَوَانِي الطَّبْخِ.

(٩) مِنَ الْبَحْرِ نَاْخُذُ السَّمَكَ لِنَاْكُلَهُ وَ نَسْتَخْرِجُ اللُّؤْلُؤَ لِلزِّيْنَةِ، وَ نَاْخُذُ الْمِلْحَ لِنُصْلِحَ بِهِ الطَّعَامَ.

ہم حیوانات سے کیا کیا حاصل کرتے ہیں

(١) ہم حیوانوں سے دودھ حاصل کرتے ہیں۔ اور دودھ سے پنیر اور مکھن حاصل کرتے ہیں اور مکھن سے گھی حاصل کرتے ہیں۔

(٢) حیوانوں سے ہم صوف، بال اور پشم حاصل کرتے ہیں۔ پھر ان سے کپڑے بناتے ہیں

(٣) حیوانوں سے ریشم حاصل کرتے ہیں۔ اور ریشم سے کپڑے اور رومال بناتے ہیں۔

(٤) حیوانوں سے ہم چرم حاصل کرتے ہیں۔ اور چرم سے جوتے بناتے ہیں۔

(٥) پرندوں سے ہم انڈے، گوشت اور پر حاصل کرتے ہیں اور انڈوں سے قسم قسم کے کھانے بناتے ہیں۔

(٦) نباتات سے ہم روئی اور کتان حاصل کرتے ہیں تاکہ ان سے کپڑے بنائیں۔

(٧) درختوں سے ہم میوہ حاصل کرتے ہیں تاکہ انکو کھائیں اور لکڑی حاصل کرتے ہیں تاکہ اسکے دروازے، کھڑکیاں، کرسیاں اور رہٹ وغیرہ بنائیں۔

(٨) زمین کے پیٹ سے ہم دھاتیں اور پتھر حاصل کرتے ہیں اور ان سے بہت سی چیزیں

بناتے ہیں۔ جن سے ہم نفع اٹھاتے ہیں ۔

سونے اور چاندی سے ہم زیور اور سکے بناتے ہیں۔ اور ٹین سے کوزے، ڈبیاں اور فانوس بنائی جاتی ہیں ۔ اور لوہے سے بہت سے اوزار جیسے زراعت کے آلات اور گھروں وغیرہ کے اوزار ۔

اور تانبے سے کھانا پکانے کے برتن بنائے جاتے ہیں ۔

(۹) سمندر سے ہم کھانے کے لئے مچھلیاں پکڑتے ہیں اور آرائش کے لئے موتی نکالتے ہیں ۔ اور کھانے کی اصلاح کرنے کے لئے نمک حاصل کرتے ہیں ۔

حِكَايَةٌ

جَلَسَ إِبْرَاهِيمُ وَ مَرْيَمُ عَلَى مَكْتَبٍ أَمَامَ الشُّبَّاكِ وَمَعَهُمَا كِتَابٌ مَمْلُوْءٌ صُوَرًا . فَلَمَّا وَصَلَا إِلَى أَحْسَنِ صُوْرَةٍ مِنْهَا أَخَذَ كُلٌّ يَجُرُّ الْكِتَابَ إِلَى جِهَتِهِ لِيَسْهُلَ عَلَيْهِ النَّظْرُ إِلَى الصُّوْرَةِ فَإِذَا وَرَقَةٌ نُزِعَتْ مِنَ الْمُجَلَّدِ . فَعِنْدَ ذَاكَ عَلَا خَدَّيْهِمَا حُمْرَةُ الْخَجَلِ ، فَالْتَفَتَ بَعْضُهُمَا إِلَى بَعْضٍ ، فَصَاحَا يَا خَسَارَةُ! مَاذَا نَصْنَعُ ؛ فَكَأَنَّ شَخْصًا مُخْفِيًّا وَرَاءَ سِتَارَةٍ يَقُوْلُ لَهُمَا بِصَوْتٍ مُنْخَفِضٍ جِدًّا : أَطْبِقَا الْكِتَابَ فَلَنْ يَعْلَمَ أَحَدٌ فَالْتَفَتَ الْوَلَدَانِ نَحْوَ السِّتَارَةِ وَ مَا رَأَيَا مِنْ شَخْصٍ وَبَعْدَ أَنْ تَرَوَّيَا قَلِيْلًا قَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ إِنَّ الْأَحْسَنَ أَنْ نَعْتَرِفَ بِذَنْبِنَا لِأَبِيْنَا . ثُمَّ أَخَذَ بَعْضُهُمَا يَدَ الْآخَرِ لِيَسْتَزِيْدَا شَجَاعَةً عَلَى تَأْدِيَةِ وَاجِبِهِمَا وَ قَدِمَا إِلَى أَبِيْهِمَا فَطَأْطَأَا رَأْسَيْهِمَا ، وَ قَالَا وَ الدُّمُوْعُ الْغَزِيْرَةُ تَتَسَاقَطُ مِنْ أَعْيُنِهِمَا ! يَا أَبَانَا ! لَقَدْ

مَزَّقْنَا صُوْرَةً.

ترجمہ:۔ ابراہیم اور مریم ایک ڈیسک پر دریچے کے سامنے بیٹھے اور ان کے پاس تصاویر سے بھری ہوئی کتاب تھی۔ پھر جب وہ دونوں ان میں سے ایک نہایت خوشنما تصویر تک پہنچے۔ تو ہر ایک کتاب کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ تاکہ اس کو تصویر دیکھنا آسان ہو جائے۔ پھر اچانک ایک ورق کتاب میں سے کھنچ گیا۔ تو اسی وقت ان کے رخساروں پر شرمندگی کی سُرخی نمودار ہو گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور چلّائے ہائے افسوس! (اب) ہم کیا کریں۔ پس گویا کوئی چھپا ہوا شخص پردے کے پیچھے سے انھیں دھیمی آواز میں کہہ رہا تھا۔ کتاب کو بند کر دو۔ اس سے کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔ بچوں نے پردے کی طرف دیکھا اور کوئی شخص ان کو نظر نہ آیا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہم باپ کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کریں۔ پھر انھوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تاکہ فرض ادا کرنے پر ان کی ہمت بڑھ جائے۔ اور اپنے باپ کے پاس گئے۔ دونوں نے اپنے سر جھکا لئے اور اس حال میں کہ ان دونوں کی آنکھوں سے اشک کا ریلا ٹپک رہا تھا۔ انھوں نے کہا۔ اے باپ ہمارے! ہم نے ایک تصویر پھاڑ ڈالی ہے۔

اَللّٰهُ جَلَّ شَانُهٗ

(۱) اَللّٰهُ جَلَّ شَأْنُهٗ لَهُ الصِّفَاتُ الْبَاقِيَة

(۲) رَبُّ السَّمَاءِ وَالْاَرَا ضِى وَالْمِيَاهِ الْجَارِيَة

(۳) وَرَبُّكَ الَّذِى حَبَا كَ نِعْمَةً وَعَافِيَه

(۴) يَسْمَعُ مَا تَقُولُهٗ فِى السِّرِّ وَالْعَلَانِيَه

(۵) وَيُبْصِرُ النَّمْلَةَ فِى جُنْحِ اللَّيَالِى الدَّاجِيَه

(۶) مُقْتَدِرٌ ذُوْ رَحْمَةٍ وَاٰخِذٌ بِالنَّاصِيَه

(۷) فَاخْشَ مِنَ اللهِ الَّذِی یَعْلَمُ کُلَّ خَافِیَه (المراوی)

مَعَانی المفردات :-

جَلَّ : عَظُمَ + شَأن : اَمْرٌ عَظِیْمٌ صَالِحٌ +

الصّفات : النعُوت + اَلْبَاقیه : اَلدَّائمه - الثّابته +

(۲) رَبّ : مَالِكٌ + اَرَاضِی : جمع اَرْض + میاه : واحدها مَاءٌ + جَارِیَةٌ : سائلةٌ +

(۳) حَبَا : اَعْطٰی بِغَیْرِ عِوَضٍ + نِعْمَةٌ : حَالَة حَسَنَةٌ + عَافِیَة : صِحّةٌ تَامّةٌ +

(٤) فِی السِّرِّ وَ العَلَانِیَةِ : فِی الخِفَاءِ وَ الظُّهُوْرِ +

(٥) یُبْصِرُ : یَرٰی + جُنْحِ اللَّیْلِ : ظِلَامُهُ وَ اِخْتِلَاطُهُ + اَلدَّاجِیَه : المُظْلِمَه +

(٦) مُقْتَدِرٌ : قَوِیٌّ + نَاصِیَةِ : شَعْرُ مُقَدَّمِ الرَّأْسِ +

(۷) اِخْشَ : خَفْ + خَافِیَةٌ : سِرّ +

ترجمہ اردو :-

(۱) اللہ کی شان بہت بڑی ہے - اسکی ہمیشہ رہنے والی صفتیں ہیں -

(۲) آسمان، زمینوں اور چلتے پانیوں کا مالک ہے -

(۳) تیرا پروردگار وہ ہے جس نے تجھ کو اچھی حالت اور پوری صحت بخشی ہے -

(۴) اور جو کچھ تو چھپے اور کھلے میں کہتا ہے وہ اسکو سنتا ہے -

(۵) اور چیونٹی کو کالی راتوں کے اندھیرے میں دیکھتا ہے -

(۶) توانا، مہربان اور ماتھے کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے -

(۷) سو تو اس اللہ سے ڈر جو ہر ایک بھید کو جانتا ہے -

اللهُ حَيٌّ قَدِيْمٌ

(۱) رَبُّنَا جَلَّ عُلَاهُ — مَا لَنَا رَبٌّ سِوَاهُ
(۲) كُلُّ مَنْ حَازَتْ رِضَاهُ — اَحْرَزَتْ فَخْرَ النَّسَبِ
(۳) اِسْمُ اللهِ الْكَرِيْمِ — دَائِمٌ حَيٌّ قَدِيْمٌ
(۴) اَبْدَعَ الْكَوْنَ الْعَظِيْمِ — مُودِعًا فِيْهِ الْعَجَبِ
(۵) مُودِعًا فِيْهِ الدَّلِيْل — اَنَّهُ اللهُ الْجَلِيْل
(۶) مَا لَهُ فِيْنَا مَثِيْل — جَلَّ مَا اَعْلَاهُ رَب

معانی المفردات : (۱) عُلًا : رِفعَةً + سِوی : غیر + (۲) حَازَ : نَالَ + رِضیً : اِسْتِحْسَان، سرور، قبول + اَحْرَزَ : حَازَ + فَخْرٌ : شَرَف۔ فَضْل + النَّسَب : القَرَابة + (۳) کَرِیْمٌ : مفضال۔ عزیز۔ نفیس + دَائِمٌ : لَا نِہَایَةَ لَهُ + حَیٌّ : ذُوحیاة + قَدِیم : ازلی + (۴) اَبْدَع : انشا : اَتیٰ عَمَلًا بَدِیْعًا + کَوْنٌ : عَالَمِ الوجود + مُودِعًا فِیه : تارکا فیه ودیعة (۵) اَلدَّلِیْلُ : البُرهانُ : الاثبات + جلیل : عظیم۔ سَنِیّ + (۶) مَثِیْلٌ : شبیه : نظیر +

ترجمہ : (۱) ہمارا رب (جس کی برتری کی شان بڑی ہے) اسکے سوا ہمارا کوئی رب نہیں۔
(۲) جس نے اسکی خوشنودی حاصل کرلی۔ اس نے لگاؤ کی بڑائی حاصل کرلی۔
(۳) خدائے بزرگ کا نام ہے۔ بے انت، زندہ، ہمیشہ سے موجود۔
(۴) اس نے اس بڑے جہان کو بے نمونہ پیدا کیا۔ اس میں تعجب کو امانت رکھتے ہوئے۔
(۵) اس میں یہ دلیل امانت رکھتے ہوئے کہ اللہ بڑی عظمت والا ہے۔
(۶) اس کے جیسا ہم میں کوئی نہیں۔ بزرگ رب کیا ہی برتر ہے۔

سعدیؒ

ای مرغ سحر عشق ز پروانه بیاموز + کان سوخته را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بے خبرانند + کان را که خبر شد خبرش باز نیامد
گر کسی وصف او ز من پرسد + بے دل از بے نشان چه گوید باز
عاشقان کشتگان معشوقند + بر نیاید ز کشتگان آواز

شیخؒ غزل کے امام، بلکہ پیغمبر ہیں، اور ان کا دیوان "تمکدان شعرا" ہے۔ انھوں نے مجاز و حقیقت، دونو کے متعلق نغمہ سرائی کی ہے۔ مجاز کی نے گو نسبتاً زیادہ ہے، لیکن اہل دل اور اہل نظر کو حقیقت ہر مقام پر جلوہ ریز دکھائی دیتی ہے۔ تیمناً ہم ایک غزل یہاں نقل کرتے ہیں۔ بوستان کے باب سوم کا مطالعہ کرنا چاہیئے جس میں عشقِ حقیقی وہ اسرار بیان کیئے گئے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملینگے :۔

عشق بازی چیست سر در پای جانان باختن + با سر اندر کوی دلبر عشق نتوان باختن
اسپ در میدان رسوائی جہانم مردوار + بیش ازین در خانه نتوان گوی و چوگان باختن
پاکبازانِ طریقت را صفت دانی که چیست + بر بساط نرد عشق اول بود جان باختن
زاہدی بر یاد اِلّا مال و منصب دادن است + عاشقی در ششدر لا کفر و ایمان باختن
بر کفی جام شریعت بر کفی سندانِ عشق + ہر ہوسناکی نداند جام و سندان باختن
سعدیا صاحبدلان شطرنج وحدت باختند + رو تماشا کن که نتوانی چو ایشان باختن

عراقیؒ

ے نخستین باده کاندر جام کردند + ز چشمِ مست ساقی وام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش + عراقی را چرا بد نام کردند
ے مرا جز عشق تو جانے نمی بینم نمی بینم + دلم را جز تو جانانے نمی بینم نمی بینم

یہاں ہم عراقی کے "لمعات" سے دو قطعے (نظمیں) عشق کے متعلق درج کرتے ہیں اور کچھ اشعار "عشاق نامہ" سے نقل کرینگے ۔

(۱) عشق در پردہ می نوازد ساز + عاشقی کو کہ بشنود آواز
ہر نفس نغمۂ دگر سازد + ہر زمان زخمۂ کند آغاز
ہمہ عالم صدای نغمۂ اُوست + کہ شنید این چنین صدای دراز
راز اُو از جہان بروُن اُفتاد + خود صدا کے نگاہ دارد راز
سرّ اُو از زبان ہر ذرّہ + خود تو بشنو کہ من نیم غمّاز

(۲) عشق کی زبان سے :

عشقم کہ در دو کون مکانم پدید نیست + عنقای مغربم کہ نشانم پدید نیست
زابرو و غمزہ ہر دو جہان صید کردہ ام + منگر بدان کہ تیر و کمانم پدید نیست
چون آفتاب در رُخ ہر ذرّہ ظاہرم + از غایت ظہور عیانم پدید نیست
گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم + وین طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست
چون ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمہ منم + مانند در دو عالم ازانم پدید نیست

عشاق نامہ :

حبّذا عشق و حبّذا عُشّاق + حبّذا ذکر دوست با عُشّاق
حبّذا آن زمان کہ در رہِ عشق + بی خود از سر کنند پا عُشّاق
بکشادند در سرای وجود + دری از عالم صفا عُشّاق
خوش بلائیست عشق ازان دارند + دل و جان را دران بلا عُشّاق
آفتاب جمال اُو دیدند + نور دارند ازان ضیا عُشّاق
عاشقان رہ بعشق می پویند + درس تنزیل عشق می گویند
از شرابِ الست مستانند + تا ابد جملہ می پرستانند
عشق را رہگذر دل و جان است + اوّلش طعنہ در دل و جان است
انجم افروز اندرون عشق است + علت حکم کاف و نون عشق است

چون ز قوت سوی کمال آمد + کرسی تخت لایزال آمد
عشق معنی صراط عشاق است + عشق صورت رباط عشاق است
تا ازین راه برکران نشوی + در خوری خیل صادقان نشوی

از عراقی سلام بر عشاق + آن جگر خستگان درد فراق
آن غریبان منزل دنیا + آن عزیزان جنت المأوی
محرمان سراچۂ قدسی + لوح خوانان آیت الکرسی
پادشاہان تخت روحانی + غوطه خواران بحر نورانی

عشق در ہر دلے کہ سر برزد + خیمه از عقل و علم برتر زد
ہر دلے کو بعشق بینا شد + منزلش زیر بود بالا شد
ہر ارادت کہ از محبت شد + یا از انعام یا زرایت شد
اولش عام و آخرش خاص است + محض لطف است و عین خاص است
چون محبت رسد بعین کمال + در دل و جان والہان جمال
عشق نامش نہند اولوالاشواق + چون رسد آن بحد استغراق

ہر کہ از عشق بے خبر باشد + اندرین رہ بسان خر باشد
بی خبر در بریدن منزل + قند در پشت و کاه و جو در دل
روز و شب سال و ماه آواره + در بیابان نفس اماره

وحیک ای بی خبر ز عالم عشق + ناچشیده حلاوت غم عشق
خر صفت بارکاه و جو برده + بی خبر زاده بی خبر مرده
از صفاہای عشق روحانی + بی خبر در جہان چو حیوانی
ہر لطافت کہ در جمال افزود + اثر چشم پاک بازان بود
گر تو پاکی نظر بپاکی کن + انقطاع از طباع خاکی کن

شور اہل صفا ببازی نیست ❖ عشق بازی خیال بازی نیست
رود در عشق آن نگارین زن ❖ کہ تو از عشق او شدی احسن
ہر کہ عشقش نپخت خام بماند ❖ مرغ جانش اسیر دام بماند
عشق ذوقیست ہمنشین حیات ❖ بلکہ چشمیست بر جبین حیات
عشق افزون ز جان و دل جانیست ❖ بلکہ در ملک روح سلطانیست
گاہ باشد کہ عشق جان گردد ❖ گاہ در جانِ جان نہان گردد
آب در میوۂ خرد عشقست ❖ بلکہ آبِ حیات خود عشقست
لذت عشق عاشقان دانند ❖ پاک بازان جان فشان دانند

خسروؔ

این شربت عاشقی ست خسرو ❖ بی خون جگر چشید نتوان

آئیے اب تھوڑی دیر کے لئے "طوطیٔ ہند" کے "شکرستان" سے روح و جان کو کامیاب و لذت اندوز کریں:

(۱) از ہیچو توئے برید نتوان ❖ بر تو دگرے گزید نتوان
تا چند کشم جفایت آخر ❖ محنت ہمہ عمر دید نتوان
زین پس من و جور عشق تسلیم ❖ کز آمدہ سر کشید نتوان
غم سینہ بسوخت چون توان کرد ❖ خود پردۂ خود درید نتوان
یاران عزیز پند گویند ❖ گویند و لے شنید نتوان
ایوان مراد بس بلند است ❖ در وی بہوس رسید نتوان
این شربت عاشقی ست خسرو ❖ بی خون جگر چشید نتوان

(۲) غارت عشقت رسید رخت دل از ما برد ❖ فتنہ بکین سر کشید شحنہ بخون پی فشرد
عشق اگر ذرہ ایست سہل نباید گرفت ❖ آتش اگر شعلہ ایست خرد نباید شمرد
عشق کہ مردان کشد سفلہ نجوید حریف ❖ تیغ کہ سرہا برد مو نتواند سپرد

خسرو اگر عاشقی سر بمیان آر ازانک + ہر کہ دریں راہ رفت سر بسلامت نبرد

(۳) ما دل شدگان بیقراریم + ما سوختگان خام کاریم
آتش زدگان سوز عشقیم + رسوا شدگان کوی یاریم
بودیم خراب ساقی دوش + و امروز ہم اندران خماریم
ما خاک رہیم ہمچو خسرو + در کوے کسے بیادگاریم

حافظؒ

ے این جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست + روزی رخش ببینم و تسلیم وے کنم

آؤ "لسان الغیب" کے خمخانے سے بھی چند جام نوش کریں:

در ازل پرتو حسنت ز تجلی دم زد + عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت + عین آتش شد ازین غیرت و بر آدم زد
مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز + دست غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
عقل میخواست کزان شعلہ چراغ افروزد + برق غیرت بدرخشید و جہان برہم زد
نظری کرد کہ بیند بجہاں صورت خویش + خیمہ در آب و گل مزرعۂ آدم زد
حافظ آنروز طرب نامۂ عشق تو نوشت + کہ قلم بر سر اسباب دل خرم زد
مبین حقیر گدایان عشق راکیں قوم + شہان بی کمر و خسروان بی کلہ اند
جناب عشق بلند است ہمتے حافظ + کہ عاشقان رہ بے ہمتان بخود ندہند
عشقت نہ سرسریست کہ از سر بدر شود + مہرت نہ عارضیست کہ جای دگر شود
عشق تو در وجودم و مہر تو در دلم + با شیر در بدن شد و با جان بدر شود
حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی + ہر کس کہ جان نداد بجانان نمی رسد
ناز پرورد تنعم نبرد راہ بدوست + عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد
از صدای سخن عشق ندیدم خوشتر + یادگاری کہ درین گنبد دوار بماند

جناب عشق را درگہ بسی بالاتر از عقل است + کسی آن آستان بوسد کہ جان در آستین دارد

در خانقہ نگنجد اسرار عشق و مستی + جام مئے مغانہ ہم با مغان توان زد

اہل نظر دو عالم در یک نظر ببازند + عشقست و داو اول بر نقد جان توان زد

عاشقان را بر سر خود حکم نیست + ہر چہ فرمان تو باشد آن کنند

عید رُخسار تو کو تا عاشقان + در وفایت جان و دل قربان کنند

عجب راہیست راہ عشق کانجا + کسے سر بر کند کش سر نباشد

بشوی اوراق اگر ہمدرس مائی + کہ علم عشق در دفتر نباشد

در کاخانہ عشق از کفر ناگزیر است + آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

جامیؒ

؎ بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی + کہ دریں راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

عارف جامؒی کے ہاں شراب معرفت کا دور چل رہا ہے، آؤ ہم بھی چند ساغر پی کر عرفان کی سرمستی سے بہرہ اندوز ہوں:

یوسف زلیخا: دلے فارغ ز درد عشق دل نیست + تنے بی درد دل جز آب و گل نیست

ز عالم رُوبت آور، در غم عشق + کہ باشد عالمی خوش عالم عشق

غم عشق از دل کس کم مبادا + دل بی عشق در عالم مبادا

فلک سرگشتہ از سودای عشق است + جہان پُر فتنہ از غوغای عشق است

اسیر عشق شو کاندیشہ این است + ہمہ صاحبدلان را پیشہ این است

اسیر عشق شو کازاد باشی + غمش بر سینہ نہ تا شاد باشی

مئے عشقت دہد گرمی و مستی + دگر افسردگی و خود پرستی

زیاد عشق عاشق تازگی یافت + ز ذکر او بلند آوازگی یافت

دیوان: نشان نبود ز عہد الست و قول بلے + کہ میرسید بگوش دلم ز عشق ندے

ازان نداست کہ جانم فداست در رہ عشق + ہزار جان گرامی فداش باد فدائے

ازان نداست کہ از شاخ سرو مرغ چمن + براہل ذوق کند داستان عشق بلے

زعکس جلوۂ معشوق بہرہ مند نشد + کسے کہ آئنۂ خویش را نداد جلے

در راہ عشق زہد و سلامت نمی خرند + خوش آنکہ باجفا و ملامت گرفت خوی

بی رنگی است و بی صفتی وصف عاشقان + این شیوہ کم طلب ز اسیران رنگ و بوی

می نالم از جدائی تو دم بدم چو نے + وین طرفہ تر کہ از تو نیم یک نفس جدا

عشق است و بس کہ در دو جہان جلوہ میکند + گاہ از لباس شاہ و گہ از کسوت گدا

جامی رہ ہدیٰ بخدا غیر عشق نیست + گفتیم والسلام علیٰ تابع الہدیٰ

در رہ فقر و فنا بے مدد عشق مرو + کہ کمینگاہ حوادث بود این مرحلہ ہا

تا شدم فارغ باستغنای عشق از ہر مراد + بر مراد خویش یابم گردش ایام را

نبینم لالہ رخسارے درین باغ + کہ دانم عشقت او را بر جبین نیست

چہ سود لے زاہد از دلق ملمع + چو از عشقت علم بر آستین نیست

اقبالؒ

عاشقی ؟ توحید را بر دل زدن + وانگہے خود را بہر مشکل زدن

عصر حاضر کے فیلسوف شاعر اور مفکر اقبالؒ نے عشق کے اسرار و رموز نئے انداز سے بیان کئے ہیں : ہم ان کی فارسی تصانیف میں سے کچھ اشعار یہاں نقل کرتے ہیں :

استحکام خودی از عشق و محبت است :

فطرت او آتش اندوزد ز عشق + عالم افروزی بیاموزد ز عشق

عشق را از تیغ و خنجر باک نیست + اصل عشق از آب و باد و خاک نیست

در جہان ہم صلح و ہم پیکار عشق + آب حیوان، تیغ جوہر دار عشق

از نگاہ عشق خارا شق شود + عشق حق آخر سراپا حق شود

قلب را از صبغة اللہ رنگ ده + عشق را ناموس و نام و ننگ ده
طبعِ مُسلم از محبت قاہر است + مُسلم ار عاشق نباشد کافر است
تابعِ حق دیدنش نادیدنش + خوردنش، نوشیدنش، خوابیدنش
خیمہ در میدان الا اللہ زده است + در جہان شاہد علی الناس آمده است
قربِ حق از ہر عمل مقصود دار + تاز تو گردد جلالش آشکار
عشق در جان و نسب در پیکر است + رشتۂ عشق از نسب محکم تر است

حریتِ اسلامیہ و سرِ حادثۂ کربلا

ہر کہ پیمان با ہُوَ الموجود بست + گردنش از بند ہر معبود رست
مومن از عشق است و عشق از مومن است + عشق را ناممکن ما ممکن است

عشق و عقل

عقل سفّاک است و اُو سفّاک تر + پاک تر، چالاک تر، بیباک تر
عقل در پیچاک اسباب و علل + عشق چوگان باز میدان عمل
عشق صید از زورِ بازو افگند + عقل مکّار است و دامے می زند
عقل را سرمایہ از بیم و شک است + عشق را عزم و یقیں لاینفک است
عقل گوید شاد شو آباد شو + عشق گوید بنده شو آزاد شو
عشق را آرام جان حریت است + ناقہ اش را ساربان حریت است
آن شنیدستی کہ ہنگام نبرد + عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد
آن امام عاشقان پور بتول رض + سرو آزادے ز بُستانِ رسول ص
سُرخ رُو عشق غیور از خون اُو + شوخئ این مصرع از مضمون اُو
بہر حق در خاک و خون غلطیده است + پس بنائے لا الٰہ گردیده است
ماسوی اللہ را مسلمان بنده نیست + پیش فرعونے سرش افگنده نیست
عشق آئین حیات عالم است + امتزاج سالمات عالم است
عشق از سوزِ دلِ ما زنده است + از شرارِ لا الٰہ تابنده است

؎ ببرگ لالہ رنگ آمیزی عشق + بجان ما بلا انگیزی عشق
اگر این خاکدان را واشگافی + درونش بنگری خون ریزی عشق

؎ تہی از ہای و ہو میخانہ بودے + گل ما از شرر بیگانہ بودے
نبودے عشق و این ہنگامۂ عشق + اگر دل چون خرد فرزانہ بودے

؎ سفالم را مئے او جام جم کرد + درون قطرہ ام پوشیدہ یم کرد
خرد اندر سرم بتخانۂ ریخت + خلیل عشق دیرم را حرم کرد

خطاب بہ رسول اللہ
جہان از عشق و عشق از سینۂ تست + سرورش از مئے دیرینۂ تست
جز این چیزی نمیدانم ز جبریل + کہ او یک جوہر از آئینۂ تست

؎ تہان اندر دو حرفے سر کار است + مقام عشق منبر نیست دار است
براہیمان ز نمرودان نترسند + کہ عود خام را آتش عیار است

ندارد عشق سامانے ولیکن تیشۂ دارد + خراشد سینۂ کہسار و پاک از خون پرویز است
نشیمن ہر دو را آب و گل لیکن چہ راز است این + خرد را صحبت گل خوشتر آید دل کم آمیز است

ہر دو بمنزلے روان، ہر دو امیر کاروان + عقل بحیلہ می برد، عشق برد کشان کشان
عشق ز پا در آورد، خیمۂ شش جہات را + دست دراز می کند، تا بہ طناب کہکشان

یم عشق کشتی من یم عشق ساحل من + نہ غم سفینہ دارم، نہ سر کرانہ دارم
رہے بمنزل آن ماہ سخت دشوار است + چنانکہ عشق بدوش ستارہ می گذرد

چنان خود را نگہداری کہ با این بے نیازی ہا + شہادت بر وجود خود ز خون دوستان خواہی
مقام بندگی دیگر، مقام عاشقی دیگر + ز نوری سجدہ میخواہی ز خاکی بیش از آن خواہی

عقل ورق ورق بگشت عشق بہ نکتۂ رسید + طائر زیرکے برد دانۂ زیر دام را
حسن بے پایان درون سینۂ خلوت گرفت + آفتاب خویش را زیر گریبانے نگر
بہ عمل آدم تندی عشق بلا انگیز را + آتش خود را بآغوش نیستانے نگر

غلام زندہ دلانم کہ عاشق سرہ اند + نہ خانقاہ نشینان کہ دل بکس ندہند
نگاہ از مہ و پروین بلند تر دارند + کہ آشیان بگریبان کہکشاں تنہند
بچشم کم منگر عاشقان صادق را + کہ این شکستہ بہایان متاع قافلہ اند
درغلامی عشق و مذہب افتراق + انگبین زندگانی بد مذاق
عاشقی ؟ توحید را بر دل زدن + وانگہے خود را بہر مشکل زدن
عشق صیقل می زند فرہنگ را + جوہر آئینہ بخشد سنگ را
اہل دل را سینہ سینا دہد + با ہنر مندان ید بیضا دہد
دلبری بے قاہری جادوگری ست + دلبری با قاہری پیغمبری ست
ہر دو را در کارہا آمیخت عشق + عالمے در عالمے انگیخت عشق

فصل پنجم: شمشیر شہادت (شواہد شعراء اردو)

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل ۸۵)

؎ پیش از ظہور عشق کسی کا نشان نہ تھا + تھا حسن میزبان کوئی میہماں نہ تھا
(حالیؒ)

اس فصل میں ہم چار اُردو شعرا کے کچھ اشعار، جن میں عشق کا استعمال ہوا ہے، درج کرینگے۔ چونکہ آجکل کالجوں میں بیشتر غالب، حالی اور اقبال کا کلام پڑھایا جاتا ہے۔ اسلئے اس خاص مقصد کے پیش نظر ہم نے انہی تین شاعروں کا انتخاب موزوں خیال کیا۔ لیکن حضرت خواجہ میر دردؔ اردو کے بہترین صوفی شاعر ہیں لہذا تبرکاً و تیمناً ان کے دیوان سے بھی کچھ اشعار نقل کرینگے۔

اشعار کے درج کرنے سے پیشتر ہم قارئین کرام کی خاطر بالعموم اور اپنے عزیز طالب علم دوستوں کی خاطر

بالخصوص چند اصولی باتوں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں، جو اس سلسلے میں یقیناً مفید ثابت ہونگی :-

(۱) کامل و مکمل خدا تعالےٰ کی ذات پاک ہے جس کے کلام میں کبھی تناقض واقع نہیں ہو سکتا۔ بمقتضائے بشریت شعراء کے کلام میں تضاد کا امکان ہے۔

(۲) جب لفظ عشق کے استعمال میں شعراء کے ہاں کہیں تناقض و تخالف نظر آئے تو رائے قائم کرتے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ شاعر نے زیادہ تر لفظ کا استعمال کن معنوں میں کیا ہے۔

(۳) ہر شاعر عشق حقیقی کی دولت اپنی ماں کے پیٹ سے ہی اپنے ساتھ نہیں لاتا، بلکہ قانون نشوو ارتقاء کے مطابق مجاز سے حقیقت کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس امر کا انحصار ہر شخص کی اپنی فطری استعداد اور توفیق خداوندی پر ہے: بعض ممکن ہے ایک ہی جست میں مجاز کے تمام بندھنوں کو توڑ کر حقیقت کی بلندیوں میں پرواز کرنے لگ جائیں، بعض آہستہ آہستہ ایک مدت میں یہ منزلیں طے کر کے وادی عشق حقیقی میں پہنچیں، اور پھر بعض کیا بلکہ اکثر غالباً کبھی بھی عشق مجازی کی زنجیروں سے رہائی حاصل نہ کر سکیں۔ اس لئے اگر ایک شاعر کے کلام میں ہمواری اور یکسانی نظر نہ آئے تو یہ بات محل تعجب نہیں ہونی چاہئے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ شاعر کے کلام سے بحیثیت مجموعی کیسی فضا پیدا ہوتی ہے، اور اس کا مطالعہ آپکے دل پر کیا نقش چھوڑ جاتا ہے۔

(۴) شعراء ربانی کا لقب ہم نے اُن چند مخصوص برگزیدہ ہستیوں کے لئے انتخاب کیا ہے جنکے ہاں فقط حقیقت کی نغمہ سرائی ہے، اور اگر کہیں مجازی انداز بیان ہے تو اس میں بھی حقیقت ہی جھلک رہی ہے۔ یہ مقولہ اُن فارسی شعراء کی اکثریت پر صادق آتا ہے جن کا کلام ہم اُوپر نقل کر چکے ہیں۔

(۵) غالب اور حالی کے ہاں مجازی اور حقیقی دونو قسم کے اشعار ہیں، اسلئے اُن کے ہر شعر میں عشق کو ایمان کا مرادف ثابت کرنے کی بے سود کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں البتہ دونوں کے ہاں عشق کے موضوع پر بلند پایہ اشعار ملتے ہیں، بلکہ دونوں کے دیوانوں میں بلند ترین اشعار وہی ہیں جن میں حقیقت کے متعلق نغمہ سرائی کی گئی ہے۔ گویا اقبال کا یہ شعر، جو انہوں نے غالب کے متعلق لکھا تھا، دونو پر صادق آتا ہے:

؎ دید تیری آنکھ کو اس حسن کی منظور ہے + بن کے سوز زندگی ہر شے میں جو مستور ہے

(۶) البتہ اقبال کا مقام اور ہے: ان کے ہاں ابتدائی غزلوں کے ایک آدھ شعر کو چھوڑ کر ہر جگہ حقیقت کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ اپنی فارسی تصانیف میں انھوں نے عشق کو رومی کی پیروی میں وسیع و جامع مفہوم دیکر ایک ایسی ذہنیت پیدا کرلی کہ اپنے اردو کلام میں بھی وہ بے تکلف عشق، عقل وغیرہ الفاظ کو انھی جامع اور وسیع معنوں میں باندھتے چلے جاتے ہیں۔ یہ صُور انھوں نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں اس بلند آہنگی سے پھونکا ہے کہ اس حقیقت سے فقط وہی لوگ بے خبر رہ سکتے ہیں جو قوت سماعت کی نعمت سے محروم ہوں یا جنھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہوں اور کسی آواز کے سننے کیلئے تیار نہ ہوں۔

(۷) ایک اور بات بھی اس سلسلے میں یاد رکھنی چاہیئے، اور وہ یہ کہ ہر شاعر کے اپنے خصائص ہیں اور وہ ہر جگہ اسکے کلام میں نظر آتے ہیں۔ مثلاً مرزا غالب شوخی اور ظرافت کے پتلے ہیں، اور اس کے باوجود ان کے کلام میں ایک مایوسی و حسرت کا منظر بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اُن کے دیوان میں ذیل کے اشعار پڑھتے ہیں

؎ بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گُل + کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

؎ عشق نے غالب نکما کر دیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

تو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ عشق کی حقیقت کے متعلق فتوے دے رہے ہیں، بلکہ پہلے شعر کو اُن کی روحِ شوخی و ظرافت اور دوسرے کو طبعی یاس و قنوط پر محمول کرنا چاہیئے۔ اولاً اس لئے کہ اُن کے دیوان میں عشق کی حقیقت پر جو اشعار ہیں، اور جن سے دیوان پُر ہے، وہ اس رُوح کے حامل نہیں جس کا اظہار ان اشعار میں کیا گیا ہے، اور ثانیاً انسان کی دلی کیفیات اور واردات مختلف اوقات میں مختلف ہوتی ہیں، اسلئے کسی خاص وقت یہ کیفیت ان پر طاری ہوگی اور انھوں نے اس کا اظہار کر دیا۔

(۸) ہمارے عزیز طالبعلموں کو چاہیئے کہ ذوق تحقیق پیدا کریں، اور ادھر اُدھر سے سُنی سنائی باتوں پر ہی آمنا و صدقنا نہ کہدیا کریں۔ اس کے لئے بلند ہمتی اور روشن دماغی کی ضرورت ہے، تاکہ محنت اور دیانت سے کام لیکر ہمارے عزیزان مکرم حقیقت کا سُراغ لگانے میں کامیابی حاصل کرسکیں۔ اس بات کو ہم چند

مثالوں سے واضح کرتے ہیں، جو ہمارے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں:۔

(ل) ایک عزیز طالب علم مجھ سے کہنے لگے کہ "عشق کا لفظ حالی کے ہاں استعمال نہیں ہوا"۔ جب میں نے کہا: "کم وبیش پچاس مرتبہ عشق و عاشق کے الفاظ ان کے دیوان میں آئے ہیں"۔ تو بولے: "ہاں غزلیات قدیم میں ہونگے"۔ جب میں نے بتایا کہ "غزلیات جدید میں عشق کا لفظ قدیم کی نسبت زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے، تو انہیں بہت تعجب ہوا، اور کہنے لگے: "اب میں دیوان کو ضرور پڑھونگا، تاکہ براہ راست معلومات حاصل کر سکوں"۔

(ب) ایک اور عزیز دوست نے ایک دن کہا: "حالی کی ان دو رباعیوں کو دیکھیے عشق کی کتنی مذمت کی ہے"۔ میں نے جواب دیا: "ایک اور رباعی میں بھی انھوں نے عشق کو اسی ہوس کے معنوں میں استعمال کیا ہے گویا اپنے دیوان میں تین مرتبہ عشق سے ہوس مراد لیکر اس کی مذمت کی ہے: لیکن چالیس پچاس مقامات پر عشق کی تعریف کی ہے اور اسکو اپنی طرف بھی نسبت دی ہے۔ فرمائیے رائے قائم کرنے میں آپ ان مقامات کو نظر انداز کرینگے یا ان تین رباعیوں کو؟ علاوہ بریں انھوں نے تو خود ایک پوری غزل عشق اور ہوس کے امتیاز میں لکھ کر اس "گناہ" کی تلافی کر دی ہے۔ فرماتے ہیں:

بوالہوس عشق کی لذت سے خبردار نہیں + ہیں مئے ناب کے قلاّل قدح خوار نہیں
دعویٰ عشق و محبت پہ نہ جانا ان کے + ان میں گفتار ہی گفتار ہے کردار نہیں

اور یاد رہے کہ یہ غزل جدید ہے، قدیم نہیں"۔

(ج) ایک اور عزیز مکرم ایک روز فرمانے لگے: "عشق و عاشق بہت رکیک اور سبک الفاظ ہیں دیکھیے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے سلسلے میں استعمال نہیں ہوتے"۔ میں نے کہا: "مولانا حالی کی نظم "چپ کی داد" عورتوں کے متعلق ہے اور بہت مشہور ہے۔ اسمیں عورتوں سے خطاب ہے، اس طرح شروع ہوتی ہے:

اے ماؤ بہنو بیٹیو! دُنیا کی زینت تم سے ہے + ملکوں کی بستی ہو تمہیں قوموں کی عزت تم سے ہے

بند ششم میں فرماتے ہیں:

گو نیک مرد اکثر تمہارے نام کے عاشق ہے + پر نیک ہوں یا بد رہے سب متفق اس رائے پر

جب تک جیو تم، علم و دانش سے رہو محروم یاں + آئی ہو جیسی بے خبر، ویسی ہی جاؤ بے خبر

اور معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ نظم ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی تھی۔"

(د) ایک طالب علم دوست مولانا حالی کی اس مشہور غزل کے متعلق جس کا مطلع ہے:

شعر: اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا + جس گھر سے سر اُٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا

مجھ سے تبادلۂ خیالات کر رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ ملاحظہ فرمائیے حالی عشق کو کتنا برا خیال کرتے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا: "عشق سے مراد اگر ہوسناکی ہے تو یقیناً بُرا ہے۔ لیکن اس غزل میں تو عشق کی زبردست قاہرانہ طاقت کا بیان ہے اور اسکی تعریف بھی ہے۔ اسکی قوت و طاقت کا تو یہ حال ہے کہ گردن کشوں کو نیچا دکھاتا ہے، عقل و خرد کا خاکہ اڑاتا ہے، علم و ادب کو شکست دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تعریف اسکی یہ ہے:

شعر: افسانہ تیرا رنگیں، رُوداد تیری دلکش + شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اور اگر آپ اس پر مُصر ہیں کہ عشق کی مذمت بیان ہو رہی ہے تو غور کیجئے کہ حضرت یعقوبؑ کی طرف بھی اس کی نسبت ہے: ع یعقوبؑ سے بشر کو دی تُو نے ناصبُوری

اور پھر مولانا حالی اپنے آپ کو بھی اس سے منسوب فرما رہے ہیں:

شعر: اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا + اسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

اب فرمائیے کیا ارشاد ہے؟"

(ھ) ایک دن ایک عزیز طالب علم دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے: "دیکھیئے، اقبال نے بھی عشق کے خلاف لکھا ہے۔" میں نے کہا: "بتاؤ کیا لکھا ہے؟" ان کے پاس یہ دو شعر ایک کاغذ پر لکھے ہوئے تھے جو انھوں نے غالباً کسی سے سُنے تھے:

شعر: چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقاماتِ بلند + کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس + آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

میں نے انہیں بتایا کہ یہ دو شعر "ضربِ کلیم" میں ہیں، اور پورا قطعہ، جس کا عنوان ہے "ہنروران ہند"، چار شعر کا ہے۔ یہ آخر کے دو شعر ہیں، پہلے دو شعر یہ ہیں:

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل اُن کا + ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار!
موت کی نقش گری ان کے صنم خانوں میں + زندگی سے ہنر ان برہمنوں کا بیزار!

ان چاروں کو ملا کر پڑھو، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ "مقاماتِ بلند" سے مراد مقاماتِ "عشق و مستی" ہیں، گویا شاعر کا مقصود یہ ہے کہ "ہنروران ہند" مجاز پر مٹے ہوئے ہیں اور "عشق و مستی" یعنی حقیقت سے دُور ہیں"۔

ان مثالوں کے بیان کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہمارے عزیز طالب علم دوست خود محنت سے کام لیں اور غور سے کتابوں کا مطالعہ کریں، تاکہ ان میں براہ راست علمی و ادبی تحقیق کا شوق پیدا ہو۔

اب ہم اشعار نقل کرتے ہیں :۔

دردؒ

ع پوچھ مت قافلۂ عشق کدھر جاتا ہے + راہ رو آپ سے اس رہ میں گذر جاتا ہے

ع ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے + میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے
وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے + آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے
قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے + اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے
اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے + یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے
مست شراب عشق وہ بیخود ہے جس کو حشر + اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

ع سو بار سوز عشق نے دی آگ پر ہنوز + دل وہ کباب ہے کہ جگر خام رہ گیا

ع اے درد چھوڑتا ہی نہیں مجھکو جذب عشق + کچھ کہربا سے بس نہ چلے برگ کاہ کا

ع میخانۂ عشق میں تو اے درد! + تجھ سا نہ کوئی خراب نکلا

ع اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں + ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

ع نہیں چلتا ہے کچھ اپنا تو تیرے عشق کے آگے + ہمارے دل پہ کوئی اور تو در ہو نہیں سکتا

؎ بارے یہ داغ عشق ہوا شہر یار دل + مدت سے بے چراغ پڑا تھا دیار دل

؎ سب خون دل ٹپک ہی گیا بوند بوند کر + اے دردؔ بسکہ عشق سے میں تھا شکستہ دل

برنگ شعلہ غم عشق ہم سے روشن ہے + کہ بے قراری کو ہم برقرار رکھتے ہیں

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تجھ پر + مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

نہ برق ہیں نہ شرر ہم نہ شعلہ نے سیماب + وہ کچھ ہیں پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہیں

؎ گر نازکی عشق تجھے رنگ دکھادے + ہر سنگ میں شیشہ ہے بہر شیشہ پری ہے

؎ آتش عشق قہر آفت ہے + ایک بجلی سی آن پڑتی ہے

؎ پتھر میں بھی عشق کا اثر ہے + اس آگ سے سوختہ جگر ہے

غالبؒ

؎ ہوں گرمیٔ نشاط تصور سے نغمہ سنج + میں عندلیب گلشن ناآفریدہ ہوں

؎ دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں + ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

؎ عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا + درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

؎ دھمکی میں مرگیا جو نہ باب نبرد تھا + عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

؎ سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی + عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

؎ مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے + خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

؎ گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی + یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

؎ غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ بچیں کہاں کہ دل ہے + غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

؎ دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر + ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

؎ ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خونناب + حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

؎ سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوئے + پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

؎ سفر عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی + ہر قدم سایہ کو میں اپنے شبستان سمجھا

؎ عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا + جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

؎ جگر کو مرے عشق خوننابہ مشرب + لکھے ہے خداوند نعمت سلامت

شمع بجھتی ہے تو اسمیں سے دھواں اٹھتا ہے + شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق + ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

آئے ہے بیکسیٔ عشق پہ رونا غالب + کس کے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد

؎ فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح و مہر + ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

؎ نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ + شگفتگی ہے شہید گل خزانیٔ شمع

؎ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب + دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

؎ رونق ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے + انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

عشق تاثیر سے نومید نہیں + جاں سپاری شجر بید نہیں

ہے تجلی تری سامان وجود + ذرہ بے پرتو خورشید نہیں

؎ حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی + عشق پر عربدہ کی گوں تن رنجور نہیں

؎ بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں + طاقت بقدر لذت دیدار بھی نہیں

؎ ہوا ہوں عشق کی غارتگری سے شرمندہ + سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

؎ ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے + پرتو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے

؎ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی + اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر + وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوئے

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق + جو پاؤں اٹھ گئے وہی ان کے علم ہوئے

؎ عشق کی راہ میں ہے چرخ مکوکب کی وہ چال + سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

؎ عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب + کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

حالیؔ

ع جنت میں تو نہیں اگر اے زخمِ تیغِ عشق ✤ بدلینگے تجھ کو زندگیٔ جاوداں سے ہم

غزلیاتِ قدیم

پیش از ظہورِ عشق کسی کا نشاں نہ تھا ✤ تھا حُسن میزباں کوئی مہماں نہ تھا
دردا کہ لب پہ رازِ دل آیا نہ تھا ہنوز ✤ چرچا ہمارے عشق کا نزدیک و دور تھا
ع اے دل رضائے غیر ہے شرطِ رضائے دوست ✤ زنہار بارِ عشق اٹھایا نہ جائے گا
ع سمجھ کر کرو قتل حالیؔ کو دیکھو ✤ مٹاؤ نہ عشق و جوانی کی صورت
اک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیشِ عشق ✤ رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں
ہوتی نہیں قبول دُعا ترکِ عشق کی ✤ دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں
ع قیس ہو کوہکن ہو یا حالیؔ ✤ عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں
ع عشق نے مصر میں سو بار زلیخا سے کہا ✤ فتنۂ دہر ہے جو حُسن وہ کنعاں میں نہیں
ع غمِ فرقت ہی میں مرنا ہو تو دشوار نہیں ✤ شادیٔ وصل بھی عاشق کو سزاوار نہیں
نہیں جز گریۂ غم حاصلِ عشق ✤ ہماری چشمِ دریا بار سے پوچھ
نہیں آبِ بقا جز جلوۂ دوست ✤ کسی لب تشنۂ دیدار سے پوچھ
ع وادیٔ عشق میں موسیٰ کو ہو گر رخصتِ دید ✤ ہاتھ کٹوائیں جو پھر کفش و عصا یاد رہے
وصلِ جاناں محال ٹھیرایا ✤ قتلِ عاشق روا کیا تو نے
تھا نہ جز غم بساطِ عاشق میں ✤ غم کو راحت فزا کیا تو نے
تھی جہاں کارواں کو دینی راہ ✤ عشق کو رہنما کیا تو نے
ناؤ بھر کر جہاں ڈبونی تھی ✤ عقل کو ناخدا کیا تو نے
عشق کو تابِ انتظار نہ تھی ✤ غرفہ اک دل میں وا کیا تو نے

غزلیات جدید

عشق: لاگ اور لگاؤ دونوں ہیں دلگداز تیرے + پتھر کے دل تھے جن کے اُنکو رلا کے چھوڑا
افسانہ تیرا رنگیں روداد تیری دلکش + شعر و سخن کو تُو نے جادُو بنا کے چھوڑا
اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا + اُسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا
ترے تجھے عشق اسوقت سے سر پر مرے منڈلاتا تھا + گودیوں میں مجھے تھا جب کہ کھلایا جاتا
عشق سُنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید + خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا
ـہ تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب + بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد
ـہ (قرب حق کیلئے کچھ سوز نہاں بھی ہے ضرور + خشک نفلوں میں دھرا کیا ہے بھلا اے زاہد)
مرثیہ دہلی: جتنے رستے تھے ترے ہو گئے ویراں اے عشق + آ کے ویرانوں میں اب گھر نہ بسانا ہرگز
کوچ سب کر گئے دلی سے ترے قدر شناس + قدریاں رہ کے اب اپنی نہ گنوانا ہرگز
ـہ عشق کی آنچ اُس میں پاتا ہوں + دل ذرا دیکھتا ہوں جس کا گداز
عشق کو ترک جنوں سے کیا غرض + چرخ گرداں کو سکوں سے کیا غرض
دل میں ہے اے خضر گر صدق طلب + راہرو کو رہنموں سے کیا غرض
حاجیو ہے ہم کو گھر والے سے کام + گھر کے محراب و ستوں سے کیا غرض
دوست ہیں جب زخم دل سے بے خبر + اُن کو اپنے اشک خوں سے کیا غرض
عشق سے ہے مجتنب زاہد عبث + شیر کو صید زبوں سے کیا غرض
عشق و جوانی: اے بہار زندگانی الوداع + اے شباب اے شادمانی الوداع
فرصت عشق و جوانی الفراق + دَور عیش و کامرانی الوداع
تجھ کو سمجھے تھے نعیم جاوداں + اے نعیم جاودانی الوداع
تیرے جاتے ہی گئیں سب خوبیاں + اے خدا کی مہربانی الوداع
ـہ وہ عشق ہے نہ جوانی وہ تُو ہے اب نہ وہ ہم + پہ دل پہ نقش ہے ابتک تری ادا ایک ایک

؎ دل میں دردِ عشق نے مدت سے کر رکھا ہے گھر + پر اُسے آلودۂ حرص و ہوا پاتے ہیں ہم

؎ رکہتے ہیں جسکو جنت وہ اک جھلک ہے تیری + سب واعظوں کی باقی رنگیں بیانیاں ہیں

عشق و ہوس: بوالہوس عشق کی لذت سے خبردار نہیں + ہیں مئے ناب کے دلال قدح خوار نہیں

بوالہوس کام طلب بندۂ نفس اہل ہوا + ایک عالم ہے اسی رنگ میں دوچار نہیں

دعوئ عشق و محبت پہ نہ جانا ان کے + ان میں گفتار ہی گفتار ہے کردار نہیں

کہے حالی بھی اگر عاشق صادق ہوں میں + کہدو واللہ کہ صادق نہیں زنہار نہیں

؎ عاشق کے دل کو ٹھنڈک جو تیری آگ میں ہے + دیتا نہیں وہ لذت پیاسے کو سرد پانی

عشق اُدھر عقل اِدھر دُھن میں چلے ہیں تیرے + رستہ اب دیکھئے دونوں میں کٹھن کس کا ہے

شان دیکھی نہیں گر تو نے چمن میں اُس کی + ولولہ تجھ میں یہ لے مرغ چمن کس کا ہے

آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہل نظر کی تم پر + تم میں رُوپ اے گل و نسرین و سمن کس کا ہے

(سامنا ہے موت کا ہونا محبت سے دوچار + آئے اس میدان میں زاہد اگر کچھ جان ہے)

(ہم نے اوّل سے پڑھی ہے یہ کتاب آخر تک + ہم سے پوچھے کوئی ہوتی ہے محبت کیسی)

؎ دارا و جم کو تیرے گداؤں پہ رشک ہے + نرخ متاع عشق الٰہی گراں رہے

اقبالؒ

؎ بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے + مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

حقیقت ایمان کی رُوح سے سرشار ہو کر علامہ اقبالؒ نے عشق کے متعلق ایسے بلند اور پاکیزہ مضامین باندھے ہیں کہ اہل دل پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

علم و عشق: علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن + عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

بندۂ تخمین و ظن! کرم کتابی نہ بن + عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب!

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات + علم مقام صفات، عشق تماشائی ذات

عشق سکون و ثبات، عشق حیات و ممات + علم ہے پیدا سوال، عشق ہے پنہاں جواب!

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں + عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں

عشق مکان و مکیں، عشق زمان و زمیں + عشق سراپا یقیں، اور یقیں فتح باب!

شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام + شورش طوفاں حلال، لذت ساحل حرام

عشق پہ بجلی حلال، عشق پہ حاصل حرام + علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب!

اَلفقرُ فخری۔ کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے + وہ فقر جس میں ہے بے پردہ رُوح قرآنی

(مقام عشق و مستی) خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی + یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سُلطانی

یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار + اسی مقام سے آدم ہے ظل سُبحانی

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے + کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل + دل و نگاہ مُسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے + ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

؎ پیدا ہے فقط حلقۂ ارباب جنوں میں + وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شرر سے

کافر و مومن: کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے + مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

عشق و فقر: تیری متاع حیات علم و ہنر کا سرُور + میری متاع حیات ایک دل ناصبُور

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم + عشق ہو جس کا جسُور، فقر ہو جس کا غیُور

مومن : تقدیر کے پابند نباتات و جمادات + مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

حق و باطل: صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیلؑ نے + جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے + شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

؎ مہر و مہ و مشتری چند نفس کا فروغ + عشق سے ہے پائدار تیری خودی کا وجود

ہنروران ہند: عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل ان کا + ان کے اندیشۂ تاریک میں قوموں کے مزار

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند + کرتے ہیں رُوح کو خوابیدہ بدن کو بیدار

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس + آہ! بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

عشق و ہوس: عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثل ہوس ✦ پر شہباز سے ممکن نہیں پرواز مگس

دل: ابر رحمت تھا کہ تھی عشق کی بجلی یارب ✦ جل گئی مزرع ہستی تو اُگا دانۂ دل

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے ✦ برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

چاند: میں رہِ منزل میں ہوں تو بھی رہِ منزل میں ہے ✦ تیری محفل میں جو خاموشی ہے میرے دل میں ہے

تو طلب خُو ہے تو میرا بھی یہی دستور ہے ✦ چاندنی ہے نُور تیرا، عشق میرا نُور ہے

حُسن و عشق: خاص انسان سے کچھ حُسن کا احساس نہیں ✦ صورتِ دل ہے یہ ہر چیز کے باطن میں مکیں

شیشۂ دہر میں مانند مئے ناب ہے عشق ✦ رُوحِ خورشید ہے، خونِ رگِ مہتاب ہے عشق

جاودانی عشق: ہے ابد کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق ✦ عقل انسانی ہے فانی، زندہ جاوید عشق

عشق کے خورشید سے شام اجل شرمندہ ہے ✦ عشق سوزِ زندگی ہے، تا ابد پائندہ ہے

عشق و عقل: پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل ✦ عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ✦ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل ✦ عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی ✦ تو ہے زُناریٔ بُت خانۂ ایام ابھی

؎ بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھکو ✦ یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے

؎ عشق کی تیغ جگر دار اُڑا لی کس نے؟ ✦ علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

؎ مرے ہم صفیر اسے بھی اثر بہار سمجھے ✦ انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

؎ بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی ✦ کیا ہے اُس نے فقیروں کو وارث پرویز

عشق: عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم ✦ عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق ✦ شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

؎ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام ✦ اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

رسولؐ پاک: وہ دانائے سُبل ختم الرُسل مولائے کُل جس نے ✦ غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر + وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

من کی دنیا: من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق + تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

مرگِ عشق: عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا + نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

کھول کے کیا بیاں کروں سرِ مقامِ مرگِ عشق + عشق ہے مرگِ باشرف مرگِ حیاتِ بے شرف

تعلیمِ عشق: جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی + کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی + اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی + سمجھ میں اسقدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

مقامِ مومن: ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں + ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

مقامِ بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر + زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات

عشق و مستی: جمالِ عشق و مستی نے نوازی + جلالِ عشق و مستی بے نیازی

کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر + زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی

شہادت: دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو + عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن + نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

عشق و عقل: تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا + عشق تمام مصطفےٰ! عقل تمام بولہب

شوقِ دوست: شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام + میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے + عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

نقشِ ناتمام: عقل ہے بے زمام ابھی عشق ہے بے مقام ابھی + نقش گرِ ازل ترا نقش ہے ناتمام ابھی

دانش و دین و علم و فن، بندگیٔ ہوس تمام + عشق گرہ کشای کا فیض نہیں ہے عام ابھی

جوہرِ زندگی ہے عشق، جوہرِ عشق ہے خودی + آہ کہ ہے یہ تیغِ تیز پردگیٔ نیام ابھی

خاتمہ

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
(آل عمران : ۱۳۹)

؎ فاتحِ ایام ہے مردِ مسلماں کا عشق + خوف مسلماں کو کیا گردش ایام سے
(لالۂ صحرا)

اس مختصر مقالے کے تمام مباحث وشواہد کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کے عناصر یقین اور محبت ہیں، او
اس کا لب لباب زبردست جذبۂ محبت الٰہی ہے، جسے ہمارے شعراء ربانی اور صوفی مفکرین لفظ عشق سے
تعبیر کرتے ہیں۔ یہی جذبۂ عشق، حقیقی معنوں میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پس وہ عشق، جس
انوار و تجلّیات کا پرتو، اہل دل اور ارباب نظر کو ہماری نظم "لالہ صحرا" میں نظر آئیگا، عشق ہے مومنوں ک
اور موحدوں کا، مجاہدوں کا اور غازیوں کا، شہیدوں کا اور شہسواران حق کا ـــــ

کتاب وسنّت کے شواہد سے یہ نکتہ واضح ہو چکا ہے کہ عشق خدا کے ساتھ عشق رسولؐ بھی ایما
کی بنیاد ہے، گویا پورا کلمہ ہے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رسول اللہ۔ اسی بنا پر "لالہ صحرا" کا لب لباب
شعر ہے:

اپنی شریعت ہے کیا؟ اپنی طریقت ہے کیا؟
عشق خداوند پاک ، عشق رسولؐ امیں

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ "عشق خداوند پاک" اور "عشق رسولؐ امیں" کا مفہوم عملی حیثیت سے
کس طرح متشکل ہوگا؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ

رسولؐ پاک کی پوری پیروی کر کے، یعنی اپنی زندگی کو حضورؐ کی زندگی کے سانچے میں ڈھال
کر، خدائی اخلاق و اوصاف پیدا کرنا، عشق خدا اور رسولؐ کی عملی صورت ہے۔

خدا تعالےٰ تو محبوب حقیقی ہے ہی، لیکن اس محبوب کے اوصاف اور ان کا تصور پیدا کرنے کے لئے

ہمارے پاس نمونہ رسولؐ اللہ کا ہے ؛ اسلئے جب تک حضور سرورِ کائنات کو محبوب بنا کر تمام جزئیات حیات میں آپ کی پیروی نہ کی جائے، اُس محبوبِ حقیقی کے اخلاق پیدا نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا : قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران : ۳۱)

ذیل کے اشعار میں علامہ اقبالؒ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر + بنگری با دیدۂ صدیقؓ اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ + از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

حدیث شریف میں ہے : تخلقوا باخلاق اللّٰہ، اپنے اندر خدائی اخلاق و اوصاف پیدا کرو۔ یعنی محبوب کی ہر آن محبوب ہونی چاہیئے، جو اوصاف اُس کے ہیں انہی کو پیدا کرنے کی ہمیں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ہے عشقِ خداوند پاک۔

قرآن پاک میں فرماتا ہے : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب : ۲۱) یعنی رسولِ پاک کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے، اسکی پیروی کرو۔ یہ ہے عشقِ رسولؐ امیں۔

شانِ ربانی کے دو پہلو ہیں : جمالی اور جلالی۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے : قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف : ۱۵۶) یعنی خدا نے فرمایا میرے عذاب کا یہ حال ہے کہ جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں، اور رحمت کا حال یہ ہے کہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ یعنی شانِ جمالی زیادہ ظاہر ہے اور تمام عالم پر محیط ہے۔ لیکن شانِ جلالی جب وہ چاہے ظاہر ہوتی ہے، ہمیشہ صاعقہ بار نہیں ہوتی۔ مومن کے عشق کی بھی دو صورتیں یعنی جمالی اور جلالی ہونی چاہئیں : جمالی تو ہر وقت ظاہر ہو اور مخلوق الٰہی پر رحمت و شفقت کی شکل اختیار کرے، اور جلالی جب کبھی حالات و واقعات کا اقتضا ہو۔ رسولؐ کریم کے متعلق جو قرآن پاک میں فرمایا : وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیا : ۱۰۷) یعنی ہم نے تمہیں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، تو اس کا یہی معنی ہے کہ جنابِ رسالتمآبؐ کی شانِ جمالی یاد آشکار ہے اور ہمیشہ جہان کے لئے رحمت ثابت ہوتی رہیگی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضورؐ کی سیرت کا یہ پہلو نہایت نمایاں تھا اور اسکی جھلک ہمیشہ نظر آتی رہتی ہے، لیکن غزوات اور بدی کا قلع قمع کرنے

والی دو دوسری صورتیں حضورؐ کے سوانح حیات میں حالات و واقعات کے اقتضا کے مطابق ظہور میں آتی رہیں، اور ہر وقت جلوہ افروز نہیں ہوتی تھیں۔

"جاوید نامہ" میں علامہ اقبالؒ، جمال اور جلال کے بجائے دلبری اور قاہری کی اصطلاحیں استعمال کر کے اسی حقیقت کو حلاج کی زبان سے بیان فرماتے ہیں:-

زندہ رود (اقبال): کم شناسم عشق را این کار چیست؟ + ذوق دیدار است؟ پس دیدار چیست؟

حلاج: معنئ دیدار آن آخر زمان + حکم او بر خویشتن کردن روان

در جہاں زی چوں رسول انس و جان + تا چو او باشی قبول انس و جان

باز خود را بین ہمیں دیدار اوست + سنت او سری از اسرار اوست

زندہ رود: چیست دیدار خدائے نہ سپہر + آنکہ بی حکمش نگردد ماہ و مہر؟

حلاج: نقش حق اول بجان انداختن + باز او را در جہان انداختن

نقش جان تا در جہان گردد تمام + می شود دیدار حق دیدار عام

نقش حق داری؟ جہان نخچیر تست + ہم عنان تقدیر با تدبیر تست

زندہ رود: نقش حق را در جہان انداختند + من نمی دانم چسان انداختند؟

حلاج: یا بزور دلبری انداختند + یا بزور قاہری انداختند!

زانکہ حق در دلبری پیدا تر است + دلبری از قاہری اولیٰ تر است!

اب ہم اس مقالے کو ختم کرتے ہیں، اور اپنے عزیز و مکرم احباب و رفقا سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس مقالے کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے "لالہ صحرا" کے مضامین و مطالب کو نظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائینگے۔

محمد اکبر منیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیامِ اسلام

جالندھر شہر

نمبر ۱	۱۳۶۱ھ شوال	نومبر ۱۹۴۲ء	جلد ۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّھَیِّیْٔ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ دَائِمًا اَبَدًا۔

عرضِ حال

چند روز ہوئے حسن اتفاق سے ایک کتابچہ موسوم بہ "عرضِ حال" دستیاب ہوا۔ خاتمہ کی سطور پر نظر ڈالنے سے منکشف ہوا۔ کہ یہ ہمارے مدرسۃ البنات کے بانی مکرم و استاد معظم مولنا عبدالحق عباس صاحب کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ جو انھوں نے ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو انجمن خادمان اسلام کی سالانہ رپورٹ کے دیباچہ کے طور پر ارقام فرمایا تھا اس مضمون کے مطالعہ سے میرا دل نہایت متاثر ہوا اور میں نے اس کو اپنی پیاری درسگاہ مدرسۃ البنات کے عین حسب حال پایا۔ اور میرے دل میں یہ پُرزور خواہش پیدا ہوئی کہ اس تلخ نوا مگر ہمت انگیز مضمون کو بلا ندک تصرف پیام اسلام کے قارئین کرام اور قارئات کریمات کی خدمت میں معروض کرنے کی محترم ایڈیٹر "پیام اسلام" سے التجا کروں۔ گر قبول افتد زہے

عزّو شرف۔

بشیرہ بیگم متعلمہ مدرسۃ البنات جالندھر شہر

نوا را تلخ ترمی زن - چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خواں - چو اشتر را گراں بینی

قارئینِ مکرّمین و قارئاتِ مکرّمات! ہمارا یہ مدرسۃ البنات شہر جالندھر خیر سے ہماری شانزدہ سالہ مساعی کا ماحصل ہے۔ جو کچھ تھوڑی مدت نہیں، کہ اولوالعزموں نے اس سے بھی تھوڑے تھوڑے وقتوں میں، بہت کچھ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ اسلاف کرام کے شاندار کارنامے، آج تک، ایک عالم کو، محوِ حیرت، بنائے ہوئے ہیں۔ بایں صورت، کہ جو ترقیات کے مناظر، زمانے کی آنکھوں نے قرنوں میں نہ دیکھے تھے۔ وہ ان بلند ہمتوں نے دنوں کے اندر دکھا دیئے۔ لیکن ہیہات۔ کہ آں قدح بشکست، وآں ساقی نماند۔ اور اب نوبت ہے۔ ان ننگان سلف کی، جو سولہ سال کی کثیر فرصت میں بھی، جو قیام انجمن سے لے کر آج تک حاصل رہی۔ اپنے اعمالنامے میں کوئی ایسا کار نمایاں نہیں پاتے۔ جس سے وہ اس فخر آمیز صدا اور مسرت ریز ندا کے ساتھ پیش ہونے کے لائق ٹھہر سکے کہ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ "آؤ میرا نوشتہ دیکھو!" مگر خدا خدا کر کے یہی ایک مدرسۃ البنات جس کی غیر مکمل صورت ابھی عالمِ ہیولیت ہی میں گم ہے۔ کہ مدرسہ تو موجود ہے، مگر مکانِ مدرسہ مفقود۔ تو جب تک خیر سے یہ لامکانیت کی شان باقی ہے۔ مدرسہ کو اللہ ہی کے گھر کا مہمان تصور کرنا چاہیئے۔ آہ! کہ گیدڑوں اور لومڑیوں کے لئے تو بھٹ اور ناندیں مہیا ہوں۔ پر جالندھر کے ابنائے اسلام کے واسطے کوئی مکان میسّر نہ ہو، جس میں بہ فراغِ دل اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا فرض پورا کر سکیں۔ حسرت! کہ ہمارے شانزدہ سالہ اعمالنامے میں بھی ایک حسنہ، اور اسی کی یہ کیفیت!

يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ۔

کاش! کہ میرا نوشتہ مجھے دیا نہ جاتا اور میں جاننے نہ پاتا کہ میرا کیا حساب ہے؟ کیا اہل خبر

کے لئے یہ عبرت کا منظر نہیں ؟ کہ اسی شہر و ضلع کے ساکنوں میں ایک تو وہ ذی ہمت و عالی نہمت اقوام ہیں، جو شب و روز اپنی مذہبی و قومی خدمات میں نہایت جہد اور غایت انہماک کے ساتھ مصروف ہیں۔ اور اس تیز گامی و برق خرامی کے ساتھ منازل ترقی و تقدم کی طرف ساعی۔ کہ گرد راہ تک وامنوں کو چھو نہیں سکتی ۔ آریہ سماجیں، دھرم سبھائیں، سنگھ سبھائیں اور کرسچن سوسائٹیں عین اسی ضلع میں جس روز بہی اور تازہ رونقی کے عالم میں اپنے اپنے مقاصد کو تکمیل تک پہنچا رہی ہیں۔ اور اپنے بچوں اور بچیوں کی دینی و دنیوی تعلیم کے لئے نت نئے مدارس و کلیات کا اجرا عمل میں لا رہی ہیں۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

اور دوسرے، اسی دیار کے رہنے والوں میں، ہم ہیں مستثنیٰ ۔ منقطع ۔ شمار میں داخل ۔ قطار سے خارج ۔ نام کو شامل ۔ کام کو خامل ۔ ناموں میں ننگ ۔ ننگوں میں سرہنگ ۔ مارتوں کے پیچھے بھاگتوں کے آگے ۔ کثیر العدت ۔ قصیر الہمت ۔ نمود بے بود ۔ وجود بے سود ۔ کہ جن کی ہستی کا کوئی اثر اور قومی ہیئت کا کوئی علم عالم مردمی میں ظاہر نہیں ۔ بجز اس یکہ و تنہا مدرسہ کے، جس کا اُٹھتا ہوا خاکہ بھی دکھایا جا چکا ہے کہ سولہ برس سے طائر آشیاں گم کردہ کی طرح چٹے ٹوٹیاں مارتا پھر رہا ہے ۔ اور ابھی کون جانتا ہے ۔ کہ کب تک گھر گھونسلہ نصیب ہوتا ہے ؟ گویا یہ مدحیہ شاعر نے ہماری ہی منقبت میں لکھا ہے :-

خُلِقُوْا، وَمَا خُلِقُوْا لِمَکْرُمَةٍ ‏ فَکَاَنَّهُمْ خُلِقُوْا وَمَا خُلِقُوْا
پیدا ہوئے، مگر نہ، کسی نام کے لئے ‏ گویا وہ خلق ہو کے بھی معدوم ہی رہے
رُزِقُوْا، وَمَا رُزِقُوْا سَمَاحَ یَدٍ ‏ فَکَاَنَّهُمْ رُزِقُوْا، وَمَا رُزِقُوْا
روزی ملی، ولیکن نہ دستِ سخا ملا ‏ گویا وہ رزق پا کے بھی محروم ہی رہے

واعجباہ! کہ ایک ہی خطۂ ارض۔ ایک ہی قطعۂ سماء۔ یکساں گرد و پیش۔ یکساں آب و ہوا۔ لیکن حالات فریقین میں وہ تفاوت و بین کہ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ بُعْدُ الْمَشْرِقَیْنِ۔ وائے شگفت! کہ دونو دریا ایک ہی نکاس سے نکلے ہوئے، اور ایک ہی کھاڑے میں جاری۔ مگر پانی کا مزہ، ایک کا میٹھا، اور دوسرے کا کھاری۔ ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ، سَائِغٌ شَرَابُہٗ وَھٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔

وادریغا! کہ وہی آب و ہوا، جو اغیار کے حق میں، آب حیات و نسیم جنت کا اثر رکھتی ہے۔ ہمارے واسطے سراب بقیعہ و سموم جہنم کی تاثیر۔ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ عہد موسےٰ ع کا وہ معجزہ نما واقعہ، جو عبور قلزم کے وقت دو جماعتوں کو پیش آیا تھا۔ آج اس کا اعادہ جالندھر میں دیکھ لو کہ ایک ہی دو آبے میں ایک ڈوب رہے ہیں اور ایک تر رہے ہیں۔

ہمیں کسی کی خوش نصیبی پر ہرگز رشک نہیں۔ ہاں اپنی بد قسمتی پر ضرور اشک ریز ہیں۔ اور کیونکر نہ ہوں؟ کہ ہماری مصیبت ہی نہایت سخت ہے۔ ہم نے اس پایۂ عزت سے گر کر ذلت کا منہ دیکھا ہے جو اب تک بھی غیر مرام و نارسیدہ ہے۔ اور سخت الم خیز حادثہ اور نہایت درد انگیز سانحہ ہے۔ کسی عزیز کا ذلیل ہوجانا۔ وہ جو بڑھ کر گھٹا اور چڑھ کر گرا ہے۔ وہ کہ جس نے عذوبت سعادت کے بعد عذاب شقاوت کا مزہ چکھا ہے۔ اسے رونے دو اور کچھ نہ کہو۔ کہ وہ جسقدر ماتم کرے بجا ہے۔ اور جتنا غم کھائے سزا۔

ہم کسی کے ظلم کا گلہ، ستم کا شکوہ نہیں کرتے کہ الزام بیجا کی شکائت و حکایت کا موجب ہو۔ نہ دور چرخ کا نہ جور دہر کا۔ اور کریں بھی تو کس منہ سے۔

کہ سیف حیف سے اپنی ہی آپ ہیں چورنگ
کسی کے خنجر پولاد کے نہیں مجروح
خود اپنے جور و ستم کی چھری سے بسمل ہیں
کسی کے دشنۂ بیداد کے نہیں مذبوح

وما اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم

ہمہ از دست غیر نالہ کنند
سعدی از دست خویشتن فریاد

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔

ہاں! ہم ستم دیدگانِ ستم ایجاد کو، اور ظلم رسیدگانِ جور بنیاد کو، اس جور بعد کور کی شکایت کسی اور سے نہیں، الّا خود اپنے طور سے۔ کہ جو کانٹے ہمارے امن و آسایش کے راستے میں بوئے گئے ہیں۔ وہ ہمارے ہی جوشِ وحشت کی برکت سے، اور جو پُرزے ہمارے دامنِ اقبال کے اڑے ہیں وہ ہمارے ہی دستِ جنوں کی شفقت سے، ہمارے خرمنِ رفاہیت پر اپنی ہی برگشتہ حالی کی بجلی گری ہے۔ اور ہمارے گھر کو خود ہمارے گھر کے چراغ سے آگ لگی ہے۔

ذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَکُ مُغَیِّرًا نِّعْمَۃً اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو کوئی نعمت انعام فرماتے ہیں تو پھر اسکو بدلتے نہیں جبتک وہ خود اپنے آپکو نہ بدلے۔

وہ نعمت عظمےٰ، وہ کلید نعما، جس کا ہم نے کفران کیا، اور ہمارے تغیّر کے ساتھ وہ بھی متغیّر کر دی گئی۔ اور اس کا تغیر ہماری تمام عزّت و قوّت کے زوال کا باعث اور ضعف و انحطاط کے نزول کا موجب ہوا۔ وہ ہے، جس کی تذکیر اس آیۃ مبارکہ میں فرمائی گئی ہے:-

وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا۔ اور تم اپنے آپ پر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم دشمن دشمن تھے۔ تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا۔ جس سے تم اسکی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔

پہلے اس وقت کو یاد کرو کہ قبیلے قبیلے میں آتش عداوت مشتعل تھی۔ جس کے باعث سارا ملک جنگ و جدل کا آتشکدہ بن رہا تھا۔ اور ذرا ذرا سی بات پر ہنگامۂ کارزار گرم ہو کر برسوں نہیں، قرنوں تک شہر ریز رہتا تھا۔ اوس و خزرج کی معرکہ آرائیاں، جنھوں نے ایک سو بیس کی مدت تک طول کھینچا۔ اسی جہنم کا ایک شرارہ تھیں۔ یہانتک کہ ان تفرقات کی بدولت جو ضعف کہ تمہیں لاحق ہو گیا تھا۔ اس نے گرد و پیش کی اقوام میں یہ حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ تمہارے ملک پر متسلّط ہو کر تمہاری قدیم آزادی کو خاک میں

ملا دیں۔ ایک طرف سے فارسی، دوسری جانب سے حبشی نہیں کچل ڈالنے کے لئے تلے ہی بیٹھے تھے۔ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔

اور پھر اس کے بعد اس عہد فرخی مہد کا تصور کرو جس میں یہ تمام قبائل متنافرہ اور شعوب متفاء کلمۂ وحدت کے سایۂ ہما پایہ کے نیچے جمع ہوگئے۔ اور تم میں وہ یکرنگی و یکدلی یکجائی و یکجہتی نمودار ہو کہ لاکھوں جانیں بمنزلہ نفس واحدہ کے ہوگئیں۔ اور ساری امت نے شخص واحد کا حکم پیدا کر لیا

برمثال موجہا اعداد شاں در عدد آوردہ باشد بادشاں

چوں کہ حق رَشَّ عَلَيْهِمْ نُوْرَهٗ مفترق ہرگز نہ گردد نور ہو

جان گرگان و سگاں از ہم جداست

متحد جانہائے شیران خداست

اور خبر میں ان کی مثل اس طرح مذکور ہے:۔ مثل المؤمنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر۔ کہ باہمی محبت، رحمدلی اور مہربانی میں مومنین کا حال ایسا ہی ہے، جیسے ایک جسم کا۔ کہ جب اس کا کوئی درد کرتا ہے تو باقی اعضا کو بھی تپ و بیداری میں شریک کر لیتا ہے۔

یہ کوئی اس قسم کا اتحاد نہیں تھا۔ جو موجودہ یورپ کی صورت، عرب جاہلیہ میں بشکل عصبیت جنسیہ آشکار تھا۔ اور بعض دیگر اقوام حالیہ میں برنگ عصبیۂ وطنیہ نمودار ہے۔ جس کے زہریلے اثرات برادرانِ وطن سے متعدی ہو کر پنجابی مسلمانوں کے بعض شعوب و قبائل میں بھی سرایت کرتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ذات پات کے لحاظ سے جس کو اسلام مٹانے کے لئے آیا تھا، آئے دن مسلموں کی نئی نئی انجمنیں متشکل ہو رہی ہیں۔ جن کا خطرناک نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کا رہا سہا شیرازہ بھی بکھرا جا رہا ہے۔ اور مت بھولنا کہ اس قسم کی جملہ کوششیں اس مقصد اقدس کو خاک میں ملانے کے واسطے ہیں۔ جو نبی اُمی فداہُ ابی و اُمی کی نظر اطہر کا منظور تھا۔ اسی لئے آنحضرت علیہ السلام نے ایسے شخص کو جو جتھے باندھنے کی سعی کرے، اپنے گروہ با شکوہ سے نکال دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ لَيْسَ مِ

مَنْ دعا الی العَصَبِیَّۃِ یعنی جو شخص قومیت کی طرف بلائے وہ ہمارے زمرے سے خارج ہے۔

بلکہ یہ وہ مبارک اتحاد تھا جس کی شان اس نوع کی تمام جنسیتوں سے اعلیٰ۔ اور اس جنس کی جملہ نوعیتوں سے بالا تھی۔ وہ عالمگیر اتحاد جو تمام عصبیتوں کو ایک عصبیۃ میں جمع کرنے اور جملہ قومیتوں کو ایک قومیت میں لانے کا نام تھا۔ اور بچھڑے ہوؤں کو ملانے، اور دشمنوں کو دوست بنانے کا کام۔ ہاں! وہ قدسی و آلہی اتحاد، جس کا جواب لانے سے عالم کی ساری طاقتیں درماندہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے:۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (اگر تم جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب بھی خرچ کر ڈالتے تو ان کے دلوں میں ملاپ نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ملاپ کر دیا) یہ بے نظیر اتحاد، صہبائے اسلام کا کیف اور طہورِ وحدت کا سرور تھا۔ وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ اور یہ شرابِ طہور ان کے رب غفور نے انہیں چھکائی تھی۔ اور خود اپنے دست رحمت سے پلائی تھی۔ سبحان اللہ! جن بادہ پرستوں کے وہ ساقی ہیں، ان مستانِ الست کا کیا کہنا۔ بے خودی کا وہ طور چھایا، اور وحدت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ بیگانگی کا بکھیڑا اور من و تو کا جھگڑا ہی طے ہو گیا۔ اور ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کا نقشہ جم گیا + انصارؓ نے اپنے زر گھر اور تمام جائدادیں مہاجرینؓ کو بانٹ دیں اور ایثار کے وہ نقش و نگار کھینچے کہ آجتک تاریخ اسلام کا زیور ہیں۔ بس وہ نعمتِ عظمٰی یہی مے وحدت ہے جس کا خمخانہ اسلام ہے، اور ساقی ربُّ الانام ؎

وہ مے جو کہ ہے دلکش و دلکشا　　وہ مے جس کا نشہ ہے مشکل کشا
وہ مے جو ہے سرجوش دیگِ قبول　　وہ مے جو ہے رحمت کی ٹوپی کا پھول
کھنچی بے خودی خانۂ نور کی　　نچوڑی مدینے کے انگور کی

جو روح کی طرح جسدِ ملت میں اُتری۔ اور اترتے ہی موت کو حیات۔ پراگندگی کو، انبوہ۔ قلت کو کثرت

کثرت کو وحدت۔ ضعف کو قوت۔ اور ذلت کو عزت میں تبدیل کر دیا۔ قوم کے مقاصد شتّیٰ اور مطامح منتشرہ رشتۂ یگانگت میں منسلک ہو گئے۔ اور اس طرح ہر شخص کی ارادت و قوت میں کل قوم کی ارادت و قوت کا راز مضمر ہو گیا۔ یہی بھید تھا۔ کہ ان میں کا ایک ایک فرد، گو بظاہر کیسی ہی خستہ حالی کی صورت میں کیوں نہ ہوتا۔ لیکن جب یکہ و تنہا قیصر و کسریٰ کے عظیم الشان درباروں میں بے باک چلا جاتا۔ تو اس کی عزت و جبروت کا جلال و رعب سارے دربار پر چھا جاتا۔ اور یہی باعث تھا کہ وہ بیک ہمت و یک عزم جس سمت چڑھتے، فتح و نصرت آگے بڑھ کر رکاب کو بوسہ دیتی۔ اور جس مقصد کی طرف قدم بڑھاتے۔ اس کو قدموں میں پاتے۔ مہمات قومیہ کے لئے جب روپے کی حاجت پڑتی سب کے سب مال و زر کے ساتھ آمادہ۔ اور جہاں جہد و کوشش کی ضرورت ہوتی تمام کے تمام جان و تن کے ساتھ موجود۔ جب نعرہ بلند ہوتا کہ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہلکے اور بوجھل بہر حال نکل پڑو اور اپنے مالوں اور جانوں کیساتھ براہ خدا جہاد کرو۔ کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

تو سنتے ہی تو انگر و توانا، نادار و بیمار، جس طرح بن پڑتا، جہاد مالی و نفسی کے لئے مستعد و طیار ہو جاتے۔ چنانچہ جیش عسرت کے ساز و سامان کے لئے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ کا پیغام پہنچا کر زر اعانہ کی فہرست کھولی۔ تو ہر شخص اپنی بساط کے موافق جو کچھ بن پڑا لے کر حاضر ہو گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ، سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار پیش کئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے کل زر و جنس کا نصف چندے میں دیا۔ ابو عقیل (رضی اللہ عنہ) کے گھر میں سوائے ان چار سیر چھواروں کے کچھ بھی نہ تھا، جو انہوں نے اپنے اہل و عیال کا فاقہ توڑنے کے لئے رات بھر پانی کھینچنے اور کھیت سینچنے کی مزدوری میں پائے تھے، وہ انہی میں سے آدھے نکال کر لے آئے۔ یہانتک کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع اس کام کے لئے نذر کر دیا۔ اور بجز اللہ کے، بال بچوں کے لئے کوئی شے باقی نہ چھوڑی۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہے کہ گو کبر سنی کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ

کی روشنی بھی جاتی رہی تھی۔ مگر بااینہمہ کمر باندھ کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور جب کہا گیا کہ آپ سے تو معاف ہے۔ پھر آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تو جواب دیا۔ کہ حکم الٰہی ثقیل و خفیف، قوی و ضعیف۔ توانا و نحیف سب کو شامل ہے۔ میں اگر میدان جنگ میں داو شجاعت دینے سے مجبور ہوں۔ تو سہی۔ مگر حفاظت اموال کی خدمت بجا لانے اور جمعیت کی تعداد بڑھانے سے معذور نہیں ہوں۔ کہ من در نفسِ خویش اینقدر ثبات و سرعت ہمی شناسم۔ کہ در خدمتِ مردان یارِ شاطر باشم نہ بارِ خاطر۔

اِنْ لَمْ اَکُنْ رَاکِبَ الْمَوَاشِی + اسعیٰ لکم حامل الغواشی

شدیدسے شدید مہمات دینیہ میں، انفاقِ جان و مال سے جی چرانا، وہ ذنب عظیم و جرم جسیم تھا جس کی تلافی و معافی نہایت ہی دشوار تھی۔ وہ قاصر ہمت پست فطرت لوگ جو دین و ملت کے معمولی کاموں میں تو پیش پیش رہتے۔ لیکن سخت ہنگاموں اور جوکھوں کے کاموں میں پس و پیش کرتے۔ ان کا نام منافق دھرا جاتا۔ ان ہی بدناموں کی کوتاہ آہنگی اور بدنہادی کا سراپا، اس آیہ کریمہ میں مذکور ہوا ہے :۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

اگر کوئی نعمت سہل الوصول ہوتی اور سفر درمیانہ۔ تو یہ تمہارے پیچھے ہو لیتے۔ لیکن مشقت و دشواری ان پر بھاری ہو گئی۔ کہتے ہیں واللہ باللہ اگر استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل پڑتے۔ ہلاک کر رہے ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، اور مرارہ بن ربیع، گو صادقین میں سے تھے۔ اور عمداً ارادتاً نہیں، صرف کاہلی کے باعث جیش عسرت کی شرکت سے محروم رہ گئے تھے۔ لیکن تاہم جو کچھ ان کا حشر ہوا اور جس مصیبت کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی، اس کا اجمال اس آیہ شریفہ میں مذکور ہے :۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا

اور ان تین پر جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ یہانتک کہ جب زمین

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

باہمہ فراخی انپر تنگ ہوگئی۔ اور وہ اپنی جانوں سے تنگ آگئے۔ اور یقین ہونے لگا کہ اللہ سے بھاگ کر بجز اس کے کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ پھر اللہ نے انپر توجہ فرمائی تا وہ بھی اپنی حالت سے باز آئیں۔ بیشک اللہ ہی تواب رحیم ہے۔

الحاصل جو وابستگی و پیوستگی ہر عضو درست و جزو چست کو اپنے جسم و بدن کے ساتھ ہوتی ہے وہ اس ملت کے ہر فرد کو اس ملت کے ساتھ حاصل تھی۔ جیسے ایک عضو کے دکھ کا اثر دوسرے اعضاء کو بھی پہنچتا ہے۔ ویسے ہی وہ بھی ایک دوسرے کے درد سے متاثر ہوتے تھے۔ جیسا کہ کوئی جزو اپنے جسم سے جدا ہو کر سلامت نہیں رہ سکتا۔ ویسی ہی تباہی کی صورت وہ اپنی ملی علیحدگی میں دیکھتے تھے۔ جس طرح کسی عضو کی صحت و قوت، بدن کی صحت و قوت پر منحصر ہے۔ اسی طرح وہ بھی اپنی صلاح و فلاح، شعب و ملت کی صلاح و فلاح میں مضمر سمجھتے ہیں۔ اور چونکہ جسم کی صحت و قوت کا مدار اس پر ہے کہ ہر عضو اس کی صیانت و تقویت کے واجبات میں مشغول رہے۔ اس لئے وہ بھی صلاح و فلاح ملت کے واسطے اپنی تمام مالی و جسمانی طاقتوں اور کل صوری و معنوی قوتوں کے ساتھ مصروف رہتے۔

چنانچہ اسی حمایت و اخوت کی دولت اور اسی اتفاق و اتحاد کا اقبال تھا کہ قصر سعادت پران کا پھریرا لہرایا۔ اور تخت سیادت و تاج کرامت کے حقیقی وارث وہی قرار پائے۔ سب قوتوں نے ان کی شوکت و جلالت کے سامنے خضوع و خشوع کا اظہار کیا، اور تمام طاقتیں ان کی عظمت و جبروت کے آگے سرنگوں ہوگئیں۔ مگر بقاء، دوام تو صرف ذات الٰہی کا خاصہ ہے۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ۔ بالآخر یہ کایا پلٹی۔ صورت بدلی۔ اور حالت متغیر ہوگئی۔

زمانہ دگر گونہ آئیں نہاد

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ پھر ان بزرگان سلف کے پیچھے، وہ ناخلف اٹھے۔ بدنام کنندۂ نکونامے چند، کہ عبادت و صلوٰۃ کو کھو بیٹھے۔ اور جی کی ہوس

کے پیچھے پڑگئے۔

دیں کے عوض تعصب و اوہام رہ گئے

دیندار اصل مر گئے بدنام رہ گئے

کتاب الٰہی گلدستۂ طاق نسیاں ٹھہری۔ اور شرعِ مقدس تقویم پارینہ کی ہمشان ہر متنفس احکام خدا سے سرکش نفس و ہوا کا بندہ۔ مالک ملک و ملکوت سے باغی اور طاغوت کے سامنے سرافگندہ۔ الغرض دین کا رابطہ جوں جوں ڈھیلا پڑتا گیا۔ ملت کا شیرازہ پراگندہ ہوتا گیا۔ حتیٰ نوبت بایں جا رسید۔ کہ آج ہر شخص ایک علیحدہ ملت اور ہر فرد ایک جداگانہ امت ہے۔ کسے را با کسے کاسے نباشد۔ صدق اللہ العزیز الحکیم۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

دکہ) البتہ تحقیق ہم نے انسان کو سب سے اچھی ڈول پر بنایا۔ پھر جنہوں نے ایمان اور اعمال صالح سے پہلو تہی کی ان کو نیچوں کا نیچ کر دیا۔

اِس وقت عین مین یہی حشر اُمتِ مسلمہ کا ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ فرومائگی اور کم مائگی میں بہائم کے درجے اور حشرات کے رتبے سے بھی نیچے گر چکی ہے۔ اس لئے کہ جو دانش و بصیرت کے آثار کیڑے مکوڑوں کے جتھوں اور موری و مکسی امتوں میں نظر آتے ہیں، اس کے اندر وہ بھی ناپید و نایاب۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

چیونٹیوں کو دیکھو! کہ ان میں اپنے قومی منافع اور ملّی مضار کا کیسا پاک احساس پایا جاتا ہے۔ جس کی تعریف خود کلام ربانی میں مرقوم ہے۔ کما قال تعالےٰ

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

یہاں تک کہ جب وہ وادی نمل تک آپہنچے تو ایک چیونٹی نے انکی آمد آمد کو معلوم کر کے اپنی قوم کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا اور کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے بسیروں میں گھس جاؤ۔ مبادا سلیمانؑ اور انکے لشکر بےخبری میں تمہیں کچل ڈالیں۔

جلب منافع سے دفع مضار مقدم اور یہ خود مفہوم کہ جو زیاں انداز ہے وہ سود اندوز بھی ہوگا اسی لئے صرف اس کی صیانت واحتراس کی قوت کا ذکر ہوا۔ ورنہ یہ ننھی سی جان جس طرح اپنے ہموطنوں کی حراست وحمایت میں ہمیشہ سرگرم رہتی ہے۔ اسی طرح رات دن اس کی انتھک کوششیں ان کی معیشت کے سامان اور عیش کے اسباب مہیا کرنے میں جاری رہتی ہیں چنانچہ جہاں کوئی مفید و لذیذ چیز دیکھ پاتی ہے۔ نہایت جدوجہد کے ساتھ قوم و وطن کے لئے اس کو کھینچنا گھسیٹنا شروع کر دیتی ہے۔ لیکن اگر وہ چیز اس کی طاقت سے زیادہ ہو تو اور چیونٹیوں کو اپنی کمک کے لئے بلا لیتی ہے۔ اس طرح کہ اس میں سے تھوڑی سی منہ میں لے کر لوٹ آتی ہے۔ اور راستے میں جتنی چیونٹیاں ملتی ہیں ان میں سے ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا نمونہ بانٹتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس طریق سے ایک گروہ منزلِ مقصود پر جا پہنچتا ہے۔ اور آخر کار ثبات و تعاون کی برکت سے اس مہم کو سر کر لیتا ہے۔

پھر شہد کی مکھیوں کو لو کہ یہ بھی چیونٹیوں کی طرح اُمم متمدنہ میں سے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ۔

اور زمین میں چلنے والے چرندے اور اپنے دو پنکھوں سے اڑتے پرندے جو بھی ہیں سب تمہاری ہی مثل امتیں ہیں۔

اور ان کے حالات میں بھی تدبیر و سیاست اور اخلاق و معیشت کے بہترین نمونے ملتے ہیں مثلاً بستیاں بسانے کے لئے ایسے بلند مقامات کا انتخاب ہوتا ہے جو نگاہ سے پوشیدہ اور دسترس سے دور رہیں، تعمیر اس عمدگی اور مراعاتِ ہندسیہ کے ساتھ عمل میں آتی ہے کہ بڑے بڑے مہندس بھی مبہوت ہیں۔ اور تکمیل ایسی کہ باشندوں کی کوئی ضرورت فروگزاشتہ نہیں رہتی۔ مایحتاج کی فراہمی اور نگہداشت میں خاص ذہانت و احتیاط اور اجتہاد و نشاط کا رنگ جلوہ گر ہے۔ مقاصد حیات کا فہم اور اغراض زیست کی سمجھ ہر طبقے میں عام ہے۔

اُمت کا ہر فرد ایثار کی جیتی جاگتی مورت ہے۔ شعبی و وطنی منافع کے سامنے ذاتی و نفسی

اغراض کی پروا نہ کرنا۔ اور چھتّے کی بہتری کی خاطر جان پر کھیل جانا۔ روزمرہ کے معمولات ہیں۔ آیہ ذیل ان ہی کمالات کے متعلق درس آموز عبرت ہے۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○

اور تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور ان ٹٹیوں میں جنہیں چھاتے ہیں چھتّے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے کھا۔ پھر اپنے پروردگار کی آسان راہوں پر چل۔ انکے پیٹوں میں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے۔ جو مختلف رنگوں کی ہوتی ہے اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بیشک اس میں اس قوم کے لئے نشان ہے جو سوچے۔

ان مشاہدات عبرت سمات کے بعد اگر کسی آنکھ میں کوئی اشک خونی ہے۔ تو اس امت مرحومہ کی انسانیت کے ماتم میں ٹپکا دے، جو مسخ ہو کر بہائم وحشرات کے پایہ سے بھی ساقط ہو چکی ہے۔ اگر کسی دل میں کوئی درد کا احساس باقی ہے۔ تو اس ملت کی مصیبت پر تڑپ لے۔ جس کی حالت زار روز بروز نازک ہوتی چلی جاتی ہے۔

اگر کہیں خدمت انسانی کا کوئی جذبہ ہے، تو اٹھے کہ اس سے بہتر کوئی مقام نہیں۔

اگر کسی جگہ شفقت ورحم کا کوئی ولولہ ہے، تو نکلے کہ اس سے خوشتر کوئی موقعہ نہیں۔

جس رسول کریم رؤف رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کتّوں کی خدمت کرنے والوں کو بہشت کا مژدہ سنایا ہے۔ اور فی کل ذات کبد رطب اجرٌ فرمایا ہے۔ آؤ! کہ آج خود اس کی امت خدمت کی محتاج ہے۔ اور اس جمعیّت کا ہاتھ بٹاؤ۔ جو سولہ سال سے اس امت کی خدمتگزاری کے لئے آپ کے جوار میں قائم ہے۔ جس کا مقصدِ اعظم موجودہ پراگندگی و پریشانی کو رابطہ و یلینیہ کے اندر فراہم کر کے قوت متحدہ کے ساتھ جلب مصالح اور دفع مضار میں کشش و کوشش کرنا ہے

مدعیان اسلام! اگر دعوٰی میں صداقت اور دین کے عقائد حقہ پر یقین واثق ہے، اور

محاسبہ الٰہی اور اپنی جوابدہی میں بھی شک نہیں۔ تو للہ ایک ساعت سر بگریبان ہو کر تفکر فرمائیے کہ اس انجمن کے خذلان کا کیا جواب ہے؟ جو اس مدتِ مدید سے آپ کے دروازوں پر حاضر ہے۔ اور خدمتِ دین و ملت کی طرف چیخ چیخ کر پکار رہی ہے۔

حدیث قدسی میں مروی ہے۔ کہ مَلِکْ قُدُّوس جَلَّ جَلَالُہٗ قیامت میں اپنے بندوں سے شکایت کرنے والے ہیں۔ کہ میں بیمار ہوا، پر تم مجھے پوچھنے کے لئے نہ آئے۔ میں بھوکا ہوا، پر تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اور میں پیاسا ہوا، پر تم نے مجھے کچھ پینے کو نہ دیا۔ ہر دفعہ گزارش ہوگی کہ الٰہی تو رب العلٰمین ہے۔ تجھے روگ، بھوک اور پیاس سے کیا کام؟ ارشاد ہوگا۔ کہ میرا فلاں بندہ مریض ہوا، لیکن تم عیادت کو نہ گئے۔ اگر جاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے میرا فلاں بندہ بھوکا ہوا، لیکن تم نے اس کو طعام نہ دیا۔ اگر دیتے تو اسے میرے پاس پا لیتے۔ میرا فلاں بندہ تشنہ لب تھا، مگر تم نے اس کو کچھ نہ پلایا۔ اگر پلاتے تو اس کو میرے ہاں موجود دیکھتے۔

جب ایسی معمولی خدمات کے فعل و ترک کی نسبت یہ وعدہ وعید ہے تو خود قیاس فرمائیے کہ ایسی خدمت عالیہ کے بارے میں کیا حال ہوگا، جس کا نام خدمت تعلیم اسلام ہے۔

سخت کڑا وقت اور خطرناک ہنگام سر پر کھڑا ہے۔ مگر یا ویلتاہ! کہ یہاں ٹس سے مس نہیں۔

وہ کہ عزرائیل ناگہ برزند طبل رحیل
خواجہ آزق را نہ پختہ کارہا ناساختہ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ لوگوں کا ان کا حساب تو نزدیک ہی آلگا ہے اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں۔

مگر یہ غفلت کس کام کی کہ پروردگار گھات میں ہے اور ایک لحظہ بھی غافل نہیں۔ کما قال!

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ اور اللہ کو ستمگاروں کے کاروبار سے غافل نہ سمجھو۔ یہ ڈھیل جو ان کو دی جاتی ہے تو صرف اس دن تک کے لئے کہ جس میں آنکھیں چڑھ جائیں۔ دوڑتے بھاگے

رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ
وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝ وَأَنذِرِ النَّاسَ
يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ
الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ
أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ
الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُم
مِّن قَبْلُ مَا لَكُم مِّن زَوَالٍ ۝ وَ
سَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا
أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ
وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ۝ وَقَدْ
مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ
مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ
لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا
تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ
رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ
يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ
وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى
الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝
سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ
لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ
اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

سر اٹھائے ایسی ٹکٹکی باندھے آرہے ہیں کہ ان کی نگاہیں ان کی طرف نہیں لوٹتیں اور ان کے دل گرے ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کو اس دن کا ڈر سنا دو۔ کہ جس دن عذاب ان پر آجائے گا تو کہنے لگیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دیدے کہ تیری پکار کو مان لیں۔ اور رسولوں کے پیچھے چلیں۔ کیا خوب! تم وہی نہیں جو پہلے قسمیں کھایا کرتے تھے۔ (اسپر) کہ تمہیں تو کوئی زوال ہی نہیں۔ حالانکہ تم انہیں کے بسیروں میں بسے جو اپنے آپ پر ظلم کر چکے تھے اور تم پر کھل بھی چکا تھا کہ ہمنے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔ اور ہمنے تمہارے لئے مثالیں بیان کر دی تھیں۔ اور انھوں نے جہاں تک بن پڑا خوب چالیں کیں اور اللہ ہی کے ہاں انکی چال ہے۔ گو انکی چال ایسی ہو کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تم نے اللہ کو ایسا نہ سمجھ لینا کہ وہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کا الٹ کرنیوالا ہے۔ بیشک اللہ عزت والا اور بدلہ لینے والا ہے۔ اسدن کہ زمین اور زمین سے بدل جائیگی اور سارے آسمان بھی۔ اور وہ سب واحد و قہار اللہ کے آگے نکل آئینگے۔ اور تم مجرموں کو اس دن دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کا لباس قطران سے ہے۔ اور ان کے مونہوں کو آگ ڈھانپے ہوئے ہے تاکہ ہر نفس کو جو اس نے کمایا ہے۔ اس کا بدلہ دے بیشک اللہ حساب لینے میں سریع ہے۔

برادرانِ دین! انجمن کی دعوت بالکل صاف و صریح ہے۔
عزلت سے خدمت کی طرف۔ رخصت سے عزیمت کی طرف، تفرق سے اتحاد کی طرف، فساد سے اصلاح کی طرف، جہل سے علم کی طرف، غداری سے وفاداری کی طرف۔ ایسی کوئی بات نہیں جو پوشیدہ ہو ایسا کوئی امر نہیں جو تردّد و تذبذب کا موجب ہو۔ پھر کیا ہے کہ کوئی صدائے لبّیک نہیں اٹھتی۔ اور کوئی قدمِ صدق نہیں بڑھتا۔

گوئے توفیق وکرامت درمیان افگندہ اند
کس بمیدان رونمی آرد سواران را چہ شد

بس جُبن و نامردی ہے کہ عام طور پر چھارہی ہے۔ اور یاس و قنوط کی صدائیں ہیں کہ ہر سمت سے آرہی ہیں "مسلمانوں سے کیا ہونا ہے"۔ "مسلمانوں سے کچھ نہ ہوگا" یہ کلمات طیبہ ہیں جو وظائف و اوراد کے عوض ہر زبان پر جاری ہیں۔ اور مجاہدانِ ملّت کی ہمت افزائی کے لئے بطور جوش آفرین رجزوں کے مستعمل۔

خدا جانے کون شیطان یہ وحی لے کر اترا تھا۔ کہ اب مسلمانوں کو پنپنے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ بڑھاپے کی انتہا ہو چکی۔ اور اب پیری و ہرم کے بعد موت و عدم کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ جس سے یہ خیال باطل ایمانِ کامل کی طرح ہر دل میں راسخ ہو گیا کہ اب ہمارے واسطے اس ذلت و مسکنت سے شرف قدیم کی طرف کوئی راستہ نہیں رہا۔ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ۔ ان ابلیسی منتروں میں کچھ ایسی سحرِ بابل کی تاثیر تھی کہ دلوں سے آیات الٰہیہ کا اثر یکسر زائل ہو گیا۔ اور لَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ۔ وَ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ کے متعلق جو ایمان تھا کفر سے بدل گیا۔ اور رجاء امید کی جگہ یاس و ناامیدی قائم ہو گئی۔

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ۔ درحقیقت اللہ کی رحمت سے مایوس بھی وہی لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہوں۔ کیونکہ کافروں کی گمراہی کے باعث صرف اپنی طاقت اپنے سامان پر بھروسہ ہوتا ہے۔ جب ہجوم مشکلات و کثرت مصائب کے بالمقابل اپنے آپ کو کم طاقت و کم یراق

دیکھتے ہیں۔ تو امید کی باگ ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مگر مومن کی حالت اس سے مختلف ہے، اس کا اعتماد و توکّل اپنی قوت و قدرت پر نہیں۔ بلکہ اس مالک الملک کی نصرت و اعانت پر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہت ہے، جو اپنے امر پر غالب، اپنے بندوں کے اوپر قاہر، اور ہر شے پر قادر ہے جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے، حکم فرماتا ہے جس نے ہمیشہ اپنے بندوں کی یاوری کی ہے۔ اور ہر زمانے میں اپنے گروہ کو باوصف قلت عدّت اور ضعف قوت کے بڑے بڑے جبّاروں کے جرار لشکروں پر غلبہ بخشتا ہے۔ وہ اُمّت کیوں پژمردہ خاطر ہو۔ جس کی نسبت اس کے رسول اکرمؐ کا ایسا رجا خیز ارشاد حاضر ہو:۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ مَطَرٍ لَایُدْرٰی اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُہٗ کہ میری اُمّت کی مثل مینہ کی مثل ہے۔ کون جانتا ہے کہ اس کا اول اچھا ہو یا آخر۔ اس دینِ مبین کے متبع کیوں ہراساں ہوں جس کے متعلق لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کی بشارت موجود ہو اور اس کے ظہور صادق کا یقین واثق۔ اس جمعیتہ کے اعضاء کیوں ڈھیلے ہوں جس کے اخوان کی تعداد اہل عالم میں چالیس کروڑ سے متزاید ہو۔

یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، وَادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً، وَ اٰمِنُوْا بِالْکِتَابِ کُلِّہٖ، وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ، وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْہَبَ رِیْحُکُمْ، وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ، وَلَا تَیْأَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ وَلَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مِّنْ مُّؤْمِنِیْنَ، وَکُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰہِ

لہ پس اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو، اللہ اور اس کے رسول پر پھر تازہ ایمان لاؤ۔ اور اسلام میں کامل طور پر داخل ہو جاؤ۔ اور پوری کتاب پر ایمان لے آؤ۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو زبان عمل سے کہہ رہے ہیں کہ ہم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہیں، اور دوسرے سے کفر کرتے ہیں۔ اور سب کے سب رسن خدا کو مضبوطی سے تھام لو اور تتر بتر نہ ہو۔ اور آپس میں کشمکش نہ کرو کہ تم میں بزدلی پھیل جائے اور تمہاری ہوا

وَ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ، وَانْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ، وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْا، وَقُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔

حضرات! ضلع جالندھر کی آبادی گزشتہ مردم شماری کے مطابق آٹھ لاکھ دو ہزار نفوس کے قریب ہے۔ جس میں زیادہ تر تعداد مسلمانوں کی ہے۔ اور کل آبادی میں سے فی صدی چار کس تعلیم یافتہ ہیں۔ جن میں کمتر شمار مسلمانوں کا ہے۔

اس عام جہالت کی موجودگی میں قوم کے اندر کسی قسم کی اصلاحی کوشش کا بارور ہونا منجملہ ممتنعات، غیر اسلامی مدارس میں اولاد مسلمہ کا نہ صرف دینی تعلیم اور اسلامی تربیت سے محروم رہنا بلکہ اسلام کش اور غیرت سوز اثرات سے متأثر نکلنا اور بھی دردناک منظر۔ غرض ان حالات اور اسی قسم کے دیگر مقتضیات نے اس جمعیتِ خادمہ کو دیگر مقاصد سے پہلے بنات ملت کی تعلیمی خدمت کی جانب متوجہ کیا اور یہی توجہ اس مدرسے کے اجراء کا باعث ہوئی۔ جو سارے ملک میں اکیلا اور پہلا آپ کا مدرستہ البنات ہے۔ اور سولہ سال کی متواتر کوششوں اور پیہم جانفشانیوں کے بعد کہیں آج آکر اس درجے تک پہنچا ہے۔ اور یکبارگی ایک اعلیٰ سٹاف اور تعمیرات کے گرانبار مصارف کے نیچے اس نازک حالت میں ہے کہ خدانخواستہ ذرا سی تقصیر خدمت اور قلتِ اعانت کی صورت میں خیرباد کہہ جائے۔ جس سے نہ محض یکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا خطرہ۔ نہ کورا محنت برباد گناہ لازم کا اندیشہ۔ بلکہ مستقل بعید تک قومی تحریکات کے سکون کا خوف بھی دامن گیر ہے۔

یہ ڈر بھی ہے کہ دلِ زندہ تو نہ مرجائے ✤ کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

اُکھڑ جائے۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور سستی نہ دکھاؤ۔ اور غم نہ کھاؤ کہ بشرط ایمان سرداری و برتری تمہارا ہی حق ہے۔ اور اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اور اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کریگا۔ اور تمہارے قدم جمادیگا۔ اور ہلکے اور بوجھل نکل پڑو۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے کوشش کرو۔ اور اللہ ہی پر توکل کرو۔ اور کہو اللہ ہمیں کافی ہے۔ اچھا کارساز، بہتر مولا، اور خوب مددگار۔ جو اللہ پر توکل رکھے۔ پس وہی اسے کافی ہے ✤

حضرات! اقوام عالم میں اپنی اپنی بقاء و ثبات کے لئے ایک عام تنازع اور کشمکش جاری ہے اور ہر قوم اپنی حیات و قیام کے اسباب کی گرد آوری اور فراہمی میں سرگرم جہد و کوشش و بقول مولانا حالی

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں تدارک + قومیں وہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں
گھڑیال اور مگرمچھ ہیں ان کو نگلنے جاتے + دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتواں ہیں

امم عالمہ، امم جاہلہ کو صنعت، حرفت، زراعت، تجارت غرض ہر میدان میں شکست فاش دے رہی ہیں۔ قوت علم کے سامنے کوئی طاقت پاؤں جمانے کی تاب نہیں لاتی۔ اور ابنائے وطن آپ کے گردوپیش جس عنصر کے ساتھ اس قوت سے مستظہر ہو رہے ہیں وہ بھی پوشیدہ نہیں اور ارشاد نبوی ہے۔ کہ مَنْ قَاتَلَ فَلْیُقَاتِلْ کَمَا یُقَاتَلُ۔ یعنی اگر کوئی شخص لڑے تو اسے چاہئے کہ لڑائی کا وہی ڈھنگ اختیار کرے جو اس کے برخلاف مستعمل ہو۔ بنابریں اگر آپ کو بھی برادران وطن کے ہمدوش ایک زندہ و باعزت قوم کا فرد بن کر رہنا ہے۔ اور نیچا دیکھنا منظور نہیں، تو جہاں تک ہوسکے آپ بھی اس قوت یعنی قوت علمیہ کے حصول میں ساعی رہیں اور اَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ کے فریضہ سے ایک دم ساہی نہ ہوں۔ اور

سنبھلیں وگرنہ رہنا یہاں اسطرح پڑیگا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

حضرات! ہمارے لئے اس قوت کے بہترین مخازن وہ مدارس ہیں جن میں علوم حاضرہ کی اطمینان بخش تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیم کا بھی کافی انتظام ہو۔

اسی لحاظ سے انجمن نے آپ کے مدرسۃ البنات کی دینی و دنیوی تعلیمات کے نصاب و عملہ کے متعلق جو بند و بست کیا ہے، اس کا اندازہ آپ بزرگان ملت کی آراء سے فرما چکے ہیں۔ اس لئے اب ہر فرزند امت کا فرض ہونا چاہئے کہ اپنی قومی تعلیم گاہ کی اعانت میں حتی الوسع کوشش کرتا رہے۔ اور اس کو اپنے صدقات و تبرعات کا اولین و اہم مصرف سمجھے۔ کہ یہ وہ درس گاہ ہے جہاں اس کی قوم کے بچے ہر روز عام تعلیم کے علاوہ قرأت و تفسیر اور فقہ و حدیث کی بھی حسب ضرورت

تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور یومیہ کلام الٰہی کے دروس و مواعظ سے بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ لان یھدی اللہ بک رجلاً واحداً خیر لک من حمر النعم کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت بخش دے۔ تو تجھے شتران سرخ سے بہتر ہے۔

تو کیسا خوش نصیب! اور کیا ہی سعادتمند ہے، وہ ذی مروت، جس کی اعانت سے مالی ہو، یا قالی، قدمی ہو، یا قلمی، ہزاروں فرزندانِ ملت، اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ دینی ارکان فرائض کے پابند، اور کسب معاش کے قابل ہو کر نکلیں۔

پس

اے خداوندِ نعمت و خزینہ دار ثروت! جو کچھ تو بھڑکدار جوڑوں، تازی عراقی گھوڑوں عالیشان مکانوں اونچی اونچی دکانوں، میٹھے سلونے کھانوں، زیب و زینت کے سامانوں پر خرچ کرتا، اور عیش و نشاط کے جلسوں، فرحت و انبساط کے جشنوں، شواہد کے رقصوں، اور تھیٹر کے تماشوں اڑاتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا، ذرا سا، قلیل سا، حقیر سا، نم از یم، غیض از فیض۔ اندک از بسیار، مشتے از خروار، دانہ از انبار، مسلم بچوں کی تعلیم کے لئے بھی۔

اوروں کی طرف پھینکے ہے گل بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اے متخرج باکمال! متنورِ خوش اقبال!! تہذیب جدید کے چشم و چراغ!!! نئی روشنی کے مشعل بردار!!!! ایک نگاہِ عنایت، ایک نظر شفقت، ایک لمعہ عطا، ایک لمحہ سخا۔ ان درویشان دلریش، دل ریشانِ خاطر پریش خاطر پریشان ہم کیش پر بھی، جو وحشت کے تاریک ویرانوں میں بھٹکتے۔ ہمجیت کے سیاہ تہ خانوں میں سر پٹکتے۔ جہل کے ظلمتناک جنگلوں میں حیران، اور غشم کے تیرہ و تار غاروں میں سرگرداں ہیں۔

قربان نگاہِ تو شوم نیم نگاہے

اے خواجۂ عشرت پرست و منعم تنعم مست!! مترف عیش کوش و مسرف بادہ نوش!! اپنے خوان الوان، مائدہ بیکران، اطعمۂ گوناگوں، اشربۂ بوقلموں، لحوم مشویہ، طیریہ وسمکیہ، حلویات معسلہ لوزینجات معنبرہ، فالوذجات مزعفرہ، مشروبات معطرہ، مربہائے شیریں، خورش ہائے ترش سے ایک لوائے نوال، ایک پیالۂ زلال، ان بدقسمتوں کو بھی، جن کے دہن فاقہ علم کی شدت سے باز۔ اور زبانیں عطش دانش کی حدت سے آویزاں ہیں؛ وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ

اے خاتونِ خوش جمال! حسینۂ مہر تمثال!! عفیفۂ حور مثال!!! اپنے محلیٰ ثمینہ، منسوجات جمیلہ، ملابسِ فاخرہ میں سے، کچھ اُترن پُترن، اپنے پیارے رسولؐ کی ننھی اُمت کو حلیہ تعلیم سے مزین کرنے کے لئے بھی عطا کر کہ تیرے حسن کا سچا زیور صرف احسان ہے۔ اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔

با خلق کرم کن کہ خدا با تو کرم کرد

اے ساکنِ بُرجِ مُشَیَّد! وائے قاطنِ صرحِ مُمَرَّد!! یہ مسکنِ رفیع۔ یہ مصنع منیع، یہ قصرِ معلّیٰ۔ یہ طارمِ اعلیٰ۔ باعثِ حیا ہے، موجب شرم ہے، علتِ ننگ ہے، علامتِ آزرم ہے، تا وقتیکہ فرزندانِ قوم کی تعلیم کے لئے قومی درس گاہ کا کاخِ فراخ تعمیر نہ ہو لے۔ جنکو دانش آموزی کے واسطے آج اپنا کوئی گھروندا بھی نصیب نہیں۔

اُس اضطراب و اضطرار کے وقت کہ جان کنی کے بھونچال سے خانۂ تن کی اینٹ سے اینٹ بج رہی ہوگی، یہ تمام کوشک وایوان، محض حسرت و ارمان کے سامان رہ جائیں گے۔ اور بجز ان عمارتوں کے، جن کی تاسیس رفاہِ ملت و تعزیز اُمت کی بنا پر ہو، ان میں سے کوئی بھی مسافر روح پر تسلی و اطمینان کی چھاؤں ڈالنے والا نہ ہوگا۔

دیدم بریں رواقِ مُقرنس کتابہ — بر لوحِ لاجورد نبشتہ زمشکِ ناب
ہر خانہ کہ داخل ایں کاخ ازرق است — گر صد ہزار سال بہ ماند شود خراب

جائے دگر گزین و بناکن تو خانۂ کش خوفِ انہدام نباشد بہیچ باب

آج اس مدرسۃ البنات کی عمارتیں جو تیرے سامنے زیر تعمیر ہیں اگر خدا تجھے توفیق دے، تو مالی و بدنی اعانت کا ان سے بہتر مقام اور برمحل موقع اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ وہ عمارتیں ہیں جو ہماری گزشتہ پس افتادگی کا مداوا، کوتاہی کا چارہ، اور درماندگی کا علاج ہو سکیں۔

یہ وہ عمارتیں ہیں، جو ہماری نیکنامی کی وجہ، حیات کا ثبوت، اجتماع کا سبب، اور عزت کا نشان ٹھہریں۔

یہ وہ عمارتیں ہیں، جو مسلمانانِ ملک کے قومی کارناموں کا دیباچہ، ان کا اولین دانشکدہ اور بہترین باقیۂ صالحہ بنیں۔

یہ وہ عمارتیں ہیں، جو اس کلنک کے ٹیکے کو مٹادیں جو ہماری مسلم آبادی کے ماتھے پر تعلیمی غفلت کے رنگ میں آجتک نمایاں ہے۔

یہ وہ عمارتیں ہیں، جنکے احاطے سے دخترانِ ملتِ اسلامیت صادقہ کی روح سے زندگی پاکر نکلا کرینگی
یہ وہ عمارتیں ہیں، جن کی بنا میں کوئی اینٹ لگانا گویا قومی شرف کے تاج میں سچا موتی ٹکانا ہے۔
یہ وہ عمارتیں ہیں، جن پر زر صرف کرنا قصر فردوس کی نیو دھرنا ہے۔

اے نانجوئے سعادت پژدہ و جاہ طلب دارا شکوہ! سعادت یہ نہیں کہ قوم و قبیلے کے چھپر اور خس پوش جھونپڑوں، برادرانِ دین کے کاشانوں اور گھونسلوں میں تیرے دولتخانے، عشرتکدے عیش منزل اور رنگ محل کے کنگرے آسمان سے باتیں کر رہے ہوں۔

سعادت یہ نہیں ہے کہ ننگے لنگوٹے، برہنہ سر، عریاں بدن، سادہ لباس ابنائے جنس میں تو کلہ گوشۂ ناز شکن، دامنِ افتخار کشاں، دیبقی و دیبا پوش اکڑتا مکڑتا پھرے۔

سعادت یہ نہیں کہ تو صبا سیر برق رفتار سواریوں پر شانِ تجمل کے ساتھ نکلے اور سائیس تیرے غریب و شکستہ پا اخوانِ ملت کو دور باش کی للکاروں اور طرۂ قوّا کی ہنکاروں سے ہٹاتا جائے

سعادت یہ نہیں کہ تو تنگ دستوں کے غول، فاقہ مستوں کے ٹھٹ، خستہ حالوں کے غٹ

ستہ بالوں کے جھرمٹ میں، نشاط سے جھومتا، طرب سے ناچتا، خوشی سے گاتا پھرے۔

کہ گر خلق از نیستی شد ہلاک
مرا ہست بط را ز طوفاں چہ باک

بلکہ سعادت وہ ہے کہ تیرے اموالِ صالحہ، حاجات ملت کے لئے وقف اور مہمات دین کے سطے سبیل ہوں۔ کلیات و مدارس کے اوضات (کمروں) میں تیرے اسم سامی کے کتبے منصوب ں۔ طلبہ کے وظائف تیرے نام نامی سے موسوم۔ اور جوائز و انعامات تیرے لقب گرامی سے مقسوم ں۔ انجمنوں کے سالنامے، روزناموں کے کالم، جرائد کے صفحات، تری داد و دہش کی داستانوں ے معمور نکلیں۔ مجالس و محافل، مجامع و نوادی تیرے تبرعات و صدقات کے اذکار سے معطر ں۔ اور اس احسان عام و اعطاءِ دوام نے ہر دل کو تیری محبت کا آشیانہ، اور ہر جان کو ی مودت کا کاشانہ بنا رکھا ہو۔ ہر راہ میں تیری تعظیم اور ہر منزل پر تیرا استقبال ہو۔ ہر لب خیر طلب، اور ہر زبان تیری ثنا خواں رہے۔

پھر اس عیشِ حمید کے بعد جب تیرے انتقال و وصال کا ناگزیر وقت قریب آجائے تو رضا و لیم کی ضیا اور تسلی و اطمینان کا نور تیرے پاک چہرے پر جلوہ گستر ہو۔ اور جب تیرے اعمال صالح صور مثالیہ تیرے سامنے ظاہر ہو جائیں۔ تو تو ان میں ایک طرف ان مدارس و کلیات، مساجد معابد کو دیکھے جن کی بنائے تعمیر میں تو شریک تھا۔ ایک سمت ان یتیمی و مساکین، عجائز و ارامل جماعت کو جو تیرے صدقات سے بہرہ اندوز تھیں۔ اور ایک جانب ان طلبۂ مدارس کی صفوف کو جو تیری فیض رسانیوں سے فیضیاب رہے۔ اور پھر جب تو دیکھے کہ ان ابنیہ و اشخاص کی وساطت سے تیرے فیوض کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ آخر تک جاری ہے اور تیرے بذرِ انفاق کا ثمرۂ مبارکہ تخم بہ تخم اور شاخ در شاخ قیامت تک پھیلتا چلا جاتا ہے، تو اپنے اجر کو اس طرح مضاعف، مسلسل اور غیر ممنون پا کر تیری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہے، اور تیری روح پاک خوشبو وشر و فرشتوں کے ساتھ رَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنّٰتُ نَعِیْمٍ کے مژدے اور اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ

کے ترانے سُنتی اپنے مقام سرور و مستقرِ حبور کی طرف پرواز کر جائے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اِدھر اخبارات تیری موت کا پیغام تمام ملک کو پہنچاویں۔ شہر بشہر تیرا ماتم ہو۔ دیہہ بدیہہ تیرا سوگ ہو۔ جابجا عزاداری کے جلسے ہوں۔ مدرسے مقفل ہو جائیں، کالج بند، نالے اُٹھیں، آنسو بہیں، آہیں نکلیں۔ ہر شیخ و شاب، تیری مرگ کے اندوہ میں بیتاب ہو۔ پردگیان سرا پردہ عفت، مخدرات حرم سرائے عصمت بھی غائبانہ تیرے غم میں آٹھ آٹھ آنسو روئیں، یتیم کو اب رحیم کی وفات سے بڑھ کر تیرے فراق کا صدمہ ہو، اور بیوائیں اندھیری راتوں میں بچشم گریاں تیری مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

ھٰذِی السعادۃ لا ثوبان من عدن
خیطا قمیصا فصارا بعد اسمالا
تلک المناقب لا قعبان من لبن
شیبا بماءٍ فعادا بعد ابوالا

یہ ہے سعادت، اور یہ ہے منقبت، نہ جامہائے عدنی و جامہائے لبنی۔ کہ ان کا آغاز موت ہے اور ان کا انجام موت۔

یاد داری کہ وقت زادنِ تو ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مُردنِ تو ہمہ گریاں بوند تو خنداں

عبدالحق عباس

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام اسلام

جالندھر شہر

القسم الثانی

روضۃ الاطفال

مدیر: محمد احمد خان ذاکر

اَلْبَرَاعِيمُ الْبَاسِمَةُ

اَلْبُرْعُومَةُ السَّابِعَةُ

وہ تھا : (هُوَ) كَانَ -	سَيَكُوْنُ : وہ ہوگا -
وہ تھی : (هِيَ) كَانَتْ -	سَتَكُوْنُ : وہ ہوگی -
وہ (دو) تھے : (هُمَا) كَانَا -	سَيَكُوْنَانِ : وہ (دو) ہونگے -
وہ (دو) تھیں : (هُمَا) كَانَتَا -	سَتَكُوْنَانِ : وہ (دو) ہونگی -
وہ (دو سے زائد) تھے : (هُمْ) كَانُوْا -	سَيَكُوْنُوْنَ : وہ (سب) ہونگے -
وہ (" ") تھیں : (هُنَّ) كُنَّ -	سَيَكُنَّ : وہ (سب) ہونگی

(١) كَانَ الْوَلَدُ هُنَا مَعَ كَلْبٍ كَبِيْرٍ .

(٢) كَانَتِ الْبِنْتُ هُنَاكَ مَعَ الْقِطَّةِ اللَّطِيْفَةِ .

(٣) سَعِيْدٌ وَ رَشِيْدٌ كَانَا هُنَا .

(٤) مَرْيَمُ وَ اٰسِيَةُ كَانَتَا هُنَاكَ .

(٥) سَعِيْدٌ وَ رَشِيْدٌ وَ جَمِيْلٌ كَانُوْا عَلَى الْحَصِيْرِ .

(٦) سَعِيْدَةُ وَ رَشِيْدَةُ وَ جَمِيْلَةُ كُنَّ فَوْقُ .

(٧) هُوَ سَيَكُوْنُ مَعَهَا .

(٨) هِيَ سَتَكُوْنُ مَعَهُ .

(۹) هُمَا سَيَكُونَانِ فِي الْبَيْتِ .
(۱۰) هُمَا سَتَكُونَانِ فِي الْمَدْرَسَةِ .
(۱۱) هُمْ سَيَكُوْنُوْنَ مَعَ رَشِيْدٍ .
(۱۲) هُنَّ سَيَكُنَّ مَعْ زَيْنَبَ .

تمرین ۷ :-

(۱) یہاں کتے کے ساتھ کون تھا؟ (۲) وہاں بلی کے ساتھ کون تھی ؟
(۳) وہ (دونوں) کہاں تھے ؟ (۴) وہ دونوں کسکے ساتھ (مَعَ مَنْ) تھیں ؟
(۵) عاصم ہاشم اور قاسم میرے ساتھ (مَعِي) تھے ۔ (۶) مریم شریفا ور زینب اندر تھیں
(۷) وہ گھر میں ہوگا ۔ (۸) وہ مدرسہ میں ہوگی ۔
(۹) زید اور بکر باہر ہونگے ۔ (۱۰) حمیدہ اور رشیدہ گھر ہونگی ۔
(۱۱) وہ (سب) اسکے ساتھ ہونگے ۔ (۱۲) وہ چٹائی پر ہونگی ۔

اَلْبُرْعُوْمَةُ الثَّامِنَةُ

كُنْتَ : تُو تھا ۔ سَتَكُوْنُ : تو ہوگا ۔ تَكُوْنُ : تو ہوتا ہے ۔
كُنْتِ : تُو تھی ۔ سَتَكُوْنِيْنَ : تو ہوگی ۔ تَكُوْنِيْنَ : تو ہوتی ہے ۔
كُنْتُمَا : تم (دونو) تھے ۔ سَتَكُوْنَانِ : تم دونو ہونگے تَكُوْنَانِ : تم دو ہوتے ہو ۔
〃 : تم (دونو) تھیں ۔ 〃 : تم دونو ہونگی 〃 : تم دو ہوتی ہو
كُنْتُمْ : تم (سب) تھے ۔ سَتَكُوْنُوْنَ : تم سب ہوگے تَكُوْنُوْنَ : تم سب ہوتے ہو ۔
كُنْتُنَّ : تم (سب) تھیں ۔ سَتَكُنَّ : تم سب ہوگی ۔ تَكُوْنِيْنَ : تم ہوتی ہو ۔
اَمْسِ : (پچھلی) کل ۔ غَدًا : (اگلی) کل ۔

(۱) اَیْنَ کُنْتَ اَمْسِ ؟　(۲) اَیْنَ کُنْتِ اَمْسِ ؟
(۳) اَیْنَ کُنْتُمَا ؟ یَا اَیُّهَا الْوَلَدَانِ ؟
(۴) اَیْنَ کُنْتُمَا ؟ یَا اَیَّتُهَا الْبِنْتَانِ ؟
(۵) هَلْ کُنْتُمْ هٰهُنَا ؟　(۶) هَلْ کُنْتُنَّ مَعَهُنَّ ؟
(۷) هَلْ تَکُوْنُ مَعَهُ ؟　(۸) اَنْتَ سَتَکُوْنُ مَعَهُمَا.
(۹) هَلْ تَکُوْنِیْنَ مَعَ زَیْنَبَ ؟
(۱۰) سَتَکُوْنِیْنَ مَعَ مَرْیَمَ.
(۱۱) اَیْنَ تَکُوْنَانِ ؟　(۱۲) سَتَکُوْنَانِ مَعِی .
(۱۳) هَلْ کُنْتُمْ فِی الْمَدْرَسَةِ اَمْسِ ؟
(۱۴) سَتَکُوْنُوْنَ مَعَنَا غَدًا .

تمرین ۸ :-

(۱) تو کل کس کے ساتھ تھی ؟　(۲) تو کل کس کے ساتھ ہوگا ؟
(۳) اے دو لڑکو! تم کل کہاں تھے ؟　(۴) کیا تم دونو کل یہاں تھیں ؟
(۵) تو کل کس کے ساتھ تھا ؟　(۶) فاطمہ! کیا تُو چارپائی پر تھی ؟
(۷) تم دونوں چارپائی پر تھیں۔　(۸) وہ سب بیل کے قریب تھے۔
(۹) تم (جمع) کل مدرسہ میں ہوگے۔

اَلْبُرْعُوْمَةُ التَّاسِعَةُ

کَلْبٌ : کتا + کِلَابٌ : کتے	بِنْتٌ - بَنَاتٌ
قِطٌّ : بلا + قِطَاطٌ : بلے	حَصِیْرٌ - حُصُرٌ
فَارٌ : چوہا + فِیْرَانٌ : چوہے	وَلَدٌ - اَوْلَادٌ

ثَوْرٌ : بیل + ثِیْرَانٌ	سَرِیْرٌ - سُرُرٌ
دِیْكٌ : مرغا + دُیُوْكٌ : مرغے	بَیْتٌ - بُیُوْتٌ
فَرْخٌ : چوزا + فُرُوْخٌ : چوزے	مَدْرَسَةٌ - مَدَارِسُ
كِتَابٌ + كُتُبٌ	قَلَمٌ - اَقْلَامٌ

عَلٰی : پر

---

(۱) اَلْاَوْلَادُ هُنَا . (۲) اَلْاَوْلَادُ كَانُوْا هُنَا .

(۳) اَلْبَنَاتُ هُنَا . (٤) اَلْبَنَاتُ كُنَّ هُنَا .

(۵) اَلْبَنَاتُ كُنَّ عَلٰی سُرُرٍ . (۶) اَلْفِیْرَانُ فِی الْبُیُوْتِ .

(۷) اَلْكُتُبُ فِی الْمَدَارِسِ .

(۸) اَلدُّیُوْكُ كَانَتْ هُنَاكَ مَعَ الْفُرُوْخِ .

(۹) اَلْاَقْلَامُ بِجَانِبِ الْكُتُبِ .

(۱۰) اَلْبِنْتُ كَانَتْ مَعَ الْبَنَاتِ .

(۱۱) سَتَكُوْنُ مَعَ الْاَوْلَادِ عَلَی السَّرِیْرِ .

تمرین ۹ :-

(۱) کتابیں یہاں ہیں - (۲) قلم وہاں ہیں -

(۳) تم کہاں ہوتے ہو ؟ (۴) تم کہاں ہونگی ؟

(۵) تو چٹائی پر کتے کے ساتھ تھی - (۶) چوہے کتابوں کے پاس ہیں -

(۷) بلے کہاں ہیں ؟ (۸) بلے چٹائیوں پر چارپائیوں کے پاس ہوتے ہیں -

اَلْبُرْعُوْمَةُ الْعَاشِرَہ

وَلَدٌ وَلَدَانِ -
بِنْتٌ بِنْتَانِ -
قِطٌّ قِطَّانِ -
كِتَابٌ كِتَابَانِ -
قَلَمٌ قَلَمَانِ -

هُمَا : وہ دو (نر یا مادینیں) -
اَنْتُمَا : تم دو (مذکر یا مؤنث) -
نَحْنُ : ہم دو (مذکر یا مؤنثیں) -
هُمَا : ان دونو کا -
كُمَا : تم دونو کا -
نَا : ہم دونو کا -

(۱) اَلْوَلَدَانِ مَعَهُمَا ثَوْرَانِ .
(۲) اَلْبِنْتَانِ مَعَهُمَا كِتَابَانِ .
(۳) اَلْقِطَّانِ مَعَهُمَا فَارَانِ .
(٤) هَلْ مَعَكُمَا دِيْكَانِ .
(۵) يَا بِنْتَانِ هَلْ مَعَكُمَا قَلَمَانِ .
(٦) مَعَنَا فَرْخَانِ وَ دِيْكَانِ .
(۷) اَلْحَصِيْرَانِ بِجَانِبِ الثَّيْرَانِ .

تمرین ۱۰ :- عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) ان دونوں کے پاس دو گھر ہیں - (۲) دو لڑکے اور دو لڑکیاں وہاں تھیں -
(۳) وہ دو دو چٹائی پر تھے - (۴) دو قلم یہاں تھے - دو کتابیں وہاں تھیں
(۵) میں یہاں کتابوں کے پاس ہوں - (۶) اسکی کتاب میرے قلم کے پاس تھی -
(۷) میرا گھر اسکے گھر کے پاس تھا - (۸) وہ سب یہاں کتابوں اور قلموں کے ساتھ ہیں -

اَلْبُرْعُوْمَةُ الْحَادِيَةَ عَشَرَ

هُمْ : ان سب نے۔ وہ سب (نر)۔ اُن کو۔ اُن کا۔
هُنَّ : ان سب نے۔ وہ سب (مؤنث)۔ اُن کو۔ اُن کا۔
اَنْتُمْ : تم سب (مذکر)۔ تم سب نے۔
كُمْ : تم کو (مذکر)۔ تمھارا۔
اَنْتُنَّ : تم (مؤنث)۔ تم نے + كُنَّ : تم (مؤنثوں) کو۔ تمھارا۔
نَحْنُ : ہم۔ ہم نے + نَا : ہم کو۔ ہمارا۔

(۱)

(۱) هُمْ مَعَهُمْ . (۲) هُنَّ مَعَهُنَّ .
(۳) اَنْتُمْ مَعَنَا . (۴) نَحْنُ مَعَكُمْ .
(۵) اَنْتُنَّ مَعَهُنَّ . (۶) هُنَّ مَعَكُنَّ .
(۷) نَحْنُ مَعَكُنَّ (۸) اَنْتُنَّ مَعَنَا .

(۲)

جَمِيْعٌ : تمام۔ سب + عَجُوْزٌ : بوڑھا + كَبِيْرٌ : بڑا۔ بوڑھا
قَدِيْمٌ : پرانا + فَاْسٌ : کلھاڑا

(۱) اَنَا هُنَا بِقُرْبِ الْكُتُبِ . (۲) نَحْنُ جَمِيْعُنَا هُنَا عَلَى الْحَصِيْرِ . (۳) سَنَكُوْنُ جَمِيْعُنَا هُنَاكَ . (۴) كَانُوْا جَمِيْعُهُمْ هُنَا مَعَ الْكُتُبِ وَ الْاَقْلَامِ . (۵) هَلِ الْكُتُبُ جَمِيْعُهَا هُنَا . (۶) اَنَا هُنَا وَ هُوَ هُنَاكَ . (۷) هِيَ هُنَاكَ وَ هُمْ هٰهُنَا . (۸) نَكُوْنُ

جَمِيْعُنَا هٰهُنَا . (۹) هَلْ كُنْتُمْ هُنَا مَعَ الْاَوْلَادِ .
(۱۰) اَلْكَلْبُ الْكَبِيْرُ . (۱۱) ثَوْرٌ عَلٰى حَصِيْرٍ قَدِيْمٍ .
(۱۲) كِتَابٌ كَبِيْرٌ بِقُرْبِ الْفَأْسِ .

تمرین ۱۱ : عربی میں ترجمہ کرو :-

(۱) میں یہاں ہوں ، تم وہاں ہو۔ (۲) ہم سب لڑکوں کے ساتھ چٹائی پر ہیں۔
(۳) سیانا لڑکا وہاں کتابوں کے پاس ہے۔ (۴) ہم سب وہاں ہونگے۔
(۵) وہ سب قلموں کے پاس ہیں۔ (۶) کیا سب بچے وہاں ہیں۔
(۷) کیا تم وہاں ہو ؟ (۸) اچھی لڑکی وہاں بلی کے ساتھ تھی۔
(۹) وہ سب بچوں کے ساتھ تھی۔ (۱۰) سب لڑکیاں یہاں تھیں۔
(۱۱) کیا تم وہاں لڑکیوں کے ساتھ تھے ؟ (۱۲) کتابیں اور قلم لڑکوں کے ساتھ تھے۔
(۱۳) بڑا کتا۔ (۱۴) کیا بیل بڑا تھا ؟ (۱۵) بڑی لڑکی۔
(۱۶) کتابیں بڑی بڑی اور پرانی ہیں ؟ (۱۷) تم بھلے لڑکے ہو۔

مسکراتی کلیاں

تنبیہ : اکتوبر ۱۹۴۲ء کے روضۃ الاطفال میں تحت عنوان بالا اسباق کا ترجمہ تو دے دیا گیا تھا، لیکن اردو سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے جو تمرینات دی گئی تھیں وہ رہ گئی تھیں۔ اسلئے اس پرچہ میں تازہ تمرینات کے ساتھ پرانی تمرینات کا عربی ترجمہ بھی پیش کیا جاتا ہے

تمرین ۱ :-

(۱) هُوَ فَوْقُ . (۲) هُوَ تَحْتُ . (۳) هِيَ دَاخِلًا . (۴) هِيَ فِي الْخَارِجِ . (۵) هِيَ فِي الدَّاخِلِ اَوْ فِي الْخَارِجِ . (۶) هُوَ اَوْ هِيَ فِي الدَّاخِلِ .

تمرین ۲ :-
(۱) هَلْ هُوَ خَارِجًا . (۲) لَا ، هُوَ فَوْقُ . (۳) هَلْ هُوَ دَاخِلًا ؟ (۴) لَا ، هُوَ تَحْتُ . (۵) اَيْنَ هُوَ ؟ (۶) هُوَ بِجَانِبِهٖ

تمرین ۳ :-
(۱) كَلْبٌ وَ كَلْبَةٌ . (۲) اَلْكَلْبَةُ مَعَ الْفَارَةِ . (۳) هُوَ كَلْبٌ . (۴) قِطَّةٌ بِجَانِبِ فَارٍ . (۵) اَلْقِطُّ وَ الْفَارُ . (۶) هِيَ كَلْبَةٌ .

تمرین ۴ :-
(۱) دِيْكٌ وَ دَجَاجَةٌ . (۲) فَرْخَةٌ مَعَ دَجَاجَةٍ (۳) دَجَاجَةٌ مَعَ فَرْخَةٍ . (۴) اَلْفَرْخَةُ عَلَى الثَّوْرِ . (۵) اَلدَّجَاجَةُ عَلَى الْبَقَرَةِ . (۶) هُوَ دِيْكٌ كَبِيْرٌ . (۷) هِيَ فَرْخَةٌ صَغِيْرَةٌ . (۸) اَلْفَرْخَةُ الصَّغِيْرَةُ بِجَانِبِ الدَّجَاجَةِ الْكَبِيْرَةِ . (۹) اَلْبَقَرَةُ فِي الدَّاخِلِ اَوِ الثَّوْرُ .

تمرین ۵ :-
(۱) هَلْ هُوَ دِيْكٌ اَمْ دَجَاجَةٌ . (۲) هَلِ الْقِطُّ لَطِيْفٌ . (۳) اَكَانَ الْوَلَدُ ظَرِيْفًا ؟ (۴) اَكَانَتِ الْبِنْتُ صَغِيْرَةً . (۵) اَلْبِنْتُ عَلَى السَّرِيْرِ . (۶) اَلْبِنْتُ الصَّغِيْرَةُ مَعَ الْوَلَدِ الصَّغِيْرِ عَلَى السَّرِيْرِ . (۷) اَلْفَرْخَةُ فَوْقُ . (۸) اَلدِّيْكُ تَحْتُ . (۹) اَ هُوَ كَبِيْرٌ اَمْ صَغِيْرٌ .

تمرین ۶ :-
(۱) اَيْنَ قَلَمِي . (۲) قَلَمُكَ هُنَاكَ . (۳) مَنْ فِي الدَّارِ ؟ (۴)

فِی الْبَیْتِ کَلْبٌ وَ قِطٌّ وَ دِیْکٌ . (۵) کِتَابُکَ وَ قَلَمُکَ فِی بَیْتِیْ . (۶) مَنْ هُوَ عَلَی الْحَصِیْرِ ؟

ساتویں کلی

عربی جملوں کا اردو ترجمہ :-

(۱) لڑکا یہاں ایک بڑے کتے کے ساتھ تھا - (۲) لڑکی وہاں نفیس بلی کے ساتھ تھی (۳) سعید اور رشید وہاں تھے -(۴) مریم اور آسیہ وہاں تھیں - (۵) سعید، رشید اور جمیل چٹائی پر تھے - (۶) سعیدہ ، رشیدہ اور جمیلہ اُوپر تھیں - (۷) وہ اس کے ساتھ ہوگا - (۸) وہ اس (مرد) کے ساتھ ہوگی - (۹) وہ دونوں گھر میں ہونگے -(۱۰) وہ دونوں مدرسے میں ہونگی - (۱۱) وہ (سب) رشید کے ساتھ ہونگے - (۱۲) وہ سب زینب کے ساتھ ہونگی-

تمرین ۷ :- (۱) مَنْ کَانَ هُنَا مَعَ الْکَلْبِ ؟ (۲) مَنْ کَانَتْ هُنَاکَ مَعَ الْقِطَّةِ . (۳) اَیْنَ کَانَا ؟ (۴) مَعَ مَنْ کَانَتَا . (۵) عَاصِمٌ وَ هَاشِمٌ وَ قَاسِمٌ کَانُوْا مَعِی . (۶) مَرْیَمُ وَ شَرِیْفَةُ وَ زَیْنَبُ کُنَّ فِی الدَّاخِلِ . (۷) سَیَکُوْنُ فِی الْبَیْتِ . (۸) سَتَکُوْنُ فِی الْمَدْرَسَةِ . (۹) زَیْدٌ وَ بَکْرٌ سَیَکُوْنَانِ فِی الْخَارِجِ . (۱۰) حَمِیْدَةُ وَ رَشِیْدَةُ سَتَکُوْنَانِ فِی الْبَیْتِ . (۱۱) سَیَکُوْنُوْنَ مَعَهُ . (۱۲) سَیَکُنَّ عَلَی الْحَصِیْرِ.

آٹھویں کلی

اردو ترجمہ :-

(۱) توکل کہاں تھا ؟ (۲) توکل کہاں تھی ؟ (۳) تم کہاں تھے ؟ اے دو لڑکو ! (۴) تم کہاں تھیں، اے دو لڑکیو ! (۵) کیا تم (سب) یہاں تھے ؟ (۶) کیا تم

(سب) ان (سب عورتوں) کے ساتھ تھیں۔ (۷) کیا تو اسکے ساتھ ہوتا ہے؟
(۸) تو ان دونوں کے ساتھ ہوگا۔ (۹) کیا تو زینب کے ساتھ ہوتی ہے؟ (۱۰) تو مریم کے ساتھ ہوگی۔ (۱۱) تم دونوں کہاں ہوتے ہو؟ (۱۲) تم دونوں میرے ساتھ ہوگے (۱۳) کیا تم کل مدرسے میں تھے؟ (۱۴) تم (سب) کل ہمارے ساتھ ہوگے۔

تمرین ۸ :- (۱) مَعَ مَنْ كُنْتِ اَمْسِ ؟ (۲) مَعَ مَنْ سَتَكُوْنُ غَدًا. (۳) اَيْنَ كُنْتُمَا ؟ اَيُّهَا الْوَلَدَانِ ! (۴) هَلْ كُنْتُمَا هُنَا اَمْسِ ؟ (۵) مَعَ مَنْ كُنْتَ اَمْسِ ؟ (۶) هَلْ كُنْتِ عَلَى السَّرِيْرِ يَا فَاطِمَةُ ؟ (۷) كُنْتُمَا عَلَى السَّرِيْرِ. (۸) كَانُوْا بِجَانِبِ الثَّوْرِ. (۹) سَتَكُوْنُوْنَ فِي الْمَدْرَسَةِ غَدًا.

نویں کلی

اردو ترجمہ :- (۱) لڑکے یہاں ہیں۔ (۲) لڑکے یہاں تھے۔ (۳) لڑکیاں یہاں ہیں۔ (۴) لڑکیاں یہاں تھیں۔ (۵) لڑکیاں چارپائی پر تھیں۔ (۶) چوہے گھروں میں ہیں۔ (۷) کتابیں مدرسوں میں ہیں۔ (۸) مرغے وہاں چوزوں کے ساتھ تھے (۹) قلم کتابوں کے پاس تھے۔ (۱۰) لڑکی لڑکیوں کے ساتھ تھی۔ (۱۱) تو لڑکوں کے ساتھ چارپائی پر ہوگا۔

تمرین ۹ :- (۱) اَلْكُتُبُ هُنَا. (۲) اَلْاَقْلَامُ هُنَاكَ. (۳) اَيْنَ تَكُوْنُوْنَ. (۴) اَيْنَ سَتَكُنَّ ؟ (۵) كُنْتِ عَلَى الْحَصِيْرِ مَعَ الْكَلْبِ. (۶) اَلْفِيْرَانُ بِجَانِبِ الْكُتُبِ (۷) اَيْنَ الْقِطَاطُ ؟ (۸) اَلْقِطَاطُ تَكُوْنُ بِجَانِبِ السُّرُرِ عَلَى الْحُصُرِ.

دسویں کلی

اردو ترجمہ :-

(۱) دو لڑکے، ان کے ساتھ دو بیل ہیں = دو لڑکوں کے ساتھ دو بیل ہیں - (۲) دو لڑکیاں، ان کے ساتھ دو کتابیں ہیں - (۳) دو بلوں کے ساتھ دو چوہے ہیں - (۴) کیا تم دونوں کے ساتھ دو مرغے ہیں - (۵) اے دو لڑکیو! کیا تمھارے پاس دو قلم ہیں؟ (۶) ہمارے پاس دو چوزے اور دو مرغے ہیں - (۷) دو چٹائیاں بلیوں کے پاس ہیں -

تمرین ۱۰ :-

(۱) لَهُمَا بَيْتَانِ . (۲) اَلْوَلَدَانِ وَ الْبِنْتَانِ كَانُوْا هُنَا. (۳) كَانَا عَلَى الْحَصِيْرِ . (۴) اَلْقَلَمَانِ كَانَا هُنَا ، وَالْكِتَابَانِ كَانَا هُنَاكَ . (۵) اَنَا هٰهُنَا بِجَانِبِ الْكُتُبِ . (۶) كَانَ كِتَابُهٗ بِجَانِبِ قَلَمِيْ . (۷) كَانَ بَيْتِيْ بِجَانِبِ بَيْتِهٖ - (۸) هُمْ هُنَا مَعَ الْكُتُبِ وَ الْاَقْلَامِ .

گیارھویں کلی

(۱)

اردو ترجمہ :-

(۱) وہ (مرد) ان (مردوں) کے ساتھ ہیں - (۲) وہ (عورتیں) ان (عورتوں) کے ساتھ ہیں (۳) تم ہمارے ساتھ ہو - (۴) ہم تمھارے ساتھ ہیں - (۵) تم (عورتیں) ان (عورتوں) کے ساتھ ہو - (۶) وہ (عورتیں) تمھارے (یعنی عورتوں کے) ساتھ ہیں - (۷) ہم تمھارے (عورتوں کے) ساتھ ہیں - (۸) تم (عورتیں) ہمارے ساتھ ہو -

(۲)

(۱) میں یہاں کتابوں کے پاس ہوں - (۲) ہم سب یہاں چٹائی پر ہیں - (۳) ہم سب وہاں ہونگے - (۴) وہ سب یہاں کتابوں اور قلموں کے ساتھ تھے - (۵) کیا سب

کتابیں یہاں ہیں۔ (۶) میں یہاں ہوں اور وہ وہاں ہیں۔ (۷) وہ (مؤنث) وہاں ہے اور وہ سب (مذکر) یہاں ہیں۔ (۸) ہم سب یہاں ہوتے ہیں۔ (۹) کیا تم (سب) یہاں لڑکوں کے ساتھ تھے۔ (۱۰) بڑا کتا۔ (۱۱) ایک بیل ایک پرانی چٹائی پر۔ (۱۲) ایک بڑی کتاب کلہاڑی کے پاس۔

تمرین ۱۱ :-

(۱) اَنَا هُنَا وَ اَنْتَ هُنَاكَ. (۲) نَحْنُ مَعَ الْاَوْلَادِ عَلَى الْحَصِيْرِ. (۳) اَلْوَلَدُ الظَّرِيْفُ هُنَاكَ مَعَ الْكُتُبِ. (۴) سَنَكُوْنُ هُنَاكَ. (۵) هُمْ بِقُرْبِ الْاَقْلَامِ. (۶) هَلِ الْاَوْلَادُ هُنَاكَ. (۷) ءَ اَنْتُمْ هُنَاكَ. (۸) اَلْبِنْتُ الصَّالِحَةُ كَانَتْ هُنَاكَ مَعَ الْقِطَّةِ. (۹) كَانَتْ مَعَ الْاَوْلَادِ جَمِيْعِهِمْ. (۱۰) كَانَتْ كُلُّ الْبَنَاتِ هُنَا. (۱۱) أَ كُنْتُمْ هُنَاكَ مَعَ الْبَنَاتِ؟ (۱۲) اَلْكُتُبُ وَ الْاَقْلَامُ كَانَتْ مَعَ الْاَوْلَادِ. (۱۳) اَلْكَلْبُ الْكَبِيْرُ. (۱۴) اَ كَانَ الثَّوْرُ كَبِيْرًا. (۱۵) اَلْبِنْتُ الْكَبِيْرَةُ. (۱۶) اَلْكُتُبُ كَبِيْرَةٌ وَ قَدِيْمَةٌ. (۱۷) اَنْتَ وَلَدٌ صَالِحٌ.

اَلدُّرُوسُ العَرَبِيَّة

اَلْعَقَائِد

٣- اَللهُ قَادِرٌ



اَلْبِنْتُ تَجُرُّ حِصَانًا

زَكِي :- مَا الَّذِيْ تَجُرُّ هٰذِهِ الْبِنْتُ ؟

طَاهِر :- حِصَانٌ بِعَجَلٍ .

زَكِي :- مَا تَفْعَلُ بِهٖ .

طَاهِر :- تَلْعَبُ بِهٖ .

زَكِي :- مَنْ صَنَعَهٗ لَهَا ؟

طَاهِر :- صَنَعَهُ النَّجَّارُ .

زکی :- مِنْ اَيِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ ؟
طاہر :- صَنَعَهُ مِنَ الْخَشَبِ .
زکی :- هَلْ يَقْدِرُ هٰذَا الْحِصَانُ اَنْ يَجْرِيَ ؟
طاہر :- نَعَمْ . يَجْرِيْ عَلٰى عَجَلٍ ، اِذَا سَحَبَتْهُ الْبِنْتُ .
زکی :- لِمَاذَا لَا يَجْرِيْ عَلٰى رِجْلَيْهِ ؟
طاہر :- لِاَنَّهُ لَيْسَ بِحَيٍّ .
زکی :- لِمَاذَا لَمْ يَخْلُقْ فِيْهِ صَانِعُهُ الْحَيٰوةَ ؟
طاہر :- لِاَنَّهُ عَاجِزٌ ، لَا يَقْدِرُ عَلٰى ذَالِكَ .
زکی :- وَ مَنِ الَّذِيْ خَلَقَ الْحَيٰوةَ فِيْ كُلِّ الْحَيَوَانَاتِ ؟
طاہر :- لَا يَقْدِرُ عَلٰى ذَالِكَ اَحَدٌ غَيْرُ اللهِ .
زکی :- اِضْرِبْ لِيْ مَثَلاً آخَرَ عَلٰى قُدْرَةِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى
طاہر :- هٰذِهِ الْكَوَاكِبُ وَ النُّجُوْمُ الْمُعَلَّقَاتُ فِي الْجَوِّ ،
مِنْ غَيْرِ اَعْمِدَةٍ تَرْفَعُهَا ، وَ لَا حِبَالٍ تُمْسِكُهَا .
زکی :- مَا الَّذِيْ يَحْفَظُهَا مِنَ السُّقُوْطِ ؟
طاہر :- اِنَّهُ مَحْفُوْظَةٌ بِقُدْرَةِ اللهِ (اَلَّذِيْ يُمْسِكُ
السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ) .
(وَ اللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) .

تمرین :

۱: هَلْ يَقْدِرُ اَحَدٌ غَيْرُ اللهِ عَلٰى خَلْقِ اِنْسَانٍ اَوْحَيَوَانٍ ؟
۲: مَنِ الَّذِيْ جَعَلَ الْعَيْنَ تُبْصِرُ ، وَ الْاُذُنَ تَسْمَعُ ؟
۳: مَنِ الَّذِيْ خَلَقَ الْحَلَاوَةَ فِي الْفَاكِهَةِ ؟

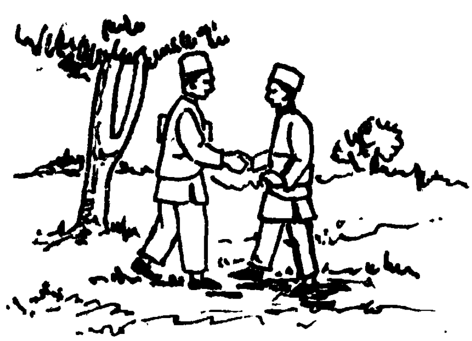
٤ : مَنِ الَّذِیْ یَمْنَعُ السَّمَاءَ مِنَ السُّقُوْطِ عَلَی الْاَرْضِ

معنی المفردات

سَحَبْتُہٗ : جَرَرْتُہٗ ✣ یُمْسِکُھَا : یَحْفَظُھَا .

مُعَلَّقَات : لَا تَعْتَمِدُ عَلٰی شَیْءٍ .

٧ : اَللّٰہُ عَلِیْمٌ بِکُلِّ شَیْءٍ مَہْمَا اُخْفِیَ فِی الصُّدُوْرِ



جمال - محمود

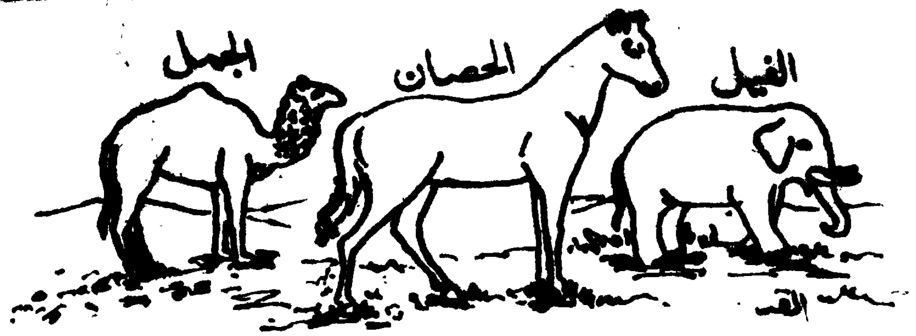
جَمَال :- هَلْ زُرْتَ حَدِیْقَةَ الْحَیَوَانِ ؟ یَا مَحْمُوْدُ !

مَحْمُود :- نَعَمْ، وَ رَأَیْتُ فِیْھَا حَیَوَانَاتٍ عَجِیْبَةَ الْخِلْقَةِ

جَمَال :- مَاذَا رَأَیْتَ ؟

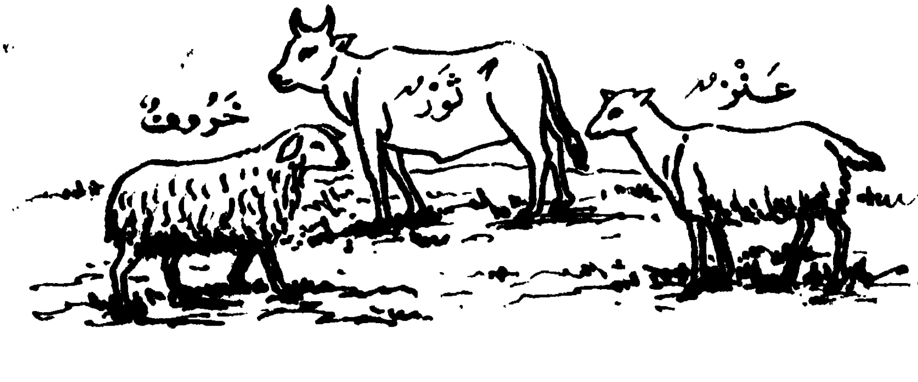
مَحْمُود :- رَأَیْتُ لِلْفِیْلِ خُرْطُوْمًا طَوِیْلًا ، لَمْ اَرَ مِثْلَہٗ لِغَیْرِہٖ وَ لَا اَعْرِفُ لِمَاذَا خَلَقَہُ اللّٰہُ کَذٰلِكَ .

جَمَال :- سَبَبُ ذٰلِكَ یَا اَخِیْ اَنَّ رَقَبَةَ الْفِیْلِ قَصِیْرَةٌ، وَ غِذَاءُہٗ مِنْ نَبَاتَاتِ الْاَرْضِ فَجَعَلَ اللّٰہُ لَہُ الْخُرْطُوْمَ کَالْیَدِ لِلْاِنْسَانِ .



محمود :- وَ رَأَيتُ لِلْجَمَلِ اَخْفَافًا وَاسِعَةً لَيِّنَةً ، وَ لِلْحِصَانِ حَوَافِرَ ضَيِّقَةً صُلْبَةً ، وَ لَا اَدْرِىْ لِمَاذَا لَمْ تَكُنْ اَرْجُلُهُمَا مُتَشَابِهَةً ؟

جمال :- اَلَا تَعْلَمُ يَا اَخِىْ ! اَنَّ الْجَمَلَ سَفِيْنَةُ الصَّحْرَاءِ ، فَلَوْ كَانَتْ اَخْفَافُهُ كَحَوَافِرِ الْحِصَانِ ، لَسَاخَتْ فِى الرِّمَالِ عِنْدَ السَّيْرِ .



محمود :- اَرَاكَ عَالِمًا بِالْاَشْيَاءِ ، فَهَلْ تُعَرِّفُنِىْ لِمَاذَا يَكُوْنُ لِلْغَنَمِ صُوْفٌ غَزِيْرٌ لَا يَكُوْنُ مِثْلُهُ لِلْبَقَرِ .

جمال :- لِاَنَّ جِلْدَ الْغَنَمِ رَقِيْقٌ ، وَ جِلْدَ الْبَقَرِ صَفِيْقٌ .

محمود:- تُرِيْدُ اَنْ تَقُوْلَ: إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ فِي الدُّنْيَا
مَخْلُوْقٌ بِحِسَابٍ؟

جمال:- نَعَمْ، إِنَّ اللهَ عَلِمَ حَاجَةَ كُلِّ مَخْلُوْقٍ، فَوَهَبَ
لَهُ مَا يُسَهِّلُ عَلَيْهِ حَيَاتَهُ. قَالَ سُبْحَانَهُ
وَ تَعَالٰى: (إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ).

محمود:- إِذَنْ اَللهُ يَعْلَمُ مَا سَيَحْصُلُ لَنَا فِي الْمُسْتَقْبِلِ؟

جمال:- يَعْلَمُ مَا مَضٰى، وَ مَا يَأْتِيْ، وَ مَا نَعْمَلُهُ الْآنَ
فِي السِّرِّ وَ الْجَهْرِ. قَالَ تَعَالٰى: (إِنَّهُ يَعْلَمُ
الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى). (وَ هُوَ اللهُ فِي السَّمٰوٰتِ
وَ فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُوْنَ)۔

تمرین:-

(۱) لِمَاذَا كَانَتْ رَقَبَةُ الْجَمَلِ طَوِيْلَةً؟
(۲) لِمَاذَا كَانَ ذَيْلُ الْحِصَانِ وَ الْبَقَرَةِ طَوِيْلاً؟
(۳) لِمَاذَا كَانَتْ عَيْنُ الْغُرَابِ وَ الْحِدَاْةِ حَادَّةً؟
(٤) لِمَاذَا جَعَلَ اللهُ لِلْغَنَمِ قُرُوْنًا، وَ لِلطَّيْرِ اَجْنِحَةً؟

معنى المفردات

معناها	الكلمة	معناها	الكلمة
لَا اَعْرِفُ	لَا اَدْرِيْ	عَظِيْمَةٌ	عَجِيْبَةٌ
ثَخِيْنٌ	صَفِيْقٌ	غَاصَتْ	سَاخَتْ
بِتَقْدِيْرٍ	بِحِسَابٍ	قَوِيَّةٌ	حَادَّةٌ

۳ : اللہ کر سکنے والا ہے

لڑکی ایک گھوڑے کو کھینچتی ہے ۔

زکی :- کیا چیز ہے جس کو یہ لڑکی کھینچتی ہے ؟

طاہر :- ایک گھوڑا ہے گاڑی سمیت ۔

زکی :- اس کو کیا کرتی ہے ؟

طاہر :- اس سے کھیلتی ہے ۔

زکی :- اس کو اس کے لئے کس نے بنایا ہے ؟

طاہر :- اس کو ترکھان نے بنایا ۔

زکی :- کس چیز سے اس کو بنایا ہے ؟

طاہر :- اس کو لکڑی سے بنایا ہے ۔

زکی :- کیا یہ گھوڑا دوڑ سکتا ہے ؟

طاہر :- ہاں - یہ گھوڑا گاڑی پر دوڑتا ہے جب لڑکی اسکو کھینچتی (گھسیٹتی) ہے

زکی :- وہ اپنے ٹانگوں پر کیوں نہیں دوڑتا ؟

طاہر :- اس لئے کہ وہ زندہ نہیں ہے ۔

زکی :- کیوں اسکے بنانے والے نے اس میں زندگی پیدا نہ کی ؟

طاہر :- اس لئے کہ وہ ناتوان ہے ، وہ یہ کام نہیں کر سکتا ۔

زکی :- اور کون ہے جس نے تمام جانداروں میں زندگی پیدا کی ہے ؟

طاہر :- سوا اللہ کے اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا ۔

زکی :- اکبر برتر خدا کی قدرت (توانائی) پر کوئی اور مثال مجھ سے بیان کیجئے ۔

طاہر :- دیکھئے :) یہ ستارے ہیں جو آسمان کے پول میں لٹک رہے ہیں بغیر کسی

ستونوں کے جو ان کو اٹھائے ہوئے ہوں اور بغیر کسی قسم کی رسیوں کے جو ان کو تھامے ہوئے ہوں۔

زکی:۔ پھر کیا ہے جو ان کو گر پڑنے سے بچائے رکھتا ہے ؟

طاہر:۔ ان کو اس اللہ کی قدرت نے بچا رکھا ہے (جو آسمانوں کو زمین پر گرنے سے بچاتا ہے۔ ہاں اسکی اجازت سے ہو تو اور بات ہے)۔ (اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

تمرین :۔

(۱) کیا خدا کے سوا کوئی اور کسی حیوان یا انسان کو پیدا کر سکتا ہے ؟

(۲) کون ہے جس نے آنکھ کو دیکھتی اور کان کو سنتا بنایا ؟

(۳) کون ہے جس نے میوے میں مٹھاس پیدا کی ؟

(۴) کون ہے جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکتا ہے ؟

اَلْاَجْوِبَہ :

(۱) لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ غَیْرُ اللهِ عَلٰی خَلْقِ اِنْسَانٍ اَوْ حَیَوَانٍ۔

(۲) هُوَ اللهُ الَّذِیْ جَعَلَ الْعَیْنَ تُبْصِرُ وَ الْاُذُنَ تَسْمَعُ۔

(۳) اَللهُ الَّذِیْ خَلَقَ الْحَلَاوَةَ فِی الْفَاكِهَةِ۔

(۴) اَللهُ یَمْنَعُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ۔

۴۔ اللہ ہر شے کو جانتا ہے کیسی ہی سینوں میں چھپائی گئی ہو

جمال:۔ محمود! چڑیا گھر بھی دیکھا ہے ؟

محمود:۔ ہاں، اور اس میں نرالی بناوٹ کے جانور دیکھے ہیں۔

جمال:۔ کیا کیا دیکھا ہے ؟

محمود:۔ میں نے ہاتھی کی لمبی سونڈ دیکھی، ویسی میں نے کسی اور کی نہیں دیکھی، اور میں نہیں جانتا کہ اللہ نے

اس کو ایسا کیوں پیدا کیا ہے ؟

جمال :۔ اس کا سبب ـــــ میرے بھائی ـــــ یہ ہے کہ ہاتھی کی گردن چھوٹی ہوتی ہے اور اسکی غذا زمین کی روئیدگی سے ہے، تو اللہ نے انسان کے ہاتھ کی طرح اسکی سونڈ لمبی کردی ہے ۔

محمود :۔ میں نے اونٹ کے نرم نرم چوڑے چوڑے گدی دار پاؤں دیکھے، اور گھوڑے کے سخت سخت تنگ تنگ سم، اور میں نہیں جانتا : ان کے پاؤں آپسمیں ملتے جُلتے کیوں نہیں ہیں ؟

جمال :۔ تم کو معلوم نہیں بھائی میرے ! کہ اونٹ بیابان کا جہاز ہے۔ اگر اسکے (گدی دار) پاؤں گھوڑے کے سموں کی مانند ہوتے تو چلنے کے وقت ریگستان میں دھنس جایا کرتے ۔

محمود :۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم چیزوں کو جانتے ہو، تو کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ بھیڑوں کے گھنا صوف کیوں ہوتا ہے۔ گائے کا ایسا نہیں ہوتا ۔

جمال :۔ اسلئے کہ بھیڑ بکری کا چمڑا پتلا ہوتا ہے اور گائے کا چمڑا دبیز ۔

محمود :۔ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ دنیا میں ہر چیز باندازہ پیدا کی گئی ہے ۔

جمال :۔ جی ہاں، اللہ تعالیٰ نے ہر پیدا ہونے والے کی حاجت پیدا کی تو اسکو وہ چیز بھی دی جو اس کی زندگی کو آسان بنادے، خدائے پاک و برتر نے فرمایا ہے (ہمنے ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا کیا ہے)

محمود :۔ تب تو اللہ جانتا ہے جو ہم کو آئندہ ہونے والا ہے ۔

جمال :۔ جی ہاں، وہ اسکو (بھی) جانتا ہے جو ہو چکا، اور اسکو (بھی) جو ہوگا، اور اسکو بھی جو آپ ہم چھپا اور کھلے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا : (بیشک وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور اسکو بھی جو پوشیدہ ہے) (اور وہ اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہ جانتا ہے تمہارے پوشیدہ اور تمہارے ظاہر کو، اور جانتا ہے اسکو جو تم کماتے ہو)۔

تمرین : (۱) اونٹ کی گردن لمبی کیوں ہوتی ہے ؟

(۲) گھوڑے اور گائے کی دُم لمبی کیوں ہے ؟

(۳) کتے اور چیل کی آنکھ تیز کیوں ہے ؟

(۴) اللہ نے بھیڑ بکریوں کے سینگ اور پرندوں کے پر کیوں بنائے ؟

الاجوبہ:-

(۱) جَعَلَ اللهُ رَقَبَةَ الْجَمَلِ طَوِيْلَةً لِاَنَّهُ طَوِيْلُ الْقَامَةِ، وَ غِذَاءُهُ مِنْ نَبَاتَاتِ الْاَرْضِ وَ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ فَلَوْ كَانَتْ لَهُ رَقَبَةٌ قَصِيْرَةٌ لَمْ يَكُنْ فَمُهُ وَاصِلًا اِلٰى نَبَاتِ الْاَرْضِ وَ لَا اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ الْبَاسِقَةِ.

(۲) ذَيْلُهُمَا طَوِيْلَانِ لِيَدْفَعَا الذُّبَابَ عَنْهُمَا.

(۳) لِكَىْ يَقْدِرَا اَنْ يُبْصِرَا غِذَاءَهُمَا فِي الْاَرْضِ وَهُمَا طَائِرَانِ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ مِنْ بُعْدٍ شَاسِعٍ.

(۴) جَعَلَ اللهُ لِلْغَنَمِ قُرُوْنًا لِيَدْفَعَ بِهِ الْاَعْدَاءَ عَنْهُ، وَ جَعَلَ لِلطَّيْرِ اَجْنِحَةً لِيَطِيْرَ بِهَا فِرَارًا مِنَ الْاَعْدَاءِ اَوِ ابْتِغَاءً مِنْ رِزْقِ اللهِ.

منبہات

(۱) ثَلٰثٌ لَا يُدْرَكُ بِثَلٰثٍ: اَلْغِنٰى بِالْمُنٰى، وَالشَّبَابُ بِالْخِضَابِ، وَ الصِّحَّةُ بِالْاَدْوِيَةِ.

(۲) حُسْنُ التَّوَدُّدِ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ، وَحُسْنُ التَّدْبِيْرِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ.

(۳) مَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا اَحَبَّهُ اللهُ تَعَالٰى، وَمَنْ تَرَكَ الذُّنُوْبَ اَحَبَّهُ الْمَلَائِكَةُ وَ مَنْ حَسَمَ الطَّمَعَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ اَحَبَّهُ الْمُسْلِمُوْنَ.

(۴) قَالَ جِبْرِيْلُ، يَا مُحَمَّدُ! (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ):

عِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ . وَأَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهٗ . وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهٖ .

(۵) مَنْ لَّا اَدَبَ لَهٗ لَا حِلْمَ لَهٗ ، وَمَنْ لَا صَبْرَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ ، وَمَنْ لَا وَرَعَ لَهٗ لَا زُلْفٰى لَهٗ .

(۶) اَسْعَدُ النَّاسِ مَنْ لَهٗ قَلْبٌ عَالِمٌ وَ بَدَنٌ صَابِرٌ وَ قَنَاعَةٌ بِمَا فِى الْيَدِ .

(۷) اِنَّمَا هَلَكَ قَبْلَكُمْ بِثَلٰثِ خِصَالٍ : بِفُضُوْلِ الْكَلَامِ ، وَ فُضُوْلِ الطَّعَامِ ، وَ فُضُوْلِ الْمَنَامِ .

(۸) طُوْبٰى لِمَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا قَبْلَ اَنْ تَتْرُكَهٗ ، وَ بَنٰى قَبْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَهٗ ، وَ اَرْضٰى رَبَّهٗ قَبْلَ اَنْ يَّلْقَاهُ .

(۹) كُنْ عِنْدَ اللهِ خَيْرَ النَّاسِ ، وَ كُنْ عِنْدَ النَّفْسِ شَرَّ النَّاسِ وَ كُنْ عِنْدَ النَّاسِ رَجُلًا مِّنَ النَّاسِ .

(۱۰) عَنْ حَاتِمِ الْاَصَمِّ :

مَا مِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَ يَقُوْلُ الشَّيْطَانُ لِيْ : مَا تَاْكُلُ ؛ وَمَا تَلْبِسُ ؛ وَ اَيْنَ تَسْكُنُ ؛ فَاَقُوْلُ لَهٗ : آكُلُ الْمَوْتَ ، وَ اَلْبِسُ الْكَفَنَ ، وَ اَسْكُنُ الْقَبْرَ .

ترجمہ :-

(۱) تین چیزیں تین سے دستیاب نہیں ہوتیں، تونگری تمناؤں سے، جوانی خضاب کرنے سے، تندرستی دواؤں سے۔

(۲) لوگوں سے دوستی پیدا کرنی آدھی عقل ہے، سوال کرنے کی خوبی آدھا علم ہے اور تدبیر کی خوبی آدھی گزران ہے۔

(۳) جس نے دنیا کو چھوڑا، اس سے اللہ نے محبت کی، جس نے گناہوں کو چھوڑا اس سے فرشتوں نے محبت کی، جس نے مسلمانوں سے صلح کرلی، اس سے مسلمانوں نے محبت کی۔

(۴) حضرت جبرائیلؑ نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم):
جب تک چاہے جی لے آخر تجھ کو مرنا ہے، جس کو چاہے چاہ لے آخر اس سے تجھ کو جدا ہونا ہے، جو کچھ چاہے عمل کمالے، آخر تجھ کو اس کا بدلہ ملنا ہے۔

(۵) جس کو ادب نہیں اسکو دانش نہیں، جس کو صبر نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ جسکو پارسائی نہیں اس کو خدا کی نزدیکی نہیں۔

(۶) سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جس کا دل دانا، بدن صابر ہو اور اسکو ہاتھ کی چیز پر قناعت ہو۔

(۷) تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ تین ہی باتوں سے ہلاک ہوئے:
ضرورت سے زیادہ بولنے، ضرورت سے زیادہ کھانے اور ضرورت سے زیادہ سونے سے۔

(۸) خوشحال اس کا جس نے دنیا کو "اس سے پہلے کہ وہ اس کو چھوڑے" چھوڑدیا، اور اپنی قبر، اس میں داخل ہونے سے پہلے بنالی، اور اپنے رب کو اس کے ملنے سے پہلے خوش کرلیا۔

(۹) اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بہتر بن، اپنے نزدیک سب لوگوں سے بدتر، اور لوگوں کے نزدیک لوگوں جیسا ایک مرد۔

(۱۰) حاتم اصمؒ سے مروی ہے:
کوئی ایسی صبح نہیں کہ شیطان مجھ سے یہ نہ کہتا ہو: توکیا کھائیگا؟ کیا پہنیگا؟ کہاں رہیگا؟ میں اس سے کہتا ہوں: موت کھاؤنگا، کفن پہنوں گا، قبر میں رہونگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام

جالندھر شہر

جلد ۱۳ | دسمبر ۱۹۴۲ء - ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۲

مکتوب کریم

كلية اللغة العربية

مؤرخہ ۱۷/۱۱/۴۲م

حَضْرَةَ الأُسْتَاذِ المُحْتَرَم عَبَّاس عَبْد الحَقّ المُوَفَّق

أَتَشَرَّفُ بِإِهْدَاءِ شَخْصِكُم المَحْبُوب، خَالِصَ تَحِيَّاتِي القَلْبِيَّة وَ عَاطِرَ أَشْوَاقِي الزَّائِدَة، وَجَزِيلَ احْتِرَامِي المَوْفُور. وأُهَنِّئُكُمْ تَهْنِئَةً قَلْبِيَّةً بِجِهَادِكَ البَاهِرِ فِي الأَعْمَالِ الخَيْرِيَّة.

وَمَا لِي لَا أَعْتَرِفُ بِأَنَّ نَضِيلَتَكَ زِدْتَ إِحْتِرَامًا وَ إِجْلَالًا عِنْدَ مَا قَابَلْتُكَ مَرَّةً ثَانِيَة، وَإِنِّي مَسْرُورٌ بِأُولٰئِكَ الشُّيُوخِ الَّذِيْنَ هُمْ وُلِدُوا فِي القَرْنِ المَاضِي وَحَظُوا بِقُلُوبِ أَهْلِ هٰذَا العَصْر، وَالَّذِيْنَ هُمْ شُيُوخٌ فِي الظَّاهِرِ وَشَبَابٌ فِي الحَقِيقَة، قُلُوبُهُمْ مَنَابِعُ الدِّمَاءِ الَّتِي يَحْتَاجُ إِلَيْهَا اليَوْمَ الإِسْلَامُ، وَعُقُولُهُمْ مَصَابِيحُ الدُّجَى فِي اللَّيْلِ الأَلْيَلِ وَأَنْتَ فِيْهِمْ

منْ حَامِلِي اللِّوَاءِ وَرَافِعِي العِلْمِ :-

أدعُوا اللهَ أنْ يُوَفِّقَكَ عَلَى القِيَامِ بِأعْمَالٍ أجَلَ وَ أشغَالٍ أعظَمَ مِنْ هٰذَا لِتَبقَى فِي التَّارِيخِ نَجْمًا لَامِعًا و كوكبًا ساطعًا وفى خريطةِ الانسانيةِ ومعجم الاسلام رجلاً خالدًا. إنى معك فى أن المسلمينَ لَنْ يتقدموا أدبيا و لاماديا أو قل دينًا أو دنيا إلا بالعمل بأصول القرآن وسنة النبى و لن يدركوا معنى هذه الأصول و السنن النبوية الا بدراسة اللغة العربية و الثقافة الاسلامية ولن نجح فى هذه المبادئ العليا و المقاصد السامية الا بتغيير مناهجنا الموجودة فى كلياتنا العصرية و معاهدنا الدينية ومدارسنا الحكومية و الأهلية .

فهل جاء ذالك الوقت الّذى نقدر على القيام بما يجب علينا المسلمين؟ نعم! قد جاء — ولا ريب — ذالك الوقت وحان الحين و لن يحول بيننا و بين أعمالنا الا أشياء تافهة و أقوال واهية و لهم مضحكة ونحن لا نحتاج الآن إلّا إلى رجال عاملين و زعماء مخلصين و علماء متدينين و ساسة محنكين و قادة مجربين. و نحمد الله على أننا قد وجدنا زعيما محنكا مخلصا و سياسيا عظيما مجربا — ألا و هو القائد الأعظم محمد على جناح فأبقاه الله فينا ليتم رسالته و يفنى أعداءه و سنجد علماء من أمثالك إن شاء الله .

و كم كان فرحى عظيما عند ما رأيت هذا الرجل العظيم فرحا مطمئنا بأعمالك و بمنهاج معهد البنات و قام مسرورا مبتهجا لتبليغ هذا السرور الى أذان الحاضرين و القتل بكلامه الحق المر ألسنة الحاسدين. وقد زاد فرحى بسماع جملة الاخيرة الّتى اثبات السامعين أن قائدهم

الأعظم وأميرهم الأكبر وزعيمهم الوحيد يَعِد ويتمنى أن تصير هذه المدرسة يوماما كلية عظيمة . فاجاب قلبي المخلص و ستكون هذه الكلية مقدمة للجامعة الاسلامية للبنات باذن الله و ليس ذالك عليه بعزيز. فهل تستطيع ايها الأستاذ ان يصل خيالك الى مقدار فرحي و يدرك مبلغ سروري بمثل هذه الكلمات السارّة من رجل أعتقد أنه أعظم السياسيين المبتكرين وأعدّه أكبر الزعماء المخلصين في كل أنحاء الهند. و سيحرر الله التقدير الهند الاسلامية على يديه القويتين و ساعديه المتينتين رغم أعدائه الكثيرين وحُسّاده المفسدين، كما حرّر مقاطعة إخواننا الأتراك الأحباء بأبيهم السياسي و زعيمهم الأعظم المغفور له مصطفى كمال، لنحيي في ظله آمنين مستقلين مطمئنين .

أيها الأستاذ الأديب ! قد وقفت نفسي لخدمة لغة القرآن وأجِلّة الّذين قد وقفوا حياتهم مثلي لنشر لغة ناطقي الضاد و تدريس ثقافة الاسلام. لأني أعتقد اعتقادا جازما أن هذه اللغة ستكون غدا لغة سياسية بين الدول الاسلامية الحرة كما هي اليوم لغة مشتركة بين المسلمين و لغة دينية لهم كافة فالذي نام عن واجبه في مثل هذا الزمان اليقظ فبشره بأنه سينام طول الدهر في قبره المظلم الموحش و الذي قام بواجبه حق القيام سوف يحيي الى آخر الدهر مطمئنا فرحًا. فجزاك الله خيرا على عملك الخالد وشغلك النافع و يوفق المسلمين الآخرين على تقليدك فما أحوجنا الى مثلك .

بنات اليوم أمّهات الغد، و أحضان الأمهات أولى مدارس الانسانية التي يتكون الأطفال فيها فلو فسد طفل في هذه المدارس

الطبيعية لن تصلحه عشرات السنين فى الكليات و المعاهد كما أنه لو صلح ولد فيهما أول الأمر لن يفسدها بعد ذلك هذه الكليات والمعاهد كلها ولو أحب أحد أن يعرف حقيقة أسرة و أم عائلة فليقابل أطفال هذه الأسرة فإنهم سينبؤنه عما فى الداخل لأنهم كالمرآة لن يكذبوه. و لن تتحرّر أمة و لن يستقل قوم إلا بتثقيف بناتهم و تعليم فتياتهم، و الأقوام الذين يخالفون هذه الأصول — أصول الفطرة — يبقون مستعبدين مستعمَرين أبد الآباد، و لن يرحمهم الله بل لا يستحقون أية رحمة منه. وقد أيد نبى الرحمة هذه الفكرة بقوله العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة.

و إذا قلت تدريس البنات فأقصد الدراسة الأسلامية لا الغربية الآ شيئا بسيطا لوقاية شرهم المنتشر.

و ربما تذكر ايها الأستاذ أننا هنا بلاهور حاضرة البنجاب قد قمنا بتشكيل كليتى اللغة العربية (للذكور و البنات) و أنشأنا ندرس فى كلية البنين بأساليب عصرية حديثة وسنبدأ التدريس فى كلية البنات من الشهر الجارى بإذن الله تعالى و أضف الى ذلك اننا سنقدم اكثر الكتب التى ندرسها فيهما الى تلاميذها مجانا بلا ثمن و قد وضعنا لها منهاجا خاصا متوسطا ليس بعصرى محض و لا دينى محض بل يجمع بين الدين و الدنيا لننال منه حسنتيهما معًا كما أمرنا اللهُ و رسوله الكريم عليه الصلوٰة و سلامه. و سنستعين من اساتذة الأزهر و الجامعة المصرية و دار العلوم العليا بمصر و المهرة فى التربية و التدريس بالشام و العراق و من مؤلّفاتهم القيمة النافعة. و سنجتهد أن نرسل وفودا الى جامعات

القاهرة من تلاميذنا الاذكياء . و هاتان الكليتان كمقدمتين للجامعة الاسلامية فى الهند التى ستقوم بأعظم الأعمال فى الهند الاسلامية المستقلة غدا انشاء الله تعالىٰ .

و لأجل هذا الغرض قد طبعنا بعض الكتب المدرسية لتدريس اللغة العربية على الطرق الحديثة الرائجة فى الأقطار العربية الراقية كما نحن فى صدد طبع الكتب الآتية واحدا بعد واحد فى اقرب فرصة .

(١) القراءة الأعظمية فى أربعة اجزاء .

(٢) الحياة والموت فى فلسفة إقبال ؒ .

(٣) المعجم من الأردوية الى العربية فى ألفين صفحة

(٤) المعجم من العربية الى الأردوية فى ثلاثة آلاف صفحة

وختاما أرجوك ان ترسل إلىّ مجلتك الغراء بالإستمرار لأكون على بيّنه من حركاتك العلمية و الاسلامية .

و أرسل كل ما تجد من الكتب المدرسية المصرية فى مكتبتك باسم صديقنا و أمين سرّ كليتنا محمد شاه ايم ـ اے ؛ ظفر منزل تاجپورہ كما وعدت شفويا وقد نسيت عندك وقت المغادرة بعض المجلات التى أعطانيها سكرتيرك فارسلها أيضا مع الطرد المرسل ولك ألف شكر سلفا .

و ذكّر "الذاكر" بمواعيده وسلّم عليه خير سلام وعلى خلك اللطيف الذكى المطيع عبيد الحق وعلى أمين سرّك وعلى الأصدقاء الآخرين . و دمت متمتعا بالصحة والسعادة والرفاهية والسلام عليك و رحمة الله و بركاته .

اخوك المخلص الأعظمى

گرامی نامہ

(از حضرت الفاضل الافخم حسن الاعظمی متعنا اللہ بحیاتہ)

جناب محترم عبدالحق عباس بحفظ الہی باشند

آپ کی پیاری شخصیت کو اپنا پاک وصاف ولی سلام، معطر و متزائد شوق، اور بہت بہت احترام ہدیہ کرتا ہوں اور کارہائے نیک میں آپ کی نمایاں کامیابی پر دلی مبارکباد دیتا ہوں۔

اور میں کیوں اس امر کا اعتراف نہ کروں کہ جب میں دوسری بار آپ سے ملا، آں فضیلتمآب کا اجلال واحترام اور بھی زائد تھا۔ اور میں ان پیرمردوں کے وجود سے مسرت محسوس کر رہا ہوں جو پیدا تو گزشتہ قرن میں ہوئے اور دل انکو اس زمانے والوں کے ملے اور جو بظاہر پیر اور درحقیقت جوان ہیں۔ انکے دل ان خونوں کے سرچشمے ہیں جن کی آج اسلام کو ضرورت ہے اور انکی عقلیں کالی راتوں میں اندھیرے کے چراغ ہیں اور آپ ان ہی کے علمبردار ہیں۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس سے بھی بزرگتر اعمال اور گرامی تر اشغال پر قائم رہنے کی توفیق ارزانی فرمائے تاکہ آپ تاریخ میں ایک نجم تاباں وکوکب درخشاں بن کر اور انسانیت کے نقشے اور اسلام کی قاموس میں ایک مرد جاوید ہوکر رہ سکیں۔

میں اس خصوص میں آپ کے ساتھ متفق ہوں کہ مسلمان بغیر اصول قرآن اور سنت نبوی پر عمل پیرا ہوئے نہ تو ادبی ترقی کر سکینگے اور نہ مادی، یا یوں کہیئے کہ نہ دینی نہ دنیوی۔ اور بغیر عربی زبان اور اسلامی تہذیب کا درس کرنے کے ہرگز اصول الٰہیہ اور سنن نبویہ کے معنوں کو پا نہ سکینگے۔ اور نہ کبھی ان بلند قواعد اور ارجمند مقاصد میں بغیر ان طریقوں کو تبدیل کئے جو ہمارے حاضر الوقت کالجوں، دینی معہدوں اور سرکاری یا اہلی مدرسوں میں موجود ہیں کامیابی حاصل کر سکینگے۔

تو کیا وہ وقت آگیا جس میں ہم ان امور پر قیام کر سکیں جو ہم مسلمانوں پر واجب ہیں؟ ہاں۔ بلاشک وشبہ وہ وقت آگیا ہے اور ہمارے اور ہمارے اعمال کے مابین بجز خسیس چیزوں، بودی باتوں اور

خندہ آور تہمتوں کے اور کچھ حائل نہ ہوسکیگا۔ اور ہم کو اب بجز مردانِ کارگزار، زعماء اخلاص شعار، علماء دیندار حکمائے پختہ مغز اور پیشوایانِ تجربہ کار کے اور کسی کی احتیاج نہیں ہے اور بحمد اللہ ہمیں ایک کاروان و مخلص لیڈر، اور آزمودہ کار شاندار سیاستدان پیشوا مل گیا ہے اور وہ قائدِ اعظم محمد علی جناح ہے خدائے تعالیٰ ان کو ہمارے بیچ سلامت رکھے تاکہ وہ اپنے پیغام کا اتمام اور دشمنوں کا کام تمام کرے اور ہمیں انشاء اللہ آپ جیسے علماء بھی عنقریب ملنے لگینگے۔

اور مجھے کس قدر مسرت حاصل ہوئی جب میں نے اس بطلِ عظیم کو آپ کے کام اور مدرسۃ البنات کے اسلوبِ تعلیم سے شادکام اور مطمئن دیکھا اور وہ اپنی اس مسرت کو حاضرین کے کانوں تک پہنچانے اور اپنی تلخ حق گوئی سے حاسدین کی زبانوں کو قطع کرنے کیلئے اٹھا۔ اور میری فرحت اس آخری جملہ کے سننے سے اور بھی بڑھ گئی جس نے سامعین کو آگاہ کیا کہ انکا قائدِ اعظم، امیرِ اکبر، اور زعیم یگانہ یہ وعدہ کرتا اور اس تمنا کا اظہار فرماتا ہے کہ یہ مدرسہ ایک دن عظیم الشان کالج بن جائیگا۔

اس پر میرے قلبِ مخلص نے جواب دیا: ہاں یہ کالج، اللہ کے اذن سے، لڑکیوں کے لئے اسلامی یونیورسٹی کا مقدمہ ہوگا، اور یہ کام اللہ کو دشوار نہیں۔ تو کیا اس سے اے استاد! آپ کا خیال اس فرحت و مسرت کا اندازہ کرسکتا ہے جو مجھ کو اس مردِ خدا کے ان فرح بخش کلمات سے حاصل ہوئی جسکی نسبت میرا اعتقاد یہ ہے کہ وہ عصرِ حاضر کے سیاسیوں میں سب سے بزرگتر ہے اور میں اسکو تمام ہندوستان میں سب سے بڑا مخلص لیڈر شمار کرتا ہوں۔ اور خدائے بزرگ و توانا عنقریب اسلامی ہندوستان کو، برخلاف اسکے بہت سے دشمنوں اور مفسد حاسدوں کے اسکے پُر زور ہاتھوں اور مضبوط بازوؤں کے بل پر آزاد فرمائیگا، جیسا کہ اس نے ہمارے محبوب ترک بھائیوں کو انکے سیاسی باپ اور بزرگترین پیشوا مرحوم مصطفےٰ کمال کے ہاتھوں آزاد فرمایا، تاکہ ہم اسکے زیرِ سایہ امن و استقلال اور اطمینان کی زندگی بسر کریں۔

اے استاد ادیب! میں نے اپنی ذات کو زبانِ قرآن کی خدمت کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ اور میں ان لوگوں کی بہت عزت کرتا ہوں جنھوں نے میری طرح اپنی زندگی کو ضاد بولنے والوں کی زبان کے پھیلانے اور اسلامی تہذیب سکھانے کے لئے وقف کردیا ہے۔ اسلئے کہ مجھے پختہ اعتقاد ہے کہ یہ زبان کل کو آزاد

اسلامی سلطنتوں کے مابین سیاسی زبان قرار پائیگی جیسا کہ وہ آجکل مسلمانوں کے درمیان انکی مشترک اور دینی زبان ہے۔ لہٰذا جو کوئی ایسے بیدار زمانے میں اپنے فریضے سے غافل سویا پڑا ہے اسکو مژدہ دو کہ وہ اپنی وحشتناک تاریک قبر میں ابدالآباد سویا کریگا اور جو لوگ اپنے فرض کو کما حقہٗ پورا کر رہے ہیں وہ رہتی دنیا تک فرحت و اطمینان کے ساتھ جئیں گے۔ خدائے پاک آپکو آپ کے جاودانی کام اور مفید شغل پر جزائے خیر مرحمت فرمائے اور دیگر مسلمانوں کو آپکی تقلید کی توفیق بخشے۔ ہمیں آپ جیسے لوگوں کی کتنی ضرورت ہے۔

دختران امروز مادران فردا ہیں اور ماؤں کی گودیں انسانیت کے وہ اولین مدارس ہیں جن میں بچے ہستی حاصل کرتے ہیں اور اگر کوئی بچہ ان نیچرل سکولوں میں بگڑ جائے تو کالجوں اور دارالعلوموں کے دہائیوں سال بھی اسکو سدھار نہ سکینگے، جیسا کہ اگر بچہ ابتداء میں یہاں سدھر جائے تو یہ سارے کالج اور انسٹیٹیوشن اسکو بگاڑ نہ سکینگے۔ اور اگر کوئی شخص کسی گھرانے کی یا کنبے کی ماں کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو اس کنبے کے بچوں سے ملے تو وہ اندر کا سب حال بتلا دینگے۔ اسلئے کہ وہ آئینے کی مانند ہیں، کبھی خلاف نہ کہینگے۔ اور نہ کوئی امت کبھی آزاد ہوگی اور نہ کوئی قوم کبھی استقلال حاصل کر سکیگی جب تک اسکی دختران و دوشیزگان کی تعلیم و تہذیب نہ ہوگی اور جو قومیں ان اصول کی — جو اصول فطرت ہیں — مخالفت کرینگی وہ ہمیشہ ہمیشہ غلام اور محکوم رہینگی۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر رحم نہ کریگا۔ بلکہ وہ اس کی طرف سے کسی آیت رحمت کے مستحق ہی نہیں۔ اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی اپنے اس قول سے تائید فرمائی ہے کہ: "علم ہر مسلم اور ہر مسلمہ پر فرض ہے" اور جب میں لڑکیوں کی تعلیم کا ذکر کرتا ہوں تو اس سے میری مراد اسلامی تعلیم ہوتی ہے، مغربی تعلیم نہیں ہوتی مگر تھوڑی سی، ان کے پھیلے ہوئے شر سے بچنے کی خاطر۔

اور آپکو یاد ہوگا، اے استاد! کہ ہم یہاں پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے زبانِ عربی کا کالج تشکیل کر رہے ہیں اور لڑکوں کے کالج میں تازہ عصری اسلوبوں پر درس شروع بھی کر دیا ہے اور انشاء اللہ ماہِ رواں کے اندر زنانہ کالج میں بھی تعلیم شروع کر دینگے۔

اور مزید براں یہ کہ ہم اکثر پڑھائی کی کتابیں انکے طالبعلموں کو مفت، بلا قیمت دینگے اور ہم نے

اس کالج کے لئے ایک خاص متوسط منہاج مقرر کیا ہے جو نہ تو محض عصری ہے اور نہ کورا دینی، بلکہ دینؔ و دنیا دونوں کا جامع ہے تاکہ ہم اس سے ارشادِ الٰہی اور فرمودۂ رسالت پناہی کے موافق دونوں نیکیاں حاصل کر سکیں۔ اور ہم عنقریب ازہر شریف، مصری یونیورسٹی اور مصر کے اعلیٰ دار العلوم کے پروفیسروں اور شام و عراق کے ماہرانِ تعلیم اور ان کی سدید و مفید تالیفات سے مدد لینگے۔ اور اپنے ذکی شاگردوں میں سے قاہرہ کی یونیورسٹیوں میں وفود بھیجنے کی سعی کرینگے، اور یہ دونوں کالج اس اسلامی یونیورسٹی کے مقدمے ہیں جو انشاء اللہ کل آزاد اسلامی ہندوستان میں بڑے بڑے اعمال بجا لائیگی۔

اور بدیں غرض ہم نے عربی آموزی کے لئے بعض درسی کتابیں نئے طریقوں پر جو ترقی یافتہ عربی ممالک میں رائج ہیں طبع کرائی ہیں جیسا کہ ہم مندرجہ ذیل کتب کو قریب تر فرصت میں یکے بعد دیگرے چھپوانے کے درپے ہیں۔

(۱) القراءۃ الاعظمیہ چار حصوں میں۔

(۲) الحیات والموت فی فلسفۃ اقبال۔

(۳) المعجم من الاردویہ الی العربیہ۔ دو ہزار صفحوں میں۔

(۴) المعجم عربی سے اردو - تین ″ ″ -

اور آخر میں میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنا گرامی ماہنامہ بھیجتے رہیں گے تاکہ مجھے آپ کے علمیؔ و اسلامی کاموں کا علم ہوتا رہے۔

اور آپ کے کتب خانہ میں جتنی مصری درسی کتابیں ہوں، ہمارے دوست اور کالج کے سیکرٹری محمد شاہ ایم۔اے ظفر منزل تاجپورہ کے نام جیسا کہ آپ نے زبانی وعدہ فرمایا تھا بھیجدیں۔ اور میں رخصت ہونے کے وقت کچھ مجلات جو آپ کے سیکرٹری صاحب نے عنایت کئے تھے بھول آیا ہوں انھیں بھی پارسل کے ساتھ بھیج دیجئے، ہزار شکریہ بدیشگی۔

اور ڈاکٹر صاحب کو "ان کے وعدے" یاد دلا دیجئے۔ اور ان کو اور اپنے فرزند عبید الحق سیکرٹری

صاحب اور دیگر احباب کو بہترین سلام اور آپ صحت وسعادۃ اور آسائش سے متمتع رہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا برادر مخلص

الاعظمی

حاشیہ

مختصر ابن ابی جمرۃ

(۷۸)

عَنْ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ، أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّيْ فَقَالَ، صَلِّ بِهٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَ قُلْ عُمْرَةً فِيْ حَجَّةٍ ✦

ترجمہ:۔ عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وادی عقیق میں کہتے سنا: میرے پاس ایک آنے والا میرے رب سے آیا۔ تو اس نے کہا: اس وادی مبارک میں نماز پڑھ اور کہہ کہ میں اسکو ٹھیراتا ہوں عمرہ حج میں ✦

تشریحات:۔

(الْوَادِي الْعَقِيْقِ) یعنی وادی عقیق میں۔ یہ وادی بقیع کے قریب ہے۔ اور اس کے اور

مدینہ کے بیچ میں چار میل کا فاصلہ ہے۔

(اٰتٍ) آنے والا۔ جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔

(صَلِّ) یعنی دو رکعتیں سنت الاحرام کی پڑھ۔

(بھٰذَا الوادی) ایک نسخہ میں (فِی ھٰذا الوادی) آیا ہے مراد وادی العقیق ہے۔ بخاری پر اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ یہ ترجمہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ ترجمہ میں اس کو قول النبی علیہ السلام قرار دیا گیا ہے اور یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا ہے۔

(وَ قُلْ عُمْرَۃً) ابوذرؓ کی حدیث میں (عمرۃً) بالنصب آیا ہے۔ ای (قُلْ جَعَلْتُھَا عُمْرَۃً) اَیْ جَعَلْتُ العِبَادَۃَ التی ارید التلبُّس بھا عمرۃً۔ پس عمرۃً منصوب بجعل ہے۔

والکلامُ بِاَسْرِہٖ محکی بالقول لا شیٔ من اجزائہ من حیث ھو جزءٌ۔ اور غیر ابی ذر کی روایت میں عمرۃٌ بالرفع مبتدا محذوف کی خبر ہے (ای قل ھٰذہٖ عمرۃٌ)

(فِی حَجَّۃٍ) ہو سکتا ہے کہ (فی) (مع) کے معنی میں ہو یعنی (قل عمرۃٌ مع حجۃ)۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متمتع ہوں گے، کہ عمرہ کو حج پر مقدم کیا اور عمرہ کا احرام باندھ کر حج کے اعمال بجا لائے یا مفرد ہوں گے اس طرح کہ حج کو مقدم کر کے عمرہ کے اعمال سے پہلے حج کے اعمال بجا لائے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (فی) اپنی حقیقت پر ہو اور معنی ہوں (عمرۃٌ مدرجۃٌ فی حجۃ)۔ اس لحاظ سے حضرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قارن ہوں گے، کیونکہ قران کی حالت میں عمرہ کے اعمال حج میں مندرج ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے احرام کے متعلق یہ تینوں اقوال مروی ہیں۔ سو بعض کے نزدیک وہ قارن تھے اور بعض کے نزدیک متمتع اور

بعض کے نزدیک مفرد - حافظ ابن حجر نے ان میں جو تطبیق کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حج کا احرام باندھا، پھر بخصوصیت خود اس پر عمرہ کو داخل کرلیا اور اسکو آنحضرتؐ کی خصوصیت اسلئے قرار دیا کہ عمرہ کا حج پر داخل کرنا جائز نہیں اور آنحضرتؐ کو مفرد کہنا اس نظر سے ہوا کہ آپنے اول حج کا احرام کیا، اور قارن کہنا اس نظر سے کہ آپنے ایک عمل میں دونوں کو اکٹھا کرلیا، اور متمتع کہنا اس نظر سے کہ آنحضورؐ نے تقلیل اعمال سے فائدہ اٹھایا اسلئے کہ تمتع کے لغوی معنی انتفاع ہے اور تمتع سے مراد لغوی تمتع ہے - دراصل اس تطبیق کو اول نووی نے اپنی کتاب مجموع میں بیان کیا ہے اور ابن حجر نے انھیں سے نقل کیا ہے (وھٰذا الحدیث ذکرہ البخاری فی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العقیق واد مبارک)

حکایت

قَالَ الْاَصْمَعِی رَاَیْتُ بِالبصرۃ مَجْنُوْنًا یَتَکَلَّمُ بِالْقُرْآنِ فَقُلْتُ لَہٗ: مَنْ اَنْتَ ؟ قَالَ: اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا -

قُلْتُ لَہٗ: مِنْ اَیْنَ وَاِلٰی اَیْنَ ؟ قَالَ: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

فَقُلْتُ لَہٗ : مَنْ مَعَكَ ؟

قَالَ: وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

فَقُلْتُ لَہٗ: ھَلْ اَنْتَ مُحْتَاجٌ اِلَی الزَّادِ ؟

قَالَ: فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ -

قُلْتُ: اَوْصِنِی. قَالَ: اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ -

اصمعی نے کہا میں نے بصرہ میں دیکھا ایک ایسا دیوانہ جو قرآن میں بات چیت کرتا ہے - میں نے اس سے کہا: تو کون ہے؟ کہا: نہیں کوئی آسمانوں اور زمین میں مگر آئیوالا رحمٰن کے پاس عَبْد (بندہ) ہوکر (مطلب ہے کہ میں عبدالرحمٰن ہوں)

میں نے اس سے کہا: کہاں سے، اور کدھر کو؟ کہا: بیشک ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسکی طرف واپس جارہے ہیں -

پس میں نے اس سے کہا: تمھارے ساتھ کون ہے؟

کہا: اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو -

مینے کہا: تمھیں توشے کی ضرورت ہے ؟

کہا: آسمان میں ہے تمھاری روزی اور جس چیز کا تم سے وعدہ ہوتا ہے

مینے کہا: مجھے وصیت کر - کہا اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر جس حالت میں کہ فرمانبردار ہو -

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور

عورت ذات

ناشر
سیکرٹری انجمن مدرسۃ البنات جالندھر شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عورت ذات

(ترجمہ)

(از حضرت مولٰنا عبدالحق عباس)

خطابت کے موضوع بھی بہت ہیں اور خطابی مجلسیں بھی بہتیری ہیں لیکن جو مجلس اپنے حاضرین کرام اور معزز حاضرات کی وجہ سے ممتاز ہو اسکو اپنے موضوع اور لطیف اشارات کی وجہ سے بھی ممتاز ہی ہونا چاہیئے۔

پھر اے حضرات کرام اور کون ہے جو مجھے کوئی ایسا موضوع مہیا کر دے جو تمھاری اس مجلس کی طرح امتیاز خاص سے ممتاز ہو، سچ تو یہ ہے کہ موضوع اور مجلس کے درمیان تناسب کو ملحوظ رکھنا بہت دشوار کام ہے، میں نے ایک دن ایک نوجوان طالبہ کے سامنے لفظ نِسَاء کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہا کہ اسکے معنی ہیں: دھتکارنا، دور کرنا، اور پیچھے رکھنا۔ یہی سبب ہے کہ لاٹھی کو عربی زبان میں مِنْسَأۃ کہتے ہیں، اس لئے کہ چرواہا اس سے اپنی بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہے۔ یہ سن کر لڑکی غصے سے جل اٹھی اور کہنے لگی: جبھی تو عرب عورتوں کو نِسَاء کہتے ہیں کہ وہ دھتکاری اور دُور کی ہوئی ہیں۔

میں اسکے ایسا نتیجہ نکالنے سے متعجب ہوا اور اُسکی ضد سے خدا کی پناہ مانگی اور اسکے اعتراض کا ایسا جواب دیا جس سے اُسکی کچھ تسلی ہو گئی۔

پھر جب مجھے اس محفل میں تقریر کرنے کے لئے بلایا گیا تو میں نے ایک دن اِس لڑکی کو دیکھا کہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہے۔

میں نے پوچھا: "یہ کونسی کتاب ہے؟"

اس نے کہا: "اَلزُّبَیْدِیْ۔"

اور زبیدی اے حضرات ایک دینی کتاب ہے جس میں اسکے مؤلف نے بخاری کی تمام حدیثوں کا اختصار کر دیا ہے۔

میں نے اس کتاب کے پڑھنے پر اسکو اور بھی دلیر کیا اور اُن کتابوں کے بدلے جنکو جوان لڑکیاں عموماً پسند کرتی ہیں اس کتاب کو مطالعہ کیلئے انتخاب کرنے پر اسکی تعریف کی۔ لڑکی نے "الزبیدی" کا مطالعہ ختم کر لیا اور ابھی کتاب ہاتھ سے رکھی نہیں تھی کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی:

"میں نے ان ساری حدیثوں میں جو اس کتاب میں آئی ہیں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی تحقیر کرتے تھے بلکہ اسکے برعکس میں نے تو یہ دیکھا کہ وہ اس کا اکرام کرتے ہیں اور شریعت کے احکام میں مردوں اور عورتوں کو برابر رکھتے ہیں۔"

"پھر ہمارے رسولؐ پر یہ تہمت کہاں سے آگئی کہ وہ عورت کی تحقیر کرتے تھے یا اسکی قدر و منزلت کو گھٹاتے تھے؟"

پس اے حضرات! میں آپ سے یہ چھپا نہیں سکتا کہ جو مسرت مجھے اسکے اسدفعہ نتیجہ نکالنے سے حاصل ہوئی اس نے میرا پہلی مرتبہ کا سارا غم دُور کر دیا۔

اور مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات سے ہوئی کہ مجھے اپنی تقریر کا وہ موضوع ہاتھ آگیا جسکی مجھے آپ کی مجلس کے لئے تلاش تھی اور میں ارشمیدس کی طرح بیساختہ چلا اٹھا کہ میں نے اسے پا لیا، میں نے اسے پالیا۔ ہاں موضوع تو مجھے ضرور مل گیا۔ لیکن اے حضرات! اس موضوع کا حق ادا کرنے کیلئے جتنا وقت درکار

تھا وہ مجھے نہیں ملا، اسلئے کہ جمعیۃ التہذیب نے اور میں بہرحال اسکا شکرگزار ہوں اتنا وقت عطا نہیں فرمایا کہ میں اس محفل میں تقریر کرسکوں۔ اُس نے مجھے صرف ٹیلیفونی وقت دیا ہے۔ اسلئے اگر میں تیز روی اختیار کروں یا اختصار کروں تو مجھے معاف فرمایا جائے۔

عرب اپنے ملک کی طبیعت یا مزاجوں کی ترکیب کے مقتضا سے عورت میں اپنے دلوں کا چین اور آرام محسوس کرتے تھے۔ اسلئے وہ اُنکو محبوب تھی اور قریب تھا کہ اسکی پرستش کرنے لگ جائیں جیسا کہ انکو اپنے اجتماع کی طبیعت اور لوٹ مار اور لونڈی غلام بنانے کے نظام کے اقتضا سے عورت میں اپنی خواری اور بے شرفی کے آثار نظر آتے تھے۔ اِس لحاظ سے انھوں نے اسکو یہانتک منحوس سمجھا کہ اُسے زندہ درگور کرنے لگے۔ پس عرب دو کششوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے۔ ایک کشش تو اُن کے ملک اور اُنکے مزاجوں کی طبیعت سے تھی جو اُن کو عورت کی طرف کھینچتی تھی اور دوسری کشش اُنکی سوسائٹی اور لڑائیوں کے نظام کی تھی جو اُن کو اس سے دور کرتی تھی۔ جب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جزیرۂ عرب میں پیدا ہوئے تو عرب انھی دو حالتوں پر تھے۔ سو آپ نے پہلی حالت کو جو عورت کی محبت کی حالت تھی برقرار رکھا اور اسکو اس آیت کی تلاوت سے برکت بخشی (وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً) اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھاری جانوں میں سے تمھارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم اُنکی طرف سکون حاصل کرو اور اُس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھی۔ اور دوسری حالت کو جو عورت کو منحوس ٹھہرانے کی حالت تھی بُرا قرار دیا۔ اسکی قدر کو بلند کیا اور اُسکو اسکی سرداری کے تخت کی طرف پھر لوٹا دیا اور یہ اعلان فرمایا کہ (اَلْمَرْاَةُ سَيِّدَةُ بَيْتِهَا) عورت اپنے گھر کی ملکہ ہے۔

(اَلْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ الْمَسْئُوْلَةُ عَنْ رَعِيَّتِهَا) عورت اپنے شوہر کے گھر میں سردار ہے اور وہ اپنی رعیت کے حال کی ذمہ دار ہے۔ بنابریں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت سے غرض صرف اللہ کی توحید ہی نہیں ہے بلکہ عورت کو بشارت دینا اور اسکو اس کے تختِ سیادت پر واپس لانا بھی ہے۔

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہم عورتوں کو جاہلیت میں کچھ بھی نہ سمجھا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے حق میں نازل کیا جو کچھ نازل کیا اور انکو بانٹ دیا جو بانٹ دیا۔

اور جو شخص آنحضرتؐ کی زندگی کے ہر دور میں انکی سیرت کا کھوج لگائیگا وہ اُن اسباب کو دریافت کر لیگا جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کو اس وحیِ نسائی کے قبول کرنے پر آمادہ کر دیا۔

اُنکے والد نے وفات پائی، پھر والدہ نے۔ اُسوقت اُنکی عمر چند ہی سال کی تھی۔ اب ایک حبشی عورت نے جسکا نام برکت اور کنیت امّ ایمن تھی آپکی پرورش کا ذمہ لیا اور پچیس برس کی عمر کو پہنچنے تک آنحضرتؐ کی تربیت اور خدمت بجا لاتی رہی۔

اس آیا کی ممتا کو دیکھنے سے آپکی آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور آپ نے اس عالمِ ہستی میں عورت کے اوّلین وظیفہ کا احساس بخوبی کر لیا: عورت بہر حیثیت عورت ہی ہے اگرچہ وہ حبشن ہو اور کسی کی لونڈی ہو اور عرب کے کسی شریف گھرانے سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

پھر خدا کی عنایت نے چاہا کہ محمدؐ کو قریش کی شریف ترین عورت کے قرب میں زندگی بسر کرنے کا موقع دے سو آنحضرتؐ نے خویلد کی بیٹی سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

یہ محمدؐ کی زندگی میں ایک نئی چیز ہے: آنحضرتؐ عورت کی معرفت اور اسکے وظائف کی آگاہی کے ایک دوسرے طور کی طرف منتقل ہوئے اور اب آپ وہ جوان نہیں ہیں جن کی آیا فروتنی کے ساتھ انکی خدمت کرتی اور آپ اسکا احترام کرتے بلکہ اب آپ وہ جوان ہیں جنکو ایک شریف عورت چاہتی ہے اور وہ اسکو چاہتے ہیں وہ پچیس برس کے جوان ہیں اور وہ چہل سالہ پکی عمر کی عورت ہیں۔ گویا عنایت الٰہیہ نے یہ دیکھا کہ آنحضرتؐ کو ایک پختہ سال تجربہ کار اور دولتمند عورت کی ہمدردی درکار ہے، اس لئے خدیجہؓ کے ساتھ زناشوئی کا تعلق آسان کر دیا۔

ان کا پہلا شوہر مرگیا تو اشرافِ قریش انکے خواستگار ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے انکار کر دیا اور خود اغنیاء کے ساتھ کاروباری زندگی کو اس پر ترجیح دی۔ انکو کسی ایسے معتمد شخص کی تلاش ضرور تھی جسکو اپنا تجارت کا کاروبار سپرد کر سکیں۔ ان کو بہت جلد محمدؐ کا پتہ چل گیا تو انکو نہ صرف اپنے مال پر بلکہ اپنے دل پر بھی امانتدار دیکھا اور

یہ سب کچھ اُن کو سپرد کر دیا۔

جو شخص محمد(ص) کو دیکھتا اور ان کا کلام سنتا وہ محسوس کرتا تھا کہ اس شخص کو عرب کے اُٹھانے اور جاہلیت سے نکالنے میں بڑی شان حاصل ہوگی۔ یہ بات خدیجہؓ پر مخفی رہنے والی نہ تھی۔ اسکا بھی یہی اعتقاد تھا کہ اسکا خطیب عنقریب بہت بڑی شان کا آدمی ہونے والا ہے، اسلیئے وہ ان سے اور بھی محبت کرنے لگی۔

انسؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابی طالب کے پاس تھے۔ اُن سے خدیجہؓ کے پاس جانے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے اجازت دیدی اور انکے پیچھے پیچھے ایک لونڈی کو جس کا نام نبعہ تھا یہ کہکر بھیجا کہ جا کر دیکھ تو خدیجہؓ میرے بھتیجے محمد(ص) سے کیا کہتی ہے۔ نبعہ نے آکر کہا: میں نے تو نرالی چیز دیکھی۔ جونہی خدیجہؓ نے ان کی آواز سنی فوراً دروازے میں نکل آئی، اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی: میرے ماں باپ قربان ہوں میں یہ کام نہیں کرونگی (جس سے آپ نے منع فرمایا ہے) لیکن مجھے توقع ہے کہ تم ہی وہ نبی ہوگے جو مبعوث ہونے والا ہے۔ پھر اگر تم ہی وہ نبی ہوئے تو میرا حق پہچاننا اور میں اس اللہ سے جو تمھیں مبعوث کریگا یہ دعا مانگتی ہوں کہ تم کو میرے لئے مبعوث کرے . . . . . .

نبعہ نے کہا: محمدؐ نے اُسے جواب دیا: ”خدا کی قسم اگر میں ہی وہ مبعوث ہوا تو تم نے مجھ سے ایسی بھلائی کی ہے جسکو میں کبھی بھول نہیں سکتا، اور اگر کوئی اور ہوا تو وہ معبود جس کیلئے تم نیکی کرتی ہو، وہ تم کو کبھی ضائع نہ کریگا۔“

حضرت محمد(ص) کوئی مالدار اور دولتمند آدمی نہ تھے اور نہ آپکے پاس آسائش سے بسر کرنے کا کچھ زیادہ ساز و سامان تھا۔ مگر اب خدیجہؓ کے ساتھ عقد ہو جانے سے آپکو بہت کچھ میسر ہو گیا۔

اب دیکھو وہ کیا کرتے ہیں، آیا اپنی بیوی کے مال و زر کو دل بہلانے اور عیش و عشرت میں بسر کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں؟

نہیں نہیں! جواں سال محمد(ص) نے اپنی بیوی کے مال کو صرف گھرانے کی فکر سے فارغ البال رہنے کا وسیلہ بنایا جیسا کہ اُس نے اسکی محبت و فرمانبرداری کو بے فکر ہو کر اپنے خالق کی عبادت کرنے اور اس عظیم الشان کام کو بجا لانے کا وسیلہ بنایا جسکی اسکو لگن تھی۔

دیکھو! وہی محمد (ص) ہے جو لوگوں سے الگ ہو گیا ہے اور کوہِ حرا کی غار میں بیٹھا ہے، اپنے رب سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ وہ اسکی قوم کو راہِ راست پر لائے اور دیکھو! وہی خدیجہؓ اسکی بیوی ہے جو اسکی ڈھارس بندھاتی اور اسکے دل میں صبر و استقلال اور توکل کی روح پھونکتی ہے۔

دیکھو! وہی اسکے لئے توشہ تیار کرتی ہے تاکہ اپنی لمبی گوشہ نشینی کی مدت میں اس سے قوت لایموت کا کام لے۔ دیکھو! وہ محمد (ص) کی جگہ یعنی دامنِ کوہ میں اُس غار کو جس میں اسکا شوہر خلوت گزیں ہے گردن اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی ہے اور اسکا دل ایمان، امید اور آیندہ کی توقع سے پُر ہے۔

اس طرح ہم نبوت کو دیکھتے ہیں کہ اسکی ولادت عورت ذات "خدیجہ" کے ہاتھ پر ہوئی جبکہ مردوں میں سے کسی نے اسکی ولادت کو نہ دیکھا تھا، نہ ابوبکرؓ نے اور نہ عمرؓ نے۔ اور نہ تو اسکا ذکر علیؓ نے سنا تھا اور نہ معاویہؓ نے۔

پھر خدیجہؓ نے وفات پائی۔ تو ابوبکرؓ نے جو حضرت محمدؐ کے سب سے بڑے صحابی تھے، یہ چاہا کہ ان کی مصاہرت سے مشرف ہو اور اپنی بیٹی عائشہؓ کی شادی ان سے کر دی۔ عائشہؓ فقط بیوی ہی نہیں تھیں بلکہ شاگرد بھی یہ نبیؐ کا عورت کے ساتھ تیسرا طور تھا: برکت جس نے بچپن میں انکی نگہداشت کرتی ہے۔ خدیجہ کبریٰؓ جوانی میں انکی خدمت کرتی اور حوصلہ افزائی کرتی اور عائشہ صدیقہؓ کہولت میں انکو خوش کرتی اور انکی شاگرد بنتی ہے۔

محمدؐ نے اپنی زندگی کے تمام مرحلوں پر عورت کو جانچا ہے اور انکی ہمدردی بچپن جوانی اور کہولت میں اسکی ہمدردی سے آمیز ہوتی رہی۔ اور اسکا انکی زندگی پر یہ اثر ہوا کہ آپ اسکی قدر بڑھاتے اس کی آزادی کا اعلان کرتے اور اسکو مردوں کے برابر ٹھہراتے رہے۔

نہایت عجیب اتفاق ہے کہ محمدؐ ہی کے زمانے میں یعنی ۵۸۶ء میں مجلس (ماکون) منعقد ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں بحث کرتی ہے: "کیا عورت بھی انسان ہے؟"

پھر قرار پایا کہ ہے تو انسان لیکن صرف مرد کی خدمت کیلئے پیدا ہوئی ہے اور ابھی اس قرارداد کا یورپ میں اظہار بھی نہیں ہوا تھا کہ محمدؐ نے حجاز میں اسکے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ

اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ (عورتیں تو مردوں کی سگی بہنیں ہیں)۔

بلکہ مردوں سے کہا: کیا تم بہشت میں داخل ہونے کے خواہشمند نہیں ہو؟ یہ جنت جسکے تم خواہاں ہو "ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"۔ اور ہر عورت ماں ہے اگر آج نہیں تو کل۔

عورت کی عزت افزائی میں جو بات محمدؐ نے کہی اسکی مانند کسی اور نے نہیں کہی۔ جب اور لوگ عورت کو شیطانِ مجسم سمجھتے تھے تو یہ محمدؐ ہی تھے جو اسکو شیطان سے محفوظ رہنے کا تعویذ خیال فرماتے۔

آنحضرتؐ نے اپنے ایک نوجوان صحابی سے جو معاذ بن جبل تھے پوچھا: "معاذ تمھاری بیوی ہے؟"

— "کوئی نہیں"

— "جب تو تم اخوان الشیاطین میں سے ہو (مطلب یہ کہ تم کو شیطانوں سے کسی عورت کی پناہ لیکر جس سے تم شادی کرو بچنا ضروری تھا)۔ محمدؐ نے اس طرح مردوں کی آنکھوں میں عورت کی قدر و منزلت کو بلند کرکے انھیں یہ سمجھانا چاہا کہ دنیا کی بڑی بڑی تحریکوں کی مانند یہ نئی تحریک بھی دونوں ہی جنسوں یعنی مرد و زن دونوں کے بازوؤں پر ایک ساتھ قائم ہوگی۔ جب عربی عورتوں نے اس زنانہ ترقی کی تحریک کو دیکھا تو بہت شاد ہوئیں اور اس میں اور بھی اضافہ چاہا یہانتک کہ جب انھوں نے اپنے بعض حقوق میں کچھ کمی دیکھی تو ایک انجمن منعقد کرکے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے مطالبات کسی مندوب کے ذریعے نبی (ص) کی خدمت میں پیش کریں۔ انکی مندوب (ڈیلیگیٹ) کا نام اسمأ بنت یزید انصاریہ تھا۔

اسمأؓ نے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: "میں عورتوں کی ایک جماعت کی طرف سے جو میرے پیچھے ہے رسول ہوکر آئی ہوں اور سب کی بات اور رائے وہی ہے جو میری"۔ پھر اس نے ان عورتوں کے مطالبات جنھوں نے اسے بھیجا تھا، نبیؐ کے سامنے پیش کئے۔ نبیؐ نے ان مطالبات کا جواب تسلی بخش دیا اور اس کی گفتگو اور جرأت پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ہمنشینوں کی طرف ملتفت ہوکر کہا:

"کبھی تم نے کسی عورت کی گفتگو اپنے دینی مسائل پوچھنے میں اس عورت کی گفتگو سے بہتر سنی ہے؟"

آپ کا یہ فرمانا عورت کا دل بڑھانے اور اسکی قدر افزائی کرنے کیلئے کافی ہے اور نبیؐ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ عورت پر اسکے نکاح کے معاملہ میں کوئی خود رائی یا زبردستی کی جائے۔ بنابریں وہ اسے اسکا حق عطا کرتے ہیں کہ جس شخص کو وہ پسند کرے اور جس سے اسکی اچھی نبھ سکتی ہو اسکے ساتھ نکاح کرلے بشرطیکہ یہ نکاح اسکے

خاندان کے شرف کو بٹہ نہ لگائے۔

دیکھو یہ کنیز (بریرہ) حضرت عائشہؓ کی لونڈی تھی جسے انھوں نے آزاد کر دیا تھا اور یہ ایک شخص سے بیاہی ہوئی تھی جس کا نام مغیث تھا۔ پھر جب اسکو آزادی مل گئی تو یہ حق بھی حاصل ہو گیا کہ مغیث کی زوجیت میں رہنا پسند کرے یا نہ کرے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کو مغیث کے ساتھ بسر کرنے میں کچھ راحت نہیں تھی سو اس نے اظہار کر دیا کہ اب وہ اسکو اپنا شوہر رکھنا نہیں چاہتی۔

مغیث تو بریرہ پر شیفتہ اور فریفتہ تھا۔ اسکو یہ بات بہت شاق گزری۔ اس نے اسے ہر چند رضامند کرنا چاہا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئی۔ اب دیکھو یہ بریرہ مدینہ کی گلیوں میں چلتی پھرتی ہے اور بیچارہ مغیث اسکے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ اور آنسو رخساروں پر بہ رہے ہیں۔ لوگ اس سے ہمدردی کرتے ہیں لیکن بریرہ کو ذرا ترس نہیں آتا "بریرہ اس پر رحم کر، اسکے حال پر ترس کھا اور اس سے شفقت کا برتاؤ کر۔"

"کبھی نہیں، میں اسکو نہیں چاہتی۔"

لوگوں نے بریرہ اور مغیث کے معاملہ کی نبیؐ کو خبر کی۔ انھوں نے بریرہ کو بلایا اور اسکے متعلق سمجھایا۔

اس نے کہا: "اے خدا کے پیغمبر! کیا آپ مجھے کوئی شرعی حکم فرما رہے ہیں؟"

—"نہیں! میں تو سفارشی ہوں۔"

—"مجھے اسکی کوئی رغبت نہیں۔"

اس پر نہ تو نبیؐ نے اسکو روکا اور نہ اس آزادی کے استعمال پر اسکو برا کہا باوجودیکہ وہ انکی بیوی کی آزاد کردہ تھی۔ اپنے چچا عباسؓ سے ملتفت ہو کر صرف اتنا ہی کہا:-

"عباس! تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث تو بریرہ کو چاہتا ہے اور بریرہ مغیث کو ناپسند کرتی ہے!"

اور جیسا کہ نبی خدا (ص) عورت کے اس حق کا اعتراف کرتے تھے کہ اسکو اپنے ذاتی معاملات میں آزادی حاصل ہے۔ اسی طرح وہ تسلیم کرتے تھے کہ اُسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ مصالح عامہ کی خدمت میں مردوں کے ساتھ شامل ہو۔

اُس عہد کی سب سے بڑی مصلحت دعوتِ اسلامیہ کی تائید اور اُن لوگوں کی مقاومت کا مسئلہ تھا جو اسکی مخالفت کریں ؛ سو عورت نے اس راستے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور صحابہ رض کی بیویوں کا ایک بڑا گروہ لشکر کے ہمرکاب رہ کر محاربین کی خدمت انجام دیتا رہا ہے۔

اُمّ عطیہ کہتی ہیں میں محاربین کے لئے کھانا تیار کیا کرتی، انکے خیموں کی نگہداشت، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کیا کرتی۔

اور اُمّ سنان کہتی ہیں: جب نبی خدا (ص) خیبر کو چلنے لگے تو میں نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا کیا میں اس سفر میں آپکے ہمراہ چل سکتی ہوں ؟ میں مشکیں سیا کرونگی، بیماروں اور زخمیوں کی دوا دارو کیا کرونگی اور مردوں کی پاسبانی کرونگی۔

— چلو خدا برکت دے کیونکہ پہلے چند بیبیاں ساتھ چلنے کی درخواست کر چکی ہیں، میں انھیں اجازت دے چکا ہوں۔ سو تو بھی میری بیوی ام سلمہ کے ساتھ رہ۔ لیکن جب امّ کبشہ نے ساتھ چلنے کی اجازت مانگی تو آنحضرت ص نے اُسے فرمایا "نہیں"۔ اس نے کہا: "میں زخمیوں کی دوا کرونگی اور بیمار کی تیمارداری"

— "تو بیٹھ۔ لوگ یہ چرچا نہ کریں کہ محمد (ص) عورت کے سہارے لڑتا ہے" دیکھ لیجئے اے حاضرینِ کرام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ساتھ لیکر نہ جانے کا سبب اس اندیشے کو قرار دیا کہ قبائل میں یہ بات پھیل جائیگی کہ محمد (ص) کے پاس مرد تو رہے نہیں، اسلئے وہ عورتوں کی ہمراہی میں لڑتا ہے۔ اسے یہ نہیں کہا کہ تو بیٹھی رہ۔ لشکروں کے ساتھ نکلنا تیرا کام نہیں ہے۔

انس رض کہتے ہیں: میں نے اُحد کی جنگ میں نبی (ص) کی بیوی عائشہ رض کو دیکھا اور انکے ساتھ میری ماں امّ سلیم رض بھی تھی۔ دونوں نے پائنچے اٹھائے ہوئے تھے۔ اُن کی خلخالیں دکھائی دے رہی تھیں اور وہ اچھلتی ہوئی جا رہی تھیں۔ انکی پشتوں پر پانی کی مشکیں تھیں۔ انکو پیاسوں کے مونہوں میں انڈیلتیں۔ پھر لوٹ لوٹ کر آتیں اور بھر بھر کر لے جاتیں اور پیاسوں کے مونہوں میں انڈیلتی رہتیں۔ یہاں ایک عورت اور بھی ہے اور وہ رُفیدہ اسلمیہ ہے۔ وہ لشکر کے ساتھ تو نہیں رہتی تھی، اس نے اپنا خیمہ مسجد نبوی میں گاڑ رکھا تھا اور وہیں مجروحوں اور بیماروں کا معالجہ کرتی تھی۔

جب سید الانصار سعد بن معاذ جنگِ خندق میں زخمی ہوئے تو نبی خدا (ص) نے فرمایا: انھیں رُفیدہ کے خیمہ میں رکھو۔

رُفیدہ کا یہ کام تو لڑائی کے دنوں میں تھا۔ صلح کے زمانہ میں اُس کا یہ کام تھا کہ وہ عاجز، زدل اور مصیبت زدوں کو اپنے خیمہ میں لے آتی اور انکی خدمت بجالاتی اور اُنکے دُکھ ہلکے کرتی رہتی۔ رُفیدہ کا خیمہ بھی کیا خوب خیمہ تھا کہ لڑائی کے وقت تو فوجی ہسپتال (Military Hospital) رہتا اور ایام صلح میں اپاہج گھر بن جاتا۔

جنگجو مشرکوں میں سے ایک شخص نے سیدہ ام ہانی رض کے پاس آکر پناہ طلب کی تو اُس نے اُسے پناہ دیدی۔ ایک صحابی نے اسکی مخالفت کی اور اسکی پناہ کو نامعتبر ٹھہرانا چاہا۔ اُس نے غصے ہو کر نبی (ص) کی خدمت میں جا شکایت کی۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا (قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیْ) اُمِّ ہانی! جسے تم نے پناہ دیدی اُسے ہم نے بھی پناہ دیدی ہے۔ حالانکہ امّ ہانی کی یہ مداخلت سیاسی حربی امور میں تھی۔ نبی (ص) نے تسلیم کر لیا کہ جو کچھ اُس نے کیا اسکا حق تھا۔ اُسے یہ نہیں کہا کہ تیرا یہ کام نہیں۔ تیرا تو یہی کام ہے کہ بچے جنے اور بچے کھلاتی رہے۔

لیکن باوجود اسکے لے بیگمات! محمدؐ کی رائے میں زینت اور خانہ داری بھی عورت کے بہت ہی بڑے کام تھے۔ سو جیسا کہ وہ اس قرشی عورت پر جو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی اور اسکی اولاد کو پالتی رہتی ہو فخر کرتے تھے عین اسی وقت یہ بھی پسند کرتے کہ عورت نہ تو اپنی انوثت کو بھولے اور نہ اپنی زینت کو چھوڑے نہ اپنی ماں ہونے کی کسی حالت سے دستبردار ہو یہانتک کہ وہ تو یہ بھی ناپسند کرتے تھے کہ عورت کے ہاتھوں میں خضاب کا رنگ دکھائی نہ دے (گذشتہ زمانوں میں خضاب عورت کی بہت خوشنمائی سمجھی جاتی تھی)۔

اُمّ سنان کہتی تھیں: میں نے نبی (ص) سے اسلام پر بیعت کی۔ آپؐ نے میرے ہاتھوں پر نظر کی۔ ان میں خضاب کا کچھ اثر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا:

"کیا تم میں کسی پر واجب نہیں کہ اپنے ناخنوں کا رنگ بدلے اور اپنے ہاتھ پر اور نہیں تو تسمہ ہی باندھ رکھے" اس قول سے اسکو ہاتھ رنگنے اور کلائی میں کنگن پہننے کی رغبت دلانا تھا گو وہ چمڑے ہی کا ہو۔

محمد (ص) نے عورت کے نفسیات کو اور اسکی جنس کے طبعی خواص کو اچھی طرح جان لیا تھا۔ اس لئے جو کچھ اسکے متعلق جانا تھا اسی کے مطابق اس سے معاملہ کرتے تھے اور اسکے ساتھ رفق ومؤانست اور نرم گفتاری سے پیش آتے۔

انکے جو جو برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ تھے، ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جنکو آج ہم نامناسب اور ناسزا خیال کرتے ہیں۔

مثلاً وہ اپنے سفروں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لیکر نکلتے تھے۔

جب ان میں سے کوئی سوار ہونا چاہتیں تو ان کے لئے اپنا گھٹنا بچھا دیتے تاکہ وہ اسپر اپنا پاؤں رکھکر اپنے ہودج میں چڑھ بیٹھیں۔ اور جب وہ اُن کے ساتھ کسی جنگل میں ہوتیں تو ورزش کی غرض سے اور انھیں خوش کرنے کی خاطر اُن سے دَوڑ میں مقابلہ کرتے اور عید کے دن آنحضرتؐ نے حبشیوں کو مسجد میں داخل کیا' تاکہ ازواجِ مطہرات انکی حربہ بازی کو دیکھ سکیں۔

ایک ایرانی آنحضرت (ص) کا پڑوسی تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کو کھانے پر بلایا اور آپکے ساتھ آپکی زوجہ حضرت عائشہؓ کی دعوت نہ کی تو نبی (ص) نے حضرت عائشہؓ کی معیت کے بغیر اسکی دعوت قبول نہ کی۔ سو اُس نے حضرت عائشہؓ کو بھی دعوت میں شامل کرلیا۔ گویا آنحضرتؐ نے ان کی دعوت کے نہ ہونے میں اُنکی اہانت کا احساس کیا۔ اسلئے آپ نے اسکی دعوت رد کر دی تاوقتیکہ وہ اُنکو بلائے۔

اور آپ نے آدمی کو جورو کے مارنے پیٹنے سے منع کیا اور بتلایا کہ اسے مارنا پیٹنا زوجیت کے اس رشتے سے ناموافق ہے جس سے دونوں وابستہ ہیں: دیکھو عصر کے وقت اسے پیٹتا ہے پھر شام کو اس کی خوشامدیں کرنے لگتا ہے اور بن منائے نہیں بن پڑتی۔

انگریزی قوانین آج کے دن تک خاوند کو اپنی بیوی کے ایسی لاٹھی سے مارنے کی اجازت دیتے ہیں جو انگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو۔

آنحضرت (ص) اپنی آیا برکت کا احترام کرتے اور صحابہؓ سے فرماتے: هٰذِهٖ اُمِّيْ بَعْدَ اُمِّيْ: میری ماں کے پیچھے یہ میری ماں ہے۔ کبھی کبھی اس سے مزاح بھی فرماتے۔ چنانچہ برکت نے ان سے سواری کیلئے

اونٹ مانگا تو آپ نے اُسے اونٹنی کا بچہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ یہ سنکر وہ چلائی کہ میں اونٹنی کا بچہ لیکر کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اٹھا سکیگا۔ مجھے تو کوئی اونٹ چاہیئے۔ صحابہؓ نے ہنس کر کہا: "اری برکت کیا وہ اونٹ اونٹنی کا بچہ نہ ہوگا" اور نبی (ص) نے ایک دن صبح کو کچھ عورتیں دیکھیں جو ایک شادی کی تقریب سے آرہی تھیں اور ان کے ساتھ انکے بچے بھی تھے۔ آپ ان کے لئے ٹھہر گئے اور پکار کر کہا: اللّٰھم انتم من احب الناس الیّ اللھم انتم من احب الناس الیّ: بارالہا تم لوگ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

ہاں اے حضرات! وہ عورتوں کو محبوب رکھتے تھے، اسلئے کہ وہ مردوں کی پرورش کرتی ہیں جیسا کہ برکت نے انکی یتیمی میں انکی پرورش کی تھی اور وہ بڑی بڑی تحریکوں میں مردوں کی مددگار ہوتی ہیں جیسا کہ خدیجہؓ نے انکی تحریک میں اُنکی مدد فرمائی اور مردوں سے لیکر علم و ثقافت کو پھیلاتی ہیں، جیسا کہ عائشہؓ نے آپکی ثقافت کو نشر کیا اور امت کو آپکی شریعت کی تبلیغ کی۔

حضرت محمدؐ کا عورت کو بشارت دینا اور پرانی غلامی سے اسکو آزاد کرنا یورپ کے مصنفین سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ یہانتک کہ اسکے نامنصفوں نے بھی ایک مستشرق اندرا سرفیہ اپنی کتاب اسلام اور نفسیہ مسلمین میں لکھتا ہے: "محمد (ص) اُن اسباب کی تلاش کرتا ہے جو عورت کو اسکے گردو نیں شامل کردیں اور وہ اسکی بات پورے لطف و کرم سے کہتا ہے اور اسکے احوال کی بہتری کی کوشش کرتا ہے۔"

"محمد (ص) سے پہلے عورتیں اور بچے وارث نہیں ہوتے تھے بلکہ صورت حال یہ تھی کہ جو شخص میت کا زیادہ قریبی ہوتا وہی میت کے مال و متاع کے ساتھ اسکی عورتوں کا بھی وارث ہوتا۔ اور جسوقت محمدؐ مبعوث ہوئے تو اسنے عورت کو اس کا حق ارث عطا کردیا اور جو کچھ بھی اسکے حق میں بہتر تھا واجب ٹھہرادیا۔"

پھر وہ لکھتا ہے کہ: "جو شخص عورت پر محمد (ص) کی عنایت کا ثبوت حاصل کرنا چاہے تو اُسے اُن کا حجۃ الوداع کا خطبہ پڑھنا چاہیئے جس میں انھوں نے عورتوں کے متعلق وصیت فرمائی ہے: محمد (ص) اس سے ناآشنا نہیں کہ عورت اگر دن کو قیدی ہے تو وہی رات کو سردار ہے اور اسکا اثر ہمیشہ بہت بڑا ہے۔ یہ ہے جو اندرا سرفیہ نے کہا ہے۔ باوجود آنحضرتؐ کو مطعون کرنے کے اس سے باز نہیں رہ سکا کہ آپ نے عورت کو

آزادی بخشی ہے۔

بلکہ ایک جرمن عالم دریس مان (Driesman) نے یہ تصریح کی ہے کہ محمد (ص) کا عورت کو آزادی عرب کی پیش قدمی اور اسکے تمدن کی ترقی کا یہی اکیلا سبب ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب پیروانِ محمد (ص) نے اس آزادی کو پھر عورت سے چھینا تو وہ پست ہو گئے اور انکا تمدن تباہ ہو گیا۔

اور "اندرہ سرفیہ" کا یہ کہنا: "محمدؐ اس سے بے خبر نہیں کہ عورت دن کو مقید رکھی جاتی ہے" اس سے اسلام پر طنز اور اسکی بدگوئی مقصود ہے، ہم کو اس بات پر اسے عتاب کرنے کا حق ہے، نہ جانے کون وہ باتیں ہیں جو اندرا سرفیہ کی قماش کے لوگوں کی زبان سے یہ نکلواتی ہیں کہ مسلمان عورت اسیر ہے یا اسیر کے طور پر ہے۔ کیا ان کی مراد ہے پردہ سے؟ طلاق سے؟ تعددِ زوجات سے؟ یا وراثت اور شہادت میں مرد کے آدھے برابر ہونے سے؟ ہم ان پانچوں باتوں یا ان "کلیاتِ خمس" پر لمبی تقریر نہیں کر سکتے۔ ایک تو اس جہت سے کہ وقت میں گنجائش نہیں اور دوسرے اس جانب سے کہ ان مسائل پر مسلموں اور غیر مسلموں میں اتنے لمبے چوڑے مباحثے ہو چکے ہیں کہ انکی طوالت موجب ملالت ہو رہی ہے۔ باوجود اس کے مجھے ان کے متعلق چند ٹیلیفونی بول عرض کرنے ہیں:-

اوّل مسئلہ حجاب کا ہے، میرا کہنا اس پر یہ ہے کہ جس روز سے نوعِ بشر نے یہ مِل جُل کر رہنے کا ڈھنگ نکالا ہے اسی روز سے اس میں کچھ "ارستقراطی"، طبقے موجود رہے ہیں جو اپنی مصلحت یا شانِ امتیازی کی وجہ سے یہ چاہتے رہے ہیں کہ وہ دوسرے طبقوں سے پردے میں رہیں یا ان سے بہت کم میل جول رکھیں، اسی روش پر آج تک بادشاہ اور بیگمیں، راجے اور رانیاں، بڑے بڑے لوگ اور انکی عورتیں چلی جا رہی ہیں۔ محمدؐ کی نبوت میں اِرِستقراطیت کی کوئی بات بھی نہ تھی، لہٰذا اُن کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان کوئی حجاب بھی نہ تھا۔ عام لوگ ان کے گھر میں علم سیکھنے کے لئے اس طرح بے تکلف آتے جاتے تھے جیسے شاگرد اپنے استاد کے مدرسے میں، لیکن ان میں بعضے شاگرد اپنی طویل کلامی اور دراز نشینی کی وجہ سے بہت ثقیل واقع ہوئے تھے۔

عمرؓ نے آنحضرت صلعم کو مشورہ دیا کہ لوگوں کو اپنے گھر میں آنے جانے سے منع فرمادیں۔ آنحضرت صلعم نے شانِ

ے مخصوص باعیان واشراف (Aristocratic) ۱۴

بادشاہی سے پرہیز کرنے اور اس شئے کا جسکو آجکل دمیقراطیہ (Democracy) یا جمہوریہ کہتے ہیں، پاس رکھنے کی خاطر ان کی رائے سے موافقت نہ کی۔

پھر ان گران نشینوں کی ثقالت ہیں اور بھی اضافہ ہوتا گیا، یہانتک کہ نبیؐ کی بیویوں کے حجاب، اور بیت نبوت میں لوگوں کے عدمِ دخول، اِلّا بضرورت کے بارے میں وحی نازل ہوگئی۔

بس اَرِستقراطیہ کے مظاہر میں سے یہی ایک مظہر ہے جسے ضرورت کی، پ ۔ سے حضرت محمد (ص) کو قبول کرنا پڑ گیا تھا۔

پھر مسلمانوں نے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کے قاعدے پر عمل پیرا ہو کر اپنے نبیؐ کی تقلید میں عورتوں کو پردہ نشین کر دیا حتیٰ کہ ہر مسلم خاتون "ملکۂ مُحجّبہ" اور ہر مسلمان کا گھر قصرِ شاہی بن گیا۔

مگر کیا ہی برا ہوا ہے اس امت کا جسکی ساری بیبیاں رانیاں ہی رانیاں ہوں اور کام کرنیوالیوں کا کہیں کھر کھوج نہ مل سکے۔

پس، اسلامی پردہ، اے معزز بیگمات! عورت کی ارستقراطیہ اور اسلام میں اسکی علو کی شان کا ایک مظہر ہے۔

حجاب پر میری بات ختم ہوئی۔ اب میرا دوسرا ٹیلیفونی بول سنئے جو مجھے "میراث میں بہن کا بھائی سے آدھا حصہ ہونے" پر بولنا ہے:

یہ حکم شرعی ہے جس کا جواب انگریزی مقنن (جسکی شریعت بیٹی کو باپ کا ورثہ نہیں دیتی۔ بلکہ باپ کی ساری ثروت کا وارث بڑے بیٹے کو اسلئے قرار دیتی ہے کہ وہ گھرانے کا سردار، اسکے لقب کا حامل اور خاندانی عظمت کا محافظ ہے) یہ دیتا ہے کہ:

"شارعِ اسلامی کی نگاہ میں خاندان کی نسبت سے یہی شان تمام اولادِ ذکور کی ہے، اس وجہ سے کہ چونکہ خاندان میں وہی اپنے والد کے جانشین ہوتے ہیں، انھیں اپنی بہنوں کی بہ نسبت جو دوسرے گھرانے میں شامل ہو کر اپنے نفقات کا بوجھ ان لوگوں پر ڈال دیتی ہیں، مال کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔"

بنابریں یہ مسئلہ عورت پر مرد کی ترجیح کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ محض ایک سماجی اقتصادی مسئلہ ہے۔

علاوہ بریں صنعتی کارخانوں کے منیجروں پر اب یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ عورت کی متوسط قوت مرد کی متوسط قوت کے نصف سے بھی کم ہے، اسی لئے مرد کی مزدوری دوچند رکھی گئی ہے۔

ان امورِ خمسہ میں سے تیسرا امر عورت کی شہادت کا مرد کی شہادت سے نصف ہونا ہے، اسکے خلاف اعتراض کا جواب دیتے ہوئے میرا کہنا یہ ہے کہ اس قانون کا راز یہ نہیں کہ حضرت محمدؐ عورت کی حقارت کے معتقد ہیں یا ان کا مقصد عورت کی شہادت کو جھٹلانے کا ہے، حاشا وکلا۔

ان کے پیشِ نظر تو اتنی ہی حقیقت ہے کہ عورت ان اعمال کے ہنگامے سے دور ہے جن سے مردوں کو سروکار رہتا ہے اور جن میں بکثرت چالبازی اور چھل بٹے سے کام چلتا ہے، علاوہ بریں عورت بر خود اعتمادی میں کمزور، ضبط میں کچی اور جھٹ فریب میں آجانے والی ہوتی ہے۔ یہانتک کہ اسکو تو لوگ لے حسینہ کہکر پھانس لیتے ہیں، باقی خوشامد اور تعریف کی باتوں کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

یہی عورت کی وہ نفسیّت ہے جس کی واقعیّت کو دیکھکر حضرت محمدؐ نے یہ مناسب سمجھا کہ وہ اپنی ہمجنسوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تقویت حاصل کرے۔ اور ان میں سے ہر واحد اپنی ساتھ والی کو یاد دلاتی رہے اور جس امر کی انکو گواہی دینی ہے اسکی مضبوطی پر آپس میں امداد کرتی رہیں۔ اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت کی گواہی کو آدھی گواہی قرار دینا عورت کی فرشتوں جیسی سادگی کے اعتقاد کا اثر ہے نہ کہ اسکی حقارت یا ذمہ داری کی خرابی کا۔

علاوہ بریں حضرت محمدؐ نے شہادت کے بعض موقعوں میں عورت کو مرد پر یہ امتیاز بخشا ہے کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں اکیلے مرد کی شہادت مقبول نہیں ہوتی، لیکن اکیلی عورت کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے۔ اس میں کافی دلالت موجود ہے کہ شارع کو عورت پر اعتماد اور اس کے وجدان کی سلامتی کا اعتقاد ہے۔

اور چوتھا امر ان امور میں سے جن کی بنا پر عالم متمدن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تشنیع کرتا ہے قانونِ طلاق ہے لیکن اس شناعت میں یہی لوگ بہت بڑے پیمانے پر ہمارے ساتھ شریک ہو چکے ہیں۔ محمدؐ یہ جانتے تھے کہ ہم کتنی ہی خواہش و کوشش کریں کہ میاں بیوی اپنی خوخصلت میں باہم موافق رہیں تو بھی ہماری اس

خواہش وکوشش میں ہو ، استعمال کا واقع ہوجانا ناگزیر ہے یہانتک کہ بسا اوقات یہی طبیعتوں کا اختلاف ناشوئی کی محبت کے بگاڑ اور خاندان کے امن چین کو تلخ کرنے کا موجب ہوجاتا ہے ۔ اسوقت ناچار تفرقے کی ضرورت پڑتی ہے اور اکثر اس تفرقے میں عورت ہی کی مصلحت ہوتی ہے کہ وہ اسکی بدولت اپنے شریر شوہر کے پنجے سے مخلصی حاصل کرلیتی ہے ۔

لیکن بایں ہمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کو ناپسند اور صبر کا امر فرماتے ہیں چنانچہ قرآن میں آتا ہے : وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۔ (ترجمہ) انکے ساتھ آئین کے موافق رہو سہو ۔ پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو بسا ممکن ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بہتری پیدا کردے ۔

حاصل یہ کہ وحی محمدی نے عورت کی خاطر مرد کے ساتھ اسکے احساس کے متعلق پُرزور مقابلہ کیا ہے یہانتک کہ مرد کو کہہ دیا ہے کہ اگر تجھکو اپنی عورت کی ناپسندیدگی کا احساس ہوا ہے تو تجھے کیا خبر کہ اس ناپسندیدگی میں کوئی بہت بڑا فائدہ ہو ۔ لہٰذا تجھے اسکو استقلال کے ساتھ گوارا کرنا چاہئے ۔

کہنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس حدتک طلاق سے اجتناب کرنے کی تاکید کی ۔ لیکن ان کے پیرو انکی شریعت کی نافرمانی سے خود ہی مبتلائے بلا ہوگئے ۔ اس کا آنحضرت کی ذات پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا ۔ دیکھتے نہیں ہو کہ یہی حال نوامیس فطرت اور قوانین صحت کا ہے کہ لوگ ان کی مخالفت کرکے خود ہی اپنی بدبختی خرید لیتے ہیں ۔ اس میں نہ تو اطبا کا کوئی گناہ ہوتا ہے اور نہ خدا کی عنایت کا جس نے شریعتیں مقرر کیں ۔ گناہ تو اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے انکی مخالفت کی ۔

شیشروان کہتا ہے کہ جو شخص سعادت اندوز نہو تو گناہ تو اسی کا ہے ۔

مسلمانوں نے طلاق میں افراط کی تو بغیر کسی قید وشرط کے طلاق دینے لگے اور نصارے نے تفریط کی تو انھوں نے ضرورت کی موجودگی میں بھی طلاق نہ دی ۔

پھر آخر الامر دونوں فریقوں نے اپنی اپنی بدبختی کا احساس کیا تو ترکی کے مسلمان تو طلاق کے دائرے کو تنگ کرنے اور انگلستان اور امریکہ کے نصاریٰ اسکو فراغ کرنے لگ گئے ۔ اب آیندہ اس کا نتیجہ طلاق کے

بارے میں حکمت کی پاسداری اور میانہ روی اور اعتدال کی صورت میں برآمد ہوگا اور یہی بات طلاق کے مشروع کرنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب تھی۔

پانچویں بات جس کا عیب مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اور میرا کلام اس موضوع پر کسی قدر تصریح کی جرأت چاہتا ہے لیکن باوجود اسکے میں صرف اشارہ و کنایہ ہی پر اکتفا کرنے کی کوشش کرونگا۔

پہلے میں یہ کہتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ ام نے دیگر مقننین کی طرح نوع بشر کے کسی ایک ہی طبقے کو اپنی شریعت سے مخاطب نہیں کیا۔ وہ تو تمام تر طبقات اور ساری ہی امتوں کو مخاطب کرتے تھے، جن میں وحشی قومیں بھی تھیں نیم مہذب بھی تھیں۔ اور متمدن بھی۔ پس محمد مصطفےٰ ام تعدد زوجات کے بارے میں ہر ایک امت سے کہتے ہیں تو میری لچیلی شریعت میں سے جو کچھ تیرے ماحول اور تیری اجتماعی حالت کے مناسب ہے، لیلے۔ پھر جب کوئی انسانی طبقہ یہ کہے کہ میں تعدد نہیں چاہتا تو محمد مصطفےٰ اس سے کہتے ہیں، بہت خوب! اسلئے کہ تعدد میری شریعت میں مباح ہے واجب نہیں۔ لیکن وہاں افریقہ یا چین میں مثلاً ایک اور گروہ ہے جسکے اجتماع کی حالت، اور طبیعت کی افتاد تعدد کے لئے ناہموار ہے۔

تو محمد مصطفےٰ جب ان لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دینگے تو نہ تو ان کی طبیعتوں پر دباؤ ڈالکر انکو اپنی خواہش کی طرف لائینگے اور نہ ان کو ترک تعدد کی تکلیف دینگے کہ مبادا ان پر سختی و دشواری طاری ہو کیونکہ ان کی سوشل حالت کا یہی مقتضا ہے۔ اسی لئے انکے واسطے تعدد کو مباح ٹھہرایا گیا، بالخصوص ایسی حالت میں جب زن و شوہر میں سے کوئی ایک عقیم ہو، یا لڑائیوں میں مردوں کی ضرورت کے سبب عورتوں کی تعداد بڑھ جائے۔ جیساکہ آجکل یورپ میں واقع ہے، یا کسی اور سبب کے تحت۔

بلکہ ہم دوبارہ آغاز بحث کی طرف لوٹ کر کہتے ہیں کہ ہمیں ان قوموں سے کیا غرض جن کیلئے حضرت محمد مصطفےٰ انکے ماحول یا مزاجوں کے مقتضا سے انکے لئے تعدد ازواج مباح ٹھہراتے ہیں۔

خود یہی متمدن قومیں ہیں کہ عملاً تعدد کی مرتکب اور زبان سے اسکو برا بھلا کہہ رہی ہیں۔

حضرت محمدؐ نے نوع بشر کے مزاجوں کو پہچانا، انکی مردی کی طبیعت کا عمیق مطالعہ فرمایا۔ پس وہ اس طبیعت کے لوگوں سے رُو در رُو ہو کر فرماتے ہیں:

"کیا تم ہی نہیں ہو کہ طعام واحد پر صبر نہیں کرتے؟ کیا تم ہی نہیں ہو کہ اپنی طبیعت یا مزاج یا دوسرے اسباب کی رَو میں بہتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے ہو جہاں اپنی شرعی عورت کے سوا اور دوسری عورت سے شناسائی پیدا کرتے ہو۔ تم اپنے آپ سے اس طبیعت کو مٹا دو تاکہ میں اپنی شریعت سے تعدد کو مٹا دوں۔"

اس انکار سے کیا حاصل؟ یا اس مسئلے میں جھگڑنے سے کیا فائدہ؟

اگر ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تو کیا ہمارے کان بھی نہیں سنتے؟

یہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی شرعی عورتوں کے سوا غیر عورتوں سے شناسائی کریں انھیں حضرت محمدؐ یہ نہیں کہتے کہ تم انکے ساتھ حرام طور پر شناسائی پیدا کرو اور اپنے فرزندوں کی حرامزادوں اور یتیموں کی پرورش گاہوں میں بھرتی کرو بلکہ وہ انھیں کہتے ہیں، اگر تمہیں دوسری عورت سے تعلق پیدا ہی کرنا ہے تو دین کی رواداری کے طریق سے کرو۔ اور کسی شیخ اور قسیس کے ہاتھ پر کرو۔ شیطان اور ابلیس کے ہاتھ پر نہ کرو۔

نتیجہ یہ کہ شرع محمدی میں دوسری بیوی کا روا ہونا بشر کی اس سرکش طبیعت کا انسداد کرنے کیلئے ہے جس کا بعض شخص مقابلہ نہیں کر سکتے۔

علاوہ ازیں جس خطرے کی ہم تعدد ازواج کے پیچھے توقع کر سکتے ہیں، اسی قسم کے خطرے کے ہمیں آشنائیں رکھنے کے بعد بھی متوقع رہنا چاہئے۔

بہرحال خاندان دونوں حالتوں میں خطرات سے یکساں طور پر دوچار رہے گا، خواہ وہ غیر اسلامی حلقے میں ہو یا اسلامی حلقے میں۔

زمانہ حاضر میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بالشویک یورپ میں خفیہ تعدد کا قانون وضع کرنے کی فکر میں ہیں جو کہ حرص و ہوس کے دائرے کو تنگ کر دے اور خاندانوں کو مصیبت سے بچالے۔

یہی ہے اے حاضرین و بیگمات جو میں محمدؐ اور عورت ذات کے موضوع پر کہنا چاہتا تھا۔

اس سے تمھیں ثابت ہو گیا ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا تو عورت کو بشارت دینے اور اس کی

حریت عطا کرنے کے لئے تھا۔ طلاق اور باقی پانچوں امور اس حریت کو داغدار نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ آنحضرتؐ عورت کے لئے یہ چاہتے ہوں کہ وہ حقوقی معنوں میں حُرّہ ہے اور اسکے بالمقابل یہ ہے کہ وہ اخلاقی معنے میں حُرّہ ہو۔

فَالْحُرَّةُ غَیْرُ الْحُرَّہ — تَجْعَلُ الْحَیٰوۃَ مُرَّہْ
اَمَّا الْحُرَّۃُ الْحُرَّہ — فَھِیَ الَّتِیْ تَکُوْنُ لِلْعَیْنِ قُرَّہ
وَفِیْ جِیْدِ الْحَائِلِ دُرَّہ — وَفِیْ جَبِیْنِ وَطَنِھَا غُرَّہ

سو وہ حُرّہ جو نا حُرّہ ہے — وہ تو زندگی کو تلخ کر دیتی ہے
مگر جو حرّہ حرّہ ہے — وہ آنکھ کی ٹھنڈک
مجالس کی گردن کا موتی — اور جبینِ وطن کا غرّہ ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۵۵

پیام آرام

جالندھر شہر

القسم الثانی

روضۃ الاطفال

مُدیر: محمد احمد خان ذاکر

رِسَالَةُ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم

تِلْمِيْذٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ الْكَرِيْمَ

عَلی : فِیْ اَیِّ كِتَابٍ يَقْرَأُ هٰذَا التِّلْمِيْذُ ؟ يَا عَبَّاس !

عَبَّاس : فِی الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ (كِتَابِ اللهِ تَعَالٰی) .

عَلی : مَنْ جَاءَ لَنَا بِهٰذَا الْكِتَابِ الْكَرِيْمِ ؟

عَبَّاس : اَللهُ اَنْزَلَهٗ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ، لَمَّا اَرْسَلَهٗ اِلَی النَّاسِ .

عَلی : وَ كَيْفَ وَصَلَ الْقُرْاٰنُ اِلٰی اَيْدِی النَّاسِ ؟

عَبَّاس : لَمَّا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِظَهٗ ، وَ اَمَرَ الْكُتَّابَ بِكِتَابَتِهٖ ، وَحَثَّ النَّاسَ عَلٰی حِفْظِهٖ ، فَكَتَبُوْهُ وَ حَفِظُوْهُ .

عَلی : كَيْفَ انْتَقَلَ اِلَی الْبِلَادِ الْبَعِيْدَةِ ؟

عَبَّاس : كَتَبَ الصَّحَابَةُ مَصَاحِفَ ، وَ اَرْسَلُوْهَا اِلَی

الْبِلَادِ الْكَبِيْرَةِ، فَكَتَبَ النَّاسُ مِنْهَا مَصَاحِفَ لَهُمْ وَ كَثُرَ حَافِظُو الْقُرْاٰنِ، وَ تَفَرَّقُوْا فِي الْبِلَادِ.

عَلِي: اِلٰى مَنْ اَرْسَلَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

عَبَّاس: اَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ جَمِيْعًا لِيُعَلِّمَهُمُ الدِّيْنَ الْاِسْلَامِيَّ.

عَلِي: مَا الَّذِيْ يَدْعُو اِلَيْهِ الدِّيْنُ الْاِسْلَامِيُّ مِنَ الْفَضَائِلِ؟

عَبَّاس: يَدْعُوْ اِلَى الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ، وَ التَّصْدِيْقِ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ الْاِعْتِقَادِ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (يَوْمِ الْقِيَامَةِ)، وَ مِنْ اَهَمِّ اَرْكَانِهٖ، الصَّلٰوةُ، وَ الصَّوْمُ، وَ الْاِحْسَانُ اِلَى الْفُقَرَاءِ. وَ يَدْعُوْ اِلَى الْاَمَانَةِ وَ الصِّدْقِ وَ الْعَدْلِ وَ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ.

عَلِي: هَلْ اٰمَنَ بِهٖ جَمِيْعُ النَّاسِ فِي الْاَرْضِ؟

عَبَّاس: اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَعْضُ النَّاسِ وَ يُسَمَّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ بَعْضُهُمْ لَمْ يُؤْمِنْ.

عَلِي: مَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَسُوْلِهٖ (مُحَمَّدٍ) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عَبَّاس: (جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ، ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ).

تمرین

(۱) مَا الْقُرْاٰنُ ؟ (۲) عَلٰی مَنْ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ ؟ (۳) کَیْفَ وَصَلَ اِلَیْنَا الْقُرْاٰنُ ؟ (۴) اِلٰی مَنْ اُرْسِلَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ؟ (۵) مَا الَّذِیْ یَدْعُوْ اِلَیْهِ الْاِسْلَامُ ؟ (۶) مَا جَزَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؟

ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری

هِدَایَةٌ : اِرْشَادٌ : رہنمائی۔ اَرْکَانٌ : قَوَاعِدُ : اصول۔ستون۔
حَثٌّ : حَضٌّ : ابھارنا۔ عَدْنٌ : خُلُوْد : ہمیشگی۔
خَصَّ : مَیَّزَ : خاص کیا۔ خَشِیَ : خَافَ : ڈرا۔
اَلتَّصْدِیْقُ : اَلْاِعْتِقَادُ : سچا بتانا۔ خَالِدِیْنَ : دَائِمِیْنَ : ہمیشہ رہنے والے۔

ایک طالب علم جو قرآن پڑھتا ہے۔

علی : عباس! یہ لڑکا کونسی کتاب پڑھتا ہے ؟

عباس: قرآن پڑھتا ہے (اللہ کی کتاب) ۔

علی : کون ہمارے لئے یہ کتاب لایا ؟

عباس : اس کو اللہ نے ہمارے سردار، محمد، صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا جب ان کو لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔

علی : قرآن لوگوں کے ہاتھوں تک کیسے پہنچا ؟

عباس : جب قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا تو انھوں نے اس کو حفظ کیا اور لوگوں کو اس کے لکھنے کا حکم دیا اور اس کو حفظ کرنے پر

ابھارا تو لوگوں نے اس کو لکھا اور یاد کیا ۔

علیؔ: دُور دُور شہروں تک کیسے پہنچا ؟

عباؔس: صحابہؓ نے قرآن مجید لکھے اور بڑے بڑے شہروں کو بھیجے۔ پس لوگوں نے ان سے اپنے لئے قرآن شریف لکھے۔ اور قرآن کے حافظ بہت ہو گئے اور ملک میں پھیل گئے ۔

علیؔ: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کن کی طرف (پیغام دے کر) بھیجے گئے ؟

عباؔس: اللہ تعالیٰ نے ان کو سب لوگوں کی طرف بھیجا، تاکہ انکو دینِ اسلام کی تعلیم دیں۔

علیؔ: کون کون سی خوبیاں ہیں جن کی طرف دینِ اسلامی بلاتا ہے ؟

عباؔس: وہ بلاتا ہے: اکیلے اللہ پر ایمان لانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کو سچ ماننے اور پچھلے دن (روزِ قیامت) پر یقین رکھنے کی طرف۔ اور اسکے زیادہ ضروری اصول ہیں: نماز، روزہ، غریبوں سے بھلائی کرنا، اور وہ بلاتا ہے امانتداری، سچائی، انصاف اور شریف عادتوں کی طرف۔

علیؔ: کیا زمین میں سب آدمی ان پر ایمان لے آئے ؟

عباؔس: پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض لوگ تو ایمان لے آئے اور وہ مسلم کہلاتے ہیں اور بعض لوگ ایمان نہ آئے۔

علیؔ: ان لوگوں کا کیا بدلہ ہے جو اس کے پیغمبر (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ؟

عباؔس: ان کا بدلہ ہے ان کے رب کے پاس ہمیشگی کے باغ جن کے نیچے دریا بہتے ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے۔ اللہ ان سے راضی ہوا، وہ اس سے راضی رہے ۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا۔

مشق

(۱) قرآن کیا ہے ؟ (۲) کس پر قرآن اتارا گیا ؟ (۳) ہم کو قرآن کیسے پہنچا؟

(۴) کن کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے ؟ (۵) اسلام کن چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (۶) ایمان لانے والوں کا کیا بدلا ہے ؟

تنبیہ :

ایسے اسباق کے بعد طلبہ کو composition یعنی انشاء کی مشق کرانی چاہیئے۔

الإنشاء

اَلْقُرْاٰن

اَلْقُرْاٰنُ كِتَابُ اللهِ تَعَالىٰ ، نَزَّلَهُ اللهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) ، لَمَّا اَرْسَلَهٗ اِلَى النَّاسِ فَحَفِظَهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ، وَ حَضَّ النَّاسَ عَلىٰ حِفْظِهٖ فَحَفِظُوْهُ ، وَ اَمَرَ بِكِتَابَتِهٖ ، فَكَتَبُوا الْمَصَاحِفَ ، وَ اَرْسَلُوْهَا اِلَى الْبِلَادِ الْبَعِيْدَةِ ، فَكَتَبَ النَّاسُ مِنْهَا مَصَاحِفَ لَهُمْ ، وَ كَثُرَ حُفَّاظُ الْقُرْاٰنِ وَ انْتَشَرُوْا فِي الْبِلَادِ ، وَ عَلَّمُوا النَّاسَ الدِّيْنَ الْاِسْلَامِيَّ الَّذِيْ جَاءَ بِهِ الْقُرْاٰنُ وَ الدِّيْنُ الْاِسْلَامِيُّ يَدْعُو النَّاسَ اِلَى الْاِيْمَانِ بِاللهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ ، وَ كُتُبِهٖ ، وَ رُسُلِهٖ ، وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ، وَ اَرْكَانُ هٰذَا الدِّيْنِ : شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَ شَهَادَةُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ، وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ ، وَ اِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ ، وَ صَوْمُ رَمَضَانَ ، وَ حَجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا . وَ يَدْعُو الدِّيْنُ الْاِسْلَامِيُّ اِلَى الصِّدْقِ

وَ الْعَدْلِ وَ الْاَمَانَةِ وَ الْاَخْلَاقِ الْحَسَنَةِ.
بَعْضُ النَّاسِ اَجَابُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ الْاِسْلَامِيَّةَ وَ اٰمَنُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَالُوْا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ: اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا - رَبَّنَا! فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا، وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا، وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ، هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَجَابُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ يُسَمَّوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ الَّذِيْنَ لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ وَلَمْ يُجِيْبُوْا دَعْوَتَهٗ يُسَمَّوْنَ الْكَافِرِيْنَ، فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۵ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَمِلُوْا بِالْقُرْاٰنِ: جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا.

اَقُوْلُ لِكُلِّ طِفْلٍ

(فِى الصَّبَاحِ)

(۱) اِسْتَيْقِظْ مُبَكِّرًا.
(۲) اِذْهَبْ اِلٰى دَوْرَةِ الْمِيَاهِ، ثُمَّ اغْسِلْ يَدَيْكَ وَ وَجْهَكَ، وَ نَظِّفْ اَسْنَانَكَ بِالسِّوَاكِ اَوْ بِمَعْجُوْنِ اَسْنَانٍ، تَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ، نَشِّفْ وَجْهَكَ جَيِّدًا بِالْمِنْشَفَةِ.
(۳) اِجْعَلْ لَكَ يَا طِفْلِىَ الْعَزِيْزَ مِنْشَفَةً خَاصَّةً.

(۴) سَلِّمْ عَلٰی (مَامَا وَ بَابَا) ۔
(۵) تَنَاوَلْ فَطُورَكَ ، وَ كُلْ جَيِّدًا ۔
(۶) اِغْسِلْ يَدَيْكَ بَعْدَ الْفَطُوْرِ ۔
(۷) اِسْتَأْذِنْ مِنْ (مَامَا وَ بَابَا)
وَ اذْهَبْ اِلَى الْمَدْرَسَةِ ۔

(ترجمہ)

میں ہر بچّے سے کہتا ہوں
(صبح کے متعلق)

(۱) سویرے جاگ ۔
(۲) غسل خانے کو جا ، اپنے ہاتھ اور اپنا منہ دھو ، اپنے دانت مسواک سے (یا دانتوں کی معجون سے) صاف کر ، وضو کر ، پھر نماز پڑھ ، اپنا منہ اچھی طرح تولئے سے پونچھ ۔
(۳) میرے پیارے بچے ! اپنے لئے ایک جدا تولیہ رکھ ۔
(۴) اماں اور ابا کو سلام کر ۔
(۵) اپنا ناشتہ تناول کر اور اچھی طرح کھا ۔
(۶) ناشتہ کے بعد اپنے ہاتھ دھو ۔
(۷) اماں اور ابا سے اجازت لے اور مدرسے کو جا ۔

اَلْوَلَدُ الصَّغِيْرُ

(١) اِسْمِیْ سَلِيْم فُؤَاد .
(٢) وَ عُمْرِی سِتُّ سَنَوَاتٍ .
(٣) وَ الْآنَ صِرْتُ كَبِيْرًا .
(٤) اَقُوْلُ لَكُمْ كُلَّ مَا اَعْرِفُ مِنِّیْ
(٥) لِیْ جِسْمٌ وَ نَفْسٌ .
(٦) جِسْمِیْ مُرَكَّبٌ مِنْ لَحْمٍ وَ عَظْمٍ .
(٧) وَ هُوَ اَجْزَاءٌ مُخْتَلِفَةٌ . اَعْظَمُهَا الرَّأْسُ وَ الصَّدْرُ ، وَ الْاَعْضَاءُ ، اَیِ الذِّرَاعَانِ مَعَ الْيَدَيْنِ ، وَ السَّاقَانِ مَعَ الرِّجْلَيْنِ ،

---

١ ـ فَالرِّجْلَانِ لِاَمْشِیَ عَلَيْهِمَا وَ الْيَدَانِ لِاَشْتَغِلَ بِهِمَا .
٢ ـ وَ لِیْ اَيْضًا عَيْنَانِ لِلنَّظْرِ ، وَ اُذُنَانِ لِلسَّمْعِ وَ اَنْفٌ لِلشَّمِّ وَ فَمٌ وَ لِسَانٌ لِلذَّوْقِ وَ الْكَلَامِ .
٣ ـ نَفْسِیْ رُوْحٌ ، يَسْتَحِيْلُ اَنْ اَرَاهَا ، وَ لٰكِنْ اَنَا مُتَاَكِّدٌ مِنْ وُجُوْدِهَا .
٤ ـ بِنَفْسِیْ اُفَكِّرُ ، وَ بِهَا اَعْرِفُ كُلَّ مَا اَعْمَلُهٗ ، وَ بِهَا اَقْدِرُ عَلَى التَّكَلُّمِ .

---

٥ ـ جِسْمِیْ قَابِلٌ لِلْمَوْتِ اَعْنِیْ اَنَّهٗ لَنْ يَعِيْشَ دَائِمًا ،

وَ لٰکِنَّہٗ یَمُوْتُ یَوْمًا مَّا و یَعُوْدُ تُرَابًا .

۲- اَمَّا نَفْسِیْ فَھِیَ خَالِدَۃٌ، اَعْنِیْ اَنَّھَا لَنْ تَمُوْتَ اَبَدًا .

۳- وَ اِنْ کُنْتُ اَنَا صَالِحًا مُسْتَقِیْمًا فِیْ حَیَاتِیْ، یُکَافِئُنِی اللّٰہُ تَعَالٰی بَعْدَ مَمَاتِیْ وَ یُدْخِلُنِیْ جَنَّتَہٗ مَعَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ اَحْبَابِہٖ .

ترجمہ :-

چھوٹا لڑکا

(۱) (اسم : نام ، یْ : میرا) میرا نام سلیم فؤاد ہے۔

(۲) (وَ : اور ، عُمْرِیْ : میری عمر)۔(سِتُّ : چھ ، سَنَوَاتٍ : سالوں)۔ اور میری عمر چھ سال کی ہے ۔

(۳) (اَلْآنَ : اب ، صِرْتُ : میں ہوا ہوں ، کَبِیْرًا : بڑا) اور اب میں بڑا ہوگیا ہوں

(۴) (اَقُوْلُ : میں کہتا ہوں ، لَکُمْ : تم سے ، کُلَّ : ہر ایک ، مَا : چیز جو ، اَعْرِفُ : میں جانتا ہوں ، مِنْ : میں سے ، یْ : میری) اب میں جو کچھ اپنی نسبت جانتا ہوں تم سے کہتا ہوں ۔

(۵) میرا ایک جسم ہے اور ایک جان ہے ۔

(۶) میرا جسم مُرَکَّبٌ (مل کر بنا ہوا) ہے گوشت (لَحْم) اور ہڈی (عَظْم) سے (مِنْ)

(۷) (وَ) اور (ھُوَ) وہ (مُخْتَلِفَۃٌ) جدا جدا (اَجْزَاءٌ) حصے ہیں (ھَا) اُن (میں سے) (اَعْظَمُ) سب سے بڑے (رَأْسٌ) سر اور (صَدْر) سینہ اور (اَعْضَاءٌ) جوڑ ہیں۔ یعنی دو (ذِرَاع) کلائیاں (یَدَیْن) دو ہاتھوں سمیت ۔ اور (سَاقَان) دو پنڈلیاں (رِجْلَیْن) دو پاؤں

(مَعَ) سمیت ۔

۱۔ (فَ) سو دو پاؤں ، (لِ) اسلئے کہ (عَلَيْهِمَا) ان دونوں پر (اَمْشِيْ) میں چلوں ۔ اور دو ہاتھ اس لئے کہ (بِهِمَا) ان دونوں سے (اَشْتَغِلُ) میں کام کروں ۔

۲۔ اور میری (عَيْنَانِ) دو آنکھیں (اَيْضًا) بھی ہیں (نَظَرِ) دیکھنے کے (لِ) لئے ، اور دو کان (سَمْع) سننے کے (لِ) لئے ، اور ایک (اَنْف) ناک (شَمّ) سونگھنے کے لئے ، اور (فَمْ) منہ (ذَوْق) چکھنے اور کلام (بات چیت کرنے) کے لئے ۔

۳۔ (نَفْسِي) میری جان ، ایک روح ہے ۔ (يَسْتَحِيْلُ) ناممکن ہے (اَنْ) کہ (هَا) اس کو (اَرَا) میں دیکھوں ۔ لیکن (هَا) اس کے (مِنْ وُجُوْدِ) ہونے کا (اَنَا مُتَاكِّدٌ) مجھ کو یقین ہے ۔

۴۔ (نَفْسِي) اپنے دل کے (بِ) ساتھ (اُفَكِّرُ) میں سوچتا ہوں ۔ اور اسی سے (اَعْرِفُ) میں جانتا ہوں (كُلَّ مَا ۔ هُ) جو کچھ (اَعْمَلُ) میں کرتا ہوں ، اور اسی سے (تَكَلُّمْ) بول چال اور (شَغْل) کام کاج (اَقْدِرُ عَلٰى) کر سکتا ہوں ۔

۱۔ میرا جسم مرنے جوگ ہے ۔ (اَعْنِيْ) میرا مطلب یہ ہے ، (اَنَّهٗ) کہ وہ ہمیشہ (لَنْ: ہرگز نہ ، يَعِيْشَ : جیے گا) نہیں جیتا رہے گا ، بلکہ وہ (يَوْمًا مَا) کسی دن مر جائیگا اور مٹی (يَعُوْدُ) ہو جائیگا ۔

۲۔ پر میری جان ہمیشہ رہنے والی ہے ، میرا مطلب یہ ہے کہ وہ کبھی نہ مرے گی ۔

۳۔ اور اگر (اَنَا) میں (فِي حَيَاتِيْ) اپنی زندگی میں (صَالِحًا) شائستہ (مُسْتَقِيْمًا) سیدھا (كُنْتُ) رہا۔ اللہ تعالیٰ (نِيْ) مجھ کو میرے (مَمَات) مرنے کے بعد (يُكَافِئُ) بدلہ دے گا اور مجھ کو (هٗ: اسکی) اپنی (جَنَّت) بہشت میں داخل کریگا۔ پس میں اس کے فرشتوں اور (اَحْبَاب) دوستوں کے ساتھ رہونگا۔

نَصَائِحُ صِحِّيَّةٌ

(١) اِغْسِلْ يَدَيْكَ قَبْلَ الْاَكْلِ وَ بَعْدَهٗ .
(٢) نَظِّفْ اَسْنَانَكَ بِالسِّوَاكِ اَوِ الْفِرْجُوْنِ .
(٣) حَافِظْ دَائِمًا عَلٰى نَظَافَةِ جِسْمِكَ وَ مَلْبَسِكَ .
(٤) لَا تَدَعِ الذُّبَابَ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِكَ .
(٥) اِشْرَبِ الْمَاءَ نَقِيًّا .
(٦) لَا تَأْكُلِ الْفَاكِهَةَ نِيَّةً .
(٧) اِغْسِلِ الْخُضَرَ وَ الْفَوَاكِهَ جَيِّدًا قَبْلَ اَكْلِهِمَا .
(٨) اِسْتَنْشِقِ الْهَوَاءَ مِنْ اَنْفِكَ لَا مِنْ فَمِكَ .
(٩) كُنْ مُعْتَدِلَ الْقَامَةِ فِي جُلُوْسِكَ وَ مِشْيَتِكَ .
(١٠) اِعْتَنِ بِتَجْدِيْدِ الْمَكَانِ الَّذِي تَكُوْنُ فِيْهِ ـ

سَمِعْتُ وَ اَطَعْتُ

(١) اَنَا اَغْسِلُ يَدَيَّ قَبْلَ الْاَكْلِ وَ بَعْدَ الْاَكْلِ .
(٢) وَ اُنَظِّفُ اَسْنَانِيْ بِالسِّوَاكِ كُلَّ يَوْمٍ ، وَ اَخِيْ

وَ اَخِي يُنَظِّفُ اَسْنَانَهُ بِالْفِرْجُوْنِ كُلَّ صَبَاحٍ ،
وَ اُخْتِي تُنَظِّفُ اَسْنَانَهَا كُلَّ مَسَاءٍ ،
مَتٰى تُنَظِّفِيْنَ اَسْنَانَكِ ؟ يَا اُمِّيْ !

(٣) هُمْ يُحَافِظُوْنَ دَائِمًا عَلٰى نَظَافَةِ اَجْسَامِهِمْ وَ مَلَابِسِهِمْ.

(٤) اَنَا لَا اَدَعُ الذُّبَابَ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِيْ .

(٥) هُمَا يَشْرَبَانِ الْمَاءَ نَقِيًّا .

(٦) اَنَا لَا اٰكُلُ الْفَاكِهَةَ فَجَّةً .

(٧) وَ اَغْسِلُ الْخُضَرَ وَ الْفَوَاكِهَ قَبْلَ اَكْلِهِمَا .

(٨) وَ اَسْتَنْشِقُ الْهَوَاءَ مِنْ اَنْفِيْ لَا مِنْ فَمِيْ .

(٩) وَ اَكُوْنُ مُعْتَدِلَ الْقَامَةِ فِيْ جُلُوْسِيْ وَ مِشْيَتِيْ .

(١٠) وَ اَعْتَنِيْ بِتَجْدِيْدِ الْمَكَانِ الَّذِيْ اَكُوْنُ فِيْهِ .

معانی الالفاظ :-

(١) اَنَا : میں + اِغْسِلْ : دھو۔ اَغْسِلُ : دھوتا ہوں + يَدٌ : ہاتھ ۔ يَدَان : دونو ہاتھ ۔ يَدَيْنِ : دونو ہاتھوں کو۔ يَدَيْكَ : تیرے دونو ہاتھوں کو (یعنی تو اپنے دونو ہاتھوں کو)۔ يَدَيَّ : میرے دونوں ہاتھوں کو (یعنی میں اپنے ....) + قَبْلَ : پہلے۔ قَبْلَ الْاَكْلِ : کھانے کے پہلے + ہٗ : اسکے + بَعْدَ : پیچھے۔ بَعْدَ الْاَكْلِ : کھانے کے بعد +

(٢) نَظِّفْ : صاف رکھ ۔ اُنَظِّفُ : میں صاف کرتا ہوں ۔ يُنَظِّفُ : وہ صاف کرتا ہے ۔ تُنَظِّفُ : وہ صاف کرتی ہے ۔ تُنَظِّفِيْنَ : تو صاف کرتی ہے + سِوَاك : مسواک ۔ بِالسِّوَاكِ : مسواک سے + فِرْجُوْن (کھریرا) برش + اَخِي : میرا بھائی + اُخْتِيْ : میری بہن + يَا اُمِّيْ : اے میری ماں +

اَسْنَان : دانت ٭ ہٗ [اس (مرد) کے] اپنے ٭ هَا [اس (عورت) کے] اپنے ٭
كَ : (تیرے (مذکر)) اپنے ۔ كِ : (تیرے (مؤنث)) اپنے ٭
(۳) حَافِظْ عَلٰی : رکھ ٭ يُحَافِظُوْنَ عَلٰی : وہ رکھتے ہیں ٭ دَائِمًا : ہمیشہ ٭
نَظَافَة : صفائی ٭ جِسْمَكَ : تیرا جسم ٭ اَجْسَامَهُمْ : ان کے جسم ٭
مَلْبَسْ : کپڑا، پوشاک ۔ مَلَابِس جمع ٭ هُمْ : انکے ٭
(۴) لَا تَدَعْ يَسْقُطُ : گرنے (بیٹھنے) نہ دے ٭ لَا اَدَعُ يَسْقُطُ : میں بیٹھنے نہیں دیتا ٭ ذُبَاب : مکھی کو ٭ عَلٰی : پر ٭ وَجْهٌ : چہرہ ۔ منہ ٭
(۵) اِشْرَبْ : پی ۔ يَشْرَبَانِ : وہ دو پیتے ہیں ٭ مَاء : پانی ٭ نَقِي : صاف ٭
(۶) لَا تَأْكُلْ : مت کھا ۔ لَا اٰكُلُ : میں نہیں کھاتا ٭ فَاكِهَةٌ : میوہ ۔ جمع فَوَاكِه ٭ فِجَّةٌ : کچّا ٭
(۷) اِغْسَلْ : دھو ۔ اَغْسَلُ : میں دھوتا ہوں ٭ خُضَرَ : سبزیاں، ترکاریاں ٭ جَيِّدًا : اچھی طرح سے ٭ اَكْلِ : کھانے کے ٭ هُمَا : ان (دونو) کے ٭
(۸) اِسْتَنْشِقْ : سونگھ، ناک میں چڑھا ۔ اَسْتَنْشِقُ الْهَوَاءَ : میں سانس لیتا ہوں ٭ اَنْف : ناک ٭ فَم : منہ ٭ اپنی ناک سے سانس لے نہ اپنے منہ سے ٭
(۹) كُنْ : ہو، رہ ۔ اَكُوْنُ : میں رہتا ہوں ٭ مُعْتَدِلَ الْقَامَةِ : راست قد، سیدھا ٭ جُلُوس : بیٹھنا ٭ مِشْيَه : چال ٭
(۱۰) اِعْتَنِ بِ : اہتمام رکھ ۔ اَعْتَنِي بِ : میں دھیان رکھتا ہوں ۔ تَجْدِيد : نو بنو، تازہ بتازہ رکھنا ٭ تو اس جگہ کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام رکھ جس میں تو رہے ٭

نَفْسُ الْاِنْسَانِ

لِیْ نَفْسٌ لَا اَرَاھَا ، وَ لٰکِنِّیْ اَعْرِفُ جَیِّدًا اَنَّھَا مَوْجُوْدَۃٌ ۔ اَلْمَیِّتُ لَہٗ یَدَانِ وَ رِجْلَانِ وَ عَیْنَانِ وَ اُذُنَانِ وَ اَنْفٌ وَ فَمٌ وَ لِسَانٌ ، وَ لٰکِنَّہٗ لَا یَتَحَرَّکُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یَسْمَعُ وَ لَا یَشُمُّ وَ لَا یَذُوْقُ وَ لَا یَحِسُّ ۔ وَ لِمَاذَا ؟ لِاَنَّ نَفْسَہٗ اِنْفَصَلَتْ عَنْ جَسَدِہٖ ، وَ الْجَسَدُ بِلَا نَفْسٍ کَالتُّرَابِ وَ الْحِجَارَۃِ ۔

بِنَفْسِیْ اُدْرِکُ وَ اَفْھَمُ مَا یُقَالُ لِیْ ۔ اَلْحَیَوَانُ لَہٗ نَفْسٌ ، لٰکِنَّہٗ لَا یَفْھَمُ ۔ بِنَفْسِیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ ، وَ اَعْمَلُ الْخَیْرَ وَ اَجْتَنِبُ الشَّرَّ ۔ اَلْحَیَوَانُ لَا یُمَیِّزُ بَیْنَ الْخَیْرِ وَ الشَّرِّ ۔ اِذَنْ نَفْسِیْ اَحْسَنُ مِنْ نَفْسِ الْحَیَوَانِ ۔ ھِیَ صُوْرَۃُ اللّٰہِ ، تَبْقٰی بَعْدَ الْمَوْتِ وَ تَحْیَا اِلَی الْاَبَدِ ۔ اَمَّا نَفْسُ الْحَیَوَانِ فَتَتَلَاشٰی عِنْدَ الْمَوْتِ کَمَا تَتَلَاشٰی لَھِیْبُ النَّارِ عِنْدَ مَا تَنْطَفِیُٔ النَّارُ ۔

یَنْبَغِیْ اَنْ نَھْتَمَّ بِنَفْسِنَا اَکْثَرَ مِنْ جَسَدِنَا لِاَنَّ النَّفْسَ تَدُوْمُ ۔

ترجمہ :-

انسان کی جان

میری ایک جان ہے، جس کو میں نہیں دیکھتا ہوں، لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہ موجود ہے۔ جو مُردہ ہوتا ہے۔ اسکے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان، ناک، منہ اور زبان (یہ سب کچھ) ہوتا ہے، لیکن نہ تو وہ ہلتا ہے، نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ سونگھتا ہے، نہ چکھتا ہے اور نہ محسوس ہی کر سکتا ہے۔ بھلا کیوں؟ اسلئے کہ اسکی جان اسکے بدن سے الگ ہو گئی ہے، اور جسم جان کے بغیر مٹی اور پتھر کی مانند ہوتا ہے۔

میں اپنی جان (روح) ہی سے دریافت کرتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے کہا جاتا ہے اسکو سمجھتا ہوں۔ حیوان کی بھی جان ہوتی ہے۔ لیکن وہ سمجھتا نہیں۔ میں اپنی جان ہی کے سبب اللہ سے اور اپنے باپ اور اپنی ماں سے محبت کرتا ہوں اور نیکی کرتا اور برائی سے بچتا ہوں۔ حیوان نیکی بدی میں تمیز نہیں کرتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میری جان حیوان کی جان سے بہتر ہے، وہ اللہ کی صورت ہے موت کے بعد باقی رہتی ہے اور ابد تک زندہ رہے گی۔ مگر حیوان کی جان سو وہ موت کے وقت اسی طرح فنا ہو جاتی ہے جیسے آگ کا شعلہ جب آگ بجھتی ہے فنا ہو جاتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے جسم سے زیادہ اپنی روح کی خبر رکھیں، اسلئے کہ جان ہمیشہ رہیگی +